

مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر کتب کا مجموعہ



الْقَوْلُ الْمَعْبُودُ

فِي
حَيَاةِ خَيْرِ الْبَشَرِ

حافظ عجمی

دار المظاہر للتحقیق

مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر کتب کا مجموعہ

• تعویذ مسلمانین عن شرور المفسدین • تنبیہ الناس علی شر الوساوس الخناس
• لطمۃ الحق • سوط العذاب علی العتید الکذاب

الْقَوْلُ الْمُعْتَبَرُ فِي حَيَاةِ خَيْرِ الْبَشَرِ

حافظ عجب سید رفی

ادارہ مہتمم التحقیق لاہور

مکان روڈ، لاہور۔ فون 4145543-0321

خوبصورت، تحقیقی اور معیاری مطبوعات کے ذریعے

علم کی خدمت میں مصروف

ادارہ مظہر التحقیق

اس کتاب کے تمام حقوق بحق ادارہ محفوظ ہیں

نام کتاب..... القول المعبر فی حیات خیر البشر

تصنیف..... مولانا حافظ عبدالجبار سلفی

قیمت..... 350 روپے

ناشر..... ادارہ مظہر التحقیق، لاہور 0322-8464167-0321-4145543

ملنے کے پتے

قاری عبدالرؤف نعمانی اچھرہ لاہور 0300-4273864

مکتبہ سید احمد شہید اردو بازار لاہور، 0423-7228272

المکتبہ اہلسنت، رسول پلازہ امین پور بازار فیصل آباد، 0321-7837313

دفتر تحریک خدام اہل سنت مدنی مسجد چکوال 0313-5128490

مکتبہ عشرہ مبشرہ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور

دفتر ماہنامہ حق چار یار جامع مسجد میاں برکت علی مدینہ بازار اچھرہ لاہور

0423-7593080

مکتبہ العرب دوکان نمبر 2 بنوری ٹاؤن کراچی 0321-2156159

مکتبہ الہادی، اردو بازار لاہور 0300-6609226

انتساب

سیدی حضرت اقدس مولانا قاضی مظہر حسین رحمۃ اللہ علیہ

کے نام،

جن کی پُر اثر نگاہوں نے اس کتاب کے مصنف جیسے

بونوں کو سچ کہنے کا سلیقہ دے دیا

خدا رکھے بہت اونچا ہے فیضانِ نظر اس کا

بوقتِ فیض جس نے اپنے بیگانے نہیں دیکھے

فہرست مضامین

صفحہ نمبر	عنوانات
2	حیات انسانی کے چار دور
4	ہندو پاکستان میں مختلف فتنوں کا ظہور
5	سید عنایت اللہ شاہ صاحب اور فقہ مہاتیت
9	سبب تالیف ہذا
13	باب اول
16	مؤلف المسلك المنصور کا ایک قیمتی مشورہ
17	رسالت اور نبوت روح کی صفت ہے جسم کی نہیں، نیلوی صاحب کا عقیدہ
19	مہاتی وفات نبی ﷺ کے منکر ہیں
21	حدیث الانبياء احياء في قبورهم يضلون میں کوئی شک نہیں قاضی شمس الدین کا دعویٰ
23	اہل سنت والجماعت کا عقیدہ عذاب و ثواب قبر
25	مؤلف المسلك المنصور کی جہالت
26	مؤلف المسلك المنصور کے نزدیک نیلوی شاہ صاحب، قاضی شمس الدین اور شیخ پیری سب جہلا ہیں
27	اشاعتی حضرات فیصلہ کریں
27	مؤلف المسلك المنصور کا ابن قیم کے نام سے دھوکہ

صفحہ نمبر	عنوانات
28	مؤلف کا شرح عقائد سے مخالف یاد ہو کا
30	علامہ تفتازانیؒ کی عبارت پر علامہ عبدالعزیز فرہارویؒ کی گرفت
31	علامہ عبدالحکیم سیالکوٹیؒ کی عبارت سے مماثل مؤلف کا دھوکہ
33	نعمان آلوسی کے رسالہ "الآیات الیّنات" کی حقیقت
38	باب دوم
38	سبز پرندوں والی روایت
39	امام ابن کثیرؒ کی عبارت سے دھوکہ
39	مماثلوں سے ایک سوال
41	مماثل تحقیق کا ایک نمونہ
41	بروز کیا ہے؟
42	قبر سے مراد دنیا والا گڑھا نہیں، مؤلف کا ایک اور دھوکہ
44	علامہ آلوسیؒ اور تعلق روح
45	قاضی بیضاویؒ اور اعادہ روح
45	علامہ کشمیریؒ اور تعلق روح
45	مؤلف کی بددیانتی
46	مؤلف کا کذب اکبر
47	مماثل مؤلف سے ہمارا سوال
48	جسم مثالی کی وضاحت
48	حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ
49	ایک آیت سے استدلال

صفحہ نمبر	عنوانات
52	نفس سے مراد ذات باری تعالیٰ
52	نفس سے مراد جسد
52	نفس سے مراد روح
53	نفس سے مراد خون
53	مؤلف معتزلہ کے نقش قدم پر
53	بحث بر کتاب فقہ اکبر
54	امام اہل سنت کی تحقیق
58	مماقی الفقہ الاکبر کا انکار کیوں کرتے ہیں
59	مؤلف المسلك المصنوع کا ایک اور کذب
61	کیا اعادۂ روح کے بغیر اللہ تعالیٰ عذاب و راحت پر قادر نہیں؟
63	باب سوئم
63	بحث حیات الانبیاء علیہم السلام
63	مؤلف المسلك المصنوع کی زیادتی
66	مؤلف المسلك المصنوع کی مسلسل غلط بیانیاں
71	حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب اور مسئلہ حیات النبی ﷺ
74	مولانا مفتی رشید احمد صاحب اور مسئلہ حیات النبی ﷺ
76	دارالافتاء والارشاد کراچی کی موجودہ فتویٰ ٹیم کی بددیانتی
76	مہماتیوں پر حضرت ادکار وئی کا بھوت
78	سید ضیاء اللہ شاہ بخاری کا اعتراف شکست
80	عقیدہ حیات النبی ﷺ پر پوری امت کا اجماع ہے

صفحہ نمبر	عنوانات
81	اجماع کے لغوی معنی
81	اصطلاح شرعی
82	تاریخی اعتبار سے اجماع کے درجات
84	علمائے امت کا اجماع
84	اجماع کی چار اقسام
87	حضرت عیسیٰؑ کی تشریف آوری کے بعد حضور ﷺ سے انکی ملاقات ممکن ہے
88	صاحب تقریر دلپذیری کی عجیب جہالت
92	صاحب تقریر دلپذیری کی دلائلی دلیل
93	وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ ۚ يَرَحُّ
97	حدیث طیور خضر سے مماثلتوں کا استدلال
101	اجماع امت اور مسئلہ حیات
104	ہمارا عقیدہ
105	خطبہ صدیق اکبرؓ
106	علامہ بدرالدین عینیؒ کا ارشاد
107	علامہ عسقلانیؒ کا ارشاد
107	مولانا سہارنپوریؒ حافظ ابن حجرؒ کی تائید میں
108	علامہ نورالحق محدث دہلویؒ کا ارشاد
109	حضرت علامہ عبدالحق محدث دہلویؒ کا ارشاد
110	حیات النبی ﷺ پر آئمہ اربعہ کا اتفاق
110	حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کا ارشاد

صفحہ نمبر	عنوانات
111	استاذ النجد شین مولانا محمد ادریس کاندھلوی کے نام سے دھوکہ
113	مہمتیوں کے متعلق حضرت کاندھلوی کا ارشاد گرامی
114	قاضی بیضاوی کی ایک عبارت اور مہمتی مؤلف کا جھوٹ
117	باب چہارم
117	حضرت قائد اہل سنت پر توہین نبوت کا الزام
122	حضرت ادکاڑوی پر الزام
125	مسئلہ یزید
126	اسیر ناموس یزید
127	مؤلف المسلک المصنوع کی یزیدی چال
127	حضرت ادکاڑوی پر تہربازی کا الزام
130	یزید کا قاتل و قاتر ہونا تو اس سے ثابت ہے
131	لوٹروں کے ہاتھوں امت کی ہلاکت
132	یزید اپنے بیٹے کی نظر میں
133	حضرت معاویہ کی وفات کے وقت یزید کہاں تھا؟
133	حامیان یزید کو قائد اہل سنت کا چیلنج
133	مؤلف کا ایک ادبیانہ شہ پارہ
135	باب پنجم
135	بحث حدیث الانبیاء اُحیاء فی قبورہم یصلون
138	کیا خبر واحد قابل رد ہے
139	یہ حدیث متواتر ہے

صفحہ نمبر	عنوانات
140	این الموت؟
140	حیات انبیاء میں کوئی اختلاف نہیں
141	تقریریں اقتباس
144	جوابی مکتوب از احمد سعید
145	مہمائی مؤلف کا دھوکہ یا سفاہت
147	مہمائی ذریت کو چیلنج
147	دنیا اور برزخ
149	خرد و حضرت سلیمان علیہم السلام
151	آخر آتانی زندوں کے لئے ہے
154	مؤلف کا جاہلانہ اعلان
155	مؤلف کا ایک اور انداز تحقیق
157	باب ششم
157	حیات برزخیہ
157	مولانا مفتی عزیز الرحمن دیوبندی کا عقیدہ
158	مہمائیوں کا ایک دھوکا
160	مفتی عزیز الرحمن صاحب کا مسلک مہمائیوں کے خلاف ہے
161	حیات انبیاء اور حضرت مفتی صاحب
162	مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب سنی حنفی دیوبندی تھے مہمائی نہیں
164	شاہ صاحب کو مفتی صاحب سے دین سمجھنا آسکا
165	مفتی صاحب کی چند عبارات سے دھوکہ اور ان کا جواب

صفحہ نمبر	عنوانات
166	مہاتوں کی برزخ اور قبر کہاں ہے؟
166	برزخ کیا ہے
168	مفتی صاحبؒ کی دوسری عبارت
168	المہند اور مفتی کفایت اللہ صاحبؒ
169	حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ کا عقیدہ اور مہاتیت
170	مفتی محمد شفیع صاحبؒ دیوبندی تھے مہاتی نہ تھے
172	حیات اندہ اور حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ
173	ایک توتن اور مہاتوں کا دھوکہ
174	سابق فتویٰ کی وضاحت
175	حضرت مولانا مظفر احمد عثمانیؒ دیوبندی تھے مہاتی نہیں تھے
176	برادران اہل سنت
177	مکرمین حیات النبی ﷺ مولانا عثمانیؒ کی نظر میں
177	اکابرین کی عبارات سے کشیدہ نتائج اور ان کے جوابات
188	باب ہفتم
188	بحث بر کتاب المہند علی المہند
189	المہند سے مہاتوں کی بغاوت
191	”مدارک الاذکیاء“ اور ”مسالک العلماء“ کا تقابلی جائزہ
191	قاری محمد طیب صاحبؒ کا علامہ خالد محمود صاحب کے نام خط
192	امام اہل سنت کی نظر میں
192	مسالک العلماء پر ایک نظر

صفحہ نمبر	عنوانات
192	تنظیم اہل حدیث کا تبصرہ
193	حضرت مولانا "ماسٹر" غلام اللہ خان کی نظر میں
193	آچھ ماسٹر صاحب کے متعلق
194	مولانا مفتی غلام مصطفیٰ صاحب کا تبصرہ
195	حضرت مولانا محمد اجمل خان صاحب کا تبصرہ
198	باب ہشتم
198	بحث حدیث مَنْ صَلَّى عَلَيَّ عِنْدَ قَبْرِي مَسْمُوعَةٌ
199	"حسن بن صباح" یا "حسین بن صباح"
200	غرائب منانی محبت نہیں
201	شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا ارشاد
203	شیخ القرآن ماسٹر غلام اللہ خان کا نظریہ
204	دیگر جن علماء اعلام نے اس حدیث کو تسلیم کیا ہے
205	مَنْ عام ہے یا خاص؟
205	مولوی احمد سعید خاں صاحب کا جواب ملاحظہ ہو
206	سماع کی حد کہاں تک ہے
207	حضرت سہارنپوری کی آستانہ محمدیہ علیہ السلام پر حاضری
211	مہاتموں کے بعض دلائل اور ان کے جوابات
212	وَإِذْ النُّفُوسُ زُوِّجَتْ
217	مہاتموں کا دعویٰ
217	تیسری دلیل

صفحہ نمبر	عنوانات
218	اس آیت سے سماع موقی کی نفی یا اثبات نہیں، مفتی اعظمؒ
220	مراتی نو لے کا ایک سوال
220	معتزلہ کی چوتھی دلیل
221	مہاتیوں کے ممکنہ دھوکے سے خبردار
222	معتزلہ کی پانچویں دلیل
222	معتزلہ کی چھٹی دلیل
222	مؤلف المسلك المصنوع کا ڈھکوسلہ
224	مہاتیوں سے دو سوالات
224	إِنَّكَ لَا تَسْمَعُ الْوَعْدِي كاجواب
225	معتزلہ کی ساتویں دلیل
226	قابل غور بات
226	مؤلف المسلك المصنوع کا آخری کارقوس
227	حرف آخر

صفحہ نمبر

229

325

428

مضامین

تنبیہ الناس علی شر الوساوس الخناس

منکرین حدیث کے رسالہ "کلمہ حق" کا مسکت جواب

سوط العذاب علی العنید الکذاب

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مقدمہ

قیام پاکستان سے ٹھیک دس سال بعد مسلک دیوبند پر نئے بد اپنا اٹھ گیا پھر تھیں ۹۵۷ء میں جہانگیر المدارس ملتان کے سالانہ جلسہ کا اعلان کرتے وقت۔ علم و تقاریر یہ بد انصاف دن اہل حق کو تقسیم کر دے گا۔ ذی قدر اور ذی علم شخصیات بانی مددگار مولانا محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت پر پہنچ چکی تھیں۔ بوقت در بوقت قاتل جلسہ گاہ کی صرف برہے رہے تھے اور اپنی سماعتیں بچھا کر یہ مغز بیانات سے محفوظ ہو رہے تھے۔ اس وقت اہل حق کی تبلیغی جماعت کے علاوہ تین بڑی جماعتیں تھیں۔

① عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ② جمعیت علماء اسلام ③ تنظیم اہل سنت پاکستان

اول الذکر مرزائیت کے تعاقب میں ثانی الذکر نفاذ اسلام کی براستہ سیاست جدوجہد میں اور ثالث الذکر عظمت صحابہ رضی اللہ عنہم کی ترویج و دفاع میں مشغول تھی۔ انہی جماعتوں میں سے وابستہ وہ لوگ جو شرک و بدعت، رسومات کی بیخ کنی اور علاقائی غیر شرعی روایات کے توڑنے میں مستعد تھے۔ انہوں نے ”جمعیت اشاعت التوحید والسنۃ“ کا نام پایا، جن کی زمام شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا سید عنایت اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ میں تھی۔ مولانا سید عنایت اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تقریر میں ایک ایسا مسئلہ چھیڑ دیا جو اس سے پہلے کسی صدی یا کسی خطے میں زیر بحث نہ آیا تھا اور اس پر پوری امت کا اجماع تھا۔ شاہ صاحب نے حضور اقدس ﷺ کی حیات برزخی اور روضۂ اطہر پر پڑھے جانے والے صلوٰۃ و سلام کی سماعت کا انکار کیا اور پوری شدت کے ساتھ اس پر اپنی تقریر جاری رکھی۔ اس کے بعد بانی جلسہ مولانا خیر محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ نے اسٹیج پر آ کر مسئلہ کی حقیقت اور شاہ صاحب کی اس سبقت لسانی پر لب کشائی کی۔ کیا پتہ تھا کہ یہ سبقت لسانی یا خطا انسانی مستقل پریشانی ثابت ہوگی۔ اس مرکزی حیثیت کے حامل اجتماع میں چونکہ ملک بھر سے علماء حق پہنچے ہوئے تھے، چنانچہ سب نے شاہ صاحب کی اس تقریر سے اختلاف کیا۔ جب

یہ حضرات اسٹیج سے واپس قیام گاہ کی طرف آئے تو اب یہ مسئلہ علماء کے مابین مباحثے کی شکل اختیار کر گیا۔ شاہ صاحب کے مزاج میں حدت اور سختی بہت تھی۔ دوسری جانب مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا سید امین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ (مخدوم پور، خانیوال)، مولانا لعل حسین اختر اور سیدی مولانا قاضی مظہر حسین رحمۃ اللہ علیہ موجود تھے۔ گفتگو کے دوران جامین سے تلخ کلام کا تبادلہ ہوا اور اس وقت یہ تلخ کلامی باقاعدہ لڑائی میں تبدیل ہو گئی جب مولانا عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری نے مجاہد ختم نبوت مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کے چہرے پر طمانچہ مار دیا۔ سچی بات یہ ہے کہ اتنا بگاڑ مسئلے سے پیدا نہیں ہوا جتنا اس طمانچے سے، کیونکہ اہل علم کے ہاں علمی اختلافات چلے آ رہے ہیں، غلط فہمیاں جنم لیتی ہیں، پھر زائل بھی ہو جاتی ہیں۔ شکوک پیدا ہوتے ہیں، مر بھی جاتے ہیں اور اختلافات بہر حال محبتوں میں کبھی نہ کبھی بدل جاتے ہیں۔ مگر جس بحث کا آغاز نفرت سے ہوا اس کا خاتمہ ہونا بہت مشکل ہوتا ہے۔

مولانا عنایت اللہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اس جارحانہ روش کو سند جواز بخشنے کے لیے ان کے معتقدین نے یہ پروپیگنڈا کیا کہ مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ نے چونکہ مولانا حسین علی واں پھرووی رحمۃ اللہ علیہ کی بے ادبی کی تھی اور مولانا واں پھرووی رحمۃ اللہ علیہ حضرت شاہ صاحب کے استاد تھے اس لیے انہیں جلال آ گیا تھا۔

حالانکہ یہ محض افسانہ ہے جو بعد میں تراشا گیا، مولانا جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کو مولانا حسین علی واں پھرووی رحمۃ اللہ علیہ کا بے ادب بنا کر پیش کرنا زیادتی ہے۔ مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ تو خود حیات الانبیاء کے قائل تھے، بلکہ وہ تو قبر پر آنے والے زائرین کی شناخت بھی میت کے حق میں تسلیم کرتے تھے، جیسا کہ تحریرات حدیث میں موجود ہے۔

پھر یوں ہوا کہ شاہ صاحب نے یہ مسئلہ خیر المدارس ملتان کے ایک حجرے سے اٹھا کر منبر و محراب پر بیان کرنا شروع کر دیا۔ آپ کے معتقدین بھی میدان میں اتر آئے اور تو حید و سنت پر زمرہ منہ سنج اور نغمہ بار ہونے والے اب طعن و تشنیع کی ژالہ باری اسلاف امت پر کرنے لگے۔ ارتقائی ادوار طے ہوتے رہے، افہام و تفہیم کی سر توڑ کوششیں ہوئیں۔ حکیم

الاسلام مولانا قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات بھی حاصل کی گئیں، مولانا مفتی محمد حسن رحمۃ اللہ علیہ (بانی جامعہ اشرفیہ لاہور) مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ، مولانا احتشام الحق تھانوی رحمۃ اللہ علیہ، غرضیکہ معاصرین میں کوئی ایک نام بھی ایسا نہیں پیش جاسکتا، جس نے اس شیرازے کو بکھرنے سے بچنے کے لیے ہمہ قسم کی توانائیاں صرف نہ کر دی ہوں۔ مگر افسوس کہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بد مزاجی اکابرین کے تمام تر خلوص پر غالب آ کر رہی۔ اب علانیہ یہ مسئلہ اسٹیج کی زینت بننے لگا، جو علمی مسئلہ خطباء کے ہاتھ چڑھ جائے وہ قیامت تک حل نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ تقریروں کے بعد مناظرے ہونے لگے، پھر مناظروں کے نتیجے میں فتویٰ بازی شروع ہو گئی اور فتویٰ بازی نے نفرت کو جنم دیا۔

پھر اس دوران علماء حق نے نفس مسئلہ اور نفس مضمون کو واضح کرنے کے لیے کتاب و سنت، آثارِ صحابہ اور آراء امت میں کتابیں لکھیں۔ جب ہم دیوبندیت کی اس تفریق کو دیکھ کر سر پکڑ کر بیٹھتے ہیں اور مایوسیاں پریشان و سرگرداں کرتے ہیں تو پھر دل حزیں کو یہ کہہ کر تسلی دے دیتے ہیں کہ تلوینی طور پر حضور ﷺ کی برزخی حیات پر اللہ تعالیٰ نے اہل حق کے علوم و معارف کو آشکارا کرنا تھا، سو دنیا و اسباب میں یہ ایک ذریعہ بنا۔

تاریخ انسانی کو چھوڑیے تاریخ اسلام ہی سے دیکھ لیجیے کہ جنگ صفین و جمل کے بعد اہل علم میں جتنے اختلافات رونما ہوئے۔ وہ دن بہ دن بڑھے تو ہیں، مگر ختم نہیں ہوئے۔ ایسا لگتا ہے کہ انسان کا پیدا ہو کر مرنا تو حقیقت ہے مگر انسانوں کے پیدا کردہ اختلافات شاید قیامت تک ختم نہ ہوں۔ اس لیے بہتری اسی میں ہوتی ہے کہ اختلاف پیدا ہی نہ ہونے دیا جائے، کیونکہ اختلاف سے مخالفت، مخالفت سے مخاصمت، مخاصمت سے منافرت اور پھر یہ معاملہ خون ریزیوں تک بھی جا پہنچتا ہے۔ بہر کیف اختلاف ایک طبعی چیز ہے، اس سے انکار بھی ناممکن ہے۔ سو تحمل، رواداری، برداشت اور باسلیقہ اظہارِ رائے کا رجحان ہو تو اس سے جہان رنگ و بو کی رونقیں دوبالا ہو جاتی ہیں۔

اہل سنت (دیوبند) نے اس نظریہ کے خلاف متفقہ آواز بلند کی۔ اور حیات النبی ﷺ

کے منکر کو دیوبندی صفوں سے خارج قرار دیا اور نہایت علمی و تحقیقی انداز میں اس کا قلع قمع کیا۔ ان کا مختصر تعارف ملاحظہ فرمائیں۔ پیش نظر رہے کہ یہ ترتیب سنین کے اعتبار سے نہیں ہے۔ یہاں صرف کتب کے نام دینے کا ارادہ ہے۔ ان میں سے ہر کتب پر تبصرہ راقم الحروف نے ماہ نامہ ”حق چار یار“ لاہور میں چار قسطوں کے اندر کیا تھا، جو فروری تا مئی ۲۰۰۸ء میں شائع ہو چکا ہے۔ ارباب ذوق ماہ نامہ حق چار یار ۲۰۰۸ء کی فائل سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

- (۱) آب حیات..... مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ
- (۲) دفع العجاج..... مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوری
- (۳) مقام حیات..... علامہ ڈاکٹر خالد محمود
- (۴) تسکین الصدور..... مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ
- (۵) عقیدۃ الحمد شین علی حیات النبین..... مولانا سید محمد میرک شاہ رحمہ اللہ
- (۶) حیات النبیؐ اور مذاہب اربعہ..... مولانا اللہ یار خان رحمہ اللہ چکڑالوی
- (۷) حیات الاموات لیسدا کائنات..... مولانا نور الحسن شاہ بخاری رحمہ اللہ
- (۸) تنبیہ الاغیاء علی حیاۃ الانبیاء..... مولانا سید امین الحق شاہ رحمہ اللہ
- (۹) دعوت الانصاف فی حیات جامع الاوصاف..... مولانا عبد العزیز شجاعبادی
- (۱۰) حیات انبیاء کرام..... مولانا سید عبدالشکور ترمذی رحمہ اللہ
- (۱۱) رحمت کائنات..... مولانا زاہد الحسنی رحمہ اللہ
- (۱۲) نور الصدور..... حکیم محمود احمد ظفر
- (۱۳) ارشاد العلماء الی تحقیق مسئلہ سماع موتی و حیات انبیاء، شیخ الحدیث مولانا عبد القدیر
- (۱۴) القول النبی فی حیات النبیؐ..... شیخ طریقت مولانا محمد عبداللہ بہلوی
- (۱۵) حیات النبیؐ اور مذاہب اربعہ..... مولانا احمد سعید صاحب (سرگودھا)
- (۱۶) تسکین الاتقیاء فی حیات الانبیاء..... پروفیسر محمد مکی

مش

(۱۷) حیات النبی تمہیر۔ از ماہ نامہ الخفیہ، بابت فروری ۱۹۶۰ء، مولانا عبد الحلیم قاسمی رحمۃ اللہ علیہ

(۱۸) کتاب حیات الانبیاء بخوبی علی الرسائل الجلیہ (مجموعہ رسائل مترجم، بیہقی رحمۃ اللہ علیہ)

سیوطی رحمۃ اللہ علیہ، سبکی رحمۃ اللہ علیہ

(۱۹) الشہاب المبین علی من انکر الحق الثابت بالادلة والبراہین۔

شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ

(۲۰) المسک المصور فی رد الکتاب المصور، ایضاً

(۲۱) نعمت کبریٰ در بارہ حیات مصطفیٰ ﷺ، سید عون احمد پھلوا ری

(۲۲) اظہار الغرور فی کتاب آئینہ تسکین الصدور۔ مولانا عبد القدوس خان قارن

(۲۳) عقیدہ حیات النبی اور مولانا عطاء اللہ بندیا لوی۔ مولانا عبد الحق خان بشیر

(۲۴) حیات پاک رحمۃ للعالمین ﷺ..... حافظ نذیر احمد

(۲۵) رسالہ حیات النبی..... مولانا قاضی عبدالکریم کلاچوی

(۲۶) رسالہ حیات النبی ﷺ..... مولانا سید ابو ذر معاویہ رحمۃ اللہ علیہ

(۲۷) رسالہ حیات النبی ﷺ..... مولانا محمد انوری

(۲۸) سیف اویسیہ بر عقائد نامرضیہ..... مولانا اللہ یار خان چکڑالوی رحمۃ اللہ علیہ ✓

(۲۹) البطش القوی علی القول الجلی..... مولانا قاضی عبداللطیف شجاعبادی رحمۃ اللہ علیہ

(۳۰) انکار حیات النبی ﷺ، ایک خالص پاکستانی فتنہ

(۳۱) حیات النبی ﷺ..... مولانا عاشق الہی رحمۃ اللہ علیہ بلند شہری

اس کے علاوہ بریلوی مسلک کے مولانا احمد سعید کاظمی، ڈاکٹر طاہر القادری کی کتب

بنام ”حیات النبی ﷺ“ مولانا اشرف سیالوی کی ”جلاء الصدور“ اور مولوی سخاوت علی کی

حیات انبیاء والشہداء اس موضوع پر مطبوعہ موجود ہیں۔

زیر نظر مجموعہ کتب

① تعویذ المسلمین عن شرور المفسدین: اشاعت التوحید کی جانب سے ایک

کتاب ”المسلک المنصور“ کے نام سے شائع ہوئی تھی، جس کا جواب راقم نے ”تعوید المسلمین عن شرور المفسدین“ کے نام سے لکھا تھا۔ یہ کتاب اگرچہ بھاگ دوڑ اور افراتفری کی کیفیت میں لکھی گئی تھی۔ مگر جہاں بھی پہنچی، اپنا لوہا منوا گئی۔ ملک بھر سے لاتعداد خطوط کے ذریعہ اہل علم نے اس کی قدر کی، مگر بعض گونا گوں مسائل، اور مصروفیات کی بناء پر دوبارہ اس کی اشاعت کا انتظام ہوتے ہوئے پھر التواء میں پڑتا گیا۔

② تنبیہ الناس علی شر الوساوس الخناس:

چنانچہ تعوید المسلمین کی اشاعت کے چند ماہ بعد اشاعت التوحید کی جانب سے اس کا جواب ”الفتح المبین فی کشف مکائد الکاذبین“ شائع ہوا۔ یہ کتاب گالیوں اور فضول باتوں کا مجموعہ تھی۔ راقم کی جانب سے جوابی کارروائی کا قطعاً کوئی ارادہ نہ تھا مگر بعض علم دوست احباب نے مجبور کیا کہ کتاب میں موجود چند باتوں کا جواب ضروری ہے چنانچہ راقم نے جواب میں ”تنبیہ الناس علی شر الوساوس الخناس“ لکھا۔ اس کتاب نے بھی دھوم مچادی اور اہل تحقیق کے ہاں بے حد پسند کی گئی۔

③ لطمۃ الحق

مولانا اسماعیل محمدی صاحب کی ایک تقریر کا جواب تحریری صورت میں ”کلمۃ حق“ کے نام سے شائع ہوا تھا، مولانا محمدی صاحب نے راقم الحروف سے کہا کہ آپ اس کا جواب لکھیں، چنانچہ راقم نے اس کا جواب ”لطمۃ الحق“ کے نام سے دیا تھا، یاد پڑتا ہے کہ اس وقت بڑے بڑے مدارس (بشمول اہل حدیث و بریلوی) کے شیوخ و مشاہیر نے سینکڑوں کی تعداد میں اس کی کاپیاں خرید کی تھیں۔

④ سوط العذاب علی العید الکذاب

منذی بہاء الدین کے ایک حکیم صاحب (جواب انتقال فرما گئے ہیں) راقم کو بڑے جلے کئے خطوط لکھتے تھے اور ایک خط انہوں نے طبع بھی کروادیا تھا یہ حکیم صاحب مولانا سید عنایت اللہ شاہ بخاری کے مرید تھے۔ چنانچہ ان کے اس مطبوعہ رسالہ کے جواب میں

صفحہ

”سوط العذاب علی العید الکذاب“ لکھ کر شائع کیا گیا۔ یہ کتابچہ بھی ملک کے دور دور علاقوں میں پہنچا اور پسند کیا گیا۔

اظہار تشکر

بنیادی طور پر میرا موضوع ردّ رفس و بدعت ہے کیونکہ حضرت اقدس مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ سے ایک معمولی سی نسبت کی بناء پر اس فتنے کے توڑ کا جذبہ رکھتا ہوں۔ اور اس کے ساتھ دیگر فرقہ باطلہ کا تعاقب بھی حتی المقدور کرتا ہوں۔ اب جب کہ اہل تشیع کے ساتھ مسئلہ تکفیر پر میرا تحریری مباحثہ اپنے عروج پر ہے، ادارہ مظہر التحقیق کے نگران اعلیٰ مولانا عبدالرؤف نعمانی نے اچانک حکم دیا کہ ان چار کتب کا مجموعہ جلد از جلد شائع کرنے کا فیصلہ ہو چکا ہے، اس مجموعہ کا نام تجویز کریں اور ایک مقدمہ بھی لکھیں۔

مرتا کیا نہ کرتا کے تحت قیمل ارشاد کی ”القول المعتمد فی حیات خیر البشر علیہ السلام“ نام تجویز کیا اور انتہائی عجلت میں یہ لکیریں گھسیٹ دیں۔

آخر میں یہ وضاحت ضروری ہے کہ چونکہ یہ کتب فریق مخالف کے جواب میں ہیں اور جوابی کتب کالب و لہجہ وقت کے تقاضے اور مخاطب کے تیوروں کے مطابق ہوتا ہے۔ لہذا کوئی لفظ، جملہ یا سطر طبیعت پر گرانی پیدا کرے تو معاف فرما دیجیے..... کیونکہ مولانا کرم الدین دبیر رحمہ اللہ کی سوانح کا تیسرا ایڈیشن، ان کی لاتعداد کتب کی تیاری، حضرت اقدس قاضی صاحب رحمہ اللہ کی کتب کی اشاعت، پروف خوانی اور جوڑ توڑ میں سرگھجائے کی فرصت نہیں ملتی۔ چہ جائیکہ اس پر نظر ثانی کی جاتی۔

دعاؤں میں یاد رکھیں..... اللہ ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔

عبدالجبار سلفی عفی عنہ

یکم جنوری ۲۰۱۳ء

ادارہ مظہر التحقیق، ملتان روڈ، لاہور

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ . وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ . وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَيِّدِ
الانبياءِ وَالْمُرْسَلِينَ . وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَهْلِ بَيْتِهٖ اَجْمَعِينَ . اَمَّا بَعْدُ
فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ . قُلْ اِنْ
كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاَتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ
الرَّحِيْمُ . صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ . قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ
اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَاِلِدَيْهِ وَوَلَدَيْهِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِينَ . وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الْكَرِيْمُ .
قارئین کرام کی خدمت میں ایک کتاب ”تعویذ المسلمین عن شرور المفسدین“

پیش کی جا رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرماویں۔ اور شر و فساد سے دامن بچا کر ہم سب کو حضور
اقدس ﷺ آپ کے صحابہ کرامؓ اور جملہ مشائخ اہل سنت والجماعت کے نقش قدم پر چلنے کی
توفیق نصیب کرے۔ جوں جوں زمانہ دور نبوت سے دور اور قیامت کے قریب ہوتا چلا
جا رہا ہے توں توں فتنے موسلا دھار بارش کی طرح برس رہے ہیں۔ ہر ایک قرآن مقدس اور
احادیث رسول ﷺ کو اپنی سوچ اور چاہت کے مطابق بیان کر رہا ہے، کہیں سے کوئی آواز
اٹھتی ہے اور کہیں سے کوئی! ہر وہ انسان جو بصیرت سے کورا ہے، دیانت سے عاری ہے، علم
سے تہی دامن ہے اور جسے زہد و تقویٰ کی ہوا سی نہیں لگی وہ بظاہر علم و تحقیق کا مدعی بن کر قوم کا
راہبر بنا بیٹھا ہے اور پس پردہ اپنی رہزنی کے جوہر دکھا رہا ہے۔ اور بھولے بھالے مسلمان
ان مکار فتنہ پرداز لوگوں کے چکمہ میں آکر ایمان کی دولت ضائع کر رہے ہیں۔ امام الانبیاء
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک مرتبہ مدینہ طیبہ سے باہر تشریف لے گئے ایک بلند ٹیلے پر چڑھ کر
فرمایا لوگو! جو کچھ میں دیکھ رہا ہوں وہ تم دیکھ رہے ہو؟ صحابہ کرامؓ نے لاعلمی کا اظہار کیا۔ تب
حضور ﷺ نے فرمایا میں تمہارے گھروں کے درمیان فتنوں کو موسلا دھار بارش کی طرح
برستے ہوئے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں (بخاری و مسلم) آج اس پُر فتن زمانہ میں فتنوں

کی یلغار سے بچنے کا راستہ یہ ہے کہ اپنے اسلاف کے ساتھ رشتہ مضبوط سے مضبوط کر لیا جائے جو تو میں اپنے بزرگوں کو بھلا بیٹھتے ہیں اور سلسلۃ الذہب سے کٹ جاتی ہیں وہ بد باطن، بد کردار، بد اعمال و بد افعال اور بد تہاد و جودوں کی دسیسہ کاریوں کا شکار ہو کر ذلت و رسوائی کے گڑھے میں جا گرتی ہیں۔

﴿حیاتِ انسانی کے چار دور﴾

قارئین کرام! کتاب و سنت کی روش سے حیاتِ انسانی کے کل چار دور ہیں۔

۱: عالم ارواح ۲: عالم دنیا ۳: عالم برزخ ۴: عالم آخرت

عالم ارواح وہ عالم ہے جہاں روہیں رہتی ہیں اور پھر اپنی باری پر باذن اللہ ابدان میں داخل ہو کر دنیا میں آتی ہیں عالم دنیا وہ ہے جہاں روح اور جسم مل کر ظاہر ہوتے ہیں۔ قرآن مقدس میں اس کو ”الْحَيَاةُ الدُّنْيَا“ کے الفاظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اس جہاں میں جسم کے احکام روح پر غالب آتے ہیں۔ عالم برزخ موت سے لے کر محشر تک محیط ہے۔ اس جہان میں روح اور بدن کا ایک لطیف اور قوی تعلق قائم رہتا ہے، اس کو دوسرے لفظوں میں عالم قبر بھی کہا جاتا ہے۔ یہ برزخ کا عالم دنیا اور آخرت کے مابین ہے۔ یعنی برزخ میں رہنے والے کا تعلق دونوں عالموں سے رہتا ہے، عالم دنیا سے بھی اور عالم آخرت سے بھی! چوتھے نمبر پر ہے عالم آخرت! یہ حیاتِ انسانی کا آخری عالم اور مقام ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔ وَإِنَّ الدَّارَ الْآخِرَةَ لَهِیَ الْحَیَوَانُ ، لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ (سورۃ النکبت پارہ نمبر ۲۱ آیت ۶۳) اور پچھلا گھر جو ہے سو وہی ہے زندہ رہنا، اگر ان کو سمجھ ہوتی (ترجمہ شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ) شیخ الاسلام حضرت مولانا علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اس کے تحت فرماتے ہیں ”یعنی آدمی کو چاہیے یہاں کی چند روزہ زندگی سے زیادہ آخرت کی فکر کرے کہ اصلی و دائمی زندگی وہی ہے۔ دنیا کے کھیل تماشے میں غرق ہو کر

عاقبت کو بھول نہ بیٹھے۔ بلکہ یہاں رہ کر وہاں کی تیاری اور سفر آخرت کے لئے توتہ درست کرے (فوائد عثمانیہ ص ۵۳۷) قارئین کرام! عالم ارواح میں صرف روح تھی جسم نہ تھا اور محض روح پر کوئی احکام مرتب نہیں ہوتے۔ لیکن عالم ارواح کے بعد جو تین عالم ہیں ان میں جسم اور روح دونوں میں ایک تعلق ہوتا ہے۔ اس لئے ان کے احکام جسم اور روح کے تعلق کے لحاظ سے مختلف ہیں۔ حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کا ارشاد ملاحظہ ہو۔ فرماتے ہیں ”انسان دو چیزوں سے مرکب ہے۔ جسم اور روح۔ اس کا مجموعہ ہی نفس انسانی کہلاتا ہے۔ اس نفس انسانی کو طبعاً تین جہانوں سے گزرنا ہوتا ہے۔ ایک دنیا جو دارالعمل ہے ایک آخرت جو دارالقرار ہے اور ایک برزخ جو عالم انتظار ہے۔ ان تینوں جہانوں کے احکامات مختلف ہیں اور ان کی نوعیت الگ الگ ہے۔

۱: دنیا میں جسم اور جسمانی زندگی اصل ہے۔ روح اس کے تابع ہو کر اس کے اثرات قبول کرتی ہے۔

۲: برزخ میں روح اور روحانی زندگی اصل ہے جسم اس کے تابع ہو کر اس کی نعمت و مصیبت کے اثرات قبول کرتا ہے، خواہ اپنی ہیئت پر ہو یا بکھر جائے۔

۳: اور آخرت میں روح اور جسم کا مکمل استخراج ہے۔ جس میں ہر ایک اپنے اپنے تاثر میں مستقل ہے۔ اور ہر ایک کا اپنا اپنا ادراک اور اپنا اپنا اشتغاع ہے (عالم برزخ ص ۱) (اللہ تعالیٰ کا نظام ہے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر اختتام عالم تک ہر شخص ارواح کے عالم سے بذریعہ پیدائش دنیا کے عالم میں آ رہا ہے۔ اور یہاں اپنا اپنا عمل سرانجام دے کر بذریعہ موت برزخ کی طرف جا رہا ہے۔ اور پھر ایک ایسا وقت آئے گا کہ سب کے سب عالم برزخ سے نکل کر خالق ارض و سموات کے روبرو موجود ہوں گے۔ اور اس دن کا نام قیامت ہے۔

ہندو پاکستان میں مختلف فتنوں کا ظہور

یہ دنیا بھی عجیب گورکھ دھندا ہے۔ یہاں خوف خدا رکھنے والے سر بلندی دین کے لئے ایسے کارنامے سرانجام دیتے ہیں کہ رہتی دنیا تک ان کا نام روشن رہتا ہے اور بعض ایسوں کو بھی یہ دنیا بستی ہے جو اپنی ناقص عقل کے بل بوتے پر وہ شگوفے کھلاتے ہیں کہ خود عقل سر پیٹ کر رہ جاتی ہے۔ پاکستان کے معرض وجود میں آنے کے بعد اس دھرتی سے بھی بہت سے فتنوں نے جنم لیا۔ مجموعی طور پر برصغیر پاک و ہند کی سر زمین ہر نئے فتنے کے لئے زرخیز واقع ہوئی ہے۔ ہندوستان کی دھرتی ہی تو تھی جہاں یہ عالم قاضی نور اللہ شوستریؒ نے ۱۶۰ء میں تقیہ کی چادر لپیٹتا ہوا قضاۃ کے منصب پر آتا ہے۔ اور شیعہ مذہب کی اشاعت کرتا ہوا، اہل سنت کے خلاف جہانگیر اور اس کی بیوی کو بھڑکا ہوا آگے بڑھتا ہے۔ قریب تھا کہ رفض و بدعت کے گھناٹوں پر اندھیروں میں اہل ہند سنت کی پٹری سے اتر جاتے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کو لا کھڑا کیا۔ آپؒ نے رفض کے آگے مضبوط بند باندھ کر سنت کی حفاظت کی۔ شیعہ سازش ناکام ہوئی اور بالآخر قاضی نور اللہ شوستریؒ کی قبر کردار کو پہنچے۔ اسی دھرتی سے مرزا غلام احمد قادیانی جنم لیتا ہے اور نبوت کا دعویٰ کرتا ہے۔ گورداسپور ہی سے غلام احمد پرویز اٹھتا ہے اور احادیث رسول اللہ ﷺ کے خلاف محاذ کھڑا کرتا ہے اور لاہور آکر باقاعدہ فتنے کو تنظیمی شکل دیتا ہے۔ پنجاب کے ضلع میانوالی کی تحصیل چکڑالہ سے غلام نبی نام کا بندہ سر اٹھاتا ہے اور حدیث کا منکر اور اہل قرآن کہلوا کر شہرت پاتا ہے اور حدیث کا بغض اسے ”غلام نبی“ سے ”عبداللہ“ نام تبدیل کرنے پر مجبور کرتا ہے۔ ہندوستان کے شہر دیوبند میں بزرگان اہل سنت پوری یکسوئی کے ساتھ خدمت دین میں مصروف تھے۔ اللہ کی محبت سے لبریز نورانی قلوب والے یہ سچے عاشق رسول ﷺ اپنے کام میں لگن تھے کہ اچانک برلمان سے ایک ”اعلیٰ“ نمودار ہوا۔ اور انگریزی مشین۔۔۔ ان بزرگوں پر کفر کے

فتوؤں کے ناجو توڑ حملے شروع کر دیے۔ اور انتشار کی وہ فضا پیدا کر دی جس کا خمیازہ آج تک یہ بد قسمت قوم بھگت رہی ہے۔ رہ گئی غیر تالدیت! تو ان کی اپنی الگ اور انوکھی داستان ہے۔ یہ مختصر سی سرگزشت ان فتوؤں کی ہے جو قیام پاکستان سے پہلے اپنے بال و پر نکال چکے تھے۔

﴿سید عنایت اللہ شاہ صاحب اور فتنہ مہماتیت﴾

عنایت اللہ نام کے چار بزرگ ایسے ہیں جو فتنہ پردازی میں اپنی مثال آپ تھے۔ ان چاروں نے امت مسلمہ کے اندر اختلاف کی وہ دراڑ ڈالی کہ خدا کی پناہ! بالترتیب ان چاروں بزرگوں کے اسماء ملاحظہ ہوں۔

۱: عنایت اللہ المشرقی

۲: عنایت اللہ اثری غیر مقلد

۳: عنایت اللہ سانگوی

۴: عنایت اللہ شاہ بخاری

پہلے بزرگ نے اپنی ”تذکرہ“ نامی کتاب میں عجیب گل کھلائے ہیں مثلاً قرآن مجید کی موجودہ ترتیب درست نہیں ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا چکے ہیں (العیاذ باللہ) اور ایک جگہ رقمطراز ہیں ”شیعہ اور سُنی، خفی اور شافعی، مقلد اور غیر مقلد، صوفی اور وہابی میرے نزدیک کوئی شئی نہیں یہ سب جہنم کی تیاری ہے۔“ (تذکرہ، دیپاچہ ص ۶۰) عنایت المشرقی کے رد میں شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری نے مستقل رسالہ شائع کیا تھا اور پشاور کے ایک بڑے اجتماع میں ان کے کفریہ عقائد کو بے نقاب کیا۔ حضرت اقدس مولانا قاضی ظہر حسین (خلیفہ مجاز شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی) فرماتے ہیں ”سنٹرل جیل لاہور میں چار بانج خا کسار قید تھے، ان سے باتیں ہوئیں تو وہ حدیث کے

بالکل منکر تھے۔ (ماہ نامہ حق چار یار کا حضرت جبلیؒ نمبر ص ۴۴ نومبر ۱۹۹۸ء لاہور) دوسرے نمبر کے عنایت اللہ اثری صاحب، یہ دراصل وزیر آباد کے رہنے والے تھے اور گجرات میں مقیم تھے، غیر مقلد عالم تھے۔ یہ موصوف جو تحقیق کے میدان میں کودے تو ۱۸۴ صفحات پر مشتمل ایک کتاب ”غیون زمزم فی میلاد عیسیٰ ابن مریم“ لکھی اور ثابت کرنے کی کوشش کی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے والد تھے (معاذ اللہ) اور آپ کے بن باپ پیدا ہونے والا واقعہ محض افسانہ ہے (لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم) تیسرے نمبر کے عنایت اللہ سانگلوی، اہل بدعت کے سرخیل تھے قیام پاکستان کے بعد اگر مولوی سردار فیصل آبادی اور عنایت اللہ سانگلوی اس مملکت خداداد میں تشریف نہ لاتے تو یہاں شرک و بدعت کا وہ رنگ نہ ہوتا جو آج دیکھنے میں آرہا ہے۔ چوتھے نمبر کے سید عنایت اللہ شاہ بخاری صاحب گجراتی ہیں، یہ بزرگ مشہور دیوبندی عالم تھے۔ مگر اچانک ان کا کاغذ بدلا اور ۱۹۵۹ء میں سب مسلک کے اتفاقی و اجماعی عقیدے حیات النبی ﷺ کا انکار کر دیا۔ عقیدہ یہ ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام خصوصاً حضور اقدس ﷺ پر حسب ضابطہ خداوندی موت آئی ہے۔ مگر دنیاوی وفات کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو روضہ اطہر میں حیات عطا فرمائی ہے۔ اور اسی حیات کی وجہ سے آنجناب ﷺ اپنے روئے پر پڑھا جانے والا صلوة و سلام سماعت فرماتے ہیں اور جواب بھی ارشاد فرماتے ہیں۔ ہمیں سب سے زیادہ افسوس انہی چار نمبر کے بزرگ پر ہے کیونکہ انہوں نے اس اجماعی عقیدے کا انکار دیوبندیت کے پلیٹ فارم سے کیا۔ حضور اقدس ﷺ کی حیات فی القبر کے متعلق علامہ جلال الدین سیوطیؒ، امام بیہقیؒ، ”تقی الدین سبکیؒ، علامہ بدر الدین عینی حنفیؒ، حافظ ابن حجر عسقلانیؒ اور علامہ سخاویؒ جیسے اہل علم وضاحت کرتے آئے ہیں۔ اور حجۃ الاسلام قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی الصدیقیؒ (بانی دارالعلوم دیوبند) نے اس موضوع پر ایک نہایت علمی و

تحقیقی کتاب ”آبِ حیات“ تحریر فرمائی۔ حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن صاحب چاند پوریؒ نے رسالہ ”دفع الحجاج“ لکھا۔ اور تمام مشائخ صراحت کے ساتھ لکھتے آئے ہیں کہ حضور علیہ السلام جسدِ عنصری کے ساتھ زندہ ہیں۔ بہر حال ہم اس دعوے میں بالکل حق بجانب ہیں کہ چودہ صدیوں میں انکارِ حیات کے فتنے نے جماعتی شکل لی ہے تو ۱۹۵۸ء میں گجرات سے سید صاحب کے زیر سایہ لی ہے۔ علماء دیوبند جو باطل کے آگے سہ سکندری بننے میں بے چین رہتے ہیں اس فتنے کے ظہور کے بعد بھلا چین سے کہاں بیٹھتے؟ چنانچہ تحریروں اور تقریروں کی صورت میں اس فتنے کا سد باب کیا گیا۔ اور جید علماء کرام نے جن جن کتابوں میں تحقیق کے دریا بہا کر اس عقیدے کی حفاظت کی ہم نے ان تمام کتابوں پر اپنی کتاب ”لظمۃ الحق“، ”مناظرہ حیات النبی ﷺ“، اور ”انکشاف“ میں تبصرہ کر دیا ہے۔ یہاں بھی اُن کتب کے نام دیئے جاتے ہیں جو اکابر علماء دیوبند نے مسئلہ حیات النبی ﷺ اور ردِّ مہماتیت پر لکھیں۔

- ۱: تسکین الصدور، از امام اہل سنت مولانا محمد سرور خان صاحب صفدر مدظلہم۔
- ۲: مقام حیات، از حضرت علامہ پروفیسر خالد محمود صاحب مدظلہ۔
- ۳: رحمت کائنات، از مولانا زاہد الحسنی۔
- ۴: حیات الاموات، از مولانا سید نور الحسن شاہ بخاری۔
- ۵: القول النقی فی حیات النبی ﷺ، از حضرت مولانا محمد عبداللہ بہلوی۔
- ۶: دعوت الانصاف فی حیات جامع الاوصاف، از مفسر قرآن حضرت مولانا عبدالعزیز شجاع آبادی۔

- ۷: حیات انبیاء کرام، از حضرت مولانا مفتی سید عبدالشکور ترمذی۔
- ۸: حیات النبی ﷺ، از مولانا مفتی عاشق الہی بلند شہری۔
- ۹: حیات النبی ﷺ اور مذاہب ازبچہ، از حضرت العلامة مولانا اللہ یار خان پکڑانی۔
- ۱۰: ارشاد العلماء الی تحقیق مسئلہ سماع الموتی و حیات الانبیاء، از شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد القدیر صاحب۔
- ۱۱: حیات نبوی ﷺ، از حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی۔
- ۱۲: نور الصدور، از حکیم محمود احمد ظفر۔
- ۱۳: الحیات بعد الممات، از مولانا نور محمد تونسوی صاحب۔
- ۱۴: حیات النبی ﷺ، از مولانا سید فردوس علی شاہ صاحب۔
- ۱۵: کتاب حیات النبی ﷺ، از مولانا محمد انوری صاحب لاہوری۔
- ۱۶: عقیدۃ المحدثین، از مولانا سید مبارک علی شاہ صاحب۔
- ۱۷: تنبیہ الانبیاء، از مولانا سید امین الحق شاہ صاحب۔
- ۱۸: علماء دیوبند کا عقیدہ حیات النبی ﷺ اور عطاء اللہ بندہ یالوی بریلوی علماء کی طرف سے اس عنوان پر قدرے علمی کتاب مولوی محمد اشرف سیالوی صاحب کی ”جلاء الصدور“ ہے۔ ڈاکٹر طاہر القادری صاحب کی کتاب ”حیات النبی ﷺ“ بھی شائع ہو چکی ہے، اس کے علاوہ بھی کوئی چند ایک رسائل نظر سے گزرے ہیں مگر ان کی علمی

حیثیت نہ ہونے کے برابر ہے۔ اور ان کتابوں سے خود ان کے عقیدہ حاضر و ناظر پر زد پڑتی ہے بہر حال یہ ہمارا موضوع نہیں ہے۔

﴿سبب تالیف ہذا﴾

مکرمین حیات النبی ﷺ نے کلمہ حق کے نام سے کتاب شائع کی تھی جس کا جواب اللہ تعالیٰ کی مدد اور توفیق کے ساتھ ہم نے ”لطیف الحق“ کے نام سے دیا۔ ابھی ہمارے قلم نے سانس ہی لیا تھا کہ غالیوں کی جانب سے ایک اور کتاب ”المسیک المنصور“ کے نام سے شائع ہوئی۔ تملہ گنگ کے علاقہ ٹمن سے محترم حضرت مولانا نور محمد آصف صاحب نے راقم الحروف کو یہ کتاب بھیجی۔ کتاب کا سرسری مطالعہ کرنے سے ہی ہم اس نتیجہ پر پہنچے کہ مولف نے ”ام الخباہت“ اللہ جل کبریا کی ابتداء کی۔ اور انتہائی تعجب ہوتا ہے کہ کس نے یہ حیاتی اور پیمائی کے ساتھ یہ لوگ عقل و انصاف کے منگے پر نہ تھرنی پھیرنے پر آمادہ ہو گئے ہیں۔ کتاب کی ضخامت دیکھ کر ہم کچھ لمحے خوش فہمی کا شکار ہوئے کہ شاید اس میں تمیز و شائستگی کے ساتھ معقول طریقہ سے بحث کی گئی ہوگی۔ مگر مہماتوں سے تمیز و شائستگی کی امید؟ اس خیال است و خیال است و جنوں۔ مولف ”المسیک المنصور“ بھلو بازی میں پہلے تمام مہماتی مؤلفین سے بازی لے گئے ہیں۔ المسیک المنصور دراصل حضرت مولانا امیر احمد صاحب (استاذ الحدیث باب العلوم کھڑپکا) کی ایک تقریر کا جواب ہے جو آپ نے مدرسہ حیات النبی ﷺ ٹمن (تملہ گنگ) میں کی تھی۔ بعد ازاں اس تقریر کو بزم ”شیخ الہند“ تملہ گنگ کی طرف سے ”تقریر دلپذیر“ کے عنوان سے شائع کر دیا گیا۔ حضرت مولانا امیر احمد صاحب مدظلہم کی تقریر تو خالص علمی تھی مگر مہماتیوں کے اندر کا ”ابلیس“ پھر جاگ اٹھا۔ اور ”توحید سنت“ کا ایک ”خادم“ لنگوٹ کس کر جواب دینے پر آمادہ ہوا۔ کتاب کل کی کل مہماتی جماعت کے ایک مالک محمد حسین زبوی شاہ صاحب کی کتاب ”ندائے حق“ سے سرفہرہ ہے۔

۔ کتاب تو کسی طریقہ سے لکھ دی گئی۔ مگر کتاب کا نام کیا رکھا جائے؟ رنگ آلود دماغ نے یہ تجویز دی کہ امام اہل سنت حضرت الشیخ مولانا محمد سرفراز خان صاحب صدر مدظلہ نے ۱۹۸۶ء میں نیلوی صاحب کی کتاب ”الکتاب المسطور“ کا جواب ”المسلب المصنور“ کے نام سے دیا تھا۔ وہی سرقہ کر لیا جائے۔ گویا مکان کسی کا، دروازہ کسی کا! اور نام اپنا چلے گا۔ اگرچہ اس کے اندر کوئی قباحہ نہیں ہے کئی ایک علماء کی کتب کے نام ایک جیسے ہوتے ہیں مثلاً ”معارف القرآن“ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کا بھی اور حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی کا بھی ہے۔ چوتھی صدی ہجری کے دلی کامل علامہ ابو بکر محمد کلاباذی حنفی نے ”العرف لمذہب اہل التصوف“ کے نام سے کتاب لکھی اور اسی نام سے حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی کا رسالہ بھی ہے۔ اس کا نام ”العرف فی تحقیق التصوف“ ہے۔ شاہ اسماعیل شہید کی کتاب کا نام ”عمیقات“ ہے اور علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب کی کتاب کا نام بھی ”عمیقات“ ہے۔ اسی طرح علامہ خالد محمود صاحب کی کتاب ”خلفاء راشدین“ کے نام سے ہے اور حضرت مولانا عبدالشکور لکھنوی کی بھی ہے۔ اور حجت الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کی کتاب ”تقریر دلپذیر“ ہے اور بزم شیخ الہند کی جانب سے حضرت مولانا منیر احمد صاحب مدظلہم کی تقریر کو بھی اسی نام سے شائع کیا گیا۔ علامہ انور شاہ کشمیری کی کتاب ”کشف الستار“ کے نام سے ہے اور اسی نام سے مسماتی مولوی مولانا شیر محمد صاحب نے بھی کتاب لکھی۔ حضرت مولانا ادریس کاندھلوی کی ایک کتاب کا نام ”احسن البیان“ ہے اور اسی نام سے غیر مقلدین کی تفسیر بھی ہے جو صلاح الدین یوسف صاحب نے مولانا محمد جونا گڑھی کے ترجمے کے ساتھ شائع کی ہے۔ حضرت مدنی کی الشہاب الثاقب ہے اور مولانا قاضی شمس الدین کی بھی۔ کنز الدقائق ہماری فقہ کی مشہور کتاب ہے جبکہ ایک شیعہ عالم نے بھی ”تفسیر کنز الدقائق“ لکھی ہے۔ دیکر بھی کئی

ایک حوالے پیش کئے جاسکتے ہیں۔ ہمیں اس پر اعتراض قطعاً نہیں ہے بلکہ ہمیں مسرت ہے کہ ان دوستوں کو علم کی جو بات ملتی ہے وہ ہمارے ہی گھر سے ملتی ہے۔ فالحمد للہ علی ذالک۔ صرف ریکارڈ کے طور پر ہم نے یہ بات لکھی ہے کہ اسی نام سے آج سے بیس سال قبل ہمارے شیخ مدظلہم کتاب لکھ چکے ہیں۔ بہر حال دوستوں کے حکم پر ”المسلک المنصور“ کا جواب راقم الحروف نے لکھا اور اب زیور طباعت سے آراستہ ہو کر آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ یہ کتاب بزم شیخ الہند تلہ گنگ کے احباب شائع کروا رہے ہیں۔ کتاب کی تیاری میں والدین اور اپنے بزرگوں کی دعائیں حسب سابق اب بھی شامل رہیں۔ کسی بھی کتاب کا تحقیقی جواب لکھنے کے لئے کئی کتابوں کی ورق گردانی کرنی پڑتی ہے جو بڑی عرق ریزی کا کام ہے۔ اور آدمی خواہ کتنا ہی باذوق اور کتابوں کا کثیرا ہوسب کی سب کتابوں کا موجود ہونا ناممکن ہوتا ہے۔ کیونکہ علم ایک ایسا سمندر ہے جس میں غرق ہونے کے بعد بھی علم کی پیاس نہیں بجھتی۔ اور پھر مجھ جیسے بے سرمایہ آدمی کے لئے کتابوں کا ذخیرہ کرنا آسان کام نہیں ہے۔ اللہ پاک جزائے خیر دیں مخدوم مکرم جناب حضرت مولانا محبت النبی صاحب مدظلہم (بانی دارالعلوم مدینہ لاہور) کو کہ آنجناب نے اپنی لائبریری کا نہ صرف دروازہ اس عاجز کے لئے کھولے رکھا بلکہ حسب ضرورت راہنمائی بھی فرماتے رہے۔ میں تہہ دل سے شکریے کے علاوہ اور کیا کہہ سکتا ہوں؟ میں دعا گو ہوں کہ اے کائنات کے رب! اے پیاسی زمین کے منہ میں گھنگھور گھٹاؤں کا ”آبِ زلال“ پکانے والے، اے بے برگ و ثمر اشجار کو دولتِ ثمر عطا کرنے والے، اور اے درختوں کو دستِ صبا سے ہلا ہلا کر اپنی حمد و ثنا کرانے والے! اے مظلوموں کو ظالموں سے ٹکرانے کا حوصلہ دینے والے، اور اے صحرائے معاصی میں بھٹکنے والے مجرموں کو اپنے فضل و رحمت کے دامن میں چھپا لینے والے رب! تو میرے غیوب سے بخوبی واقف ہے۔ میرے صغائر و کبار کا ایک دفتر تیرے سامنے ہے اے ارحم الراحمین!

تو اپنے لاڈلے نبی ﷺ جو خواجہ کائنات ہیں، منبع فیوضات ہیں، چودہویں کا چاند ہیں، شہنشاہ کون و مکان ہیں، آشیانِ عرفان کے شہباز ہیں، گلشنِ رسالت کی غود ہیں، نافہ نبوت کی مشکِ روحانیت ہیں، تیرے کارخانہ قدرت کی بہترین صنعت ہیں، تیرے نگارخانہ کی اعلیٰ تصویر ہیں، وہ جس کی نبوت کا قدم مقامِ اقصیٰ تک جا پہنچا، وہ جو سدرہ کی شاخ سے ”دینی فینڈلی“ کا میوہ چکھ کر آئے، وہ جو ”سبحان الذی اسری“ کے پروں سے اڑ کر سدرہٴ منتہی پر تیری حمد کا ترانہ الاپنے گئے، وہ جو دریائے حسن کے موتی اور آسمان فصاحت کے درخشندہ آفتاب ہیں، وہ چاند کے چہرے والے، آفتاب کی پیشانی والے، والضحیٰ کی روشنی والے، واللہ کی زلفوں والے، مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلَىٰ کے تحت والے، وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرَىٰ فِيْهِ ضَمِيًّا کی برہان والے، اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَآوَىٰ بِكَ آبُ وَتَابُ والے، سید السادات، سند السعادات، صدر کائنات، پدر موجودات، بلند رتبہ سلطان، خواجہ کونین، رسول الثقلین، صاحبِ قلوب و قوسین، آب و گل کی آنکھوں کے نور، جان و دل کی جلیوں کی ٹھنڈک، بلبلِ گلبنِ رسالت، عندلیبِ گلشنِ رسالت، ماہِ آسمانِ دلبری، دُرُ درجِ بطحا، اخترِ برج طہ، تمام گناہ گاروں کے شفیعِ مکرم، مجتبیٰ، معظم، معلم، مقدم، مقتداء، سیدنا و مولا، نامحمد رسول اللہ ﷺ کے صدقے میری خطاؤں سے درگزر کا معاملہ فرما۔ اور مجھے آخری دم تک اپنے نیک بندوں کی محبت پر قائم رکھ اور ان کے مسلکِ حقہ سے وابستہ اور مجھ سمیت تمام سنی مسلمانوں کو عصرِ حاضر کے تمام فتنوں سے محفوظ رکھ، اور قرآن و سنت کی دولتِ اسلاف کے فہم کے مطابق نصیب فرما امین بحر متہ نبی الکریم ﷺ۔

خاکپائے اکابرینِ اہل سنت دیوبند

حافظ محمد عبدالجبار سلفی عفا اللہ عنہ۔

خطیب جامع مسجد تم نبوت کما زک سلمان روڈ لاہور

باب اول

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مؤلف ”المسلك المنصور“ لکھتے ہیں ”حالات کا تقاضا یہ ہے کہ لوگوں کو بنیادی مسائل سے آگاہ کیا جائے اور فکر آخرت کا درس دیا جائے اور ایسے مسائل جو غیر ضروری ہیں ان کو ہوا دے کر عامۃ المسلمین کو محراب و منبر سے دور نہ کیا جائے..... لیکن بعض شریعت پرست عناصر نے عرصہ دراز سے علاقہ کی فضا اپنے مذموم مقاصد کے حصول کے لئے مکدر کر رکھی ہے۔ اور اہل حق پر قسم و قسم کی الزام تراشیوں اور ناجائز فتویٰ بازی کا بازار گرم کر رکھا ہے۔ ان حضرات کے نزدیک توحید، رسالت، اور قیامت جیسے بنیادی اور اہم عقائد سے مسئلہ حیات الاموات زیادہ اہم اور ضروری ہے۔ توحید بیان کرنے سے ان کی زبانیں گنگ ہو چکی ہیں۔ اور اہل حق کے بغض، حسد، اور عناد سے ان کے دل سیاہ ہو چکے ہیں۔ اس لئے رات دن ایک ہی مسئلہ کی اشاعت میں مصروف عمل ہیں، چنانچہ اسی سلسلہ کی ایک کڑی تقریر دلپذیر کے عنوان سے ایک نام نہاد، تبراباز شیخ الحدیث صاحب کی تحریفات و تلبیسات کا مجموعہ شائع کیا گیا..... ﴿المسلك المنصور ص ۱۹﴾

جواب:

جناب مؤلف صاحب! جب بقول آپ کے یہ مسئلہ ”غیر ضروری“ ہے تو آپ نے اتنی مشقت اٹھاتے ہوئے کتاب کیوں لکھ ماری؟ کوئی توحید و رسالت یا قیامت پر خامہ فرسائی کر لیتے۔ یا لوگوں کو فکر آخرت کا سبق دے دیتے۔ تمہارے فرقہ کو اس کے علاوہ کوئی عنوان نہیں ملتا۔ سید عنایت اللہ شاہ بخاری صاحب نے اسی ”غیر ضروری“ مسئلہ کی خاطر ”حضرت نانوتوی“ کی کتاب ”آب حیات“ کو جوتیوں پر ڈال دیا تھا۔ سید صاحب ساری زندگی اکابر کے خلاف سرگرم عمل رہے۔ مولوی احمد سعید خان صاحب اس غیر ضروری مسئلہ کی خاطر اسلاف کا مذاق اڑاتے رہے۔ فتوے بازی اس غیر ضروری مسئلے کی خاطر ہوتی رہی۔ دیوبندیت کے نام سے قوم کو ایک عرصہ دھوکا دینے کے بعد، گستاخی رسول ﷺ اور گستاخی صحابہؓ کے مرتکب ہونے کے بعد جب بڑے دنیا چھوڑ گئے تو اب چھوٹوں کو خیال آیا کہ اُف! یہ مسئلہ تو غیر ضروری ہے؟

کی میرے قتل کے بعد اس نے جفا سے توبہ

ہائے اس ذودِ پشیمان کا پشیمان ہونا

سید عنایت اللہ صاحب قائلین سماع موتی اور قائلین حیات النبی ﷺ کو اپنی تقریروں میں ”لوئر کلاس“ مشرک کہا کرتے تھے (ملاحظہ ہونگے توحید ص ۱۸ رجب ۱۴۱۱ھ)

قارئین کرام! کیا یہ مماتوں کی ”نظریاتی خود گشتی“ نہیں کہ جس مسئلہ پر بانی فرقہ ممات لچھے دار تقریریں کرتے رہے ”لوئر کلاس“ مشرک اور ”اپر کلاس“ مشرک بناتے رہے آج ان کے ایک حواری کہتے ہیں کہ یہ ”مسئلہ غیر ضروری“ ہے! مؤلف ”المسلك المنصور“ کی اس بات سے خدا جانے سید صاحب اور نیلوی صاحب پر کیا گزری ہوگی؟۔ باقی مؤلف کا یہ کہنا کہ ”توحید بیان کرنے سے ہماری زبانیں گنگ ہو چکی ہیں“ سو فیصد جھوٹ ہے۔

ان ”جنت المحققاء“ کے بانیوں کو علم ہونا چاہیے کہ اللہ کے فضل سے مسئلہ توحید پر جتنی کتب لکھی گئی ہیں وہ سب کے سب ان علماء حق کی ہیں جو حیات النبی ﷺ کے قائل ہیں۔ آپ اپنی کارکردگی بتائیں کہ آپ نے اس خوشنما ”لیبل“ سے توحید کی کتنی خدمت کی ہے؟ اہل بدعت کے ایوانوں میں زلزلہ برپا کرنے والے مولانا سید مرتضیٰ حسن صاحب چاند پوری ہمارے علماء حق دیوبند کے چشم و چراغ تھے۔ حضرت مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی جنہوں نے اہل بدعت کے خلاف ”تحفہ لا ثانی بفرقة رضا خانی“ ”نصرت آسمانی“ اور ”فتح حقانی“ جیسے رسائل لکھے۔ یہ مرد مجاہد کون تھے؟ جی ملاحظہ ہو۔ فرماتے ہیں ”ہمارے رسول اکرم ﷺ زندہ ہیں اور اپنی قبر اقدس و اطہر میں موجود ہیں (تفسیر آیات خلافت ص ۲۷) نیز فرماتے ہیں ”ہمارے نبی کریم ﷺ بھی اپنی قبر اقدس و انور میں موجود ہیں اور ایسی زندگی کے ساتھ کہ اس عالم کی کروڑوں زندگیاں اس پر قربان ہیں (تفسیر آیات امامت ص ۶) حضرت مولانا عبدالغنی پٹیلوی جنہوں نے شرک و بدعت کی تردید میں ”سوط الابرار“ جیسی کتاب تحریر کی اور اہل ہند کو توحید کے جام پلائے یہ کون تھے؟ یہ وہی مولانا عبدالغنی ہیں کہ جب ایک بدعتی نے المہند کے خلاف ”التحقیقات لدفع التحریفات“ لکھی تو انہوں نے جواباً ”الجنة لاهل السنة“ لکھی اور المہند کے اندر مسئلہ حیات النبی ﷺ مہماتیوں کو بھلا کیسے بھول سکتا ہے؟ اسی طرح ”الشہاب الثاقب“ کے مصنف شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی، ”صاعقہ آسمانی“ اور ”سیف یمانی“ کے مصنف حضرت مولانا محمد منظور نعمانی، ”مکدستہ توحید دل کا سرور، آنکھوں کی ٹھنڈک، ازالۃ الریب جیسی کتب کے مصنف امام اہل سنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر مدظلہ، چراغ سنت، الصلوٰۃ والسلام، کے مصنف مولانا سید فردوس علی شاہ صاحب، براہین اہل سنت کے مصنف علامہ دوست محمد قریشی، ”توحید اور شرک کی حقیقت“ کے مصنف مولانا سید نور الحسن شاہ بخاری، ”مطالعہ بریلویت“ لکھنے

والے علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب مدظلہ، ”التحقیق النادر فی مسئلۃ الحاضر والناظر“ کے مصنف حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمیؒ یہ بزرگ کون سا عقیدہ رکھتے تھے؟ یہ سب کے سب یسّی حنفی دیوبندی تھے یا مہتممی؟ جناب دلوں پر نے سیاہی اتار دیے۔ آپ کو بھی تو حید و سنت کا سبق ہمارے ہی گھر سے ملا ہے۔ اور اس کے بدلے آپ نے ان اکابر کے خلاف بدظنی پیدا کرنے کا کوئی موقع فرو گذاشت نہیں کیا۔ اپنے آپ کو موحّد اور حقّ گو کہتے ہوئے آپ کو شرم نہیں آتی کہ ایک حدیث کا سبق پڑھانے والے بزرگ عالم دین کو ”تیرا باز، نام نہاد، متحرف، متلبس، اور نہ جانے کیا کچھ کہہ رہے ہیں۔ یہ تو وہ بغض اور گند ہے جو ظاہر ہو رہا ہے وَمَا تُخْفِيْ صُدُوْرُهُمْ اكْبَرُ“۔

﴿مؤلف المسلك المنصور کا ایک قیمتی مشورہ﴾

المسلك المنصور کے مؤلف صاحب نے اپنے مہتممی ٹولے سے الزامات کو رفع کرنے کے لئے بعض کتب کے مطالعے کا مشورہ دیا ہے۔ اس سے قبل کہ ہم آگے چلیں سب سے پہلے ان کے مشورہ پر عمل کرتے ہیں۔ مؤلف صاحب نے جن کتب کے پڑھنے کا مشورہ دیا ان میں سرفہرست جناب مولانا محمد حسین شاہ نیلوی کی کتاب ”ندائے حق“ ہے۔ دوسرے نمبر پر حضرت قاضی شمس الدین صاحب کی تسکین القلوب اور شہاب الثاقب ہے۔ اور اس کے بعد مولانا محمد طیب صاحب پنج پیری کی ”مسلك الاكابر“ پڑھنے کا مشورہ دیا ہے ﴿المسلك المنصور ص ۳۹﴾

جواب:

میں نے بھی گہرا لیے چنے کا بنائے سے
امید ہے، رکھیں گے مجھے اہل زباں یاد

قارئین کرام! مولف کے مشورہ کے مطابق ہم نے مذکورہ بالا کتب کا مطالعہ کیا۔ بعد از مطالعہ جو کچھ ہمیں ملا ہم نظر قارئین کرتے ہیں۔
 اولاً: ندائے حق ہمارے سامنے ہے۔ اس کی جلد اس ۲۳، ۳۳، ۴۱، ۲۸۳ پر نیلوی شاہ صاحب نے لکھا ہے کہ روح کا تعلق اجزائے اصلیہ سے ہوتا ہے۔ دست بستہ ہم مماتی جماعت کے مؤلف اور ان کی متکبر پارٹی سے گزارش کریں گے کہ ”اجزائے اصلیہ سے تعلق روح کے لئے قرآن مجید کی کوئی نص یا حدیث متواتر جو عقیدے میں کام آئے (جس طرح آپ ہم سے مطالبہ کرتے ہیں) پیش کر سکتے ہو؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں کر سکتے تو پھر ہم سے تعلق روح کا مطالبہ کرنے سے قبل نیلوی صاحب کی مرقد پر جا کر ماتم کرو یا پھر ان پر بھی کوئی فتویٰ صادر کرو۔“

﴿رسالت اور نبوت روح کی صفت ہے، جسم کی نہیں۔ نیلوی صاحب کا عقیدہ﴾
 سید نیلوی صاحب لکھتے ہیں کہ نبوت صفت روح ہے۔ مکمل عبارت یوں ہے ”یہ بات تو ثابت اور محقق ہو چکی ہے کہ رسالت اور نبوت دراصل روح کی صفت ہے نہ جسد عنصری مع الروح کی۔ اور موت کا روح کے ساتھ کچھ تعلق نہیں یعنی روح نہیں مرتی۔ (ندائے حق ص ۵۰۸ از نیلوی صاحب) جناب مؤلف اینڈ کمپنی! آپ نے نیلوی صاحب کا فرمان پڑھا کہ نبی و رسول روح ہے۔ روح و جسم کے مجموعے کو نبی نہیں کہتے
 سوال نمبر ۱:

ہمارا سوال یہ ہے کہ جناب نبی و رسول صرف روح کو ماننے سے قرآن پاک کی کتنی آیات کا انکار لازم آتا ہے۔ جن میں نبی و رسول کا مبارک خطاب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات روح مع الجسد کو کیا گیا ہے۔

۱: يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لَنَا أَزْوَاجُكَ وَبَنَاتُكَ وَنِسَاءُ الْمُؤْمِنِينَ (پارہ ۲۲ آیت نمبر ۵۹) (ترجمہ! اے نبی! کہہ دے اپنی عورتوں کو اور اپنی بیٹیوں کو اور مسلمانوں کی عورتوں کو) کیا یہاں نبی صرف روح کو کہا گیا؟ کیا عورتوں کے ساتھ نکاح صرف روح کا ہوا یا روح مع الجسد کا؟ کیا بنات صرف روح کی تھیں یا روح مع الجسد کی؟

۲: يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ (پارہ نمبر ۱۶ آیت نمبر ۶۷) (ترجمہ! اے رسول پہنچا دے جو تجھ پر اترا تیرے رب کی طرف سے) جناب محقق صاحب! کیا یہاں رسول صرف روح کو کہا جا رہا ہے؟ اور کیا تبلیغ صرف روح کرتی ہے یا روح مع الجسد؟

۳: يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ (پارہ نمبر ۲۸) اے نبی! تو کیوں حرام کرتا ہے جو حلال کیا اللہ نے تجھ پر۔

۴: يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ (اے نبی! لڑائی کر منکروں سے اور دغا بازوں سے) کیا لڑائی روح کرتی ہے یا روح مع الجسد؟۔

قارئین کرام! نیلوی صاحب کے فلسفے کے مطابق مذکورہ بالا آیات سمیت قرآن مقدس کی بے شمار آیات و احکامات کا انکار ہوتا ہے۔ اب ہم ”مسلم منصور“ والوں سے پوچھتے ہیں کہ اگر آپ کا عقیدہ نیلوی صاحب والا نہیں تو ان پر کیا فتویٰ لگاؤ گے؟ اور اگر آپ کا عقیدہ نیلوی صاحب والا ہے تو آپ قرآن مجید کے منکر ہیں۔ اب آپ نیلوی صاحب کی طرف آتے ہیں تو قرآن مجید سے جاتے ہیں اور اگر کتاب مبین کی جانب آتے ہیں تو نیلوی صاحب سے جاتے ہیں۔

عجب مشکل میں آیا سینے والا جیب و داماں کا

جو یہ ٹانگا تو وہ ادھر ا، جو وہ ٹانگا تو یہ ادھر ا

سوال نمبر ۲:

﴿مماتی وفاتِ نبی ﷺ کے منکر ہیں﴾

نبی اور رسول بقول نیلوی روح ہے۔ اور روح پر موت نہیں آئی تو گویا صاحب ندائے حق کے نزدیک حضور ﷺ پر موت نہیں آئی جبکہ تمام مسلمان حضور ﷺ پر موت آ جانے کے قائل ہیں، ہم المسلك المنصور لکھنے والے ”بہادروں“ سے پوچھتے ہیں کہ ”لَا يَمُوتُ“ اللہ کی صفت ہے۔ آپ ہی صفت پیغمبر کو عنایت فرما رہے ہیں۔ اس سے بڑا شرک کائنات میں اور کیا ہوگا؟ اور آپ سے بڑا مشرک اور کون ہوگا؟ لو جناب۔ آج تک جو اہل حق کو الزام دیتے آئے کہ یہ معاذ اللہ وفاتِ نبی ﷺ کے منکر ہیں۔ اب ارباب انصاف خود فیصلہ کر لیں گے کہ وفاتِ نبی ﷺ کا منکر کون ہے؟

سوال نمبر ۳:

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ابو جہل اور ابولہب وغیرہ سے پوچھیں گے کہ میرا نبی تمہارے پاس آیا تم نے آقائے دو عالم ﷺ کو دیکھ کر بھی کلمہ پڑھنے سے انکار کر دیا۔ آگے سے کفار (بقول مماتی صاحبان) اگر کہہ دیں کہ ہم نے تیرے نبی کو دیکھا ہی نہ تھا، پتہ نہیں کہاں آئے؟ (کیونکہ روح غیر مبصر چیز ہے) ابو جہل نیلوی صاحب کی ”ندائے حق“ پیش کر دے گا کہ نبی صرف روح ہے تو اس وقت مؤلف ”المسلك المنصور“ ابو جہل کی حمایت کریں گے یا اللہ تعالیٰ کی؟

سوال نمبر ۴:

روح ایک نورانی چیز ہے۔ اور ہم پر مماتی ٹولہ آئے روز بریلوی ہونے کا الزام لگاتا ہے۔ جب نیلوی صاحب نے روح کو نبی کہہ دیا تو بشریت کا انکار ہو گیا۔ حالانکہ اہل

حق کا عقیدہ یہ ہے کہ آنجناب ﷺ باعتبار جنس بشر ہیں اور باعتبار ہدایت نور ہیں۔ نیلوی صاحب بشریت کے منکر ہو کر کیا ٹھہرے؟

سوال نمبر ۵:

بقول نیلوی صاحب نبی اگر روح کا نام ہے تو ظاہر ہے پھر نبی کو کسی نے نہیں دیکھا تو صحابی کون بنا ہوگا؟

سوال نمبر ۶:

اسوۂ حسنہ افعال و اعمال اور حرکات و سکنات نبوت کا نام ہے۔ جو بدن سے صادر ہوتی ہیں۔ جب آپ کے نزدیک نبی روح کا نام ہے، تو اسوۂ حسنہ تو نظر ہی نہیں آیا اب عمل کیسے کریں گے؟ قارئین کرام! جس کتاب کو پڑھنے کا مشورہ جناب نے دیا ہے اس سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے۔

- ۱: نبی ﷺ نے شادی نہیں کی - کیونکہ نبی روح کا نام ہے۔
- ۲: نبی ﷺ پر موت نہیں آئی - کیونکہ نبی روح کا نام ہے اور روح پر موت نہیں آتی۔
- ۳: نبی ﷺ کو کسی بشر نے نہیں دیکھا۔ کیونکہ روح غیر مبصر چیز ہے۔
- ۴: نبی ﷺ بشر نہیں بلکہ نور ہیں - -----
- ۵: نبی ﷺ کا اسوۂ حسنہ کوئی نہیں - -----
- ۶: نبی ﷺ کی تدفین نہیں ہوئی - -----
- ۷: نبی ﷺ نے تبلیغ نہیں فرمائی - -----
- ۸: نبی ﷺ نے جہاد نہیں کیا - -----

۹ نبی ﷺ نے رمضان میں روزے نہیں رکھے کیونکہ نبوت روح کا نام ہے۔

۱۰ آج مدینہ شریف والی قبر مبارک میں حضور ﷺ نہیں ہیں (العیاذ باللہ)

نتیجہ کیا نکلا؟

۱: مماتی قرآن مجید کے منکر ہیں

۲: بشریت رسول ﷺ کے منکر ہیں

۳: وفات نبی ﷺ کے منکر ہیں

۴: اور شرف صحابیت کے بھی منکر ہیں

المسلک المنصور کے مؤلف ندائے حق کے مطالعے کا ہمیں مشورہ دے کر ”اوکھلی“ میں سر دے بیٹھے۔ ہم نے عمل کر کے نتیجہ آپ کے سامنے رکھ دیا۔ اب سارے مماتی صاحبان سر میں راکھ ڈال کر آہ وزاری کرتے ہوئے غالب مرحوم کے دروازے پر جا کر انہی کے انداز میں کہو!

حیراں ہوں دل کو روؤں، کہ پیڑوں جگر کو میں

مقدور ہو تو ساتھ رکھوں، ”نوحہ گر“ کو میں

چھوڑا نہ رشک نے! کہ تیرے گھر کا نام لوں

ہر ایک سے پوچھتا ہوں! کہ جاؤں کدھر کو میں

﴿حدیث الانبیاء اَحیاء فی ثُبُورِهِمْ یُصَلُّونَ میں کوئی شک نہیں!

قاضی شمس الدین کا عقیدہ﴾

مؤلف صاحب نے ہمیں تسکین القلوب کے مطالعے کا مشورہ کیا دیا۔ لیجیے

صاحب: تسکین القلوب ہمارے سامنے ہے۔ قاضی صاحب فرماتے ہیں ”الانبیاء

أَحْيَاءُ فِي قُبُورِهِمْ يُضَلُّونَ لَا شَكَّ فِيهِ“ (تسکین القلوب ص ۴۷) قاضی صاحب فرماتے ہیں اس حدیث میں کوئی شک نہیں۔ آپ کے معتمد علیہ عالم کو تو کوئی شک نہیں مگر چونکہ آپ قاضی صاحب سے بڑے ”محقق، مدقق، اور مدبر“ ہیں، آپ کو تو یقیناً شک ہوگا۔ اگر جناب کو حضرت قاضی صاحب پر اعتماد ہے تو ان کی تحقیق مانیے اور اگر اعتماد نہیں تو ان کی کتاب پڑھنے کا مشورہ کس منہ سے؟ لگے ہاتھوں قاضی صاحب کی ایک اور عبارت پڑھتے جائیے۔ فرماتے ہیں ”فقہاء کرام اور متکلمین کے نزدیک یہ جسم خواہ ریزہ ریزہ ہو چکا ہو، پھر بھی قبر کے عذاب و ثواب اور تالم و تلذذ کا شریک ہے اور فتویٰ بھی فقہاء کے قول پر دینا چاہیے۔ (ایضاً) جناب روح و جسم کو شریک عذاب و ثواب تسلیم کیجئے ورنہ اپنا مشورہ واپس لیجیے! اور ہاں! آپ جو آئے روز ہمارے اکابرین خصوصاً امام اہل سنت حضرت العلامة مولانا الشیخ محمد سرفراز صاحب صغیر مدظلہم کے خلاف ہرزہ سرائی کرتے رہتے ہو۔ قاضی شمس الدین صاحب نے ہمارے بڑوں کو بڑا اور خود کو چھوٹا تسلیم کیا ہے۔ ہمارا بھی مشورہ ہے کہ آپ ذرا اپنے بزرگوں کی کتب کا بنظر عینق مطالعہ فرمائیں۔ قاضی صاحب لکھتے ہیں ”ہم آج تک ان کے خادم رہے، انہیں بڑا سمجھا، اور بڑے ہیں بھی، اور اپنے آپ کو ان کا چھوٹا بھائی اور خادم سمجھا..... بات کیا تھی اگر عنایت اللہ شاہ بخاری کی کوئی بات انہیں پسند نہیں آئی تھی تو اسے اپنی جگہ دلائل سے سمجھاتے بلکہ یہ بڑے تھے وہ چھوٹا اسے اپنی جگہ خوب جھاڑ دے دیتے..... ہم صرف یہ چاہتے ہیں کہ جس طرح پہلے سے معاملہ چلا آ رہا ہے یہ بڑے ہم چھوٹے، یہ مخدوم ہم خادم، اسی طرح آئندہ بھی چلتا رہے۔ اسی میں بہتری ہے اور یہی انشاء اللہ عند اللہ پسندیدہ ہے۔“ (القول الجلی فی حیات النبی ﷺ ص ۱۰۹، ۱۱۰۔ از قاضی شمس الدین صاحب) ﴿

﴿اہل سنت والجماعت کا عقیدہ عذاب و ثواب قبر﴾

اہل سنت والجماعت کا نظریہ ہے کہ جب قبر میں میت پہنچ جاتی ہے تو روح جسم کی طرف لوٹا دی جاتی ہے۔ یہ روح مکمل طور پر جسم میں داخل ہوتی ہے جیسے دنیا میں تھی یا اس قدر اتصال ہوتا ہے کہ جس سے عذاب و راحت کا احساس ہوتا ہے، یہ ایک مستقل بحث ہے۔ اس موضوع پر زیادہ تفصیل سے کلام کرنا عوام کے لئے کوئی فائدہ مند نہیں، اور جہاں تک اہل علم کے سمجھنے سمجھانے کا تعلق ہے تو اس عنوان پر بے شمار دلائل و مفصل کتب شائع ہو چکی ہیں۔ مختصر اعرض ہے کہ عذاب و ثواب قبر کے بارے میں بنیادی طور پر تین مذاہب ہیں، ہم چونکہ اہل سنت والجماعت ہیں، ہم نے یہ دیکھنا ہے کہ اس مسئلے پر اہل سنت والجماعت کا مسلک کیا ہے؟ مؤلف المسلك المنصور نے کافی عبارتوں کی کانٹ چھانٹ کر کے یہ تاثر دینے کی کوشش کی اس عنوان پر اہل سنت میں اختلاف موجود ہے۔ حالانکہ یہ نادانوں کا سوء فہم ہے کہیں سے معتزلہ کی عبارت لے لی، کہیں سے خوارج کا مسلک پکڑ لیا اور کہیں سے اپنے اکابر کی ادھوری عبارت دے دی اور پھر اس کو اختلاف کا نام دے کر اپنا چور دروازہ نکالنا ممتاویں کا پرانا طریقہ ہے ”کہیں کی اینٹ، کہیں کا روڑا امان بھتی نے کنبہ جوڑا۔ جھوٹ اس روانی سے بولتے ہیں گویا یہ کوئی گناہ ہی نہیں۔ ہم نے گزارش کی کہ عذاب و ثواب قبر کے متعلق تین مذاہب ہیں۔

پہلا مذہب: عذاب قبر فقط روح کو ہوتا ہے۔

دوسرا مذہب: عذاب قبر صرف جسم کو ہوتا ہے

تیسرا مذہب: عذاب قبر جسم اور روح دونوں کو ہوتا ہے۔

ان میں سے پہلا مذہب ابن حزم وغیرہ کا اور دوسرا مذہب (یعنی عذاب فقط جسم کو ہوتا ہے)

محمد بن جریر کرامی اور فرقہ صالحیہ کے سربراہ صالحی کا ہے۔ تیسرا قول ہی سب سے معتبر ہے اور یہی صحیح ترمذیہ ہے۔ علامہ جلال الدین سیوطیؒ فرماتے ہیں۔

محله الروح والجسد جميعا باتفاق اهل السنه وكذا القول في النعيم
(شرح الصدور: ۷۵-۷۶)۔

اہل سنت کے مذہب کے مطابق عذاب کا محل روح اور بدن دونوں ہیں اور یہی مسلک ثواب کے بارے میں ہے۔

علامہ صاوی مالکیؒ فرماتے ہیں۔

ما وصل للروح من النعيم يحصل للجسم ايضاً. روح كوجو ثواب ملتا ہے وہ جسم کو بھی ملتا ہے۔

علامہ ابن قیمؒ فرماتے ہیں۔

بل العذاب والنعيم على النفس والبدن جميعا باتفاق اهل السنه. بلکہ اہل سنت کے نزدیک عذاب و ثواب روح اور بدن دونوں پر ہوتا ہے۔ (کتاب الروح ص ۷۲) علامہ ابن تیمیہؒ اور ابن قیمؒ بعض تفردات کے حوالے سے شہرت رکھتے ہیں مگر ہر دو کا علمی مقام مسلم ہے اور دونوں اہل سنت کے قابل قدر بزرگ ہیں چنانچہ ملا علی القاری حنفی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں ”کانامن اکابر اهل سنة والجماعته ومن اولياء هذه الامته (جمع الوسائل ج ۱ ص ۲۰۸) یہ دونوں (ابن تیمیہؒ و ابن قیمؒ) اہل سنت والجماعت کے اکابر ہیں اور اس امت کے اولیاء میں سے ہیں۔ علامہ عبدالغنی نابلسیؒ فرماتے ہیں ”یہ اس بات کی تصریح ہے کہ مردوں کی روہیں ان کے جسموں کے ساتھ ایک تعلق رکھتی ہیں جو قبروں میں ہیں اگرچہ ان کے اجسام بوسیدہ ہو کر مٹی ہو جائیں۔ عبارت یہ ہے ”هذا صريح في ان روحانيات الموتى متصلة باجسامهم التي في قبورهم وان

بلیت اجسامہم وصارت قرا با (کشف النور ص ۱۲)

﴿ مؤلف المسلك المنصور کی جہالت ﴾

مماتی ٹولے کے یہ نئے محقق خضر حیات صاحب کوئی ہیں۔ جو المسلك المنصور کے مؤلف ہیں اب ان کی تحقیق اتنی بھی ملاحظہ ہو۔ ”نہ تو دنیاوی حقیقی شرط ہے اور نہ ہی اعادہ روح فی الجسد العنصری یا روح کا تعلق حیات، بدن عنصری کے ساتھ شرط ہے جو لوگ عذاب و ثواب قبر اور اس کے ادراک کے لئے اعادہ روح جسد عنصری میں یا روح کا تعلق حیات بایں معنی کہ بدن عنصری میں حیات حقیقی پیدا ہو جائے شرط قرار دیتے ہیں وہ قرآن و سنت اور مذاہب اہل سنت سے جاہل و ناواقف ہیں ﴿ المسلك ص ۲۲ ﴾

جواب:

تصنیف و تالیف کے بھی کچھ اسلوب اور آداب درموز ہوتے ہیں، ”مؤلف المسلك“ کی اکثر عبارات پڑھ کر سمجھنے میں کوئی مشکل پیش نہیں آتی کہ موصوف نے مماتی ٹولے میں نام پیدا کرنے کے لئے اونگھتے اور سوتے ہوئے کتاب لکھی ہے۔ عبارت کا باہمی ربط نہیں۔ فقرات بے ترتیب، اور اردو قواعد و انشاء کی رو سے بالکل غلط ہے جوڑ اضافتیں اور لمبے لمبے عطف جابجا دیکھنے میں آئیں گے۔ خیر اس عنوان پر بحث پھر کبھی سہی! مؤلف صاحب فرماتے ہیں کہ بدن عنصری کے ساتھ حیات حقیقی کے اتصال کا مسلك رکھنے والے قرآن و سنت سے جاہل اور ناواقف ہیں۔ پہلے تو ہم جناب سے پوچھیں گے کہ حضور والا کوئی حیات مجازی بھی ہوتی ہے، چلو حقیقی نہ سہی، ذرا مجازی کی تعریف ارشاد فرمادیں۔ دوسرے نمبر پر اگر ہم یہ کہیں کہ مؤلف کی اس بات سے جمیع اہل سنت والجماعت کے بڑے بڑے اکابر کا جاہل ہونا لازم آتا ہے جن میں سراج الائمہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ سے لے

کر حضرت شیخ تھانویؒ تک بھی شامل ہیں، تو ان کے فولادی دماغ پر کوئی اثر نہیں پڑے گا اس لئے ہم مؤلف کے اپنے گھر کی خبر پیش کرتے ہیں۔

﴿مؤلف المسلك المنصور کے نزدیک نیلوی شاہ صاحب، قاضی شمس الدین صاحب اور پنج پیری سب جہلا ہیں﴾

۱: منکرین حیات النبی ﷺ کے سرخیل محمد حسین شاہ صاحب نیلوی رقمطراز ہیں ”روح کا تعلق اجزائے اصلیہ کے ساتھ ہوتا ہے اور تعلق بھی اتنا جس سے سکھ دکھ محسوس کر سکے (ندائے حق ص ۳۳ ج ۱) اسی طرح ص ۴۱۰، ص ۴۴۰، ص ۴۷۱ اور ۲۸۴ پر بھی جسم کے ساتھ تعلق روح کو نیلوی صاحب نے تسلیم کیا ہے۔

۲: پنج پیری (صوابی) اشاعت التوحید کے مرکز سے مولانا طیب طاہری صاحب کی زیر ادارت رسالہ ماہنامہ التوحید والسنۃ شائع ہوتا ہے۔ مذکورہ رسالہ بابت مئی ۲۰۰۳ء کا شمارہ ملاحظہ ہو ”تجربین میں روح کو جو عذاب ملتا ہے اس کا تعلق بدن اور روح دونوں کے ساتھ ہوتا ہے“ (ماہنامہ التوحید والسنۃ ص ۲۷) اور اسی رسالے کے ص ۲۶ پر ہے ”بعض معاندین آئے اور عذاب قبر سے صریح منکر ہو گئے جبکہ بعض نے اسے روح تک محدود رکھا“

۳: مولانا قاضی شمس الدین صاحب آف گوجرانوالہ کا حوالہ پہلے گزر چکا ہے، یہاں پھر درج کیا جاتا ہے ”فقہاء کرام اور متکلمین کے نزدیک یہ جسم خواہ ریزہ ریزہ ہو چکا ہو پھر بھی قبر کے عذاب و ثواب اور تالم و تلذذ کا شریک ہے اور فتویٰ بھی فقہاء کے قول پر دینا چاہیے (تسکین القلوب ص ۴۷)۔ اللہ اکبر! سنا کرتے تھے کہ تاریخ اپنے آپ کو دہراتی ہے کل تک جو ہمارے متقی، پارسا اور اللہ والے بزرگ اکابر کا مذاق اڑایا کرتے تھے آج وہ خود اپنے بڑوں کو جاہل اور کتاب و سنت سے ناواقف کہہ رہے ہیں۔ یہ بزرگوں کی گستاخی کا

فطری نتیجہ ہے۔ جب علامہ احمد سعید خان صاحب ساری امت پر کفر و شرک کے فتوے لگاتے رہے تو سید صاحب کے کانوں پر چونک تک نہ رہی، اور جب مولوی صاحب کے فتوے کی توپ نے عجمرات کی طرف منہ کیا اور سید صاحب پر فتوے کا ایک عدد گولہ داغا تو یوں ارشاد ہوا ”مولانا احمد سعید خان صاحب کو جماعتی اصولوں کی خلاف ورزی کی وجہ سے جمعیت اشاعت التوحید والسنۃ سے نکالا گیا ہے۔ بندہ ان کی نئی جماعت کی سرپرستی سے بالکل بری ہے (خس کم جہاں پاک ص ۳۱۳ اشاعت التوحید والسنۃ لالہ موسیٰ)

﴿اشاعتی حضرات فیصلہ کریں﴾

اب ہمارا زوئے سخن ان مماتی جماعت کے علماء کی طرف ہے جنہوں نے المسلك المنصور پر تقاریض لکھیں۔ خیر سے سب کے سب ”یہ تقریر غلطی“ احباب ”فخر الاماثل، استاذ الحفاظ، مدرس نکتہ داں، عمدۃ الاذکیاء، شیخ التفسیر، فقیہ العصر اور جامع المعقول والمعتول سمیت سبھی کچھ ہیں۔ ان تمام ”صفات عالیہ“ سے متصف یہ ”تورانی چہرے“ اب ہمیں بتلائیں کہ ہم نیلوی صاحب، قاضی صاحب اور بیچ بیروں کو جاہل اور قرآن سے ناواقف کہیں یا مؤلف المسلك المنصور کو؟ براہ کرم بتائیے گا!

﴿مؤلف المسلك المنصور کا ابن قیمؒ کے نام سے دھوکہ﴾

حافظ ابن قیمؒ برزخ کے متعلق شاذ اقوال پر تبصرہ کرتے ہوئے جو کچھ ”کتاب الروح“ کے اندر لکھتے ہیں مؤلف کمال چالاکی سے اس کو حافظ رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ قرار دے رہے ہیں۔ مثلاً لکھتے ہیں ”علامہ ابن قیمؒ نے اپنی اس عبارت میں تصریح کر دی ہے کہ یہ قول ”عذاب، ثواب مابعد الموت قبل القیامتہ بدن عصری پر بالکل نہیں ہوتا (المسلك ص ۲۵) حالانکہ یہ سفید جھوٹ ہے کیونکہ حافظ ابن قیمؒ امام ابن حزمؒ کے نظریے پر تبصرہ کر رہے ہیں،

امام ابن حزمؒ کا خیال یہ ہے کہ قبر میں نکیرین کا سوال اور عذاب قبر تو حق ہے مگر یہ ساری کاروائی روح سے متعلق ہے اس میں روح کا جسم سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ علامہ ابن قیمؒ :
 بيا نك ذل انا نظريه يوں بيان کرتے ہیں ”النص الصحيح الصريح وهو قوله
 ﷺ فتعاد الروح في جسده (کتاب الروح ص ۵۲) آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد کہ قبر
 میں روح کو جسم میں لوٹایا جاتا ہے، نص صریح اور صحیح ہے۔ جن حضرات کو ابن قیمؒ کا مسلک
 سمجھنے میں ٹھوکر لگی ہے وہ تسکین الصدور کا مطالعہ ضرور کریں حضرت شیخ دامت فیوضہم نے
 مکمل بحث کر کے ان کے نظریے کو بالکل بے غبار کر دیا ہے۔

﴿مؤلف کا شرح عقائد سے مغالطہ یا دھوکہ﴾

المسلک المنصور کے مؤلف صاحب کئی ایک غیر متعلقہ باتیں کرتے کے بعد شرح عقائد کی
 ایک عبارت پیش کرتے ہیں اور تاثر یہ دینا چاہتے ہیں کہ علامہ سعد الدین تفتازانیؒ
 (جو شافعی المسلک تھے) وہ میت کے جسد میں اعادۂ روح کے قائل نہیں ہیں۔ مؤلفؒ
 صاحب نے بلا ترجمہ مندرجہ ذیل عبارت اپنی کتاب کے ص ۴۱ پر دی ہے انہ یجوز ان
 یخلق اللہ تعالیٰ فی جمیع الاجزاء فی بعضها نوعا من الحیاة قدر ما
 یدرک الم العذاب او لذة التغیم وهذا لا یستلزم اعادۃ الروح الی بدنہ
 ولا ان یتحرک و یضطرب او یری اثر العذاب علیہ (شرح عقائد ص ۷۷)
 (المسلک المنصور ص ۴۱)

جواب:

یا تو مؤلف صاحب علامہ تفتازانیؒ کے مسلک کو سمجھے نہیں یا پھر جان بوجھ کر دھوکا
 دیا ہے۔ ہم یہاں اصل پس منظر اور دیانتدارانہ بحث کریں گے اور انشاء اللہ سلیم الطبع

حضرات خود دیکھ لیں گے کہ مہمتوں کے فریب کا پردہ ”ریشمی ازار بند“ کی طرح کس طرح گھلتا ہے؟۔ سب سے پہلے ترجمہ ملاحظہ ہو۔ ”اور جائز ہے اللہ تبارک و تعالیٰ میت کے سارے اجزاء میں یا بعض میں ایک قسم کی حیات پیدا کر دیں۔ جس سے وہ میت عذاب کی شدت اور انعام کی لذت محسوس کر سکے اور یہ اس کو مستلزم نہیں کہ مکمل طور پر روح اس کے بدن کی طرف لوٹائی جائے اور نہ یہ اس کو مستلزم ہے کہ وہ حرکت و اضطراب اور جنبش کرے الخ۔ جب فرقہ معتزلہ کا عروج تھا اور ان کی فتنہ انگیز پالیسیوں نے نئے نئے مسائل کو جنم دیا تو اس وقت معتزلیوں کے مقابلہ میں علامہ سعد الدین تفتازانی ”بھی خم ٹھونک کر نکلے۔ معتزلہ خبر واحد کو حجت نہیں مانتے تھے نیز قبر میں اعادۂ روح کے بھی منکر تھے (جیسے دورِ حاضر کے معتزلہ دونوں چیزوں کے منکر ہیں) اس وقت علامہ تفتازانی نے اپنے دور کے معتزلہ کے سامنے یہ موقف اختیار کیا کہ بالفرض حیات کے لئے روح کا لوٹنا لازم نہ بھی کیا جائے تو بھی حیات کا تحقق ہو سکتا ہے تو پھر عذابِ قبر کا انکار کر دینا کہاں کا انصاف ہے؟ حضرت علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب مدظلہ رقمطراز ہیں ”علامہ تفتازانی یہاں اعادۂ روح کا انکار نہیں کر رہے۔ معتزلہ کو سامنے رکھ کر میت کے بدن میں زندگی کا ایک باریک انداز ثابت کر رہے ہیں جس سے بدن میں عذابِ قبر یا اس کی راحت کا تحقق ہو سکے۔ علامہ تفتازانی کا اس سے مقصد احادیث کا انکار نہیں۔ علی وجہ الاِزام انہوں نے یہ بات کہی ہے۔ (مقام حیات ص ۱۷۸)

قارئین کرام! اس توضیح اور نہایت لطیف شرح کے بعد علامہ موصوفؒ کو اعادۂ روح کا منکر قرار دینا سراسر زیادتی ہے، چونکہ وہ معتزلہ کی اپنے انداز میں تردید کر رہے ہیں جو (معتزلہ) قبر کے عذاب کے منکر تھے۔ معتزلہ کا اعتراض یہ تھا کہ اگر حیات ہوتی ہے تو پھر اس کے آثار نظر کیوں نہیں آتے؟ علامہ تفتازانی ”جواب میں فرما رہے ہیں کہ کامل اکمل

حیات جو کہ دنیا میں ہوتی ہے جس سے انسان اٹھتا بیٹھتا ہے، کھاتا ہے پیتا ہے، حرکت وغیرہ کرتا ہے، وہ قبر میں نہیں ہوتی، اگرچہ علامہ تفتازانیؒ نے ان کو جواب دیتے ہوئے قبر میں ایک لطیف حیات تسلیم کی ہے مگر علامہ عبدالعزیز فرہارویؒ اس سے بھی مطمئن نظر نہیں آتے۔

﴿علامہ تفتازانیؒ کی عبارت پر علامہ عبدالعزیز فرہارویؒ کی گرفت﴾
تفتازانیؒ کی اس عبارت ”هذا لا يستلزم اعادة الروح“ پر مولانا عبدالعزیز فرہارویؒ گرفت کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

”وعندي في هذا الجواب بحث وهو ان الاحاديث الصحيحة ناطقة بان الروح يعاد في الجسد عند السؤال فالجواب بانكار الاعادة غير موجه (نبراس ص ۲۰۹۔ طبع بلقان پاکستان) میرے نزدیک اس جواب میں کلام ہے وہ یہ کہ صحیح احادیث صراحت کے ساتھ دلالت کرتی ہیں کہ سوال کے وقت روح جسم میں لوٹا دی جاتی ہے، تو پھر روح کا لوٹائے جانے سے انکار کر کے (معتزلہ کو) جواب دینا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے؟

جناب مؤلف صاحب! شرح عقائد کو آپ سے زیادہ علامہ فرہارویؒ نے سمجھا ہے (یہ وہ علامہ فرہارویؒ ہیں جن کے متعلق علامہ شمس الحق افغانیؒ فرماتے ہیں ”اگر یہ شخص

۱۔ مولانا اللہ یار خان چکڑالویؒ فرماتے ہیں ”یہ اس جواب کا ذکر ہے جو علامہ تفتازانیؒ نے معتزلہ کے جواب میں اختیار کیا ہے جس میں ایک قسم کی حیات قبر میں تسلیم کی ہے مگر یہ قول صحیح حدیث کے مخالف تھا اس لئے اسکی تردید فرمائی ہے (حیات برزخ ص ۹۹ طبع دوم)

دہلی میں ہوتا تو یہ شاہ ولی اللہ کے پائے کا شخص تھا (نکات افغانی ص ۲۱۳) اور یہ نہراں جس کا ہم نے حوالہ دیا ہے از ہر یونیورسٹی مصر میں داخل نصاب ہے۔)

قارئین کرام! آپ کو اندازہ ہو گیا ہوگا کہ مماتی عقیدہ اور ان کے دلائل (بزعم خود) ”ریت کے گھردندوں“ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے۔ اور بیچارے خواخوہ آئے روز ”کچھوے کی کوکھ“ سے ”ہاتھی“ پیدا کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ اور ان کے باطل ہونے کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ ان کا عقیدہ بھاد کی طرح بدلتا رہتا ہے۔ صبح کچھ شام کچھ، گجرات میں کچھ، تلہ گنگ میں کچھ اور جھوٹوں کی یہی نشانی ہے کہ وہ مستقل مزاج اور مستقل عقیدہ نہیں رکھتے، یہی حال بیچارے مؤلف ”المسلک المنصور“ کا ہے۔ اللہ پاک اس بد قسمت طبقے کو ہدایت نصیب فرمائے۔ آمین۔

﴿علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی کی عبارت سے مماتی مؤلف کا دھوکہ﴾

شرح عقائد کی طرح مؤلف نے ”عبدالحکیم علی الخیالی“ کی ایک عبارت سے بھی یہی دھوکا دینے کی کوشش کی کہ علامہ عبدالحکیم بن شمس الدین سیالکوٹی (متوفی ۱۰۷۰ھ) بھی میت میں اعادۂ روح کے قائل نہیں ہیں ﴿المسلک المنصور ص ۴۲﴾

جواب:

یہ بھی زرا مغالطہ ہے۔ مماتی ”محقق“ نے جس عبارت سے دھوکا کھایا ہے وہ یہ ہے ”ولا ینحییٰ علیک ان لیس المراد بالحي ھنہنا ما یعاد فیہ الروح و یمصدر عند الافعال الا اختیاریتہ بل ما یدرک الالم واللذۃ فاذا خلق اللہ فیہ ادراکا یکون سبباً لادراک الالم واللذۃ یکون حیالاً جماد“ مؤلف نے چونکہ ترجمہ نہیں دیا، اس لئے پہلے ترجمہ ملاحظہ ہو ”یہ بات تجھ پر مخفی نہ رہے کہ زندہ سے مراد

اس مقام پر وہ زندہ نہیں ہے جس میں (مکمل طور پر) روح داخل ہو اور اس سے اختیاری افعال صادر ہوں، بلکہ ایسا زندہ مراد ہے جو دکھ اور لذت کا ادراک کر سکے جب اللہ تعالیٰ اس میں ایسا ادراک پیدا کر دے جو دکھ اور لذت کے احساس کرنے کا سبب بن جائے تو وہ زندہ ہوگا نہ کہ جماد (عبدالکیم علی النخالی ص ۱۱۸) منکرین حیات النبی ﷺ یہاں سے اپنا مطلب نہیں نکال سکتے کیونکہ علامہ عبدالکیمؒ فرما رہے ہیں کہ عذاب و راحت کا تعلق بدن مادی کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور وہ تعلق حیات کے بعد ہوتا ہے اس طریقے پر نہیں کہ وہ جماد کا جماد ہی رہے اور اس میں بالکل ہی آثار حیات نہ ہوں ہاں البتہ یہاں زندہ سے وہ زندہ مراد نہیں جس میں مکمل روح داخل ہو۔ ہمارے شیخ دامت فیوضہم بھی فرماتے ہیں ”ہاں! یہ بات جدا ہے کہ زندہ سے اس مقام پر وہ زندہ مراد نہیں جس میں سو فیصدی روح داخل ہو اور اس سے اختیاری طور پر افعال صادر ہوں کہ دوسرے لوگ بھی اس کا احساس کر سکیں جیسا کہ دنیا میں تھا یا قیامت کو ہوگا بلکہ زندہ سے اس مقام پر وہ زندہ مراد ہے جس میں ایسا ادراک و شعور پیدا کر دیا جائے جس سے اس کو عذاب و آرام اور الم و لذت کا ادراک اور احساس ہو سکے۔ جب یہ کیفیت اس میں متحقق ہو جائے تو وہ زندہ کہلائے گا نہ کہ جماد۔ (تسکین الصدور ص ۱۸۸ طبع نہم)

حضرت مولانا عبدالعزیز فرہادیؒ (جن کا ذکر گذشتہ سطور میں بھی آچکا ہے) فرماتے ہیں ”ہذا جواب اشکال اوردہ المعتزلہ“ (نبراس ص) یہ معتزلہ کے پیش کردہ ایک اشکال کا جواب ہے۔ قارئین کرام! یہ ہے ان ممانی دوستوں کی تحقیق! کہ کہیں سے ان کو ”ہ“ ملنے چاہئیں بس پھر ”کوے اور طوطے“ یہ خود بنا لیتے ہیں۔ یقین جانیئے مولف ”المسلک المنصور“ نے کتاب کا پیٹ بھر کر علمی دھاک بٹھانے کی کوشش کی ہے۔ کچھ نا سمجھ لوگ اور ان کے حواری تو شاید فریب میں آجائیں گے، مگر اہل علم اور اہل دانش بخوبی جانتے

ہیں کہ کھوئے سکوں سے کام چلایا گیا ہے۔ مؤلف ”المسلک المنصور“ نے سوچا کہ استاذ الحدیث حضرت مولانا منیر احمد صاحب مدظلہم کی تقریر پر مشتمل کتابچہ زیادہ سے زیادہ ستر صفحات پر مشتمل ہے اور اس میں مولانا مدظلہ کی تقریر تقریباً چالیس صفحات پر ہے، کیوں نہ ہم ضخیم کتاب (جس میں مقصد اور کام کی ایک بات نہ ہو) جواباً شائع کر کے دل کو تسلی دے لیں مگر ان احمقوں کو علم ہونا چاہیے کہ صداقت کا معیار ”ضخامت اور جسامت“ پر نہیں ہوتا۔ بقول حضرت شیخ سعدیؒ ”الشَّاءُ نَظِيفَةٌ وَالْفِيلُ جِيفَةٌ“ بکری حلال ہے اور ہاتھی مُردار ہے۔ کہاں اس مختصر رسالے میں علمی بحث اور نادر تحقیق اور کہاں اس کتاب میں لالچ اور غیر متعلقہ باتیں۔ گلاب کے بھول کے سامنے کاغذ کے بنے ہوئے لاکھوں بھول رکھ دو تو کیا ہوگا؟ کہ ”خوشبو آ نہیں سکتی کاغذ کے بھولوں سے۔“

﴿نعمان آلوسی کے رسالہ ”الآیات البينات“ کی حقیقت﴾

مماتی مؤلف نے دعویٰ کیا کہ اہل سنت والجماعت کا کیفیت عذاب میں شدید اختلاف ہے، اور پھر چار بڑے طائفے بنا کر پیش کئے کہ کوئی ان میں سے صرف روح کے عذاب و ثواب کا قائل ہے، کوئی صرف جسم کا۔ حالانکہ انہوں نے جتنے حوالے دیئے ان میں سے اعادہ روح کا کوئی بھی منکر نہیں ہے۔ منکرین حیات النبی ﷺ جس ”ردی مال“ سے اپنا عقیدہ ثابت کرتے ہیں ان میں ایک کتاب ”الآیات البينات فی عدم سماع الاموات“ بھی ہے۔ جس کا حوالہ مماتی مؤلف نے المسلک المنصور کے ص ۲۳ سطر آخر پر دیا ہے۔ یہ بھی دراصل محترم نیلوی شاہ صاحب کی دریافت ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی لغزشوں سے درگزر فرمائے وہ بیچارے اس قسم کا مال اکٹھا کرنے میں یدِ طولیٰ رکھتے تھے۔ چنانچہ اپنی کتاب ”عقائد علماء دیوبند“ کے صفحہ نمبر ۶۱ پر لکھتے ہیں ”صاحب روح المعانی سید محمود آلوسیؒ کے صاحبزادے حضرت سید نعمان بن محمود آلوسیؒ نے عدم سماع اموات پر مستقل رسالہ لکھا

جس کا نام ہے "الآیات البینات فی عدم سماع الاموات عند الامتہ السادات"۔ وہ قابل دید ہے اس کا مطالعہ کرنے سے شکوک زائل ہو جاتے ہیں۔ باذنہ تعالیٰ بشرطیکہ تعصب کو بالائے طاق رکھا جائے اور نیلوی صاحب کی تقلید میں مؤلف المسلك المنصور نے بھی اس کا حوالہ پیش کر دیا سو اس کا جواب ملاحظہ ہو۔

مفسر قرآن علامہ سید محمود آلویؒ کے فرزند علامہ نعمان آلویؒ کی وفات ۱۳۱۷ھ میں ہوئی۔ اور مذکورہ بالا رسالہ ۱۳۲۹ھ میں مکمل ہوا گویا مصنف کی رحلت کے بارہ سال بعد ان کے کسی شاگرد نے اُن کی طرف اس کو منسوب کر دیا تعجب ہے مما تیوں پر کہ انکار کرنے پر آمین توفیق اکبر کا سرے سے انکار کر دیں کہ یہ امام صاحبؒ کی تصنیف نہیں، المہند علی المہند (جو مشائخ دیوبند کی اجتماعی دستاویز ہے) کا انکار کر دیں کہ یہ مولانا سہارنپوریؒ کے انتقال کے بعد شائع ہوئی، فتاویٰ رشیدیہ کا انکار کر دیں کہ یہ حضرت گنگوہیؒ کا فتاویٰ نہیں، کتاب الروح کا انکار کر دیں کہ یہ ابن قیمؒ کی تصنیف نہیں۔ جیسا کہ نیلوی صاحب نے لکھا، ملاحظہ ہو "رد منکرات ص ۷۱" (یہ الگ بات ہے کہ ندائے حق میں جا بجا اس کے حوالے بھی دیئے ہیں) تحفۃ اثنا عشریہ کا انکار کر دیں کہ یہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کی کتاب نہیں (الشہاب الثاقب ص ۷۲، رد منکرات ص ۷۲) اور جب ماننے پر آئے تو علامہ نعمان آلویؒ کی وفات کے بارہ سال بعد چھپنے والے رسالہ کو جثت بنا لیں۔ جناب مؤلف صاحب اور دیگر مماتی ٹولے کے محققین بجوش ہوش سن لیں کہ یہ رسالہ جس کو لے کر تم ناچتے پھرتے ہو یہ نعمان آلویؒ کا رسالہ نہیں ہے۔ اور اگر بالفرض مان بھی لیا جائے تو ہماری صحت پر کاہے کا اثر پڑے کہ نعمان آلویؒ غیر مقلد تھے، خفی نہیں تھے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم یہاں محقق اہل سنت حضرت مولانا حافظ حبیب اللہ ڈیروی مدظلہ کی تحقیق پیش کر دیں جو آپ کی الاجواب کتاب "ضرب المہند" میں ہے۔ ملاحظہ ہو۔

رسالہ ”آیات الہینات“ پہلے مصر میں علامہ ناصر الدین البانی غیر مقلد کی تعلیقات اور تخریج سے شائع ہوا پھر پاکستان میں فیصل کتاب گھر سرگودھا کی وساطت سے شائع کیا گیا مؤلف کی وفات ۱۳۱۷ھ میں ہے جبکہ رسالہ مکمل ہونے کی تاریخ ۸ ربیع الثانی ۱۳۲۹ھ ہے یعنی مؤلف کی وفات کے بارہ سال بعد کوئی شاگرد اس رسالہ کو اپنے استاذ علامہ نعمان آلوسیؒ کی طرف منسوب کرتے ہوئے ۸ ربیع الثانی ۱۳۲۹ھ میں مکمل کر رہا ہے۔ دیکھیے الآیات الہینات ص ۶۱، ص ۱۵۸۔ اس رسالہ میں حوالوں کے اندر خیانت و تحریف کا ارتکاب کیا گیا ہے۔ فتح الباری، مراقی الفلاح، حاشیہ طحاوی سے عدم سماع موتی نقل کیا ہے۔ دیکھیے ص ۸۳۔ حالانکہ ان کتابوں میں سماع موتی ثابت کیا گیا ہے۔ علامہ ابن ملک حنفیؒ التوفیٰ ۸۰۱ھ کا حوالہ نقل کرنے میں خیانت کا ارتکاب کیا گیا ہے۔ انہوں نے جو حدیث ”إِنَّهُ لَيَسْمَعُ قَرْعَ نَعَالِهِمْ إِذَا نَصَرُوا“ کا معنی و تشریح کی ہے اس کو نظر انداز کرتے ہوئے چھوڑ دیا ہے اور پورا حوالہ نقل نہیں کیا۔ چنانچہ نیلوی صاحب حوالہ نقل کرتے ہوئے اس کا ترجمہ اس طرح تحریر کرتے ہیں ”بھی مسئلہ سمجھانے کے لئے کہ دفن کر کے واپس جانے والوں کے جوتوں کی آواز میت قبر کے اندر سے سچ سچ سنتا ہے۔ اس میں کسی تاویل کی ضرورت نہیں جیسے بعض نے تاویل کی ہے۔ ابن ملکؒ کا قول ملا علی قاریؒ نے اپنی تائید میں پیش کیا ہے۔ کہ ابن ملکؒ ”قرع نعالہم سے مراد“ اسی صوت د تھا“ (جوتوں کے ڈب ڈب کی آواز) بتا کر فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں قبر کے اندر سے جوتوں کی آواز کا احساس ہوتا ہے تو بغیر حیات کے احساس نہیں ہو سکتا کیونکہ عادة اللہ اسی طرح جاری ہے (ندائے حق جزء اول ص ۲۵۱ تا ۲۵۲) بہر حال اس رسالہ میں حوالوں کے اندر تحریف و خیانت کا خاصہ ارتکاب کیا گیا ہے۔ اسی طرح روح المعانی کا حوالہ نقل کرنے میں زبردست بددیانتی کا مظاہرہ کیا گیا ہے الخ

جواب نمبر ۲ کے تحت مولانا ڈیروی لکھتے ہیں ”بالفرض یہ رسالہ علامہ نعمان آلوسی کا اپنا بھی ہو تب بھی قابل اعتماد نہیں ہے کیونکہ نعمان آلوسی غیر مقلد تھا، حنفی نہ تھا اس کو کیا حق پہنچتا ہے کہ وہ ہمارے مذہب کی ترجمانی کرے۔ ناصر الدین البانی غیر مقلد لکھتے ہیں مجاہدہ، فریق الجمود والتقلید (مقدمہ الآیات السینات ص ۵۹) کہ فرقہ مقلدین کے ساتھ نعمان آلوسی کا جہاد جاری رہا۔ نیز لکھتے ہیں کہ ان کی کتاب ”جلاء العینین فی محاکمہ الاحمدین“ کی نواب صدیق حسن خان نے ان الفاظ سے تعریف کی ”وہو کتاب جلیل المقدار مفید الاحرار۔ وکانت بینہ وبين السيد صديق مراسلات و مفارقات وله منه اجازة“ (مقدمہ الآیات ص ۵۹) اور نعمان آلوسی نواب صدیق حسن خان صاحب کو مجتہد امام کے درجے پر شمار کرتا تھا۔ چنانچہ مولانا عطاء اللہ حنیف غیر مقلد مرحوم کی نگرانی میں مکتبہ سلفیہ لاہور سے جو کتاب ظفر الملامی نواب صدیق حسن خان مرحوم کی شائع کی گئی ہے ابتداء میں مصنف کے حالات میں یوں مرقوم ہے ”يقول فيه السيد نعمان خير الدين الالوسي ويحق له الاجتهاد لا اجتماع شروطه فيه“ (ص ۵) نواب صاحب کی تعریف میں سید نعمان آلوسی فرماتے ہیں کہ ان کو اجتہاد کرنے کا پورا حق حاصل ہے کیونکہ تمام اجتہاد کی شرائط ان میں پائی جاتی ہیں حالانکہ خود غیر مقلدین حضرات اس بات کو نہیں مانتے چنانچہ مولانا محمد اسماعیل سلفی لکھتے ہیں ”نہ ہی ہم انہیں ائمہ اجتہاد کی طرح امام مانتے ہیں (تحریک آزادی فکر ص ۲۹۶) (ضرب المہند ص ۳۱۳ ص ۳۱۵)

قارئین کرام! دیکھا آپ نے! ایک جھوٹ کو چھپانے کے لئے سو جھوٹ بولنے پڑتے ہیں۔ مہماتوں کا یہ عقیدہ جھوٹا ہے کہ بدن عنصری کی طرف اعادۂ روح نہیں ہوتا اور یہ عقیدہ بھی مٹی برکذیب ہے کہ حضور ﷺ اپنی قبر میں زندہ نہیں ہیں۔ ان دو جھوٹوں کی خاطر یہ

بھٹکے ہوئے دوست ۱۹۵۸ء سے جھوٹ بولتے چلے آ رہے ہیں۔ اور اب تو یہ اتنے تجربہ کار اور عادی ہو چکے ہیں کہ جھوٹ بولنے میں کسی قسم کی کوئی عار محسوس نہیں کرتے۔ جرمنی کا مشہور پروڈیگنڈسٹ گوئبلز کا کہنا ہے کہ جھوٹ خوب بولو، مسلسل بولو اور اس قدر بولو کہ خود تمہیں اپنا جھوٹ سچا معلوم ہونے لگے۔



باب دوم

﴿سبز پرندوں والی روایت﴾

مہمائی مؤلف نے اپنی کتاب کے صفحہ نمبر ۲۸ سطر آخر پر سبز پرندوں والی روایت پیش کی ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ شہیدوں کی روہیں سبز پرندوں میں جنت کے اندر جہاں چاہتی ہیں سیر کرتی ہیں اور مومنین کے بچوں کی روہیں جوف عصافیر میں جنت کے اندر جہاں چاہتی ہیں سیر کرتی ہیں۔ پھر سیر کر کے ان قندیلوں میں جاتی ہیں جو عرش سے لگتی ہیں۔ اور آل فرعون کی روہیں سیاہ چڑیوں کے جوف میں صبح و شام جہنم کو جاتی ہیں اور یہی ان کا آگ پر پیش کرنا ہے نہ۔

جواب:

اگر مہمائی ٹولے کے اس ”نومولود“ محقق میں عقل نام کی کوئی چیز ہوتی تو یہ روایت کبھی پیش نہ کرتے۔ اس لئے کہ یہ خبر واحد ہے اور یہ جناب کا عقیدہ ہے تو نص قطعی پیش کرتے اور یہ جو آپ نے روایت پیش کی ہے اس میں ایک راوی اعمش مدلس ہے اور دوسرا ابو معاویہ ضری شیعہ ہے مدلس اور شیعہ والی روایت کو آپ کس منہ سے پیش کرتے ہیں؟ مولانا احمد سعید صاحب نے جوڈاکٹر مسعود عثمانی کے خلاف رسالہ لکھا تھا وہ ہمارے سامنے

ہے۔ چتر و گڑھی صاحب لکھتے ہیں ”یہ ابو معاویہ ضریر جو خیر سے غالی شیعہ ہے، یہ وہی ابو معاویہ ہے جس کی نماز جنازہ امام و کعب جیسے محدث اور امام نے پڑھنے سے انکار کر دیا تھا۔ مزید لکھتے ہیں ”اعمش تدلیس کا مریض ہے (دمد متہ الجھو علی دندنتہ الیہود ص ۳۹، ۴۰)

﴿امام ابن کثیر کی عبارت سے دھوکہ﴾

مؤلف ”المسلک المنصور“ نے امام ابن کثیر کی مندرجہ ذیل عبارت دی ہے ”فان ارواحهم تعرض علی النار صباحا و مساء الی قیام الساعۃ فاذا کان یوم القیامتہ اجتمعت ارواحهم واجسادهم فی النار ولهذا قال یوم تقوم الساعۃ و هذه الآیۃ اصل کبیر فی استدلال اهل السنۃ علی عذاب البرزخ فی القبور و هی قوله تعالیٰ النار یعرضون علیہا (تفسیر ابن کثیر جلد نمبر ۴ ص ۸۱) خلاصہ یہ ہے کہ عذاب و ثواب قبری، برزخی صرف روح کو ہوتا ہے، بدن غصری، ترابی کو نہیں ہوتا۔ ﴿المسلک المنصور ص ۳۰﴾

جواب:

اس عبارت سے کیسے لازم آگیا کہ امام موصوف ”بدن غصری میں حیات لوٹائے جانے کے قائل نہیں؟ امام ابن کثیر کے یہ الفاظ کہ ”هذه الآیۃ اصل کبیر فی استدلال اهل السنۃ علی عذاب البرزخ فی القبور“ غور کریں یعنی ”یہ آیت کریمہ قبر میں عذاب برزخ کے اثبات کے ضمن میں الہی سنت و الجماعت کے لئے ایک بڑا قاعدہ اور ضابطہ ہے“ نیز اعادہ روح کے متعلق ابن کثیر ص ملاحظہ ہو۔

﴿مماتوں سے ایک سوال﴾

النَّارُ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَعَشِيًّا وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ أَدْخِلُوا آلَ فِرْعَوْنَ

أَشَدُّ الْعَذَابِ (پارہ ۲۴ سورہ مومن آیت نمبر ۴۶) ترجمہ! وہ آگ ہے کہ دکھلا دیتے ہیں انکو صبح اور شام اور جس دن قائم ہوگی قیامت حکم ہوگا داخل کرو فرعون والوں کو سخت سے سخت عذاب میں (ترجمہ حضرت شیخ الہندؒ)۔ آل فرعون پر تین عذاب وارد ہوئے۔

۱: اغرقنا آل فرعون . آل فرعون جو پانی میں غرق ہوئے یہ عذاب عالم دنیا کا تھا۔

۲: النَّارُ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا ، آل فرعون آگ پر پیش ہوتے ہیں، یہ عذاب عالم برزخ کا ہے۔

۳: يَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ أَدْخِلُوا آلَ فِرْعَوْنَ أَشَدَّ الْعَذَابِ . یہ عذاب قیامت کے دن ہوگا۔ یہ تینوں عذاب آل فرعون کو ہوئے۔ آل فرعون روح اور جسم کو کہا جاتا ہے، نہ کہ صرف روح کو۔ پہلا عذاب روح اور جسم دونوں کو ہوا، آل فرعون کی صرف روحیں پانی میں غرق نہیں ہوئیں، یہ بات تو مماتی دوست بھی مانتے ہیں، اور جو آخرت والا عذاب ہوگا وہ بھی آل فرعون کی روح اور جسموں دونوں کو ہوگا، سوال یہ ہے کہ درمیان والا عذاب جس کو عذاب قبر اور عذاب برزخ کہا جاتا ہے، ہم کہتے ہیں کہ یہ بھی روح اور جسم دونوں کو ہوگا، منکرین یہاں روح کو جسم سے الگ کیوں کرتے ہیں؟ دو عذابوں میں جسم روح کے ساتھ شریک رہا تیسری جگہ صرف روح کو عذاب کیوں دیا جا رہا ہے؟ اور اسی برزخی عذاب کو امام ابن کثیرؒ بیان کر رہے ہیں جو مماتیوں کی عقل میں نہیں آ رہا۔ اصل میں مماتی برزخ اور قبر کو الگ الگ مانتے ہیں۔ مگر جھوٹ کے سراپاؤں نہیں ہوتے اس لئے اپنی کتاب المسلك المنصور کے ص ۳۸۰ پر حضرت شاہ ولی اللہؒ کی الخیر الکثیر کا حوالہ دے کر مماتی مؤلف صاحب لکھتے ہیں ”حضرت شاہ صاحب“ کی عبارت انتہائی قابل توجہ ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے عالم برزخ کا نام قبر رکھا ہے ”تو پھر آپ کون ہوتے ہیں برزخ کو قبر سے

الگ کرنے والے؟ لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا۔

﴿ممانی تحقیق کا ایک اور نمونہ﴾

لکھتے ہیں ”حدیث میں آیا ہے کہ مردے (کافر) پر تانوںے اڑ دھا مسلط کئے جاتے ہیں اور فرمایا کہ اگر ان میں سے ایک اڑ دھا بھی زمین پر سانس نکالے تو پوری زمین پر سبزہ نہیں اگ سکے گا حالانکہ سب سے زیادہ سبزہ ہوتا ہی قبرستانوں میں ہے تو ماننا پڑے گا کہ یہ سب کاروائی قانونی طور پر عالم برزخ میں ہوتی ہے اور اگر کبھی دنیا میں کوئی اس قسم کا واقعہ جیسے نبی پاک ﷺ کا خنجر ایک دفعہ بدک گیا تھا تو اس کا بھی انکار نہیں کرنا چاہیے کیونکہ یہ سب خارق عادت ہیں (المسلک المصنوع ص ۴۰) سبحان اللہ! کیا تحقیق ہے حدیث رسول ﷺ کو اپنی عقل کے تابع کر کے سمجھا جا رہا ہے۔ تمہاری قسمت میں ہدایت نہ ہوئی تو تم اس حدیث کا سبزے سے ہی انکار کرو گے، کتنی پست بات کہی کہ اگر عذاب قبر میں ہوتا تو کہیں سبزہ نہ ہوتا حالانکہ سب سے زیادہ سبزہ قبرستانوں میں ہوتا ہے۔ لگتا ہے مؤلف کوئی جدی پشتی گورکن ہے جو قبرستان کے احوال خوب جانتا ہے۔ جناب والا آپ کا عذاب برزخ کا سہارا لے کر عذاب قبر کو خارق عادات کہنا بڑی جہالت ہے۔ کیونکہ عذاب عادۃ ہے ہاں جو ظہور عذاب ہے یہ خرق عادت ہے۔

﴿برزخ کیا ہے﴾

یہ تفصیل کا محل نہیں ہے۔ برزخ کے متعلق ہم نے مکمل بحث اپنے رسالے ”حیات برزخی“ میں کر دی ہے۔ مختصر اعرض ہے کہ برزخ کا معنی پردہ ہے۔ مرنے کے بعد وہی جسم جو ہمیں نظر آ رہا ہوتا ہے، وہ برزخ میں ہے۔ بے شک وہ جسد بعد از وفات ہمارے سامنے پڑا رہے۔ برزخ کسی خاص مکان، دکان، دفتر یا مینہک کا نام نہیں ہے۔ جس طرح ایک آدمی

سورج غروب ہونے سے قبل مسجد میں تھا اور سورج غروب ہونے کے بعد بھی مسجد میں رہا تو پہلے وہ دن میں تھا اور مسجد میں بھی تھا، غروب آفتاب کے بعد بھی مسجد میں ہے لیکن اب وہ دن سے رات میں چلا گیا، کیا مطلب؟ مکان وہی رہا، زمان بدل گیا، مہماتوں کی اور انحص بالخصوص مؤلف ”المسلک المنصور“ کی جہالت یہ ہے کہ یہ برزخ کو مکان سمجھتے ہیں برزخ مکان کا نام نہیں، بظرف زمان ہے۔ جو مرنے کے بعد شروع ہو جاتا ہے، مردہ جہاں بھی ہے وہ برزخ میں ہے۔ چنانچہ خود مؤلف لکھتے ہیں ”آدمی کو جب غرغره کی حالت لاحق ہوتی ہے۔ اس وقت سے عالم برزخ اس کے سامنے نمودار ہو جاتا ہے اور مرنے کے ساتھ ہی آدمی اس عالم برزخ میں داخل ہو جاتا ہے۔ خواہ اس کو دفن کیا جائے یا نہ کیا جائے (المسلک المنصور ص ۳۵)۔ شاباش! تو جناب جہاں مردہ پڑا ہے برزخ وہیں ہوئی، نہ کہ آسمان پر، اور جہاں برزخ ہوگی وہیں عذاب ہوگا، اور جس جگہ پر عذاب ہو رہا ہے وہی برزخ ہے۔

﴿قبر سے مراد دنیا والا گڑھا نہیں، مؤلف کا ایک اور دھوکہ﴾
 المسلک المنصور کے مؤلف لکھتے ہیں ”قبر سے مراد یہ گڑھا دنیا کی زمین والا نہیں ہے بلکہ عالم برزخ ہے۔ (آگے لکھتے ہیں) کیوں کہ یہ گڑھا اس عالم دنیا کا گڑھا ہے، جس کو دنیا کے لوگ کھودتے ہیں اور دنیا کے لوگوں کے ہاتھ وہاں تک پہنچ سکتے ہیں، اگر یہ تمام امور اسی ظاہری دنیوی گڑھا میں ہوتے تو مشاہد ہوتے (صفحہ ۳۳)

جواب:

ماشاء اللہ قربان جائے! عذاب قبر کے تمام امور چونکہ مشاہدہ میں آنے والے نہیں لہذا اثابت ہوا کہ زمینی گڑھے پر قبر کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔ بے شمار ایسی چیزیں ہیں جو

مشاہدے میں آنیوالی نہیں، جن کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے تو کیا اس بناء پر ان سب کا انکار کر دیا جائے۔ سر دست تو چند ایک مثالیں ملاحظہ فرمائیے گا، باقی ”یار زندہ صحبت باقی!“

۱: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ (پارہ نمبر ۱۸ رکوع نمبر ۸) اے ایمان والو! مت چلو شیطان کے قدموں پر۔ مہماتوں سمیت آج تک کسی نے شیطان کے قدموں کا مشاہدہ نہیں کیا، لہذا اس آیت کا انکار کر دو (معاذ اللہ)

۲: أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يَسْجُدُ لَهُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُومُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَابُّ (پارہ نمبر ۱۸ آیت نمبر ۱۸) کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ کو سجدہ کرتا ہے جو کوئی آسمان میں ہے اور جو کوئی زمین میں ہے اور سورج اور چاند اور تارے اور پہاڑ اور درخت اور جانور۔ اچھا جی! آج تک کسی نے آسمان اور زمین کو سجدہ کرتے دیکھا؟ سورج، چاند، ستارے، پہاڑ، درختوں اور جانوروں کو کبھی سجدہ کرتے ہوئے دیکھا؟ مشاہدہ نہیں ہوا اور یقیناً نہیں ہوا تو مہماتی فلسفے کے مطابق اس آیت کا بھی انکار کر دو (معاذ اللہ) ”تیزی بزم میں اور بھی گل کھلیں گے۔“

۳: كَرَامَاتِهِنَّ كَمَا تَبَيَّنَ “کابھی مشاہدہ ہوا؟ نہیں تو پھر ان کا بھی انکار کر دو۔

۴: فَكَيْفَ إِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ يَضْرِبُونَ وُجُوهَهُمْ وَأَذْبَارَهُمْ “ (پارہ نمبر ۲۶ آیت نمبر ۲۷) پھر کیسا ہوگا حال جبکہ فرشتے جان نکالیں گے انکی مارتے جاتے ہوں ان کے منہ پر اور پیٹھ پر۔ کسی کی جان نکلتے وقت فرشتوں کے اس مارنے کا کبھی مشاہدہ ہوا؟ یقیناً جواب نفی میں ہوگا تو مہماتی تحقیق کے مطابق اس آیت کا بھی انکار کر دو (معاذ اللہ) واہ! توحید ہوئی نا!

تارمین کرام! ایسا فولادی ایمان بھلا کس کا ہوگا کہ قرآن مقدس اور احادیث صحیحہ کا انکار ”دھڑلے“ سے ہو رہا ہے مگر ”نہ توحید بگڑے نہ ایمان جائے“۔ اللہ اکبر! خدمت دین کا کیا

دلکش منظر ہے۔ حضرت مولانا منیر احمد صاحب مدظلہ قرآن پاک کی کلام لاریب تسلیم کر کے، احادیث رسول ﷺ کو حرزِ جان بنا کر، اجماع امت کے پابند ہو کر اور اکابرین دیوبند کے مسک کے محافظ ہو کر تو ”نام نہاد شیخ الحدیث، تمبر باز، اور محرف“ ٹھہرے اور تم سفید دن میں کتاب و سنت کا مذاق اڑا کر، قوم کے ایمان کو داؤ پر لگا کر بھی، بکے ”موحد اور سنت کے اشاعتی“۔ ست بسم اللہ۔

کس بات میں تم تڑپ اٹھے ہو ؟

کہیں کا غلط تو نہیں چھو گئے ہم

﴿علامہ آلوسیؒ اور تعلق روح﴾

مؤلف صاحب نے بہت بڑے کذب کا مظاہرہ کرتے ہوئے علامہ محمود آلوسیؒ کے متعلق بھی یہی تاثر دیا ہے کہ وہ اعادۂ روح کے قائل نہیں۔ حالانکہ یہ الزام ہے اور دعا بازی ہے۔ صاحب روح المعانی علامہ آلوسیؒ کا حوالہ پڑھیے اور مماتی صاحبان کو ان کے ”فن جھوٹ“ پر ماہر ہونے کی داد دیجیے۔ علامہ آلوسیؒ رقمطراز ہیں

ثم اعلم ان اتصال الروح بالبدن لا يختص بجزء دون جزء بل هي متصلة مشرقه على سائر اجزاءه وان تضارقت وكان جزء بالمشرق وجزء بالمغرب (روح المعانی ج ۱۵ ص ۱۹۳)۔

ترجمہ: پھر خوب سمجھ لو کہ بدن کے ساتھ روح کا اتصال ایک جزو کو چھوڑ کے دوسرے کے ساتھ مختص نہیں، بلکہ یہ اتصال متصل ہے اور تمام اجزائے بدن میں روح پہنچ جاتی ہے۔ خواہ ایک جزو مشرق میں ہو اور ایک مغرب میں رہے۔ قارئین کرام! آپ نے ملاحظہ کیا کہ مماتیوں کو علامہ آلوسیؒ کے ہاں بھی پناہ نہ مل سکی، چور کی طرح ہانپتے اور کانپتے ہوئے بھاگ کر علامہ بیضاویؒ کے ہاں پہنچے۔ مگر اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہم نے وہاں بھی پکڑ لیا۔

﴿قاضی بیضاوی اور اعادۂ روح﴾

مؤلف نے قاضی بیضاویؒ کو بھی اپنے کھاتے ڈالنے کی کوشش کی اور بغیر ترجمہ کے ایک عبارت دی۔ حالانکہ علامہ بیضاویؒ عام میت کے ساتھ تعلق روح مانتے ہیں۔ ملاحظہ ہو ص ۵۶۔

﴿علامہ کشمیریؒ اور تعلق روح﴾

حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں ”ثم السؤال عبدي يكون بالجسد مع الروح (فیض الباری جلد ۲ ص ۱۸۵) پھر قیر کے یہ سوال میری تحقیق کے مطابق جسد سے ہوتے ہیں جس کے ساتھ روح شامل ہے۔ روح کا تعلق کیوں ہوتا ہے؟ یہ بھی علامہ صاحبؒ سے ہی پوچھتے ہیں، ملاحظہ ہو ”فان البدن بدون الروح جماد لا حراك له والبروح بدون البدن معطلته عن الافعال فاحتاج لحدهما الى الآخر الخ (فیض الباری جلد ۲ ص ۱۱۵) ترجمہ! جسد بغیر روح کے ایک جمادی چیز ہے، جس میں حرکت نہیں ہوتی اور روح بغیر بدن کے عمل سے خالی ہے ان دونوں میں سے ہر ایک دوسرے کا محتاج ہے۔

مگر مؤلف المسلمک المنصور نے تو غلط بیانی پر قسم کھائی ہوئی ہے چنانچہ وہ کتاب المسلمک المنصور کے ص ۲۷ پر علامہ کشمیریؒ کی مندرجہ ذیل عبارت دیتے ہیں ”ام اهل السنة والجماعته فلهم فيه قول لا قيل العذاب للروح فقط وقيل على الروح والجسد معا وما الى الاول الحافظ ابن قيم والاقرب عندی هو الثاني“

﴿مؤلف کی بددیانتی﴾

یہ کہ انہوں نے مذکورہ بالا عبارت کا ترجمہ نہیں دیا، کیوں؟ اس لئے کہ کہیں علامہ صاحبؒ کا

مسئلہ واضح نہ ہو جائے۔ علامہؒ فرماتے ہیں کہ اہل سنت والجماعت میں مسئلہ ہذا کے متعلق دو قول ہیں ایک قول تو یہ ہے کہ عذاب صرف روح کو ہوتا ہے اور دوسرا یہ کہ روح اور جسم دونوں کو ہوتا ہے پہلا قول ابن قیمؒ کا ہے اور میرے نزدیک دوسرا قول پسندیدہ ہے۔ اور مولانا کشمیریؒ کا اس مسئلے پر گذشتہ سطور میں بھی حوالہ گزر چکا ہے۔ جس سے شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں رہتی۔

﴿مؤلف کا کذب اکبر﴾

ہم نے اپنی مختصر سی زندگی میں بڑے بڑے کذاب اور دغا باز دیکھے ہیں مگر عقائد کے معاملہ میں ان دوستوں نے جو جھوٹ کا کاروبار شروع کیا ہے یقیناً سب کو پیچھے چھوڑ گئے ہیں۔ مؤلف المسلك المصور حضرت کشمیریؒ کی کتاب ”العرف الشذی“ کی مندرجہ ذیل عبارت بغیر ترجمہ کے پیش کرتے ہیں۔

ثم لاهل السنة قيل ان العذاب للروح فقط وقيل للروح والجسد
والمشهور الثاني اختاره اكثر شارحي الهدايه وهو المختار ان صار البدن
ذرة ذرة في الدنيا فان الشعور لكل شيء عند جمهور الامته (العرف الشذی
ص ۳۵۵ جلد نمبر ۱) ﴿المسلك المصور﴾

جواب:

یہ عبارت آپ کو کوئی فائدہ نہیں دے سکتی، پھر مؤلف کی چالاکی دیکھئے کہ بلا ترجمہ کی اس عبارت پر یوں تبصرہ کرتے ہیں ”علامہ صاحب نے تصریح فرمادی ہے کہ پہلا قول یعنی عذاب و ثواب صرف روح پر ہے نہ کہ جسد غصری پر اور دوسرے کا قائل بھی اہل سنت سے خارج اور معتزلی وغیرہ نہیں ہے“ قارئین کرام! سب سے پہلے مذکورہ بالا عبارت

کا مکمل ترجمہ ملاحظہ ہو ”پھر اہل سنت کے دو قول ہیں ایک یہ کہ صرف روح کو عذاب ہوتا ہے اور دوسرا یہ کہ روح اور جسم دونوں کو ہوتا ہے۔ مشہور قول یہی ہے اور ہدایہ کے اکثر شارحین نے اسی کو اختیار کیا ہے اور یہی (میرے ہاں بھی مختار) ہے۔ اگرچہ بدن ذرہ ذرہ کیوں نہ ہو جائے۔ کیونکہ جمہور امت کے نزدیک شعور ہر چیز کو ہے (العرف الشدی ص ۳۵۵ جلد ۱)

﴿ممانی مؤلف سے ہمارا سوال﴾

آپ نے عبارت مکمل کیوں نہیں دی اگرچہ آپ کا مدعا اس دی ہوئی عبارت سے بھی ثابت نہیں ہوتا مگر اسی عبارت کا اگلا حصہ ملاحظہ ہو۔

وتفرد ابن حزم الاندلسی وقال لا شعور الا الثقلین وقال الصوفیة العذاب للبدن المثالی الخ

ترجمہ: ابن حزم اندلسی اس میں متفرد ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ انسانوں اور جنوں کے علاوہ کسی چیز میں شعور نہیں ہے۔ اور صوفیاء قائل ہیں کہ عذاب بدن مثالی کو ہوتا ہے۔ مؤلف کی یہ بات ”دونوں میں سے کسی کا قائل اہل سنت سے خارج نہیں“ یہ نہ تو علامہ کشمیری کی عبارت کا ترجمہ ہے اور نہ ان کا کوئی تبصرہ! یہ فتویٰ مؤلف صاحب کا اپنا ہے۔ گویا مجرم بھی خود اور منصف بھی خود۔ یہاں حضرت شاہ صاحبؒ نے جو اہل سنت کا ایک قول یہ نقل فرمایا کہ عذاب صرف روح کو ہوتا ہے ”یاد رکھیے اہل سنت کہلوانے والوں میں اس کے قائل صرف علامہ ابن حزم اندلسی یا ابن میسرہ وغیرہ ہیں جیسا کہ خود شاہ صاحب نے ابن حزم کے تفرد کا ذکر کر دیا باقی کل کے کل اہل سنت اس قول کا رد کرتے ہیں اور خود حضرت کشمیریؒ بھی دوسرے قول کو پسند فرماتے ہیں اور یہاں بھی ”والا قرب عند الثانی“ گذر چکا ہے یعنی میرے نزدیک دوسری بات اقرب الی الحق ہے۔ نیز شاہ صاحبؒ شارحین ہدایہ کا حوالہ دیتے ہیں کہ وہ سب جسم اور روح دونوں کے معذب ہونے کے قائل ہیں۔ یہ ہے ساری

حقیقت شاہ صاحبؒ کی ”عرف الشذی“ والی عبارت کی۔ جس کو مؤلف اپنے غلط عقیدے کی تائید میں پیش کر رہے ہیں۔ ایسی حرکتیں ان کو درشے میں ملی ہیں ان کے بڑے بھی اپنی کتب میں یہی گل کھلاتے رہے۔

﴿جسم مثالی کی وضاحت﴾

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں ”شریعت جس کو روح کہتی ہے صوفیاء اس کو جسم مثالی کہتے ہیں“ (تفسیر عثمانی ص) ان کے کہنے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اس جہاں میں جسم غالب ہے اور روح مغلوب ہے اور وہاں یعنی برزخ میں روح غالب ہوتی ہے اور جسم مغلوب! صوفیائے کرام جو عذاب و راحت بدن مثالی میں مانتے ہیں تو وہ یہ نہیں کہتے کہ بدن مادی اور عنصری کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ ان کا نظریہ یہ ہے کہ بدن مثالی کے ساتھ بدن عنصری عذاب و ثواب کی کارروائی میں شریک رہتا ہے۔ مماتی دوست کا یہ لکھنا کہ صوفیاء کے نزدیک عذاب و راحت صرف روح اور بدن مثالی کو ہے اور بدن عنصری بالکل فارغ ہے اور یہ کہ حضرت تھانویؒ بھی اسی گروہ میں شامل ہیں (المسلک ص ۳۲) یہ کسی مجذوب کی بڑے کم نہیں۔ حضرت تھانویؒ بھی عذاب و راحت میں بدن عنصری کو شامل سمجھتے ہیں۔

﴿حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ﴾

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کی ایک مجمل عبارت سے مؤلف نے خواہ مخواہ آسان سر پر اٹھالیا، تفسیر عزیزی کے حوالے سے لکھتے ہیں ”پس حمل حیات قبر بر مجازیت متعین است لا غیر“ (المسلک المنصور)

جواب:

جو الفاظ شاہ صاحبؒ کے مؤلف نے پیش کئے ان کا معنی تو فقط اتنا ہے ”پس قبر کی

حیات کو مجاز پر حمل کرنا متعین ہے اس کے سوا کچھ نہیں۔ اب کوئی مان سے پوچھے کہ تمہارا دعویٰ کیا ہے؟ دلیل کیا ہے؟ کہنا کیا چاہتے ہو؟ مؤلف نے اعادہ روح اور عذاب قبر کے متعلق جو چار طبقے بنائے ہیں وہ ان کے خانہ ساز ہیں۔ شاہ صاحب کی عبارت سے یہ دھوکا آج نہیں اس سے قبل ایک بزرگ دے چکے ہیں (تسکین القلوب ص ۹۳) اور یہ ممانی اپنے وڈیروں کے چھوڑے ہوئے ”بیکار کارتوس“ لے کر ”تیس مارخاں“ بننے کی کوشش میں ہے۔ جہاں تک جسد کے ساتھ تعلق روح کا مسئلہ ہے، شاہ صاحب کا نظریہ یہ ہے ”زیرا کہ ارواح را تعلق بہ بدن خود کہ در قبر مدفون است، البتہ می باشد زیرا کہ مدت دراز در ایں بودہ اند“ (فتاویٰ عزیزی ج ۱ ص ۳۴، بحوالہ تسکین الصدور ص ۱۳۶) دیکھیے شاہ صاحب تعلق مان رہے ہیں اور لازمی بات ہے کہ مرنے سے پہلے جن اجسام سے تعلق تھا وہ عنصری اجسام تھے نہ کہ مثالیہ! اور جس عبارت کا حصہ مؤلف نے دیا ہے۔ یہ بلاوجہ مغالطہ دینے والی بات ہے۔ ہمارے شیخ حضرت صفدر دام مجد ہم نے اس مسئلے پر کامل بحث کر دی ہے، یہاں اس پر تبصرہ کرنا یا حضرت شیخ مدظلہ کی من و عن بحث کو نقل کرنا طوالت کا باعث بھی ہے اور خارج از موضوع بھی! جو حضرات دیکھنا چاہتے ہوں وہ مطالعہ کریں کتاب ”تسکین الصدور ص ۱۳۵ تا ص ۱۵۴“

﴿ایک آیت سے استدلال﴾

اَللّٰهُ يَتَوَفّٰى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّذِي لَمْ يَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا ، فَيُمْسِكُ الْبَنٰى قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰى اِلٰى اَجَلٍ مُّسَمًّى . الْاٰیۃ
ترجمہ! اللہ کھینچ لیتا ہے جانیں جب وقت ہو ان کے مرنے کا، اور جو نہیں مریں ان کو کھینچ لیتا ان کی نیند میں، پھر رکھ چھوڑتا ہے جن پر مرنا ٹھہرا دیا ہے اور بھیج دیتا ہے اوروں کو ایک

وہ : مقررہ تک (ترجمہ شیخ البند)

اس آیت پر ”مؤلف المسلك المنصور“ نے اپنا علم جھاڑا ہے، بلکہ نچوڑ کر رکھ دیا ہے اور دل ہی دل میں کہا ہوگا ”میں وہ بلا ہوں کہ شے سے پتھر کو توڑ دوں“ مؤلف فرماتے ہیں ”گویا اللہ تعالیٰ تو فرماتے ہیں کہ میں روح کو واپس نہیں آنے دیتا اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم روح کو واپس ضرور لائیں گے تو اب قارئین سوچ لیں کہ زور کس کا غالب آئے گا؟ اور اس سے قبل لکھ آئے کہ ”اس آیت میں لفظ ”اساک“ اور لفظ ”ارسال“ من قبیل الاضداد ہیں تو میت کی روح کا اساک ہوتا ہے اور نائم (زندہ) کی روح کا ارسال ہوتا ہے، موت اور حیات یہ بھی ایک دوسرے کی نقیض ہیں، اب اگر میت کی طرف بھی روح کا ارسال (لوٹنا) مانا جائے تو یہ اجتماع نقیضین ہوگا جو کلام الہی میں محال ہے۔“

جواب:

جناب مؤلف صاحب اور ہمارے قارئین یا حکمین توجہ فرمائیں کہ اس آیت پیندہ میں روح کے بدن سے نکلنے کے دو اوقات بیان فرمائے گئے۔ ۱: موت کے وقت ۲: نیند کے وقت، نیند کے وقت روح بدن میں نہیں ہوتی، الحمد للہ الذی عافانی فی جسدی ورد علی روحی (ترمذی) ان اللہ قبض ارواحکم حین شاء وردھا الیکم حین شاء (بخاری) جب حالت نیند میں بدن سے روح خارج ہوتی ہے، اس کے باوجود آثار حیات موجود ہوتے ہیں، سانس، کرڈ، چیخ، حرکت وغیرہ یہ سارے امور روح نہ ہونیکے باوجود صرف تعلق روح کر رہا ہے، حالت نیند میں مماتی بھی تعلق روح مانتے ہیں جبکہ اس تعلق کی نص قطعی موجود نہیں ہے۔ ہم موت کے بعد بھی تعلق مانتے ہیں، جب نیند میں تعلق اس آیت کے خلاف نہیں تو موت کے بعد والا تعلق جس سے مردہ دکھ، سکھ محسوس کرے، اس آیت کے خلاف کیونکر ہوگا؟ (پھر انبیاء کی نیند جس میں ۱: احتلام نہ ہو ۲: وحی آتی رہے ۳: لوگوں کو پہچانتے رہیں ۴: اور دھنوں نہ ٹوٹے، بعد از وفات ان کے تعلق

روح کی کیفیت ان سب سے اعلیٰ ہوگی) پس آیت سے مردہ کی پہلی حالت پر آنکی نفی ہے، عالم برزخ میں رہتے ہوئے روح اور جسد کے برزخی تعلق اور عدم تعلق سے اس کا کوئی واسطہ نہیں ہے، دوسرے لفظوں میں آیت کا منشاء یہ ہے کہ ”والبعث بعد الموت“ قیامت کو ہوگا، جس سے لوگ قبروں سے باہر آئیں گے۔

نوٹ:

یہاں جو اُس کے روکے رکھنے کی خبر دی گئی ہے یہ صرف اس دنیا کی بات ہے کہ اس دنیا میں اب روح بدن کی جانب واپس نہیں کی جائے گی۔ امساک کا تعلق اُسی جہان سے ہے جس جہان سے ارسال کا تعلق ہے، ظاہر ہے خند والے کی روح کا ارسال اس جہان والے بدن کی طرف ہوتا ہے کسی اور جہان میں نہیں! جب ارسال اس جہان کا ہے تو اسکی ضد یعنی امساک بھی اسی جہان کے اعتبار سے ہوگا۔ برزخ میں تعلق روح کی نفی یہاں سے ثابت نہ ہو سکی!

سوال نمبر ۱:

اگر امساک سے ہر کسی کے جسم کی نفی کا تعلق ہے تو جو اجزائے اصلیہ سے مماثلت احباب تعلق مانتے ہیں وہ اس آیت کے خلاف ہوگا جیسا کہ نیلوی صاحب اجزائے اصلیہ کے ساتھ تعلق مان چکے ہیں، حوالہ پیچھے گذر چکا ہے مزید بھی ملاحظہ کر لیا جائے ”ندائے حق“ ص ۳۲، ۳۳، ۳۴

سوال نمبر ۲:

”انفس“ کا تعین کرو! موت کس پر آئی ہے۔ جسم پر یا روح پر؟ کیونکہ انفس اور نفس کئی ایک معنی میں آیا ہے۔

﴿نفس سے مراد ذاتِ باری تعالیٰ ہے﴾

۱. تعلم ما فی نفسی ولا اعلم ما فی نفسک (مانندہ آیت
نمبر ۱۱۶)

۲. وَیُخَوِّزُکُمُ اللّٰهُ نَفْسَهُ (آل عمران آیت نمبر ۳)

۳. کَتَبَ عَلٰی نَفْسِهِ الرَّحْمَۃَ (انعام آیت نمبر ۱۲)

﴿نفس سے مراد جسد﴾

۱. وَاذْ قُتِلْتُمْ نَفْسًا فَاذَارُءُتُمْ فِیْهَا (بقرہ ۸۲)

۲. فَاقْتُلُواْ اَنْفُسَکُمْ (بقرہ نمبر ۵۴)

۳. قُواْ اَنْفُسَکُمْ وَاَهْلِیْکُمْ نَارًا (تحریم ۶)

۴. الَّذِیْنَ خَسِرُوْاْ اَنْفُسَهُمْ (انعام ۱۲)

۵. کُلُّ نَفْسٍ ذٰۤئِقَةُ الْمَوْتِ (آل عمران ۸۵)

۶. مَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّا ذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِیْ بِاٰیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ

(لقمان ۳۴)

۷. وَلَتَنْظُرُنَّ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ (حشر ۱۸)

﴿نفس سے مراد روح﴾

۱. اللّٰهُ یَتَوَفّٰی الْاَنْفُسَ الّٰحِیَّۃَ

۲. اَخْرِجُوْا اَنْفُسَکُمْ (انعام ۹۴)

﴿نفس سے مراد خون﴾

وَمَوْتُ مَالِيسَ لَهُ نَفْسٌ سَائِلَةٌ فِي الْمَاءِ (ہدایہ ص ۳۷)

﴿مؤلف معتزلہ کے نقش قدم پر﴾

مؤلف لکھتے ہیں ”جس پر موت کا فیصلہ ہو گیا اس کے لئے اساک ہوگا جب تک موت کا فیصلہ باقی ہوگا اس وقت تک اساک بھی باقی ہوگا اور قنضی علیہا الموت کا فیصلہ ختم ہوگا قیامت کے دن، تو اب اعادہ روح بھی ہوگا قیامت کے دن، قیامت تک موت رہے گی الخ
﴿المسلک المنصور ص ۵۱﴾

جواب:

اس آیت سے یہ استدلال دراصل معتزلہ کا ہے جس کو دورِ حاضر کے معتزلہ ایک بار پھر تحقیق کی منڈی میں لے کر آگئے ہیں، معتزلہ کا کہنا ہے کہ قبر میں تعادالی جسدہ کی روایت اس آیت کے خلاف ہے، حدیث اور قرآن میں تعارض ہے لہذا ترجیح قرآن پاک کی ہوگی۔ اہل سنت اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ قرآن پاک میں قبض روح کا بیان دنیا کے اعتبار سے ہے۔ روح کا لوٹنا عالم برزخ کے حالات میں سے ہے دنیا کے حالات میں سے نہیں۔ اور گزشتہ سطور میں ہم اس پر بقدر ضرورت بحث کر چکے ہیں۔

﴿بحث بر کتاب فقہ اکبر﴾

مؤلف ”المسلک المنصور“ اپنی کتاب کے صفحہ ۵۳ پر رقمطراز ہیں ”آپ کو کسی نے بڑا دھوکا دیا ہے فقہ اکبر امام ابوحنیفہ صاحب کی لکھی ہوئی نہیں ہے، اس کتاب کی نسبت امام ابوحنیفہ کی طرف درست نہیں ہے، علامہ انور شاہ شمیمی فرماتے ہیں کہ یہ امام صاحب کی لکھی

ہوئی کتاب نہیں اور یہ بھی فرمایا کہ میں نے فقہ اکبر کے کئی نسخے دیکھے ہیں سب کو مختلف پایا۔

جواب:

اختلاف ہے تو سہی! مگر اس بات پر کہ آیا یہ خود امام صاحبؒ نے لکھی ہے یا لکھوائی ہے؟ علامہ عبدالعزیز فرہارویؒ نے لکھا ہے کہ ”فقہ اکبر کی امام صاحبؒ کی طرف نسبت محل نظر ہے۔ اور یہ بات کہ ”میں نے مختلف نسخے دیکھے سب کو مختلف پایا“ یہ بات بھی علامہ فرہارویؒ کی ہے، ملاحظہ ہو (نبراس س ۲۵۰) علامہ کشمیریؒ کا یہ قول ہمیں ”فیض الباری“ میں نہیں ملا، مؤلف صاحبؒ نے نہ تو فیض الباری کی جلد نمبر دی ہے نہ صفحہ نمبر۔ سابق صدر مدرس جامعہ اشرفیہ لاہور حضرت مولانا ضیاء الحق صاحبؒ کے متعلق اُن کے فرزند استاذ العلماء حضرت مولانا محب النبی صاحب مدظلہ (بانی دارالعلوم مدنیہ لاہور) نے راقم الحروف کو بتایا کہ والد صاحبؒ فرماتے تھے ”تقریر تو امام صاحبؒ کی ہے مگر تحریر امام ابو یوسفؒ کی ہے“ یہ تطبیق اچھی ہے، مگر ہمارے شیخ امام اہل سنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر مدظلہم تو ڈنکے کی چوٹ پر اسے امام صاحبؒ کی ہی تصنیف قرار دیتے ہیں۔ اور سچی بات یہ ہے کہ ہمیں تو حضرت مدظلہم کی تحقیق پر اعتماد ہے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم حضرت شیخ کی اس تحقیق کی جھلک دکھادیں، ملاحظہ ہو۔

﴿امام اہل سنت کی تحقیق﴾

حضرت مدظلہم فرماتے ہیں

”علم عقائد و کلام میں ایک نہایت مختصر اور جامع کتاب، جس کا نام فقہ اکبر ہے، حضرت امام ابو حنیفہؒ کی تصنیف و تالیف ہے، چنانچہ بہت سے آئمہ اسلام نے اس کو امام

صاحبؒ ہی کی تالیف تسلیم کیا اور بتایا ہے مثلاً

- ۱: الحکم بن عبد اللہ النخعی (المتوفی ۱۹۹ھ) راوی فقہ اکبر
- ۲: امام اسحاقؒ بن محمد الحکیم سمرقندی (المتوفی ۳۴۲ھ) جو امام ابو منصور ماتریدیؒ المتوفی ۳۴۳ھ کے تلمیذ تھے اور ان کی شرح کو بقول مولانا شبلیؒ المتوفی ۱۳۳۲ھ علامہ ابوالبقاء احمدیؒ نے ۹۱۸ھ میں نظم کیا تھا۔
- ۳: امام فخر الاسلام علی بن محمد البرزودی الحنفیؒ (المتوفی ۴۸۲ھ)
- ۴: امام محی الدین محمد بن بہاؤ الدینؒ
- ۵: مولیٰ الیاسؒ بن ابراہیم السیونیؒ
- ۶: احمد بن محمد المغنسیاریؒ
- ۷: شیخ اکمل الدین بابر قتیؒ
- ۸: شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ
- ۹: علامہ ابوالسنتمیؒ
- ۱۰: حافظ ابن قیمؒ
- ۱۱: علامہ ذہبیؒ
- ۱۲: امام کروریؒ
- ۱۳: ملا علی القاریؒ
- ۱۴: علامہ عبد العلی بحر العلومؒ
- ۱۵: ملا کاتب چلبی صاحب کشف الظنون
- ۱۶: علامہ عبد القادر القرشیؒ
- ۱۷: صدر الشریعہ عبید اللہ بن مسعودؒ

۱۸. حافظ ابن الہمام

۱۹. علامہ ابن عابدین شامی

۲۰. مولانا عبدالحی لکھنوی

۲۱. مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب حضرات اس کو تسلیم کرتے ہیں

کہ فقہ اکبر امام ابوحنیفہؒ کی کتاب ہے۔ بریلوی حضرات کے مسلم عالم مولوی احمد رضا خان صاحب (المتوفی ۱۳۴۰ھ) بھی تسلیم کرتے ہیں کہ فقہ اکبر امام اعظمؒ ہی کی تالیف ہے

(دیکھیے کوکب الشہابیہ ص ۱۶، ۶۴) امام کردریؒ فرماتے ہیں کہ اگر تو یہ اعتراض کرے کہ امام

صاحبؒ کی تو کوئی تصنیف ہی نہیں تو میں یہ کہوں گا کہ یہ اعتراض اور کلام معتزلہ کا ہے۔ اُن

کا دعویٰ یہ ہے کہ امام صاحبؒ کی علم کلام میں کوئی تصنیف نہیں۔ اور اس سے ان کا مقصد یہ

ہے کہ فقہ اکبر اور الکتاب العالم والمعلم امام صاحبؒ کی تصنیف نہیں۔ چونکہ امام صاحبؒ

نے فقہ اکبر میں اہل سنت والجماعت کے اکثر عقائد نقل کئے ہیں اور معتزلہ کا یہ (بے بنیاد)

دعویٰ ہے کہ امام صاحبؒ معتزلی تھے (معاذ اللہ) اور کتاب فقہ اکبر معتزلہ کے خیال میں ابو

حنیفہ نجاری کی ہے لیکن ان کا یہ نظریہ بالکل صریح طور پر غلط ہے کیونکہ میں نے علامہ مولانا

شمس الملتہ والدین الکردری برآقینی العمدائی کے ہاتھ مبارک سے لکھی ہوئی تحریر پڑھی ہے

انہوں نے تصریح کی ہے کہ یہ دونوں کتابیں امام صاحبؒ کی ہیں پھر آگے ارشاد فرمایا کہ

”تواطأ علی ذلک جماعته کثیرة من المشائخ“ اس پر مشائخ کی ایک بہت

بڑی جماعت متفق ہے۔ نظر بہ ظاہر ان ہی قسم کے لوگوں سے متاثر ہو کر علامہ شبلی نعمانیؒ

وغیرہ نے لکھا ہے کہ فقہ اکبر امام صاحبؒ کی تصنیف نہیں ہے اور اس پر برائے نام دلائل

اور اپنے خیالات کا انہوں نے اظہار بھی کیا ہے۔ مگر تاریخی اور تحقیقی لحاظ سے ان کی کوئی

دلیل نہیں ہے مثلاً ایک یہ کہ فقہ اکبر کے راوی ابو مطیعؒ پر محدثین نے کڑی جرح کی ہے لہذا

اس کا اعتبار نہیں اور نیز صاحب الفقہ الاکبر کا اعتبار معنی یہ ہے کہ وہ ابو مطیع ہی کی تالیف ہو۔ مگر یہ دلیل اپنے اندر کوئی وزن نہیں رکھتی بلا شک اکثر محدثین نے ان پر جرح کی ہے مگر ان کا مرکزی نقطہ ہی صرف یہ ہے کہ وہ جہمیہ اور مرجیہ کے عقیدہ پر تھے۔ کتب ایما، الرجال میں اس کی تصریح موجود ہے۔ مگر کیا یہ نسبت ان کی طرف صحیح بھی ہے؟ اور اگر صحیح ہے تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ وہ کس معنی میں مرجیہ تھے؟ اور کیا اس معنی کے مرجیہ ہونے سے کوئی زحمت آتی ہے؟ اور کیا خود امام اعظمؒ کو مرجع فرقہ میں سے ہونے کا بلا وجہ الزام نہیں دیا گیا؟ اور اگر اس وجہ سے روایت مردود ہوتی ہے تو ہم صحیحین میں ایسی بہت سے روایات کی نشاندہی کر سکتے ہیں جن کے روایات مرجعہ وغیرہ فرقوں سے متعلق تھے، حافظ ابن حجرؒ امام ابو مطیع کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ”وہ صاحب بصیرت فقیہ علامہ اور بڑی شان کے مالک تھے اور امام ابن مبارکؒ ان کے دین اور علم کی بدولت ان کی تعظیم و توقیر کیا کرتے تھے“ اور علامہ ذہبیؒ انکو الفقیہ کے لفظ سے یاد کرتے تھے اور علامہ عبدالقادر القرشیؒ لکھتے ہیں ”امام مطیعؒ نے کتاب فقہ الاکبر امام ابو حنیفہؒ سے روایت کی ہے (الجواہر المصنوعہ ج ۲ ص ۲۶۵)۔ غرضیکہ فقہ اکبر حضرت امام ابو حنیفہؒ ہی کی تصنیف ہے لَا رَيْبَ فِيْهِ۔ (مقدمہ البیان ص ۱۸۵ تا ۱۸۶، ص ۲۳) مزید حضرت شیخ فرماتے ہیں ”بعض حضرات کو شبہ ہوا ہے کہ حضرت امام ابو حنیفہؒ کی اپنی کوئی تصنیف نہیں اور خصوصاً الفقہ الاکبر ان کی نہیں، لیکن یہ ان حضرات کا نزاع ہم ہے مشہور اور قدیم مؤرخ علامہ ابوالفرج محمد بن اسحاق بن قدیمؒ اپنی کتاب الفہرست لابن ندیم ص ۲۹۸ میں (جس کو انہوں نے ۳۳۷ھ میں تصنیف کیا تھا) حضرت امام ابو حنیفہؒ کے حالات میں لکھتے ہیں کہ آپ تابعی تھے اور کئی حضرات صحابہ کرامؓ سے آپ کی ملاقات ہوئی پھر آگے لکھتے ہیں کہ الفقہ الاکبر، کتاب الرسائل، کتاب العالم والمعلم اور کتاب الرد علی القدریہ ان کی تصانیف ہیں (الفہرست لابن ندیم ص ۲۹۹ طبع

مصر) بن لوگوں نے یہ کہا ہے کہ یہ ان کی تصنیف نہیں بلکہ ابو حنیفہ النجاریؒ کی ہیں تو یہ بات معتزہ کے محرمات میں سے ہے (مقام ابی حنیفہ ص ۱۰۸)

قارئین کرام!

ہم نے امام اہل سنت، پاسان مسلک حق دیوبند حضرت الشیخ مولانا محمد سرفراز خا نصاحب صفدر مدظلہ کی الفقہ الاکبر کے متعلق تحقیق کی ایک جھلک پیش کر دی ہے اور خدا لگتی کہوں گا اگر تسکین الصدور، سماع الموقی، الشہاب المبین، اور المسلك المنصور (یہی نام دوستوں نے سرقہ کیا ہے) حضرت مدظلہ تحریر نہ کرتے تو شاید مماتی احباب بھی آپ کی تحقیق سے متفق ہوتے۔

﴿مماتی الفقہ الاکبر کا انکار کیوں کرتے ہیں؟﴾

اور یہ مماتی لوگ جو انکار کرتے ہیں کہ ”الفقہ الاکبر“ امام صاحبؒ کی تصنیف نہیں ہے تو آپ کیا سمجھتے ہیں کہ ان کو علامہ کشمیریؒ یا علامہ عبدالعزیز فرہارویؒ کی تحقیق پر اعتماد ہے؟ نہیں، نہیں، بالکل نہیں۔ بلکہ اس کی وجہ ”الفقہ الاکبر“ کی یہ عبارت ہے ”وَإِعَاذَةُ الرُّوحِ إِلَى الْجَسَدِ فِي قَبْرِهِ حَقٌّ وَضَفْطُهُ الْقَبْرِ وَعَذَابُهُ حَقٌّ۔ اور قبر میں روح کا جسد کی طرف لوٹنا حق ہے اور قبر کا دباؤ اور عذاب حق ہے (الفقہ الاکبر ص ۴۹) اب اگر علامہ فرہارویؒ یا حضرت کشمیریؒ خود آکر بھی اپنے اس قول سے رجوع فرمائیں اور کہہ دیں کہ یہ امام صاحبؒ ہی کی کتاب ہے تو تب بھی یہ ٹولہ ماننے کا نہیں! بہر حال مؤلف ”المسلك المنصور“ نے چونکہ سرے سے ہی اس کتاب کا امام صاحبؒ کی تصنیف ہونے سے انکار کیا۔ اس لئے ہم نے گذشتہ سطور میں اس کتاب کے متعلق جانین کے اقوال پیش کر دیئے ہیں، اب آپ کو اختیار ہے۔ راقم الحروف تو ایک بار پھر یہی کہے گا کہ ہمیں حضرت شیخ مدظلہم کی تحقیق پر اعتماد ہے۔

﴿مەلف المسلك المنصور کا ایک اور کذب﴾

جب انسان کے دل سے خدا خونی نکل جائے، اور وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضری دینے کی حقیقت سے بالکل بے پرواہ ہو جائے تو پھر وہ مکمل طور پر شیطان کے شکنجے میں آ جاتا ہے۔ یہی کیفیت مماتی جماعت کے اس نئے محقق صاحب کی ہے۔ لکھتے ہیں ”کسی کا یہ مذہب نہیں ہے کہ مرنے کے بعد قبر میں بائیں طور روح لوٹائی جاتی ہے یا روح کا ایسا تعلق بدن غصری کے ساتھ قائم کیا جاتا ہے جس کی وجہ سے بدن میں حیات دنیوی حقیقی پیدا ہو جاتی ہے، یہ مذہب نامعقول رضا خانیوں اور تقیہ باز گروہ کا ہے ﴿المسلك المنصور ص ۵۴﴾

جواب:

اعادہ روح کے مسلک کو مؤلف صاحب نے رضا خانیوں اور تقیہ بازوں کا مسلک قرار دیا ہے۔ ہم یہاں ذیل میں مختصری فہرست پیش کریں گے کہ امت مسلمہ کے اندر کتنے ”رضا خانی“ اور ”تقیہ باز“ ہیں جو اس مسلک کے قائل ہیں اور کتنے ”عنایت شاہیے“ ہیں جو اس کے منکر ہیں۔ فہرست دینے سے قبل ہم گزارش کریں گے کہ آپ کے نیلوی شاہ صاحب اور قاضی شمس الدین صاحب بھی بڑے تقیہ باز اور رضا خانی تھے میت کے ساتھ تعلق روح تسلیم کرتے ہیں، حوالہ جات گزرجکے ہیں۔ مزید ملاحظہ ہوں۔

﴿جو اکابرین امت میت کے ساتھ تعلق روح اور اعادہ روح کے قائل ہیں﴾

۱: حافظ ابن قیمؒ (کتاب الروح ص ۶۳) ۲: امام قاسم بن قطلوبغاؒ (شرح المسائرہ ج ۲ ص ۱۱۶) ۳: علامہ آلوسیؒ (روح المعانی ج ۲ ص ۱۷) ۴: حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ (تحفہ اثنا عشریہ فارسی ص ۳۸۲، اردو ص ۵) ۵: حضرت شیخ عبدالحق دہلوی حنفیؒ

(اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۱۰۷) ۶: رئیس المفسرین حضرت مولانا حسین علی داس پھروٹی
 (تحریرات حدیث ص ۲۵۷) ۷: امام قرطبی (تذکرہ قرطبی ص ۳۳) ۸: حضرت امام ابو
 حنیفہ (الفقہ الاکبر ص ۱۰۹) ۹: ابن جریر الطبری (سنن) (تفسیر ابن جریر ج ۱ ص ۲۱۴)
 ۱۰: علامہ بدرالدین عینی الحنفی (عمدة القاری ج ۸ ص ۱۴۷) ۱۱: علامہ صدرالدین علی بن محمد
 الحنفی (شرح عقیدۃ الطحاوی ص ۳۳۰) ۱۲: امام ابوبکر الجصاص رازی حنفی (احکام القرآن
 جلد نمبر ۱ ص ۱۰۸) ۱۳: علامہ تقی الدین سبکی (شفاء القام ص ۱۵۱) ۱۴: قاضی عضدالدین
 عبدالرحمن بن احمد الایچی (مواقف ص ۷۱۵) ۱۵: علامہ علی بن محمد البحر جانی (شرح
 مواقف ص ۷۱۶) ۱۶: حافظ ابن الہمام (فتح القدیر ج ۴ ص ۹۹) ۱۷: علامہ طاہر بن محمد
 اسقرائی (التبصیر ص ۱۵۸) ۱۸: علامہ یزدوی حنفی (اصول الدین ص ۱۶۵) ۱۹: علامہ
 عبدالعزیز فرہاروی (نیراس ص ۳۲۳) ۲۰: علامہ شمس الدین الخیالی (الخیالی ص ۱۱۸)
 ۲۱: علامہ ابوشکور سالمی (التمہید ص ۱۲۵) ۲۲: علامہ ابن عابدین شامی (شامی جلد ۳ ص
 ۲۰۱) ۲۳: علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی (تفسیر مظہری ج ۱۰ ص ۱۲۵) ۲۴: حضرت ملا علی
 القاری حنفی (مرقات ج ۴ ص ۳۱) ۲۵: علامہ سید انور شاہ صاحب کشمیری (العرف
 الشذی ص ۳۵۵) ۲۶: امام عبدالوہاب الشمرانی (الیواقیت والجواہر جلد ۲ ص ۱۲۹)
 ۲۷: مفتی اعظم دیوبند حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحب دیوبندی (فتاویٰ دارالعلوم
 دیوبند جلد ۵ ص ۴۲۶) ۲۸: قاضی شوکانی (غیر مقلد) (نیل الاوطار جلد ۳ ص ۲۶۴)
 ۲۹: نواب صدیق حسن خان صاحب (دلیل الطالب ص ۸۸۶) ۳۰: علامہ ابن حجر عسقلانی
 (فتح الباری جلد ۳ ص ۴۷۷) اور اکابر علمائے دیوبند متقدمین اہل سنت کی اتباع میں یہی
 مسلک رکھتے ہیں۔ قارئین کرام! نمونے کے طور پر ہم نے کچھ اکابرین امت کے اسماء اور
 ان کی کتب کے نام پیش کر دیے۔ اب انصاف پسند انسان کے لئے اس نتیجے پر پہنچنا کوئی

مشکل نہیں ہوگا کہ جو ممتی ٹولہ بیدردی کے ساتھ کل بزرگان امت کو بیک جنبش قلم ”تقیہ باز“ کہہ رہا ہے کیا یہ شاطر، مکار اور عیار گروہ مسلمانوں کا خیر خواہ ہے؟ ہرگز نہیں! ہم پورے اعتدال کی حد میں رہ کر کہہ رہے ہیں کہ قادیانی، پردیزی اور ممتیوں کے ”بنسری کے ساز“ ملتے جلتے ہیں۔ اس سے پہلے کہ ”زہریلے اور کالے پانی“ کا یہ سیلاب دیوبندیت کو بہا لے جائے اس کے آگے حق و صداقت کا بند باندھنا وقت کی اہم ضرورت ہے۔

﴿کیا اعادۂ روح کے بغیر اللہ تعالیٰ عذاب و راحت پر قادر نہیں؟﴾
مؤلف کا جذبہ توحید قابل دید ہے۔ فرماتے ہیں ”ان نامعقولوں (یعنی چودہ صدیوں کے فقہاء، محدثین اور متکلمین نامعقول ٹھہرے، سلقی) سے کوئی پوچھے کہ عذاب قبر آپ نے دینا ہے یا اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے، اگر آپ نے دینا ہے تو پھر بغیر حیات دنیوی حقیقی اور اعادۂ روح کے ناممکن ہے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ نے دینا ہے تو پھر یہ کہنا کہ اعادۂ روح یا حیات دنیوی کے بغیر عذاب نہیں ہو سکتا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات عجز سے پاک نہیں ہے (معاذ اللہ) اس لئے ایسی باتیں کرنا انتہائی خطرناک ہے ﴿المسلک المنصور ص ۵۵﴾

جواب:

۱: جناب مؤحد صاحب! یہ فرمائیے کہ آپ جو پیدا ہوئے اور یطین مادر سے عالم دنیا میں تشریف لائے تو کیا بغیر روح کے اللہ تعالیٰ آپ کو پیدا نہیں کر سکتے تھے؟ پھر کیا کبھی کوئی ایسا بندہ بھی دیکھا جو زندہ تو ہو مگر اس میں روح نہ ہو؟ شاید کوئی تلہ گنگ گجرات یا سرگودھا میں ایسا عجوبہ پایا جاتا ہو؟ یقیناً جواب نفی میں ہوگا تو اس کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ بغیر روح کے بندہ پیدا کرنے پر قدرت نہیں رکھتے؟ چلو ساری دنیا ”نامعقول“ ٹھہری۔ تم ”صاحبان

عقل و خرد“ (ماشاء اللہ) ہی یہ معرہ حل کر دو۔

۲ آپ سماع موتی کے منکر ہیں، فرمائیے کیا اللہ تعالیٰ قادر نہیں ہیں کہ بغیر تعلق روح کے سماعت کی قوت عطا کر دیں؟ اگر جواب اثبات میں ہے تو آئیے دوبارہ اکابر دیوبند کے دروازے پر آجائیے اور کوئی ”کام“ کر کے دکھائیے، اگر جواب نفی میں ہے تو دوبارہ کلمہ پڑھ کر ذرا تجدید ایمان کر لیجیے! واقعی آپ نے سچ فرمایا کہ (آپکا) ایسی باتیں کرنا انتہائی خطرناک ہے، یہ ”توحید جبریلی“ نہیں ”توحید ابلیسی“ ہے۔ بہر حال اگر آپ اپنی بات کو ہی توجہ سے پڑھ لیں تو آپ کو جواب اپنے ہی سوال سے مل جائے گا۔

انہی کی محفل سنوارتا ہوں، چراغ میرا ہے رات ان کی

انہی کی مطلب کی کہہ رہا ہوں، زبان میری ہے بات ان کی



باب سوئم

﴿بحث حیات الانبیاء علیہم السلام﴾

اب تک مؤلف نے جتنی مغز کھپائی کی ہے وہ اعادہ روح اور عذاب قبر کے متعلق تھی جس کا علمی آپریشن ہم نے کر دیا ہے۔ اور عقل سلیم رکھنے والوں کو سمجھنے میں کوئی مشکل پیش نہیں آئے گی۔ (انشاء اللہ) اس باب کے اندر ہم حیات النبی ﷺ پر گفتگو نظر قارئین کریں گے، اور مماتی مؤلف صاحب نے جتنے الزامات و اتہامات اہل حق پر وارد کیے ہیں ان کا جواب دینے کے ساتھ ساتھ ان کے دجل و تلہیس سے بھی پردہ اٹھائیں گے۔ جن حضرات نے ہماری کتاب ”لطمۃ الحق“ پڑھی ہے وہ بخوبی جانتے ہیں کہ اکابر کی کتب میں تحریف اور کانٹ چھانٹ کے یہ منکرین حیات کتنے ماہر ہیں۔ ہاں البتہ مؤلف المسلك المنصور نے اپنی کتاب میں جتنی فضول بھرتی کی ہے یا غیر متعلقہ اور خارج از عنوان بحث کی ہے ہم اس کی طرف مطلقاً توجہ نہیں کریں گے۔

﴿مؤلف المسلك المنصور کی بددیانتی﴾

مماتی مؤلف لکھتے ہیں ”مناظر مہصوف (یعنی مولانا منیر احمد صاحب مدظلہ) کے بزرگ حضرت مولانا سید نور الحسن شاہ بخاریؒ تحریر فرماتے ہیں ”بلاشبہ تمام مردوں کا قبروں میں

اپنے ارواح اور اجسام دونوں کے ساتھ زندہ ہونا اس میں کوئی شک نہیں (حیات الاموات ص ۴۱) عبارت نمبر ۲: یہی حضرت دوسرے مقام پر فرماتے ہیں کہ پھر مسئلہ حیات موتی کا ہے نہ کہ حیات النبی ﷺ کا، اول تو یہ مسئلہ عقائد ضروریہ سے نہیں ہے، دوسرا غلط عنوان دے کر اسے الجھا دیا گیا ہے، عام طور پر اس مسئلہ پر جتنی کتابیں لکھی گئی ہیں ان کا عنوان حیات النبی ﷺ ہے یا حیات الانبیاء، علامہ جلال الدین سیوطیؒ کی انباء الاذکیاء بحیوة الانبیاء، امام بیہقیؒ کی حیات الانبیاء وغیرہ۔ اس عنوان سے عام طور پر بحث کا رخ حضرات انبیاء خصوصاً نبی کریم ﷺ کی طرف پھر گیا ہے۔ غلط طور سے حیات النبی ﷺ کی بحث چھڑ گئی ہے اور حضور نبی کریم ﷺ کی ذات پاک معرض بحث میں آ گئی ہے۔ حالانکہ بحث اصلاً نبی کریم ﷺ کی ذات پاک نہیں، دراصل بحث ہے تو عام موتی کی حیات کے متعلق جن میں کفار و مشرکین اور منافقین تک شامل ہیں (حیات الاموات ص ۸) بخد مت جناب محقق ٹمن صاحب (یعنی مولانا نور محمد آصف) و مناظر کبر وڑپکا (یعنی مولانا منیر احمد صاحب) عاجزانہ عرض ہے کہ اپنے بزرگ کی عبارت با وضو ہو کر، تنہائی میں بار بار پڑھ کر سمجھنے کی کوشش فرمائیں اول و آخر درود شریف کا بھی اہتمام کریں اگر پھر بھی سمجھ نہ آئے تو کسی اردو خواں سے سمجھنے کی ٹرائی فرمائیں اگر پھر بھی سمجھ نہ آئے تو ماسٹر اوکاڑوی صاحب کی قبر کا مراقبہ فرما کر دریافت کرنے کی کوشش کریں تاکہ امت مرحومہ آپ کے شر سے محفوظ رہے ﴿المسلک المنصور ص ۶۰﴾

جواب:

۱: مؤلف المسلك یا تو اتنے علم سے کورے ہیں کہ وہ یہ تک نہیں جانتے کہ کسی کتاب میں کوئی عبارت صاحب کتاب کی اپنی ہے یا اخذ کردہ ہے یا پھر جانتے ہوئے جن بو بھ کر دھوکہ بازی کر رہے ہیں۔ مؤلف نے یہ عبارت شاہ صاحبؒ کی طرف منسوب کی

ہے ”تمام مُردوں کا قبروں میں اپنے ارواح اور اجسام کے ساتھ زندہ ہونا اس میں کوئی شک نہیں“ حالانکہ یہ علامہ تقی الدینؒ کی شفاء السقام کی عربی عبارت کا ترجمہ ہے، سید نور الحسن شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں ”امام تقی الدین السبکیؒ (متوفی ۷۵۶ھ) رقمطراز ہیں۔

إِنَّ خَيْرَ حَيَوةٍ جَمِيعِ الْمَوْتَى بِأَرْوَاحِهِمْ وَأَجْسَامِهِمْ فِي قُبُورِهِمْ لَا شَكَّ فِيهَا (شفاء السقام ص ۵۱) (حیات الاموات ص ۳۱) ۲: اور صفحہ نمبر ۸ کی جو عبارت شاہ صاحبؒ کی نقل کی گئی ہے اس سے بھی حیات اور سماع ثابت ہے تو پھر انبیاء علیہم السلام کی حیات و سماع کا انکار کرنا غلط بحث ہے چنانچہ شاہ صاحب کی اس عبارت کا آخری حصہ ملاحظہ ہو ”جب عام مُردوں کو بعد وفات ایک گونہ حیات حاصل ہے تو حضراتِ انبیاءؑ خصوصاً نبی کریم ﷺ کی حیات طیبہ میں اختلاف کا سوال کیسے پیدا ہو گیا؟ علیٰ ہذا اگر عام موتی زائر کا سلام سنتے ہیں تو نبی کریم ﷺ کے سماع سلام و جواب میں بحث و کلام کیوں فضول و نامعقول نہ ہوگا؟ مزید لکھتے ہیں۔ تو پھر موت کے بعد حیات، موتی کا علم و احساس اور مُردوں کا سماع و ادراک سب صحیح ہے۔ اور ایک مسلمان کے لئے اس میں ذرہ بھر شک کی گنجائش نہیں کیونکہ یہ سب کچھ احادیث صحیحہ متواترہ سے ثابت ہے اور ہم اس پر آنکھیں بند کر کے ایمان لاتے ہیں خواہ یہ ہماری عقل اور سمجھ میں آئے یا نہ، ہم نے کلمہ خام عقل کا نہیں بلکہ خدا اور رسول ﷺ کا پڑھا ہے (بحوالہ حیات الاموات ص ۸)۔ یہ ہے مولانا سید نور الحسن شاہ بخاریؒ کا مکمل مضمون جس سے مماتی مؤلف چور دروازہ نکال کر بھاگنا چاہتے تھے، شاہ صاحب فرما رہے ہیں کہ ایک اجماعی مسئلے کو موضوع بحث بنانا کہاں کی دیانت ہے؟ قارئین کرام! اب ہم بھی مؤلف المسلك المنصور کی طرح یوں حاشیہ آرائی کرنے کا حق محفوظ رکھتے ہیں کہ ”جناب محقق و متکبر تلہ گنگ صاحب! ہمارے بزرگ حضرت شاہ صاحبؒ کی عبارت با وضو نہیں بلکہ غسل کر کے، تنہائی میں نہیں بلکہ اپنی ”سر پھری“ جماعت میں بیٹھ کر

سمجھنے کی کوشش فرمائیں، اگر پھر بھی سمجھ نہ آئے تو کسی دیوبندی عالم سے سمجھنے کی کوشش فرمائیں۔ اگر پھر بھی ”عقل نارسا“ میں نہ آئے تو تلہ گنگ سے ”گجرات“ تشریف لیجائیے! اور باقی فرقہ ممت سید صاحب کی قبر کا مراقبہ فرما کر دریافت کرنے کی کوشش کریں۔ تاکہ مسلمان آپ کے عظیم فتنے کے شرور سے محفوظ رہیں۔

سنجھل کے پاؤں رکھنا میکدہ میں شیخ جی

یہاں پگڑی اچھلتی ہے، اسے میخانہ کہتے ہیں

۳: مؤلف نے لکھا ہے کہ ”مناظر موصوف کے بزرگ“۔ یعنی شاہ صاحب ہمارے بزرگ نہیں بلکہ مولانا منیر احمد صاحب مدظلہ کے بزرگ ہیں اور فیصل آباد سے مماتوں نے ایک کتاب شائع کی ہے اس کے آخری صفحے پر جو کتابوں کی فہرست دی ہوئی ہے وہاں شاہ صاحبؒ کو امام اہل سنت لکھا گیا ہے، ملاحظہ ہو (نفی سماع موتی ص ۱۰۰ طبع بخاری اکیڈمی فیصل آباد)۔ امام اہل سنت کا عقیدہ آپ نے پڑھ لیا کہ وہ صرف حیات النبی ﷺ کے ہی نہیں بلکہ عام مردوں کے سماع و احساس کے بھی قائل ہیں۔

﴿مؤلف ”المسلك المنصور“ کی مسلسل غلط بیابیاں﴾

قوم کو مسلسل دھوکہ اور فریب میں رکھنا ان مہربانوں کا ”من بھاتا کھا جا“ ہے، جھوٹ اور غلط بیانیوں کے بغیر ان کا کھانا ہضم نہیں ہوتا۔

پہلا دجل:

مولانا قاضی زاہد الحسنیؒ صاحب فرماتے ہیں، محمد یحییٰ ایک شخص فوت ہو گیا اسکو دفن کر دیا گیارہ رات کو کفن چوروں نے اس کی قبر کھودی تو وہ اچانک بیٹھ گیا، دوڑتا ہوا گھر آ پہنچا کافی زمانہ زندہ رہا اور اس کو حامل کفنہ کہا جاتا تھا (یعنی وہ آدمی جو اپنا کفن اٹھالایا) (رحمت

کائنات ص ۷۲) یہاں مؤلف نے اپنے اندر کا گند باہر نکالا، لکھتے ہیں ”زاہد الحسنی صاحب نے تو عجیب انکشاف فرمایا ہے اب محقق ٹمن اینڈ کمپنی کے لئے دو ہی راستے ہیں اور دونوں راستے ہی ایمان کے لئے انتہائی خطرناک ہیں۔ یا تو زاہد الحسنی صاحب کا بیان کردہ عقیدہ (یعنی مردے گھر بھی واپس آ جاتے ہیں اور افزائش نسل بھی جاری رکھتے ہیں) پر ایمان لانا ہو گا یا انکار کرنا ہو گا۔ ملاحظہ

جواب:

اس واقعے کو علامہ زاہد الحسنی کا عقیدہ قرار دے کر اس پر مزید حاشیہ آرائی کر کے مؤلف نے ”بھانڈوں“ والا کردار ادا کیا ہے۔ کوئی صاحب علم، سنجیدہ مزاج اور بااخلاق انسان وہ زبان استعمال نہیں کرتا جو اس بدقسمت ٹولے کے نام نہاد محقق نے کی ہے۔ بازاری زبان کی ایک جھلک ملاحظہ ہو ”اس طرح مردوں کی آمد و رفت جاری رہی تو نسب والا مسئلہ مشکوک ٹھہرے گا۔ نورمی و منیری پارٹی کی بیواؤں کے لئے خصوصاً جو دوسری شادی کر چکی ہیں کئی مسائل پیدا ہونگے۔ وغیرہ“ اصل میں مؤلف بیچارے جس جماعت سے غفلت ہیں، نظریاتی طور پر وہ خود مشکوک النسب ہے اور اس کے ”مشکوک النسب“ ہونے کا اعلان اکابر دیوبند کی ایک بھری جماعت نے خیر المدارس بلتان میں کر دیا تھا۔ اس لئے اب یہ اپنے ”مشکوک نسب“ پر پردہ ڈالنے کے لئے ایسی حرکات کر رہے ہیں، اور مولانا حسینی نے جو مذکورہ بالا واقعہ اپنی کتاب رحمت کائنات میں دیا یہ علامہ ابن جوزی کی کتاب ”المختصر“ میں موجود ہے، اور علامہ زاہد الحسنی نے بھی باقاعدہ اس کتاب اور اس کی جلد نمبر و صفحہ نمبر کا حوالہ دیا ہے، اور خرق عادت و اتفاقات کے متعلق تو خود مؤلف بھی اپنی اسی کتاب میں تسلیم کر چکے ہیں کہ ان کا معاملہ جدا ہے چنانچہ لکھتے ہیں ”یہ سب بندوں کی عبرت کے خارق عادات و اتفاقات ہیں“ (المسلك ص ۴۰) پھر اس کو مولانا حسینی کا عقیدہ

قرار دینا کتنی بڑی جسارت اور اوجھاپن ہے۔

دوسرا دجل:

مؤلف لکھتے ہیں ”بعینہ یہی طریقہ چکوالی، ساہیوالی، اور اوکاڑوی ملنگوں کا ہے کہ عقیدہ توسکھوں، ہندوؤں، دہریوں، مجوسیوں، ابو جہل، عتبہ، عتیبہ، شیبہ تک کی قبر میں حیات دنیویہ، حقیقیہ، حسیہ، اور جسمانیہ ہے لیکن کانوں میں انگلیاں ڈال کر آسمان سر پر اٹھایا ہوا ہے۔ دیکھو جی! اشاعت التوحید والسنتہ والے حیات النبی ﷺ کو نہیں مانتے۔ اور کئی غالی تو اپنی مسجدوں، گلیوں، مدرسوں اور محلوں تک کا نام حیات النبی ﷺ اور حیات الانبیاء رکھتے ہیں۔ حتیٰ کہ سنا گیا ہے کہ گجرات میں مسجدوں کے لوٹوں پر بھی عقیدہ حیات النبی ﷺ زندہ باد کے نعرے لکھے ہوئے ہیں (ص ۶۴)

جواب:

مؤلف نے خواہ مخواہ اپنے ”اباؤ اجداد“ کے نام بالترتیب ہمیں سنا دیئے حالانکہ ہم نے کوئی دریافت تو نہیں کیا۔ باقی جہاں تک قبر کے اندر عذاب و راحت اور عادیہ روح کا تعلق ہے وہ اہل سنت والجماعت میں متفق علیہ ہے۔ مفصل بحث ہم پہلے کر آئے ہیں۔ قبر میں جسد کے ساتھ روح کا اتنا تعلق رہتا ہے کہ وہ عذاب و راحت کا احساس کر سکے۔ جس طرح نیند میں روح کے نکلنے کے باوجود اس کا جسم سے اتصال رہتا ہے، بس یوں سمجھ لیں کہ حیات تین حصوں میں منقسم ہے۔ ۱: بیداری والی زندگی ظاہری ہے ۲: نیند والی خفی ہے ۳: اور موت کے بعد قبر والی اخفی ہے۔ عام انسانوں سے شہداء کی زندگی ارفع ہے اور شہداء سے کئی گنا برتر اور اعلیٰ حیات انبیاء علیہم السلام کی ہے۔ باقی آپ کا یہ کہنا کہ اشاعت التوحید والے اعلیٰ زندگی، نئے ہیں بالکل ایسا ہے جیسے قادیانی ختم نبوت کی تعریف و توجیح کرتے

ہیں۔ وہ بد بخت مرزا غلام احمد کو نبی مان کر بھی ختم نبوت کا انکار نہیں کرتے اور تم کج بخت انبیاء کو مُردہ کہہ کر بھی حیات کا انکار نہیں کرتے۔ اور اس بات کی وضاحت ہم بار بار کر چکے ہیں کہ حیات دنیویہ سے مراد یہ ہے کہ دنیا والے جسم اطہر میں روح مبارک لوٹائی گئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بدن غصری کے ساتھ زندہ ہیں، اور حیات جسمانی کا مطلب بھی یہی ہے کہ دنیا والا جسم روضۂ اطہر میں زندہ ہے، حیات حسی کا مطلب ہے دنیا والا محسوس جسم زندہ ہے اور حیات حقیقی سے مراد ہے حقیقتاً حیات کے آثار کا پایا جانا۔ کہ جسم مبارک میں حس و شعور، علم و عقل اور کمالات نبوت موجود ہیں۔ اور انہی کمالات کی وجہ سے آپ ﷺ روضے پر پڑھا جانے والا صلوة و سلام سماعت فرماتے ہیں۔ برخلاف اس کے تمہارا عقیدہ ہے کہ جسم مبارک بالکل بے حس و شعور و کمالات سے خالی ہے (العیاذ باللہ) رہا آپ کا یہ کہنا کہ لوٹوں پر حیات النبی ﷺ لکھا ہوا ہوتا ہے۔ لعنت اللہ علی الکاذبین۔ اور لکھا یہ ہے کہ ”ہم نے سنا ہے“ اور کسی آدمی کے جھوٹا ہونے کے لئے اتنا کافی ہے کہ وہ سنی سنائی باتوں کو آگے پھیلاتا رہے اور پھر تصنیف و تالیف کے میدان میں سنی سنائی باتوں کو لے آنا احمقوں کا دھیرہ ہے۔ جناب! پھر بریلویوں کی بھی سن لو! کیا؟ کہ مولانا غلام اللہ صاحب کا وفات کے بعد چہرہ بگڑ گیا تھا۔ اس کے علاوہ ہم نے بھی بہت ساری باتیں سنی ہیں اور ان کا تعلق بھی ”گجرات“ ہی سے ہے۔ لیکن ہم سنی سنائی باتوں کو عوام میں لا کر اشتعال کی فضا پیدا کرنا غیر اخلاقی اور غیر شرعی سمجھتے ہیں۔ یہ بے ہودہ اور ناقص باتیں ”توحید“ اور ”سنت“ کے جدید ”اشاعتیوں“ کو زیب دیتی ہیں۔

تیسرا دجل:

مؤلف نے اپنی کتاب کے صفحہ نمبر ۶۶ پر حضرت مولانا عبدالرحمن کیمپوریؒ کی ادھوری اور مجمل عبارت سے یہ دھوکا دیا ہے کہ مسئلہ حیات النبی ﷺ غیر ضروری مسئلہ ہے۔

اور یہ کہ ”کیوں اتنا غلو اور تشدد کیا جاتا ہے“۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ غالی اور متشدد آپ ہی ہیں، بزرگ آپ کو غلو اور تشدد کا ذمہ دار ٹھہرا رہے ہیں۔ قائلین حیات اور قائلین سماع و صلوٰۃ پر فتوے تم نے داغے، کتابیں تم نے لکھیں، تقریروں میں تمہارے ”ڈرامہ باز“ واعظین آستینیں چڑھا کر چیلنج بازیاں کرتے رہے۔ بانی فرقہ ممات قائلین سماع صلوٰۃ و سلام کو ابو جہل کا خاندان اور لوڑ کلاس مشرک کہتے رہے، حتیٰ کہ ایک بزرگ نے تو یہاں تک کہہ دیا ”البتہ خطابت کے رنگ میں ان (یعنی اکابرین دیوبند) کے زبان و قلم سے ایسی عبارات صادر ہوئیں جو مفہوم مخالف کا موہم بن گئیں اور شیطان کو اغواء کا موقع مل گیا، اس نے خوب ان مسئلوں کو ابھارا، اچھالا، پروپیگنڈا کی مشین تیزی سے چلائی اس کے قارئین آواز دور دور تک پہنچ گئی۔ غیر ملکی بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہے حتیٰ کہ بڑے بڑے علماء، فضلاء، صلحاء، محدث، مفسر، مقرر، مصنف، گوشہ نشین، خطیب اور سیاسی لوگ سب ہی اس مسموم ہوا سے مریض ہو کر واویلیاں کر رہے ہیں (ندائے حق ص ۳۸۵ ج ۱) تو اکابرین کی نگاہ میں آپ ہی بیجا غلو کر نیوالے اور فساد دیوبند۔ باقی حضرت مولانا عبدالرحمن کیملپوریؒ کا آپ کے ساتھ کوئی تعلق نہیں وہ عقیدہ حیات النبی ﷺ کے قائل تھے۔ تجلیاتِ رحمانی میں ہے میں ہمیشہ اس بات کا قائل اور معتقد ہوں کہ جو حضرات اہل حق اہل سنت والجماعہ کا اعتقاد ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو جیسے حق تعالیٰ نے دنیا کے اندر ایک ممتاز شان اعلیٰ و ارفع صفات کے ساتھ عطا فرمائی ہے ایسی ہی اس دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد بھی اللہ تعالیٰ نے ان حضرات کو اکمل و اعلیٰ و ارفع صفات کے ساتھ حیات برزخی عطا فرمائی ہے۔ (تجلیاتِ رحمانی ص ۴۷۹)

اب قارئین جان گئے ہوں گے کہ تہہ گنگوی، گجراتی اور سرگودھوی تفرقہ بازوں، اور مفسدوں کا شیوہ ہے کہ وہ غلط بیانیوں سے کام چلا کر اپنا آلو سیدھا کرتے ہیں۔

چوتھا درجل:

﴿حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ اور مسئلہ حیاۃ النبی ﷺ﴾
مؤلف المسلك المنصور لکھتے ہیں ”حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ مہتمم دارالعلوم
دیوبند نوعیت مسئلہ حیات النبی ﷺ کا فیصلہ یوں فرماتے ہیں ”یہ مسئلہ ایسا اساسی اور بنیادی
عقائد کا نہیں ہے کہ اس میں سکوت روانہ رکھا جائے ﴿المسلك ص ۶۷﴾

جواب:

حضرت قاری صاحبؒ کی اس عنوان پر کوئی آدھ بات نہیں، پوری تقریر ہے،
ایک ادھوری عبارت سے مؤلف یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ مسئلہ حیات النبی ﷺ قاری
صاحبؒ کے نزدیک اساسی نہیں؟ کیا مطلب؟ کہ آنحضرت ﷺ کے جسد عنبری کے ساتھ
روح مبارک کا تعلق نہیں ہے یا آپ ﷺ درود و سلام سماعت نہیں فرماتے؟ اگر اس کا یہ معنی
نہیں اور یقیناً نہیں تو دعا باز مصنف اس عبارت کو پیش کر کے کونسا مفاد حاصل کرنا چاہتے
ہیں۔ مصنف ”المسلك المنصور“ حضرت قاری صاحبؒ کی اس مضمون کی بقیہ عبارت کو
ماں کا دودھ سمجھ کر پی گئے۔ قارئین کرام! قاری صاحبؒ کا عقیدہ ملاحظہ ہو۔

عبارت نمبر ۱:

”علماء دیوبند صرف یہی نہیں کہتے کہ حضور ﷺ کا جسم مبارک مٹی میں بالکل صحیح و
سالم محفوظ ہے اور محفوظ رہے گا بلکہ علماء دیوبند کا عقیدہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ آج بھی اسی
طرح سے جسم کے ساتھ زندہ ہیں۔ جس طرح سے جسم کے ساتھ دنیا میں زندہ تھے۔ اس
میں ذرہ برابر فرق نہیں، فقط یہ نہیں کہ بدن محفوظ ہے۔ بلکہ بدن میں وہی حیات محفوظ ہے۔
جو حیات دنیا کے اندر محفوظ تھی۔ اسی طرح آپ ﷺ جی اور زندہ ہیں (خطبات حکیم الاسلام

ج ۵ ص ۴۶ طبع دارالاشاعت کراچی)

عبارت نمبر ۲:

ہم اس کے قائل ہیں کہ آپ ﷺ اس عالم میں تشریف نہیں لاتے لیکن روحانی فیض جاری ہے یہ جو ہمارا اور آپ کا ایمان سنبھلا ہوا ہے یہ اسی فیض سے تو سنبھلا ہوا ہے۔ اگر حضور ﷺ کی ادھر توجہ نہ ہو تو ایمان باقی نہیں رہ سکتا۔ اصل مؤمن آپ کی ذات بابرکات ہے آپ ﷺ کے طفیل میں اور لوگ مؤمن ہیں۔ آپ ﷺ کے ایمان کا پرتو پڑ گیا جو ہم مؤمن کہلانے لگے۔ ورنہ اصل مؤمن آپ ﷺ ہیں۔ وہ جو ایمانی فیض ہے وہ برابر جاری ہے۔ انبیاء علیہم السلام ایسے ہی زندہ ہیں جیسے دنیا میں تھے۔ (ص ۴۷)

عبارت نمبر ۳:

میری سمجھ میں نہیں آتا کہ حیات النبی ﷺ کا لوگ انکار کیوں کرتے ہیں؟ میرے خیال میں اجمالاً اتنی بات ہے کہ حیات النبی ﷺ تو مجمع علیہ ہے۔ یعنی امت کے اندر کوئی بھی اس کا منکر نہیں ہے۔ اسکی کیفیت میں گفتگو ہے کہ حیات ہے تو کس کیفیت اور کس نوعیت کی، تو کیفیات میں اگر کوئی اختلاف کرے تو اسے اصل مسئلہ میں اختلاف کنندہ نہیں کہا جاسکتا۔ جہاں تک انبیاء علیہم السلام کی حیات کا تعلق ہے تو صحیح حدیث موجود ہے۔ ”الانبياء احياء في قبورهم يصلون“ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں وہ نمازیں پڑھتے ہیں۔ ”وَنَبِيُّ الْاُخْرٰى حَيٌّ يُرْزَقُ“ اللہ کے نبی زندہ ہیں ان کو رزق دیا جاتا ہے، اب ظاہر ہے کہ اس حیات سے مراد اگر وہ عمومی حیات ہے جو برزخ میں عام طور پر ہوتی ہے تو پھر اس تخصیص ذکر کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔ پھر یہ کہنا کہ ”نَبِيُّ اللّٰهِ حَيٌّ الْاَنْبِيَاءُ اَحْيَاءُ“ اس کی ضرورت نہیں۔ یوں کہا جاسکتا تھا ”المسلمون احياء في“

قبور ہم “ یا ”الناس احياء في قبورهم“ اس لئے کہ حیات برزخی میں سب کے سب شریک ہیں لیکن انبیاء علیہم السلام کے ذکر کی تخصیص کیا جانا اور اس پر حیات کا لفظ بولا جانا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خصوصی حیات ہے جو عوام کو حاصل نہیں۔ پھر یہ کہ حیات کے لفظ کو مقید کر کے نہیں لایا گیا۔ یہ نہیں کہا گیا کہ انبیاء علیہم السلام بحیثیت اس کے حیات ہیں، یا فلاں جہت سے حیات ہیں۔ بلکہ مطلقاً ہی کہا گیا۔ تو جب بھی کوئی چیز مطلقاً بولی جائے گی۔ اس کا فرد کامل مراد لیا جائے گا پھر فرد کامل کی صورت سمجھنے کی اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ ہم جسے دنیا میں زندگی کہتے ہیں وہی وہاں سمجھیں کہ وہ جی اور زندہ ہیں۔ اور وہ اسی انداز کی زندگی ہے جیسے دنیا میں زندہ ہوتے ہیں (صفحہ ۱۷۴)

عبارت نمبر ۴:

برزخ میں انبیاء اسی طرح حیات ہیں، جس طرح ہم دنیا میں حیات ہیں۔
(صفحہ ۱۸۵ ج ۵)

خلاصہ عبارات:

- حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ نے حکیمانہ طرز میں جو حیات النبی ﷺ پر بحث کی ہے اس کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے۔
- ۱: حضور ﷺ اسی جسم کے ساتھ زندہ ہیں جس جسم کے ساتھ دنیا میں زندہ تھے۔
 - ۲: آپ ﷺ کا روحانی فیض آج بھی جاری ہے۔
 - ۳: حیات النبی ﷺ پر امت کا اجماع ہے۔
 - ۴: ”الانبياء احياء في قبورهم يصلون“ صحیح حدیث ہے۔
 - ۵: برزخ میں انبیاء ایسے ہی حیات ہیں، جیسے ہم دنیا میں ہیں۔

۶: یہ علماء دیوبند کا اتفاقی عقیدہ ہے۔

قارئین کرام! اب انصاف فرمائیں۔

۱: اشاعت التوحید والے جسمانی حیات کے منکر ہیں۔

۲: ان کا عقیدہ اجماع امت کے خلاف ہے۔

۳: یہ اکابر علماء دیوبند کے اتفاقی عقیدے کے منکر ہیں۔

۴: اور ”الانبياء احياء في قبورهم يصلون“ کو بالکل تسلیم نہیں کرتے، اس

زور و شور سے بحثیں کرتے ہیں۔ یہ اکابر علمائے دیوبند کی عبارات میں قطع و برید کرتے

ہیں۔ بالکل اسی طرح جیسے ”بریلی کے ایک خانصاحب“ کرتے تھے۔ انہوں نے ”عشتر

رسول“ کی آڑ میں تفرقہ بازی کا بازار گرم کیا اور یہ ”توحید“ کی آڑ میں ”ڈرامہ بازی“ رہ

رہے ہیں۔ بھولے بھالے مسلمانو! ان کی جماعتوں کے خوشنالیوں سے دھوکا مت کھانا

پھیلانے والے اکثر ”خوش نام“ ہوتے ہیں اور اسلام کو ”بدنام“ کرتے ہیں۔ کہیں ”غلام

احمد قادیانی“ ہے اور کہیں ”غلام احمد پرویز“ کہیں ”احمد سرمدی“ ہے اور کہیں ”غلام نبی

المعروف عبد اللہ چکڑالوی“ ہے۔ کہیں گجرات کے ”عنایت اللہ اثری“ کی کتابیں گمراہ

پھیلا رہی ہیں اور کہیں گجرات ہی کے ”عنایت اللہ صاحب“ کے یہ ”چچے کڑچھے“ شیطان کا

خوش کر رہے ہیں۔

پانچواں دجل:

﴿مولانا مفتی رشید احمد صاحب اور مسئلہ حیات النبی ﷺ﴾

مؤلف ”المسلك المصور“ کی ایک اور دعا بازی ملاحظہ ہو۔ مولانا نور محمد تونسوی کی معروف

کتاب ”قبر کی زندگی“ سے ایک فتویٰ نقل کرتے ہیں جو دارالافتاء والا رشاد کراچی کا ہے۔

استفتاء میں پوچھا گیا تھا کہ آنجناب ﷺ روضہ اطہر میں زندہ ہیں، صلوٰۃ و سلام جو وہاں پڑھا جائے سماعت فرماتے ہیں اس تفصیل کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ کیا اس کو ماننا اور نہ ماننا دونوں یکساں ہیں اس کے ثابت اور انکار سے کوئی اثر مرتب ہوگا؟ اور وہ اثر کیا ہوگا۔ اس کا جواب دارالافتاء والا رشاد والوں کی جانب سے یہ آیا کہ ”اس تفصیل پر ایمان لانا ضروری نہیں۔“ یہ جواب حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحبؒ کے نائین کی جانب سے آیا جن میں مفتی انضال، محمد احمد، اور محمد موسیٰ کے دستخط موجود ہیں۔ اس فتوے پر مفتی صاحبؒ کے دستخط نہیں ہیں مگر مماتی مؤلف پر لے درجے کا خائن، اور تخریبی نکلا کہ انہوں نے مفتی رشید احمد صاحبؒ کا نام بھی تصحیح کنندہ میں لکھ دیا ملاحظہ ہو (المسلك المنصور ص ۶۸) اور خود مولانا نور محمد تونسوی صاحب نے لکھا ہے ”بندۂ عاجز کے استفتاء کی رسائی حضرت اقدس فقیہ العصر مولانا مفتی رشید احمد صاحب دامت برکاتہم العالیہ تک شاید نہ ہو سکی البتہ ان کے نائین کی طرف سے جواب موصول ہوا (قبر کی زندگی ص ۶۴۰)“

حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحبؒ کے مزاج میں قدرے شدت تھی اور شاید تعلیٰ بھی (جو کہ بعض اہل علم میں آ جاتی ہے) بعض مسائل میں ان کے تفردات بھی تھے مگر عقائد و افکار کے اعتبار سے آپؒ مشائخ دیوبند کے مسلک پر کاربند رہے اور عقیدہ حیات النبی ﷺ پر بھی آپؒ مضبوطی سے قائم تھے۔ چنانچہ ایک جگہ فرماتے ہیں ”حیات انبیاء علیہم السلام کے مسئلہ میں جو رائے اور عقیدہ علمائے دیوبند کا ہے وہی حق ہے فی نفسہ مسئلہ حیات انبیاء علیہم السلام پر اہل سنت والجماعت کا اتفاق ہے نیز فرماتے ہیں ”حیات جسمانی بھی انبیاء علیہم السلام کے حق میں صفت ذاتی ہے جو کہ عروض موت کی وجہ سے زائل نہیں ہوتی الخ (احسن الفتاویٰ کامل ص ۵۵۱ تا ۵۵۲ طبع اول)

دارالافتاء والارشاد کراچی کی موجودہ فتویٰ نویس ٹیم کی بددیانتی! انتہائی افسوس کے ساتھ ہم یہ لکھنے پر مجبور ہو رہے ہیں کہ مفتی صاحبؒ کی وفات کے بعد ان کے دارالافتاء والارشاد کی ٹیم نے علمی بددیانتی اور خیانت کرتے ہوئے مسئلہ حیات النبی ﷺ کو ”احسن الفتاویٰ“ سے خارج کر دیا ہے۔ حضرت مفتی صاحبؒ کی علمی شخصیت اور مسلکی حیثیت کو ان ”نادان جانشینوں“ نے مجروح کیا ہے، ہم دارالافتاء والارشاد کے منتظم مولانا مفتی عبدالرحیم صاحب اور مفتیان کرام کی پوری ٹیم سے احتجاج کرتے ہیں کہ کیا بعد از وفات آپ نے مفتی صاحبؒ کی تصانیف میں اصلاح کی ٹھانی ہوئی ہے؟ اور کیا مماثلت معمولی فتنہ ہے یا کہیں ایسا تو نہیں کہ مماثلت کے جراثیم آپ کے اندر سرایت کر چکے ہوں؟ بہر حال ہم اصحاب علم و تحقیق سے اس کارروائی پر کراچی کے ان احباب کا نوٹس لینے کی اپیل کرتے ہیں۔

نوٹ: ہم انتہائی شکر گزار ہیں ابن امام اہل سنت حضرت مولانا عبدالحق خان بشیر صاحب کے کہ آپ نے اس کا بروقت سد باب کیا اور مجلہ ”نور بصیرت“ بہالپور میں ایک جاندار مضمون لکھا، اصحاب ذوق ضرور مراجعت فرمائیں۔ یہ مضمون ”نور بصیرت“ میں اکتوبر ۲۰۰۵ء میں شائع ہو چکا ہے۔

چھٹا دجل:

﴿مما تیاتوں پر حضرت اوکاڑویؒ کا بھوت!﴾

رئیس المناظرین حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑویؒ نے ۳۱ اکتوبر ۲۰۰۰ء میں انتقال فرمایا مگر آپؒ کا خوف آج تک منکرین حیات النبی ﷺ کو ”دیمک کی طرح چاٹ“ رہا ہے۔ دیگر مما تیاتوں کی طرح مؤلف ”المسلک المنصور“ بھی ”امین خولیا“ کے اچھے خاصے

مریض ہیں اور یہ مرض انکو پھلی کی طرح تڑپا رہی ہے۔ مؤلف رقمطراز ہیں ”ماسٹر اوکاڑوی کسی زمانہ میں مناظر اسلام حضرت علامہ مولانا محمد یونس نعمانی صاحب دامت فیوضہم سے فیصل آباد میں عربی عبارات پر اعراب لگوانے کے لئے حاضری دیتے تھے۔ جنڈانوالہ کے مناظرہ کی روئیدافتوحات نعمانیہ کے عنوان سے زیر طبع ہے۔ عنقریب انشاء اللہ آنکھیں کھل جائیں گی۔ اور اگر جلدی ہو تو جنڈانوالہ مناظرہ کے ذمہ دار حضرات سے تحقیق فرمائیں کہ اوکاڑوی صاحب اپنے عقیدے کی تنقیح ہی نہ کر سکے۔ جس کی وجہ سے مناظرہ سے راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور ہو گئے اٹ۔

جواب:

لعنت اللہ علی الکذبین۔ مولانا یونس نعمانی صاحب حضرت اوکاڑوی کے شاگرد ہیں۔ فیصل آباد میں اعراب لگوانے حضرت اوکاڑوی نعمانی صاحب کے ہاں جاتے تھے یا نعمانی صاحب فن مناظرہ کی تربیت کے لئے حضرت کے پاس آکر زانوئے تلمذ تہہ کرتے تھے؟ آج بھی فیصل آباد میں مولانا عبدالرحمن ظفر تھنگوی اور مولوی فضل امین صاحب سے پوچھ لیا جائے۔ یہ دونوں حضرات نعمانی صاحب کے استاذ ہیں۔ اور حضرت اوکاڑوی سے بھی استفادہ کرتے رہے۔ اس کے علاوہ محمد رمضان کاتب اور قاری محمد ریاض صاحب گواہ ہیں کہ مولانا نعمانی صاحب حضرت اوکاڑوی کے شاگرد تھے۔ رہی جنڈانوالہ مناظرہ کی روئیداد! اس کی شکست کی کالک تو آج تک تمہارے چہروں سے نہیں اتری۔ ۱۹۸۶ء اور ۱۹۸۷ء میں جنڈانوالہ (ضلع بھکر) اور میانوالی میں مناظرے طے پائے۔ اہل سنت کی طرف سے مناظر حضرت اوکاڑوی معاون مناظر حضرت مولانا عبدالحق خان بشیر صاحب اور صدر مناظر مولانا حافظ حبیب اللہ صاحب ڈیروی تھے۔ اور منکرین حیات النبی ﷺ کی جانب سے مناظر مولانا یونس نعمانی صاحب اور معاون مناظر (مولانا عبداللہ

راشد (خانقاہ ڈوگراں) تھے۔ پہلے منکرین حیات النبی ﷺ نے شرائط مناظرہ سے فرار اختیار کیا بعد ازاں پولیس کی مداخلت سے یہ مناظرے نہ ہو سکے۔ ان دونوں مجالس میں مہماتیت کی پسپائی کا نظارہ علاقہ کے تمام مسلمانوں نے کیا۔ میانوالی مناظرہ میں مولانا نعمانی سے کہا گیا کہ جو شرائط جنڈانوالہ میں طے کی گئیں تھیں انہی پر مناظرہ کیا جائے۔ اس مطالبہ کی فوٹو اسٹیٹ مولانا نعمانی کی مسجد گھنڈوالی (میانوالی) میں تقسیم کی گئی مگر نعمانی صاحب حضرت اوکاڑویؒ کے سامنے آنے کی جرأت نہ کر سکے۔ بعد ازاں مہماتیوں نے اپنی شکست پر پردہ ڈالنے کے لئے ایک ”اشتہار“ چکوالی فساد یوں کی کشتی بھنور میں“ کے عنوان سے تقسیم کیا تو مولانا عبدالحق صاحب بشیر مدظلہ نے جواباً ”گجراتی فتنے کا بیڑا غرق“ کے نام سے اشتہار شائع کیا اور اس گستاخ ٹولے کی منافقت اور چال بازیوں کو سرعام نکالا۔ مناظرہ جنڈانوالہ کی تفصیل ماہ نامہ حق چاریاڑ لاہور کے مولانا اوکاڑویؒ نمبر میں ملاحظہ کر لیں۔

تعجب ہے کہ فرار و شکست کے باوجود یہ کس منہ سے مناظرہ کا نام لیتے ہیں۔ اور مولانا نعمانی کے نام پر فخر کرنے والے ذرا گجراتیوں سے بھی ان کی حیثیت پوچھ لیں جنہوں نے اپنی کتاب ”خس کم جہاں پاک“ میں کہیں ان کو ”جھوٹا“ لکھا، کہیں ان کی علمی لیاقت پر تبصرہ کیا۔ کہیں ”دانت پیسنے والا“ تحریر کیا اور ایک عنوان یہ بھی ہے ”مولانا محمد یونس نعمانی کا جھوٹا پروپیگنڈا“ (خس کم جہاں پاک ص ۴۷) سچی بات یہ ہے کہ مہماتیوں کے ”تھیلے سے بلی“ اسی دن باہر آگئی تھی، جس دن علامہ اوکاڑویؒ کے سامنے مولوی احمد سعید صاحب مناظرہ کرنے آچکے تھے۔

﴿سید ضیاء اللہ بخاری کا اعتراف شکست!﴾

مورخہ ۵ جولائی ۱۹۹۸ء بروز اتوار سرگودھا میں اشاعت التوحید کا کنونشن منعقد ہوا اس میں سید ضیاء اللہ شاہ صاحب نے اپنی تقریر میں کہا۔ جو کل ماسٹر امین سے گفتگو نہیں کر سکا۔ کس

منہ سے آج کہتا ہے میں نے مناظرہ کرنا ہے۔ ماسٹر امین نے تو کل تمہاری (یعنی احمد سعید) ناک کاٹ کر رکھ دی تھی۔ آج کہتے ہو ضیاء اللہ شاہ اور فلاں فلاں سے مناظرہ کرنا ہے، حیا، اور شرم ہونی چاہیے (ماہنامہ نغمہ توحید گجرات بابت اگست ۱۹۹۸ء) اور اسی طرح نغمہ توحید کے شمارہ جولائی ۲۰۰۱ء میں ہے ”جو شخص ہڈل پاس مناظر کے سامنے اٹھارہ سو میں سے ایک حدیث پیش نہ کر سکا وہ جامع المعقول والمعقول استاذ الاساتذہ شیخ الحدیث والتفسیر مولانا قاضی عصمت اللہ سے مناظرہ کرے گا؟۔“

تبصرہ:

مؤلف ”المسلک المنصور“ نے اب دیکھ لیا کہ مماتی قیادت اعتراف کر رہی ہے کہ علامہ اودکاڑویؒ نے ”ہماری ناک کاٹ“ کر رکھ دی۔ یہ صرف احمد سعید صاحب کی نہیں پوری جماعت کی ناک کٹی ہے۔ اور یہ بھی تسلیم کر لیا کہ ہمارے پاس کوئی ایک حدیث بھی ایسی نہیں جو ہم اپنے دعوے پر پیش کر سکیں۔ ”والفضل ماشہدت بہ الاعداء۔ قارئین کرام! مولانا محمد امین صفدر اودکاڑویؒ کی کرامت نہیں تو کیا ہے کہ آج مماتی ٹولہ کے ذمہ داران برملا کہہ رہے ہیں کہ ”ماسٹر امین“ نے ناک کاٹ دی۔ حیرت ہے کہ ”نکٹو“ اچھل اچھل کر مناظروں کے چیلنج دے رہے ہیں۔ مؤلف صاحب اپنے بڑوں کا اعتراف شکست اور ”اعتراف جرم“ پڑھ کر دل ہی دل میں کہیں۔

ہائے میرا باغ آرزو، کیسا ہے باغ ہائے تو
کلیاں تو گو ہیں چار سو، کوئی کلی کھلی نہیں

﴿عقیدہ حیات النبی ﷺ پر پوری امت کا اجماع ہے﴾
 اس عنوان کے تحت مؤلف ”المسلك المنصور“ رقمطراز ہیں ”اب چاہئے تو یہ تھا کہ صاحب
 تقریر پہلے کسی معتبر کتاب سے اجماع کی تعریف کرتے۔ اور پھر اپنے عقیدہ مزعومہ پر منطبق
 کر کے باسند بیان کرتے۔ لیکن مناظر موصوف خالص اعجوبہ روزگار ہیں کہ دجل و تلحیس
 کے بغیر کوئی بات کرنا ان کی قسمت میں ہی نہیں ﴿المسلك المنصور ص ۷۲﴾

جواب

یہ زمین بھی کیسے کیسے جہلا کا بوجھ اپنے سینے پر برداشت کرتی ہے۔ موصوف کو اتنا علم بھی نہیں کہ یہ عنوان مناظر یعنی حضرت مولانا شبیر احمد مدظلہم کا دیا ہوا نہیں بلکہ مرتب کتاب کا ہے اور مرتب ظاہر ہے کہ حضرت مدظلہ نہیں ہیں۔ وہ تو مقرر ہیں، جن عقل کے اندھوں کو مرتب اور مقرر کے فرق کا علم نہیں۔ وہ اس قوم کے راہبر بنے بیٹھے ہیں۔ ایسے دو چار ”محقق“ اور پیدا ہو گئے پھر دین کا اللہ حافظ ہے۔

علم دین مفقود ہے، غم ہے صراط مستقیم

خضر راہ بنتا ہے ہر غول بیابان ان دنوں

دوسری بات یہ ہے کہ یہاں مرتب کتاب کی بھی کوئی غلطی نہیں۔ اس لئے کہ عقیدہ حیات النبی ﷺ پر امت کا اجماع ہونا نقل کیا گیا ہے۔ ”اجماع کی تعریف“ یا ”اجماع کی کیفیت“ کا عنوان ہے تو پیش کرو؟ بلاوجہ ہانکتے جانا یہ تنگ ظرف اور کم علم لوگوں کا کام ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہم اب بھی کہتے ہیں کہ عقیدہ حیات النبی ﷺ پر امت کا اجماع ہے۔ یہاں فقط اجماع پر بھی ہرگز کوئی شک نہیں۔ کہ بھی ہمارے گھر سے کہہ دو۔

بھیک مل جائے کیونکہ ہمارے شیخ امام اہل سنت مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر مدظلہ فرماتے ہیں ”علمی لحاظ سے بحمد اللہ تعالیٰ ہم بڑے وسیع الطرف واقع ہوئے ہیں“ (اتمام البرہان ص ۸۷، حصہ دوم)۔

﴿اجماع کے لغوی معنی﴾

لغت میں اجماع کے دو معنی ہیں ۱: عزم اور پختہ ارادہ کرنا ۲: اتفاق۔ جب کوئی انسان کسی امر کا عزم اور پکا ارادہ کر لیتا ہے تو اس وقت ”اجمع فلان علی کذا“ کہا جاتا ہے، فلاں نے اس کام کا عزم کر لیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ”فَأَجْمِعُوا أَمْرَكُمْ“ (پارہ ۱۱ رکوع ۱۳) تم سب مل کر اپنے کام کا عزم کرو۔ یہ اسی معنی میں مستعمل ہے۔

﴿اصطلاح شرعی﴾

شریعت کی اصطلاح میں ایک مخصوص اتفاق کا نام اجماع ہے یعنی ”اتفاق المجتہدین الصالحین من امتہ محمد ﷺ فی عصر علی امر من الامور“ (توضیح کتوح ص ۵۱۶) کسی ایک زمانے میں رسول اکرم ﷺ کی امت کے صالح مجتہدین کا کسی ایک واقعہ اور امر پر اتفاق کر لینا اجماع کہلاتا ہے۔ اجماع کی تعریف میں اتفاق اشتراک مراد ہے۔ اور یہ قول، فعل، اعتقاد سب کو شامل ہے یعنی اس امت کے مجتہدین کسی قول میں شریک ہوں یا فعل میں یا اعتقاد میں شریک ہوں، تمام صورتوں میں اجماع متحقق ہو جاتا ہے۔ پہلے کو اجماع قوی، اجماع فعلی، اور تیسرے کو اجماع اعتقادی کہا جاتا ہے مثلاً اگر کوئی شئی قول کے قبیل سے ہو اور ایک زمانے کے تمام مجتہدین اس پر اتفاق کر لیں اور یہ کہیں ”اجمعنا علیٰ ہذا“ تو یہ قوی اجماع ہوگا اور اگر کوئی شئی فعل کے قبیل سے ہو اور تمام مجتہدین اس پر عمل شروع کر دیں تو یہ فعلی اجماع ہوگا جیسے مضاربہ، مزارعت، اور شرکت

فعلی اجماع سے ثابت ہیں اور اگر کوئی شئی اعتقاد کے قبیل سے ہو اور تمام مجتہدین اس پر اعتقاد کر لیں تو یہ اعتقادی اجماع ہوگا۔ جیسے شیخین (حضرات ابو بکرؓ و عمرؓ) کی فضیلت پر تمام مجتہدین کا اعتقاد ہے اگر کسی قول یا فعل یا اعتقاد پر بعض مجتہدین اتفاق کر لیں اور باقی سکوت کریں حتیٰ کہ مدت مآمل گزر جائے اور وہ اس پر رد نہ کریں یہ اجماع سکوتی کہلاتا ہے۔ احناف اس اجماع سکوتی کے قائل ہیں، (شوافع قائل نہیں)۔ (تفصیل ملاحظہ ہو، علمائے ہند کے مجموعہ رسائل ج ۱ ص ۱۰۰)

﴿تاریخی اعتبار سے اجماع کے درجات﴾

تاریخی لحاظ سے اجماع کے دو درجے ہیں ۱: اجماع صحابہؓ ۲: اجماع علماء مابعد اگر کسی مسئلے میں صحابہؓ کا اختلاف ہو (جیسے مسئلہ وتر میں اکثر صحابہؓ ایک طرف اور حضرت امیر معاویہؓ دوسری طرف) اور بعد از دو درجہ صحابہؓ تمام مجتہدوں کا اس میں کسی بات پر اجماع ہو جائے تو پہلا اختلاف اس اجماع کو نہ توڑ سکے گا۔ دین کے وہ مسائل یا عقائد جو آنحضرت ﷺ یا صحابہ کرامؓ سے تواتر کے ساتھ منقول ہوں اور ادوار مابعد میں ان میں اہل علم کا کسی قسم کا اختلاف نہ ہو تو یہ متواترات دین اجماع سے زیادہ قوت رکھتے ہیں۔ اجماع ان مسائل میں ہوتا ہے جو مجتہد فیہ ہوں ان میں اجتہاد کی گنجائش نہ ہو اور متواترہ امور بھی ہو سکتے ہیں جو کتاب و سنت میں مذکور ہوں۔ ختم نبوت اور نزول مسیح کا عقیدہ اسلام میں متواتر چلا آ رہا ہے۔ حضور ﷺ کے بعد ہر مدعی نبوت کا فریا مرتد ہے یہ مسئلہ اجماعی ہے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ حضور ﷺ کے معتمد صحابی ہیں، یہ مسئلہ متواترات میں سے ہے، (بحوالہ آثار النثر ج ۱ ص ۱۱۹-۱۲۰)

امام اہل سنت حضرت شیخ صفدر دامت فیوضہم فرماتے ہیں، حضرات خلفائے

راشدین کی سنت اور حضرات صحابہ کرامؓ کے اجماع کے بعد امت مرحومہ کے اجماع و اتفاق کا درجہ ہے۔ جس چیز کو یہ امت خیر کہے گی وہ عند اللہ بھی خیر ہوگی اور جس چیز کو شر کہے گی وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی شر ہی ہوگی۔ یہ امت سرکاری گواہ کی حیثیت رکھتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ قیامت کے دن اسی امت کی شہادت پر تمام امتوں کی قسمت کا فیصلہ ہوگا اور اس امت کی یہ بھی خصوصیت ہے کہ یہ کبھی گمراہی پر مجتمع نہ ہوگی۔ اس حدیث کو پیش کرنے کے بعد امام حاکمؒ (المتوفی ۴۰۵ھ) لکھتے ہیں ”يستدل بها على الحجّة بالاجماع (مستدرک ج ۱ ص ۱۲۰) اس سے استدلال کیا گیا ہے کہ اجماع حجت ہے۔ اور علامہ شمس الدین ابو عبد اللہ الذہبیؒ (المتوفی ۷۴۸ھ) لکھتے ہیں ”تستدل على ان الاجماع حجة (تلخیص المسند رک ج ۱ ص ۱۲۰) اور حضرت ملا علی القاریؒ ان الله لا يجمع امتي على ضلالة (الحديث) کی شرح میں لکھتے ہیں ”في الحديث دليل على حقيقة الاجماع“ کہ اس حدیث میں اس امر کی دلیل موجود ہے امت کا اجماع حق اور صحیح ہے (مرقات علی المشکوٰۃ ج ۱ ص ۳۰) امت کے اجماع کے حق اور صحیح ہونے پر بے شمار دلائل موجود ہیں، اور ارباب اصول نے اس پر سیر حاصل بحث کی ہے چنانچہ مشہور اصولی شیخ الاسلام علی بن محمد البزوریؒ لکھتے ہیں (المتوفی ۴۸۲ھ) تحریر فرماتے ہیں کہ اجماع کی مثال ایسی ہی ہے جیسے قرآن کریم کی آیت یا حدیث متواترہ۔ جیسے یہ موجب عمل و علم ہیں اسی طرح اجماع بھی۔ یہ نتیجہ ہوگا کہ نفس اجماع کا منکر کافر ہوگا۔ اور شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں کہ ”والاجماع اعظم الحجج (الحسبہ ص ۶۲) اجماع بہت بڑی حجت ہے اور دوسرے مقام پر لکھتے ہیں ”بہر حال امت کا اجماع فی نفسہ حق ہے، امت کبھی گمراہی پر مجتمع نہیں ہوگی اور اسی طرح قیاس صحیح بھی حق اور حجت ہے (بحوالہ المنہاج الواضح یعنی راہ سنت ص ۳۰ تا ۳۲) ”کسی مسلمان ہے یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ اسلام کے کسی اجماعی عقیدے کا انکار کرے

اس سے ہر امر بھی باطل پر نہیں ہو سکتا۔ جس طرح انبیاء علیہم السلام فرذا فرذا معصوم
 ہیں، یہ امت اپنے اجماع میں معصوم ہے جو بات یہ اجماعاً کہہ دیں وہ یقیناً معروف ہے اور
 جس سے اجماع روک دیں وہ یقیناً منکر ہے۔ حافظ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں: "قلم تتفق
 اہل السنۃ علی ضلالتہ اصلاً" (منہاج السنۃ جلد ۲ ص ۹۱) تمام اہل سنت کسی غلط
 بات پر جمع نہیں ہو سکتے۔ سو جس پر سب جمع ہو جائیں اس کے صحیح ہونے میں کوئی شبہ نہیں
 ہو سکتا، اب اسے یقین درجے میں حق کہا جائے گا (عقیدہ خیر الامم ص ۱۷۶)

﴿علمائے امت کا اجماع﴾

حضرت مولانا محمد ادریس کاندلویؒ فرماتے ہیں

"کتاب و سنت کے بعد اجماع امت کا درجہ ہے۔ آج کل کے قوانین تو کثرت رائے سے
 طے پاتے ہیں اور منقرض رائے کو کالعدم سمجھتے ہیں۔ اور اجماع امت کا درجہ تو کثرت رائے
 سے لاکھوں درجہ بڑھ کر ہے۔ یہ امت کے علماء اور صلحاء کا اجماع ہے جو کتاب و سنت کی
 روشنی اور نور تقویٰ اور نور فراست کی چاندنی میں منعقد ہو کیسے حجت نہ ہوگا (حسن البیان فی
 تحقیق مسئلہ الکفر والایمان ص ۵۴)

﴿اجماع کی چار اقسام﴾

ساحب اصول الشاشیؒ فرماتے ہیں "ثم الاجماع علی اربعۃ اقسام ، اجماع
 الصحابۃ علی حکم الحادثۃ نصاً ثم اجماعہم بنص البعض و سکوت
 الباقین عن الرد ثم اجماع من بعدہم فیما لم یوجد فیہ قول السلف ثم
 الاجماع علی احدا قول السلف اما الاول فهو بمنزلة آیۃ من کتاب اللہ
 والاثنی عشر البعض و سکوت الباقین فهو بمنزلة المتواتر ،

ثم اجماع من بعدهم بمنزلة المشهور من الاخبار ثم اجماع المتأخرين
 على احد اقوال السلف بمنزلة الصحيح من الاحاد (اصول الشاشي)
 ترجمہ: پھر اجماع چار قسموں پر ہے، کسی حادثہ کے حکم پر اصحاب رسول ﷺ کا صراحت کے
 ساتھ اجماع، پھر بعض کی صراحت اور بعض کے سکوت کے ساتھ ان کا اجماع، پھر ان کے
 بعد والوں کا ایسے حکم کے بارے میں اجماع جس کے بارے میں سلف کا قول موجود نہیں،
 پھر سلف کے کسی ایک قول پر اجماع، بہر حال پہلی قسم تو کتاب اللہ کی آیت کے درجہ میں ہے،
 پھر بعض کا اجماع اور بعض کا سکوت خبر متواتر کے درجہ میں ہے۔ پھر صحابہ کرامؓ کے بعد والوں
 کا اجماع خبر مشہور کے درجہ میں ہے، پھر سلف کے کسی ایک قول پر متاخرین کا اجماع خبر واحد
 اور صحیح کے درجہ میں ہے۔ اس عبارت کی توضیح ہم گذشتہ سطور میں کر آئے ہیں جو اجماع
 قولی، فعلی، اعتقادی اور سکوتی کے نام سے گزر چکی ہے۔ قارئین کرام! اب آئیے علامہ شمس
 الدین سخاویؒ سے پوچھتے ہیں کہ عقیدہ حیات النبی ﷺ پر امت کا اجماع ہے یا نہیں؟ علامہ
 سخاویؒ فرماتے ہیں ”وفحن نو من ونصدق بانہ غائبہ حتی یرزق فی قبرہ، وان
 جسده الشریف لا تأکله الارض، والاجماع علی هذا (القول البدیع فی
 الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع ص ۱۶۱ طبع بیروت، طبع الہ آباد ص ۱۲۵) ترجمہ: ہم ایمان لاتے
 ہیں اور ہم تصدیق کرتے ہیں (کس بات کی؟) کہ آنحضرت ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ
 ہیں اور آپ کو رزق ملتا ہے اور آپ کے جسم اطہر کو زمین نہیں کھا سکتی اور اس پر اجماع ہے۔
 غور فرمائیں! مولانا اوکاڑویؒ پر ناک منہ چڑھانے والے اس عبارت کو بار بار
 پڑھیں، بالفرض حیات انبیاءؑ کا احادیث سے ثبوت نہ بھی ہوتا تو بھی اس پر انکار کی گنجائش
 نہیں چونکہ اجماع امت بذات خود بہت بڑی دلیل ہے۔ مولانا محمد حسن فاروقیؒ فرماتے

بعض الافانہ المہم بعد ما نظہر

عند المواجهة الشريفة واضعاً يمينك على شمالك متوجهاً لقبره الشريف ولا تحسب انك زرته ميتاً بل هو في قبره حي يعرفك وينظر اليك (طريق النجات ص ۱۱۱-۱۱۲ طبع استنبول) ترجمہ: اور جب مسجد نبوی کے قریب پہنچو تو طہارت کا نلہ اور خوشبو لگانے کے بعد اس میں داخل ہو اور مواجہہ شریف یعنی آنحضرت ﷺ کے چہرہ انور کی طرف رخ کر کے دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھے اور کھڑا ہو دے، اور کہیں یہ گمان نہ کرے کہ میں آنجناب ﷺ کی موت کی حالت میں زیارت کر رہا ہوں بلکہ آپ ﷺ قبر مبارک میں زندہ ہیں، تمہیں پہچانتے ہیں۔ حضرت ملا علی القاریؒ فرماتے ہیں کہ ”المتعقد المعتمد انه عليه السلام حي في قبره كسائر الانبياء في قبورهم وهم احياء عند ربهم وان لارواحهم تعلقا بالعالم العلوي والسفلي كما كانوا في الحال الدنيوي فهم يحسب القلب عرشون وباعتبار القلب فرشيون (شرح شفاء ص ۱۴۲ ج ۲ بحوالہ تسکین الصدور ص ۲۳۱) ترجمہ: قابل اعتماد عقیدہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں جیسا کہ دیگر انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں اور ان کے ارواح کا عالم علوی اور سفلی دونوں سے تعلق ہوتا ہے جیسا کہ دنیا میں تھا، (پس) وہ قلب کے لحاظ سے عرشی اور جسم کے لحاظ سے فرشی ہیں۔

زبدۃ المحققین حضرت الشیخ مولانا محمد موسیٰ روحانی البازئیؒ فرماتے ہیں ”بعد الموت نبی علیہ السلام زندہ ہیں اور حیات کے تمام امور بکمال ہا آپ ﷺ کو حاصل ہیں۔ تاہم یہ بھی یقینی بات ہے کہ وہ عرف میں دنیاوی حیات نہیں کہلائی جاسکتی، عرف میں حیات فوق الارض اور حیات محسوسہ حیات کہلاتی ہے اور حیات برزخ امور مستورہ میں سے ہے۔

(اثمار التکمیل ج ۲ ص ۲۳۸)

ظاہر ہے جب ”حیات بعد الموت“ ہے تو وہ دنیاوی حیات تو نہ رہی بلکہ برزخی

ہوگئی۔ اور حیات دنیویہ کا مطلب یہ ہے کہ دنیا والے جسم غصری میں حیات ہے۔ حیات دنیوی کا یہ مطلب نہیں کہ (العیاذ باللہ) آپ ﷺ پر موت آئی ہی نہیں جیسا کہ ممالی لکیر پیٹے چلے آ رہے ہیں۔ یہ ضرورت اس لئے پیش آئی کہ منکرین اور گستاخ نبی ﷺ حضور علیہ السلام کے لئے جسم مثالی تجویز کرتے ہیں، گویا ان کے نزدیک حضور ﷺ کے دو جسم ہیں ایک غصری دوسرا مثالی! جبکہ پوری کائنات کے مسلمانوں کا عقیدہ حق ہے کہ آنجناب علیہ السلام کا شان والا، آن بان والا، عزت و عظمت والا، شان و رفعت والا، جلال و جمال والا، اور شرف و کمال والا ایک ہی جسم اطہر ہے جو آج اماں عائشہ صدیقہ کے حجرہ شریفہ میں ہے اور اسی دنیا والے جسم شریف میں روح مبارکہ ہے۔

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى دُوحِ مُحَمَّدٍ فِي الْأَرْوَاحِ وَصَلِّ عَلَى جَسَدِ مُحَمَّدٍ فِي الْأَجْسَادِ وَصَلِّ عَلَى قَبْرِ مُحَمَّدٍ فِي الْقُبُورِ .

﴿حضرت عیسیٰ﴾ کی تشریف آوری کے بعد حضور ﷺ سے انکی ملاقات ممکن ہے ﴿حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی﴾ نے حضرت علامہ شیخ جلال الدین سیوطی کے رسالہ "اعلام بحکم عیسیٰ علیہ السلام" کے حوالے سے لکھا ہے کہ "احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ نبی اکرم ﷺ اپنی حیات مبارکہ میں حضرات انبیاء سابقین کی ارواح طیبہ سے ملاقات فرماتے تھے، مکہ مکرمہ سے جب معراج کے لئے براق پر روانہ ہوئے تو راستہ میں حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام سے ملاقات ہوئی ان حضرات نے حضور ﷺ کو سلام کیا اور حضور ﷺ نے ان کو سلام کا جواب دیا۔ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے حضرت عیسیٰ کو بیت اللہ کا طواف کرتے دیکھا اور حضرت موسیٰ کو قبر میں نماز پڑھتے دیکھا۔ پس جس طرح نبی اکرم ﷺ اس عالم میں تشریف فرما تھے اور حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام عالم برزخ میں تھے اور ملاقات ہوتی رہی اور سلام و کلام ہوتا رہا۔ حضور ﷺ نے شب اسراء میں بیت

المقدس میں امامت فرمائی اور تمام انبیاء نے حضور ﷺ کی اقتداء کی۔ اسی طرح اس کا برعکس بھی ممکن ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول کے بعد اس عالم میں تشریف فرما ہوں اور حضور پر نور ﷺ عالم برزخ میں ہوں اور طرفین میں ملاقات ہو سکے اور اضافہ و استفاضہ کا سلسلہ جاری رہ سکے“ (القول المحکم فی نزول عیسیٰ بن مریم ص ۳۰)

قارئین کرام!

اجماع کی تعریف، حقیقت اور اہمیت کے بعد یہ ثابت ہو چکا کہ عقیدہ حیات النبی ﷺ پر اجماع ہے اور یہ بات مسلم ہے کہ اجماع اُمت اور تو اتر دلیل قطعی ہوا کرتا ہے۔ یہ بات مؤلف ”المسلک المنصور“ ذرا مولانا یونس نعمانی صاحب سے پوچھ لیں۔ پاپھر علامہ نیلوی صاحب کی قبر کا مراقبہ کر کے دریافت فرمائیں۔

نہ تم صدے ہمیں دیتے نہ ہم فریادیوں کرتے

نہ کھلتے راز مر بستہ، نہ یوں رسوائیاں ہوتیں

آٹھوں و جل:

﴿صاحب تقریر دلپذیر کی عجیب جہالت!﴾

اس عنوان کے تحت مؤلف ”المسلک المنصور“ حضرت مولانا منیر احمد صاحب مدظلہ کی تقریر کا ایک ادھورا اقتباس پیش کرتے ہیں ”یہ الگ بات ہے کہ اہل جنت والجماعت میں بعض اس چیز کے قائل ہیں کہ روح مبارک جسم کے اندر ہے اور بعض اس چیز کے قائل ہیں کہ روح جنت میں اور اس کا جسم اطہر کے ساتھ تعلق ہے اور اس تعلق کی وجہ سے جسم زندہ ہے پس تعلق کی کیفیت میں تھوڑا سا اختلاف ہے کہ روح جسم کے اندر ہے یا جسم کے باہر“ (تقریر دلپذیر ص ۸) پھر اس پر یوں رنگ چڑھاتے ہیں ”مثل مشہور ہے کہ سادون کے

اندھے کو ہر ایسی دکھائی دیتا ہے معلوم ہوتا ہے کہ مناظر موصوف کی عمر اب ۷۲ سال سے تجاوز کر چکی ہے اس لئے روح سات آسمانوں سے اوپر جنت میں ہو یا زمین میں ہو تھوڑا سا فرق سمجھتے ہیں ﴿المسلک المنصور ص ۷۷﴾

جواب:

مؤلف نے مولانا منیر احمد صاحب مدظلہ کی تقریر کا جو حصہ پیش کیا ہے اس کا اختتام ”روح جسم کے اندر ہے یا جسم کے باہر“ پر کیا ہے حالانکہ عبارت یہاں ختم نہیں ہو رہی بلکہ یوں ہے ”روح جسم کے اندر ہے یا جسم کے باہر ہوتے ہوئے اس کا جسد غصری کے ساتھ تعلق ہے لیکن روح و جسم کے تعلق پر اور اس تعلق کی وجہ سے جسم غصری کی حیات پر سب اہل سنت کا اتفاق ہے (تقریر دلپذیر ص ۸) مؤلف نے انتہائی کمینگی کا مظاہر کیا اور اگلے حصے کو ہڑپ کر گئے۔ پھر مولانا مدظلہ نے آگے شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کا اس کیفیت اختلاف کے متعلق ایک قول بھی بیان کیا۔ ہم وہی قول ”فتح الملہم“ کی عبارت کے ساتھ بمع ترجمہ پیش کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو ”واما بعد وفاته فروحه المقدسة ﷺ قد استقرت فی الرفیق الاعلیٰ مع ارواح الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ولا یتوفہم من هذا انکار حیاتہ فی قبرہ الشریف فان لروحہ ﷺ اشراق علی البدن المبارک المطیب و اشراقاً تعلقاً بہ . و اذا سلم علیہ المسدّ ردّ اللہ علیہ روحہ حتی یردّ علیہ السلام کما وردّ فی الحدیث ولم یفارق اعلاء الاعلیٰ و من کشف ادراکہ و غلظت طباعہ عن هذا الادراک عن هذا الادراک فلینظر الی الشمس فی علو محلّہا و تعلقہا و تاثیرہا فی الارض و حیات النبات و الحيوان بها هذا و شان الروح فوق هذا (فتح الملہم)

ترجمہ اور وفات کے بعد آپ ﷺ کی روح مقدسہ دوسرے انبیاء علیہم السلام کی ارواح کے ساتھ استقرار پذیر ہے لیکن اس سے آپ ﷺ کے اپنی قبر شریف میں زندہ نہ ہونے کا وہم نہ کیا جائے کیونکہ آپ ﷺ کی روح اقدس بدن مبارک پر اپنا اثر ڈال رہی ہے، اس کی روشنی بدن پاک پر پڑ رہی ہے۔ جب بھی کوئی مسلمان آپ ﷺ پر سلام عرض کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی روح کو متوجہ کر دیتے ہیں، آپ ﷺ سلام کا جواب دیتے ہیں جیسا کہ حدیث صحیح میں وارد ہے یعنی (رَدُّ اللّٰہِ عَلٰی رُوحِی) اور جس کا ادراک اس کے سمجھنے سے منقبض ہو تو وہ سورج کو دیکھ لے کہ سورج کتنے بلند مقام پر ہے لیکن بایں ہمہ زمین پر اس کا تعلق اور تاثیر ہے جس سے حیوانات و نباتات کی حیات و نشوونما ہوتی ہے، اور پھر روح اطہر کی شان تو (سورج کی شعاعوں) سے بھی بڑھ کر اور بلند ہے۔

خلاصہ عبارت:

حضرت شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی مذکورہ بالا عبارت سے جو خلاصہ علامہ سید نور الحسن شاہ بخاری صاحبؒ نے نکالا وہ مندرجہ ذیل ہے۔

۱: حضرت ﷺ کی وفات شریفہ کے بعد آپ ﷺ کی روح پاک دوسرے حضرات انبیاء علیہم السلام کے ساتھ رفیق اعلیٰ، اعلیٰ علیین میں ہے اور مستقل طور پر وہاں قرار پذیر ہے اور کسی حال میں بھی وہاں سے جدا نہیں ہوتی۔

۲: لیکن اس کا معنی یہ نہیں کہ قبر اقدس میں آپ ﷺ کی حیات کا انکار کر دیا جائے۔ گو آپ ﷺ کی روح پاک اعلیٰ علیین میں ہے لیکن اس کا تعلق قبر پاک میں موجود وجود اقدس کے ساتھ ہے۔ وہ جسم انور پر روشنی ڈال رہی ہے۔ جیسے سورج اپنے بلند مقام پر ہے لیکن زمین سے اس کا تعلق ہے اور اسکی تاثیر سے حیوانات و نباتات کی زندگی ہے۔

۳ جیسے زمین کے ساتھ سورج کے تعلق و تاثیر سے حیوانات و نباتات کی حیات ہے، بلکہ خود زمین میں حیات ہے، اسی طرح وجود پاک کے ساتھ روح اقدس کے تعلق و اتصال سے نبی کریم ﷺ قبر شریف میں زندہ و حیات ہیں۔ (حیات الاموات ص ۱۲۲)

قابرین کرام!

اب ذرا مولف کی دی ہوئی وہ سرخی ملاحظہ کریں ”صاحب تقریر دلپذیر کی عجیب جہالت“ جہالت کس کی ہے؟ اگر مولانا منیر احمد صاحب کو جاہل کہا جائے تو علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کو پہلے کہنا پڑے گا۔ اور دیوبندی تو گجا اختلاف کے باوجود کوئی بریلوی عالم، غیر مقلد بلکہ شیعہ بھی علامہ عثمانیؒ کے علم و فضل کا انکار نہیں کرے گا تو اب نتیجہ صاف ظاہر ہے کہ مولف ”المسلک المنصور“ جاہل نہیں بلکہ ”اجہل“ ہے۔ اہل عقل خود فیصلہ کر لیں گے کہ ساون کا اندھا کون ہے؟ اور ”ہراہرا“ کس کو نظر آ رہا ہے؟۔

اپنی آواز کی لرزش پر تو قابو پالو

پیارے بول تو ہونٹوں سے نکل جاتے ہیں

اور ”المسلک المنصور“ کے صفحہ نمبر ۷۷ پر جو امام اہل سنت حضرت الشیخ مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر مدظلہ کی ”احسن الکلام“ کے حوالہ سے عبارت دی گئی ہے یعنی ”قرآن کریم احادیث اور اجماع سے یہ بات ثابت ہے کہ آسمانوں میں فرشتے اور ارواح حضرات انبیاء اور حضرت عیسیٰؑ جسد عنصری کے ساتھ بلکہ تمام دیگر مومنوں کی روہیں آسمانوں پر موجود ہیں“ تو اس سے زمینی قبور میں تعلق ارواح کی نفی مراد لینا بھی آپ کی بے عقلی کی دلیل ہے۔ حضرت شیخ کے عقیدے کی وضاحت تسکین الصدور، المسلك المنصور، سماع الموقی اور الشہاب المسبین میں موجود ہے۔ اس دوسطری عبارت کو ممانی رنگ لگا کر دھوکا دینے سے کچھ نہیں بنتا۔

نواں دجل:

﴿صاحب تقریر دلپذیری کی ولایتی دلیل﴾

حضرت مولانا منیر احمد صاحب مدظلہ نے مسئلے کو عوام الناس کے ذہن میں اتارنے کے لئے ایک مثال دی کہ دیکھیے انٹرنیٹ پر وگرام کے ذریعے دنیا کے فاصلے مٹ گئے ہیں۔ ایک آدمی پاکستان: یہ ہوا دنیا کی جس لائبریری کا مطالعہ کرنا چاہے کر سکتا ہے۔ اگر سائنسی ترقی کی وجہ سے اتنے فاصلوں کے باوجود یہ نتائج مرتب ہو سکتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی قدرت اس سے بہت وسیع ہے اللہ اپنی قدرت کے ساتھ روح اور جسم کی دوری کے باوجود روح اور جسم کا تعلق پیدا کرے اور اس تعلق کی وجہ سے جسم میں حیات اور آثار حیات پیدا ہو جائیں تو یہ بات کیوں سمجھ نہیں آتی؟ (تقریر دلپذیر ص ۹)

مذکورہ گفتگو میں کوئی قابل اعتراض نکتہ نہیں مگر ممتائی مولف کے پیٹ میں جو مروڑاٹھا تو یوں قلم سے زہراگلا ”شاباش شیخ الحدیث صاحب..... کیسی عمدہ دلیل بیان فرمائی واقعی مناظر آپ جیسے ہی ہونے چاہئیں، مولانا شرم کی بات ہے کہ آپ کو اپنے دعویٰ کے اثبات کے لئے قرآن و سنت پر اعتماد نہیں آیا اور انٹرنیٹ وغیرہ پر ایمان بالغیب کا مظاہرہ فرمایا ہے (المسلک المنصور ص ۸۰)۔ پھر مولف اپنی خفت مٹانے کے لئے حضرت شیخ مدظلہم کی کتاب کا حوالہ پیش کرتے ہیں جو آپ نے اہل بدعت کی خلاف ایک جواب میں دیا ”ہم پہلے کہہ چکے ہیں کہ نص کے ہوتے ہوئے قیاس کرنا بے دینوں کا کام ہے (آنکھوں کی ٹھنڈک ص ۱۸۹) جناب من! اگر مولانا سرفراز خان صاحب صفدر مدظلہ کے اگلے جملے بھی نقل کر دیتے تو تمہارے ممتائیت زدہ چہرے پر مزید غصہ چھا جاتی حضرت دامت فیوضہم فرماتے ہیں ”جب جناب رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرشتے مجھ پر

درد و دوسلام پہنچاتے ہیں تو ہمارا یہی ایمان ہونا چاہیے، علاوہ ازیں ریڈیو کی آواز عالم اسباب میں بجلی، بیٹری اور ہوا پر موقوف ہے تو جس طرح بغیر بجلی اور بیٹری کے ریڈیو کی آواز سنی نہیں جاسکتی اسی طرح آپ سمجھ لیں کہ بغیر فرشتوں کے آنحضرت ﷺ امت کی طرف سے درد و دوسام نہیں سنتے (یعنی دور سے) گویا فرشتوں نے وہی کام دیا جو ریڈیو کے لئے بجلی اور بیٹری نے دیا ہے اب فرمائیے ریڈیو کی مثال ہماری ہے یا فریق مخالف کی؟ (آنکھوں کی ٹھنڈک ص ۱۸۹)

سواں وجہ:

﴿وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ﴾ پر بحث
حضرت مولانا منیر احمد صاحب مدظلہ نے اپنی تقریر میں فرمایا ”وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَكِنْ لَا تَشْعُرُونَ“ اس سے حیات انبیاء پر علماء کرام نے استدلال کیا ہے علامہ ابن قیمؒ نے کتاب الروح میں، قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ نے تفسیر مظہری میں، اور علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے انباء الاذکیاء میں حیات انبیاء میں اس سے دلیل پکڑی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے شہداء کے بارے میں حکم دیا ہے کہ جو اللہ کے راستے میں قتل کئے جاتے ہیں انکو یہ نہ کہو کہ یہ مردہ ہیں بلکہ یہ زندہ ہیں لیکن تم اس زندگی کا شعور نہیں رکھتے۔ اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتل کون ہوتا ہے؟ انسان کے اندر دو ہی اجزاء ہیں روح اور جسم۔ اللہ کے راستے میں جو قتل ہوا وہ روح ہے یا جسم؟ جسم ہے جسم کھنم لگتے ہیں ٹکڑے ٹکڑے جسم ہوتا ہے۔ جسم پر تلوار چلتی ہے جسم کو ہی گولی لگتی ہے اور جسم ہی تہہ تیغ ہوتا ہے، معلوم ہوا شہداء کے جسم زندہ ہیں مردہ نہیں (تقریر دلپذیر ص ۲۱)

اس پر مؤلف ”المسلک المنصور“ نے اپنی کتاب کے صفحہ ۹۶ تا ۱۲۲ غیر متعلقہ اور

ادھر ادھر کی باتوں سے بھرتی کی ہے۔ انہوں نے جو آیات اور تفسیروں کے نام درج کئے ہیں ہم ان کو (اعیاذ باللہ) فضول بھرتی کہنے کی جرأت تو نہیں کر سکتے (کیونکہ ایسی جرأت کوئی مماتی جماعت کا فرد ہی کر سکتا ہے) البتہ یہ کہیں گے کہ انہوں نے برکت کے لئے کافی مفسرین کے نام اور کتابیں درج کر دی ہیں۔ مؤلف ”المسلک المنصور“ فرماتے ہیں کہ شہداء کے اجساد عنصریہ کے ساتھ ارواح کا تعلق عقلی ڈھکوسلہ ہے۔ حالانکہ گذشتہ سطور میں ہم بتا آئے ہیں کہ روح تو ہر میت کی طرف لوٹتی ہے تاکہ عذاب و ثواب کا احساس کر سکے۔ تو شہید فی سبیل اللہ جن کو مردہ کہنے کی ممانعت آئی ہے، ان کی ارواح کا ابدان عنصریہ کے ساتھ تعلق نہ ہو؟ یہ ایسا کون سا ”گورکھ دھندا“ ہے جو سمجھ میں نہ آتا ہو۔ مماتی مؤلف صاحب نے جتنی مغز کھپائی کی ہے اس کا لب لباب یہ ہے کہ ”قتل چونکہ جسم ہوتا ہے لہذا زندہ بھی جسم ہی ہوتا ہے“ یہ نظریہ غلط ہے، اور یہ کہ ایسا نظریہ رکھنے والا محرف قرآن ہے (معاذ اللہ) اور دوسرے نمبر پر اس آیت سے حیات انبیاء کا استدلال ٹھیک نہیں۔ اگر یہ باتیں کسی مماتی واعظ نے اسٹیج پر کی ہوتیں تو کوئی حرج نہ تھی کیونکہ باتیں ہوا میں اڑ جاتی ہیں۔ اور ایسی سینکڑوں بے حقیقت باتیں مماتی واعظین بشمول بانی فرقہ مہات ”ہوا میں“ اڑاتے رہتے ہیں۔ لیکن اب ایسی گھسی پٹی باتیں چونکہ کتابوں میں لکھی جا رہی ہیں۔ آنے والی نسلیں ایسے اعتراض اور من گھڑت استدلال پڑھ کر خوب ہنسیں گے بلکہ تالیاں بجانیں گے۔ کہ کیسے کیسے ”محققین“ سے پالا پڑا ہے۔ مگر یہ ”شیخ چلی“ کی اولاد ہے کہ انہیں اس بات کی کوئی فکر یا پروا نہیں، بس آنکھیں بند کر کے مکھی پہ مکھی مارتے جاؤ۔ اس بندہ خدا سے کوئی پوچھے کہ چلو تم ہی کھل کر بتا دو کہ جہاد کے دوران میدان جنگ میں جسم کتنے ہیں یا زوجیں؟ اگر کہیں کہ زوجیں کتنی ہیں تو پھر تو آپ اس قابل ہیں کہ آپ کو دائمی اور لاعلاج پاگل قرار دے کر کسی ”پاگل خانے“ میں داخل کروادیا جائے۔ اور اگر کہیں کہ جسم کتنے ہیں تو

جناب اللہ تعالیٰ جو فرما رہے ہیں کہ شہداء زندہ ہیں۔ روح تو پہلے ہی زندہ تھی، اب زندہ کون ہے؟ ظاہر ہے اجسام زندہ ہیں تو کیا بغیر تعلق روح کے جسم زندہ ہوتا ہے؟ ڈاکٹر علامہ خالد محمود مظلّم فرماتے ہیں ”یہاں زندہ اجسام انہی کو کہا گیا ہے جن پر مشرکین کا فعل قتل وارد ہوا تھا۔ یہاں اجسام ہی قتل کے مورد تھے اور انہی اجسام کو وہاں زندہ کہا گیا۔ یہ سمجھنے میں اگر وقت ہو تو ”لا تشعرون“ (کہ تم شعور نہیں رکھتے) کہہ کر تذبذب کو رفع کر دیا گیا۔ جس طرح قرآن کریم میں حضرت مسیح علیہ السلام کے بارے میں فرمایا ”ما قتلوه یقیناً بل رفعہ اللہ الیہ“ انہوں نے مسیح کو پورے وثوق سے قتل نہیں کیا بلکہ جس بدن کے وہ مورد قتل ہونے کے مدعی ہوئے ہیں اس بدن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف اٹھالیا ہے، رفع اسی جسم کا ہوا جس پر وہ فعل قتل وارد کرنے کے مدعی تھے، اسی طرح جن شہدائے بدر واحد پر وہ عمل قتل سے ان کے اموات ہونے کے مدعی تھے انہی شہداء کے بارے میں اس کا ابطال کیا گیا کہ وہ مردے نہیں، زندہ ہیں اور ان کی حیات کا اثبات کیا گیا اور شک تک کرنے سے منع کر دیا گیا۔ قتل کون ہوا؟ جسم۔ زخمی کون ہوا؟ جسم۔ نہ روح زخمی ہوئی نہ کسی جسد مثالی پر تلوار چلی۔ سو یہ بات کہ وہ زندہ ہیں یہ انہی اجسام کی خبر ہے جو میدان جہاد میں تڑپے اور پھڑکے۔ اور جنہیں صحابہؓ نے دفن کیا۔ شہیدوں کی روح زندہ ہے یہ بالکل بے محل بات ہے۔ وہ تو مری ہی نہ تھی۔ نہ جسد مثالی مرا تھا۔ سو فعل قتل جس سے متعلق ہوا حالت حیات بھی اسی کو ہوئی۔ ان اجسام پر بے شک وعدہ موت پورا ہوا۔ لیکن اب یہ زندہ ہیں اور زندگی کے تمام لوازم انہیں اُس جہان میں میسر ہیں ”بل احياء“ نے ”ہم اموات“ کا ٹکٹی طور پر ابطال کر دیا ہے۔ اگر صرف روح کی زندگی مراد ہوتی تو ”لا تشعرون“ کہنے کی کیا ضرورت تھی۔ روح زندہ ہے اجسام مردے ہیں۔ یہ بات تو ہر کسی کو سمجھ آ رہی تھی اس بات میں کس کو استعجاب تھا جو لا تشعرون کہہ کر ختم کیا گیا۔ یہ شہداء کی جسمانی حیات ہے جو ہمارے حواس

سے بالتحقیق اس نارسائی سے جو بے چینی تھی اسے لا تشبعون سے دور کیا گیا۔ اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ان کی حیات کے کچھ لوازمات بھی ذکر فرمائے۔ فرمایا ”يُوزَقُونَ“ انہیں رزق بھی دیا جاتا ہے۔ صرف روح کو کھانے پینے کی کیا ضرورت ہے؟ نہ جسد مثالی رزق کا محتاج ہے۔ کھانا پینا تو اسی جسم کے صفات میں سے ہے۔ جب یہ صفت ذکر کی گئی تو تاکید ہو گئی کہ حیات جسمانی ہے صرف روحانی نہیں۔ اور غصہ بدن سے ہے کسی اور جسد سے نہیں۔ جسد مثالی کھانے پینے سے بے نیاز ہوتا ہے۔ (مدارک الاذکیاء فی حیات الانبیاء المعروف مقام حیات ص ۳۳۴ تا ۳۳۶)

اسی طرح ”حیات الاموات“ میں علامہ نور الحسن شاہ بخاریؒ فرماتے ہیں ”بایں ہمہ شہید جسمانی طور پر بھی زندہ ہے۔ اسے مردہ نہیں کہہ سکتے کیونکہ ”لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ“ کو مردہ کہنے کی ممانعت ہے۔ اور یہ حقیقت ہے کہ قتل و شہید فی سبیل اللہ وجود اور جسم ہے لہذا شہید کے وجود اور جسم کو مردہ نہیں کہہ سکتے۔ وہ زندہ ہے۔ ایک تو اگر مانا، دوسرے جسم کے ساتھ روح کے تعلق ہونے کی وجہ سے۔ اور روح کا یہ تعلق ہر میت کے ساتھ ہے (ص ۸۸) اسی طرح ”نور الصدور“ میں ہے ”اسی وجود کو مردہ کہنے سے روکا گیا جس پر فعل قتل وارد ہوتا ہے۔ لہذا زندہ وہی ابدان مقتولہ ہونگے اور قرآن حکیم کی آیات کے مطابق ہم انہیں زندہ ماننے کے مکلف ہیں۔ پھر اس میں رزق کا لفظ بیان کر کے یہ بتایا کہ چونکہ رزق کی ضرورت جسم کو ہوتی ہے، روح کو نہیں۔ لہذا یہ حیات جسدیہ برزخیہ ہے (نور الصدور ص ۱۶)۔ جو حضرات کہتے ہیں کہ حیات روحیہ نہیں ان کا مطلب یہ ہونا ہے کہ وہ فانی روح کی زندگی نہیں وہ تو سدا زندہ ہے، روح کا جسم کے ساتھ تعلق رہتا ہے۔ اور جو حضرات کہتے ہیں ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ روح غالب ہے، جسم منکوب ہے۔ اور ان کا

بیچ و خم کو اتق لوگ تضاد کا نام دیتے ہیں۔ (قرآن مجید میں ایک مقام پر آیا ہے "نَحْنُ نَرُزُّكُمْ وَإِيَّاهُمْ" (پارہ نمبر ۸ آیت نمبر ۱۵۲) اور دوسرے مقام پر آیا ہے "نَحْنُ نَرُزُّكُمْ وَإِيَّاهُمْ" (پارہ نمبر ۱۵ آیت نمبر ۳۱) مفہوم دونوں کا ایک ہے۔ اگر ممتیوں کی سب کو "جاہل" اور خود کو "عقل کل" کہنے کی عادت نہ گئی تو خطرہ ہے کہ یہ کلام خدا میں بھی طبع آزمائی کریں گے)۔ قارئین کرام! باقی اس حیات کی نوعیت و کیفیت کیا ہے اس پر بحث و مباحثہ کرنا اور ساری توانائیاں اس پر صرف کر دینا درست نہیں۔ کیونکہ بہر حال وہ عالم برزخ ہے اور عالم برزخ کو عالم دنیا پر قیاس کرنا نادانی ہے۔ اور ویسے بھی ہم "ولکن لا تشعرون" کے دبیز پردوں کے پیچھے بیٹھے ہوئے ہیں۔ کوئی بات ذہن میں نہ بیٹھنے کی صورت میں "عقلی گھوڑے دوڑانا" اور پوری امت کے فقہاء و علماء، محدثین و متکلمین اور دور حاضر کے جید علماء و شیوخ کو بڑی آسانی کے ساتھ "جاہل" کہہ دینا یہ ممتیوں کا دل گردہ تحمل کر سکتا ہے کوئی عقل سلیم رکھنے والا انسان اتنی خود نمائی و خود غرضی کا شکار نہیں ہو سکتا۔

﴿حدیث طیورِ خضر سے ممتیوں کا استدلال﴾

ممتی احباب کو جسم نبی ﷺ، روضہ اطہر اور شہداء اسلام سے بڑھ کر "ہرے ہرے پرندوں" سے خاصا انس ہے۔ کبھی سفید چڑیاں لے آتے ہیں، کبھی ہری چڑیاں، اور کبھی آل فرعون کی "کالی چڑیاں"۔ ہم پہلے عرض کر چکے ہیں سبز پرندوں والی روایت میں معاویہ ضریر اور اعش صاحبان ہیں۔ معاویہ ضریر شیعہ ہے اور اعش مدنی ہے۔ منکرین مغالطہ دیتے ہیں کہ جب شہداء کی روحیں سبز پرندوں کے پیڑوں میں ہیں تو جسم کے ساتھ ان کا تعلق کیسے ہے؟ حالانکہ یہ "ولکن لا تشعرون" سے سراسر انحراف ہے۔ اس لئے کہ مذکورہ حیات تو شعور میں آنے والی ہے۔ اور قرآن مقدس میں جس زندگی کی طرف اشارہ ہے وہ شعور اس آنے والی نہیں۔ اور وہ حیات جسد غصری والی ہے۔ اب ایک طرف قرآن مجید ہے اور

دوسری جانب حدیث ہے، قرآن قرآن کا دلکش نعرہ لگانے والے بزبانِ حال اس حدیث مذکورہ کو قرآن مجید کی اس آیت کے لئے نسخ قرار دیتے ہیں جو کسی صورت میں بھی ممکن نہیں ہے البتہ آیت قرآنی کی تشریح و تفسیر بن سکتی ہے۔ حیاتِ شہداء کے دو پہلو ہیں، ایک روحانی اور دوسرا جسمانی حیات کا پہلو ہے۔ اول الذکر پہلو کو حدیث میں اور ثانی الذکر کو قرآن مجید میں بیان کیا گیا ہے۔ کتاب و سنت کے مجموعے سے شہداء کی ارواح اور اجسادِ عنصریہ کی حیات ثابت ہوتی ہے۔ مسلم شریف کی حدیث کہ شہیدوں کی روحوں سبز پردوں کے پیٹ میں ہوتی ہیں اور وہ جنت میں سیر کرتے ہیں، اس کا یہ مطلب آج تک کسی نے نہیں لیا کہ ان سے (یعنی شہداء سے) اپنی اصلی شکل چھین لی جاتی ہے۔ اور اشرف المخلوقات کی صورتوں سے انہیں پرندے بنا دیا جاتا ہے۔ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ شہداء کے ارواح کو سیر کے لیے جو سواریاں عطا فرماتے ہیں وہ سواریاں سبز پردوں کی شکل میں ہوتی ہیں۔ اور پردوں کے پیٹ میں ہوتے ہوئے جسدِ عنصری کے ساتھ ارواح کا تعلق اللہ تعالیٰ کے لئے کونسا مشکل ہے؟ بعض حضرات کے دل میں میں یہ خیال بھی انگڑائی لیتا ہے کہ شہید جب جنت میں ہیں وہاں کھاتے پیتے ہیں تو وہ قبر میں کیسے زندہ ہیں، جنت کی سیر و سیاحت اور قبر کی زندگی ایک ہی وقت میں کیسے ہو سکتی ہے؟ اس کا آسان جواب تو یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی باتوں کے سامنے کیا، کیوں، اور کیسے کی کوئی وقعت و حیثیت نہیں ہے۔ عالمِ آخرت ایک مستقل جہان ہے اور اس جہان سے کہیں بڑا ہے۔ کیونکہ قانون ہے کہ ہر دوسرا جہان پہلے سے بڑا ہے۔ ہر انسان کا پہلا جہان ماں کا پیٹ ہے۔ جب انسان پیدائش کے ذریعے عالمِ دنیا میں آتا ہے تو یہ جہاں پہلے سے بڑا ہے۔ اسی طرح دنیا سے جانے کے بعد عالمِ برزخ اس دنیا سے بڑا ہے اور پھر عالمِ محشر ان تینوں سے بڑا ہوگا۔ کوئی چیز اللہ تعالیٰ کی قدرت اور طاقت سے خارج نہیں ہے۔ ہمیں تو ”توحید“ کے ان شیدائیوں پر حیرت

ہے کہ مؤحد کہلوانے کے باوجود ان کا موضوع سخن صرف ایک ہے، امور قدرت میں اپنی کمزور اور ناقص عقل کے گھوڑے دوڑانا! اور گھوڑے بھی ایسے جو اکابر علماء دیوبند سمیت اہل سنت والجماعت کے جمیع مفسرین و محدثین، فقہاء محدثین اور علماء و متکلمین کی جملہ تحقیقات کو روندتے چلے جائیں۔ اگر انسان کے دل میں تعلیٰ اور تکبر نہ ہو اور اعتقاد علی السلف کے جذبے سے سرشار ہو تو یہ کوئی ایسا معرکہ نہیں جو نہ مارا جاسکے۔ حضرات محترم جس طرح خواب میں سونے والا انسان کا دھڑ چار پائی پر یا نیچے زمین پر پڑا ہوتا ہے۔ اور پڑے رہنے کے باوجود جسد روح کے ہمراہ شریک کار بھی ہوتا ہے اور مصروفِ عمل بھی۔ یعنی جسم بے حس و حرکت پڑا ہوا ہے، دیکھنے والا اس پر مرتب ہونے والے اثرات کو بالکل محسوس نہیں کر سکتا وہ یہی سمجھتا ہے کہ خراٹے لے کر سونے والا میٹھی نیند سو رہا ہے جبکہ وہ عالم خواب میں ”کوہ قاف“ کی سیر کر رہا ہوتا ہے۔ نہ جسم اپنے آپ کو علیحدہ محسوس کرتا ہے اور نہ روح۔ بلکہ دونوں ایک دوسرے کو ہمراہ تصور کرتے ہیں۔ بالکل اسی طرح شہداء کے اجساد غصری اپنی اپنی قبر میں رہتے ہوئے جنت کی سیر میں ارواح کے ساتھ شریک ہوتے ہیں۔ اور جس طرح خواب میں روح پر طاری ہونے والے مصائب و آسائش سے انسان کا جسم متاثر ہوتا رہتا ہے اسی طرح شہداء کی ارواح بھی جنت میں لطف لیتی ہیں تو جسم بھی برابر متاثر ہوتا ہے۔ اور جس طرح خواب کی کاروائی پاس بیٹھنے والے انسان کو دکھائی نہیں دیتی اسی طرح عالم برزخ کے حالات و واقعات بھی نظروں سے اوجھل رہتے ہیں۔ سوچنے کی بات ہے کہ اس دنیا میں رہتے ہوئے ہم اپنے قریب سونے والے کے خواب کا ادراک نہیں کر سکتے۔ عالم برزخ جو ایک علیحدہ اور مستقل جہان ہے ہم یہاں بیٹھ کر کا حقہ وہاں کا ادراک کیسے کر سکتے ہیں؟ اور یہ بات بھی قابل غور ہے کہ جب مفسرین میں یہ اختلاف ہوا کہ آیا ابدان شہداء میں ارواح لوثی ہیں یا نہیں؟ تو کسی ایک مفسر نے بھی نہیں کہا کہ جب حیات شہداء کی

تفسیر پرندوں کی سیر سے حدیث میں آچکی ہے تو تم ان بدنوں کو زیر بحث کیوں لا رہے ہو؟ یہ بحث اور اعتراض سوچا ہے تو چودہ صدیوں کے بعد ممتا متحققین کو! اس سے قبل کسی کے ذہن تک میں یہ بات نہ آئی۔ اب رہ گیا یہ سوال کہ اس آیت سے حیات انبیاء کا استدلال کیسا ہے؟ اور یہ استدلال صرف مولانا منیر احمد صاحب نے کیا ہے یا جملہ مفسرین نے، جھٹک ملاحظہ ہو۔

۱: علامہ قاضی شوکانیؒ فرماتے ہیں ”ورد النص فی کتاب اللہ فی حق الشهداء انہم احياء یرزقون وان الحیوة فیہم متعلقۃ بالجسد فكیف بالانبياء والمرسلین“ (نیل الاوطار جلد نمبر ۳ ص ۳۱۱) ترجمہ: قرآن پاک میں شہداء کے متعلق نص موجود ہے کہ وہ زندہ ہیں۔ انہیں رزق دیا جاتا ہے، اور ان کی حیات جسد کے ساتھ ہے، یہ حیات انبیاء و مرسلین کو بدرجہ اولیٰ حاصل ہے۔

۲: ان الشهداء بعد موتہم وقتلہم احياء عنہم یرزقون فرحين وھذہ صفة الاحیاء فی الدنیا و اذا کان ھذا فی الشهداء کان الانبياء بذالک احق واولیٰ (سفارینی ج ۲ ص ۳۹) ترجمہ: تحقیق شہید ہونے والے بعد از موت اپنے رب کے پاس زندہ ہیں انہیں رزق دیا جاتا ہے اور وہ خوش ہیں اور یہ دنیا میں زندوں کی صفت ہے جب شہداء کا یہ حال ہے کہ وہ زندہ ہیں تو انبیاء کرام علیہم السلام تو اس شان کے زیادہ حقدار اور اہل ہیں۔

۳: سبحان الہند حضرت مولانا احمد سعید دہلویؒ لکھتے ہیں ”انبیاء علیہم السلام کی ارواح مقدسہ پر جو اثرات حیات مرتب ہوتے ہیں وہ شہداء سے بہت قوی اور اعلیٰ ہوتے ہیں۔ حتیٰ کہ ان کی ازواج مطہرات سے کوئی شخص نکاح بھی نہیں کر سکتا۔ اور نہ ان کا کوئی ترکہ تقسیم ہو سکتا ہے۔ (تفسیر کشف الرحمن جلد اول ضمیمہ نمبر ۳۶ ص ۳۶ طبع کراچی)

۴: اور یہی حیات ہے جس میں حضرات انبیاء علیہم السلام شہداء سے بھی زیادہ امتیاز اور قوت رکھتے ہیں۔ یہاں تک کہ سلامت جسم کے علاوہ اس حیات برزخی کے کچھ آثار ظاہری احکام پر بھی پڑتے ہیں۔ مثلاً ان کی میراث تقسیم نہیں ہوتی ان کی ازواج دوسروں کے نکاح میں نہیں آسکتیں۔

۵: غیر مقلد عالم نواب وحید الزمان خان صاحب حیدر آبادی کے ترجمہ قرآن کے حاشیہ میں ہے ”اور یہ برزخی زندگی انبیاء علیہم السلام کو علی الوجہ الاکمل حاصل ہے مگر شہداء کی تعظیم و تکریم کے لئے قرآن نے خصوصیت سے ان کو احیاء کہا ہے۔“

۶: مولانا قاضی شمس الدین صاحب فرماتے ہیں ”ہاں شہداء کے حق میں ارشاد ہے ”بل احیاء ولكن لا تشعرون“ اس سے بطور دلالت النص کے سمجھ میں آتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام جن کا درجہ شہداء سے بھی بہت بڑا ہے وہ بعد الوفاات زندہ ہیں (مسائل العلماء ص ۲۹)

نوٹ! قاضی صاحب کی مسائل العلماء پر ہم آئندہ سطور میں بحث کریں گے، انشاء اللہ

﴿اجماع امت اور مسئلہ حیات﴾

اور جناب من! مسئلہ حیات النبی ﷺ پر ہم کتنے حوالوں کا انبار لگائیں کہ چودہ صدیوں کی شہادتیں موجود ہیں، جس کے لئے کئی دفتر درکار ہیں۔ یہ کوئی آپ کے من گھڑت عقیدے والا خود ساختہ ”اجماع“ تھوڑا ہی ہے جو سید عنایت اللہ شاہ صاحب کے گجرات سے ہوتا ہوا ”تلہ گنگ“ میں اختتام کو پہنچ جاتا ہے۔ مسئلہ حیات النبی ﷺ پر چودہ سو سالوں سے امت کا اجماع ہے، اور اہل حق اپنی کتب میں اس کی وضاحت خوب سے خوب تر کرتے آئے ہیں۔ ایک بھلک ملاحظہ کریں۔

١. انوار المحمود ج ١ ص ٦١٠
٢. القول البدیع ص ١٦١
٣. حياة الانبياء للبيهقي ص ٢
٤. كفايت المفتي ج ١ ص ١٦٠
٥. فتاوى رشيدية ج ١ ص ١٣١
٦. الختم الوصي ص ٦
٧. رسائل قشيرية ص ١٠
٨. اجوبة اربعين ص ٣٠٠
٩. فتح البارى ج ٦ ص ٦٠٣
١٠. عمدة القارى ج ١١ ص ٢٠٣
١١. ارشاد السارى ج ٢ ص ٣٤٨
١٢. اعلاء السنن ج ١٠ ص ٥١٠
١٣. نور الايضاح ص ١٨٤
١٤. طحاوى ص ٤٣٦
١٥. الروضة البهية ص ١٢
١٦. كتاب الروح ص ٢٩
١٧. شرح شفاء ج ٣ ص ٢٩٩
١٨. مرآتى الفلاح ص ١٩٢
١٩. فتاوى عالمگیری ج ١ ص ٢٦٦
٢٠. نسيم الرياض ج ٣ ص ٢٩٩
٢١. المنهد ص ٢٨
٢٢. القول البدیع ص ١٦١
٢٣. مظاہر حق جلد ١ ص ٦١٤
٢٤. اشرف الجواب ص ٢٦٠
٢٥. مدارج النبوة ج ٣ ص ٥٢٩
٢٦. رساله مدنيه ص ٣١
٢٧. وقاء الوفاء ص ١٣٣٩
٢٨. فيض البارى ج ٢ ص ٦٢
٢٩. تيسير القارى ج ٣ ص ٢٦٢
٣٠. لائح الذرارى ج ١٣ ص ١٣٥٦
٣١. الكوكب الدرى ج ١ ص ٢٢٣
٣٢. فتح السليم ج ٢ ص ٣٨٨
٣٣. زرقانى ج ١٢ ص ٢٠٣
٣٤. طبقات شافعية ج ٦ ص ٢٨٢
٣٥. مناسك الحج ص ٨٢
٣٦. مخ المنته ص ٩٢
٣٧. مرقات ج ٢ ص ٢٠٩
٣٨. فتح القدير ج ٣ ص ٩٥
٣٩. شامى ج ٣ ص ٢٥٩
٤٠. اتحاف العلماء ص ٣١٥
٤١. تذكرة الخليل ص ٣٤٠

- ۳۱: تحسیۃ الاسلام ص ۳۶
 ۳۲: نشر الطیب ص ۲۰۸
 ۳۳: حاشیہ بخاری ج ۱ ص ۵۱۷
 ۳۴: فتاویٰ عزیزی ج ۲ ص ۲۹
 ۳۵: فتاویٰ دارالعلوم ج ۵ ص ۳۹۷
 ۳۶: معارف الحدیث ج ۳ ص ۲۵۸
 ۳۷: انباء الاذکیا ص ۱۴۷
 ۳۸: حجتہ اللہ البالغہ ج ۲ ص ۷۷
 ۳۹: الصارم المنکی ص ۲۶۲
 ۴۰: فضائل حج ص ۱۲
 ۴۱: فضائل درود شریف ص ۳۲
 ۴۲: احسن الفتاویٰ ج ۲ ص ۸۱
 ۴۳: سوانح حیات شیخ القرآن ص ۲۵۱
 ۴۴: خیر الفتاویٰ ج ۱ ص
 ۴۵: آپ کے مسائل جلد ۱ ص ۹۱
 ۴۶: آثار خانہ ج ۲ ص ۲۷۳
 ۴۷: التعلیق المحمود حاشیہ ابی داؤد ص ۲۷۹
 ۴۸: معارف القرآن ج ۲ ص ۴۵۹
 ۴۹: توضیح السنن ج ۲ ص ۶۸۹
 ۵۰: تحریرات حدیث ص ۲۵۵
 ۵۱: السنن دارمی ج ۱ ص ۵۷
 ۵۲: تحریرات حدیث ص ۲۵۵
 ۵۳: ترجمان السنہ ج ۳ ص ۵۳۱
 ۵۴: مکتوبات امام ربانی ج ۲ ص ۶۶

قارئین کرام! اہل سنت والجماعت کے پاس تھوک کے حساب سے دلائل موجود ہیں، ان کے سامنے مماتی دوستوں کی ”پرچون کی دوکان“ (وہ بھی جعلی) کیا کام دے گی؟ ہم ان صراطِ مستقیم سے بھٹکے ہوئے دوستوں کو دعوتِ فکر دیتے ہیں کہ اکابر علماء دیوبند چذہ توحید و سنت میں آپ سے کئی گنا آگے تھے۔ آئیے! اسلاف کے دروازے آج بھی کھلے ہیں۔ یہاں فیض آج بھی بٹ رہا ہے، ہدایت کے ٹھنڈے چشمے بہہ رہے ہیں، ان سے آکر پانی پئیں اور اپنے سینوں سے مرض کو دور کریں۔

﴿ہمارا عقیدہ﴾

جواب:

قارئین کرام! کتنی محکمہ خیرات ہے کہ حضور ﷺ زندہ ہیں مگر روح کا جسد اطہر سے تعلق نہیں، ان احقوں سے کون پوچھے کہ بھلا روح کے بغیر بھی حیات ممکن ہے؟ یہی وہ چور دروازہ ہے جس میں یہ مرزائیوں کی طرح راہ نکالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ باقی حیات دنیویہ کی ہم بار بار وضاحت کرتے آئے ہیں کہ اس سے مراد دنیا والے جسم شریف کا قبر اطہر میں زندہ ہونا مراد ہے۔ اور اس روح کے تعلق کی وجہ سے آپ ﷺ قبر مبارک پر پڑھا جانے

والاصلوٰۃ وسلام سنتے ہیں۔ اور نمازیں بھی پڑھتے ہیں۔ بغیر حیات کے یہ سب کچھ ناممکن ہے۔

بارہواں دجل:

﴿خطبہ صدیق اکبر ﷺ﴾

قرآن وسنت کا معنی و مراد وہی معتبر ہے جو اسلاف سے چلا آرہا ہے۔ جس جماعت یا فرد نے اسلاف کے مطالب لیے بغیر اپنے ناقص ذہن کے بل بوتے پر قرآن وسنت کی تشریح کی وہ نہ صرف اپنی جان پر ظلم کرتا ہے اور اپنی قبر انگاروں سے بھرتا ہے بلکہ اس کے خود ساختہ عقائد و نظریات سے جتنے لوگ متاثر ہو گئے وہ سب کے سب اللہ تعالیٰ کے ہاں مجرم ٹھہرتے ہیں۔ بد قسمتی سے یہ فتنہ ممانیت بھی اسی شاہراہ پہ گامزن ہے۔ حضرت مولانا منیر احمد صاحب مدظلہم نے اپنی تقریر میں حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ کے ان دو اعلانات کا ذکر فرمایا جو آپؓ نے حضور ﷺ کی وفات کے بعد صحابہ کرامؓ کی بھری جماعت میں سنائے۔ بخاری شریف صفحہ نمبر ۷۵ ج اول میں ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا ”لا یزینک اللہ الموتین ابدا“ یعنی اللہ تعالیٰ آپؓ کو دو موتیں کبھی نہیں چکھائیں گے۔ ایک موت تو وہی ہے جو آپؓ چکی تھی۔ دوسری موت سے مراد قبر والی موت ہے کیونکہ عام انسان جب قبر میں جاتا ہے تو منکر نکیر کے سوال و جواب کے لئے روح جسم میں لوٹائی جاتی ہے بعد ازاں دوبارہ موت طاری کر دی جاتی ہے اور روح اپنے مستقر پر ہوتے ہوئے بقدر ضرورت جسم پر اثر انداز ہوتی ہے۔ مگر صدیق اکبرؓ فرما رہے ہیں کہ آپؓ پر دنیا والی موت آپؓ چکی، قبر مبارک میں اعادۂ روح ہوگا پھر ہمیشہ ہمیشہ آپؓ حیات میں رہیں گے۔ مولانا منیر احمد صاحب مدظلہ کی تقریر کا خلاصہ بھی یہی ہے ملاحظہ ہو (تقریر دلپذیر ص ۲۸) مؤلف المسلسل المنصور اس

پر اپنے آباؤ اجداد کی طرح خالص سچ پائے ہوئے۔ شیعوں کے ساتھ بھی مساتیوں کی ”گاڑھی چھٹی“ ہے کیونکہ شیعہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کو خلیفہ اول ماننے کے لئے تیار نہیں اور دوست حضرت ابوبکر صدیقؓ کا اعلان ماننے کے لئے تیار نہیں، اور طرح طرح کی تاویلیں کرتے ہیں۔ مکرین حیات النبی ﷺ کو ہمارا چیلنج ہے کہ اعلان صدیق اکبرؓ سے جو تم استدلال کرتے ہو اس پر چودہ صدیوں کے کسی ایک محدث یا شارح بخاری کا قول پیش کرو۔ مولانا منیر احمد صاحب پر برسنے سے پہلے اگر علامہ بدرالدین عینیؒ لکھنی کے دروازے پر دستک دے دیتے تو لمبی زبانوں کے ساتھ شاید بک بک کر آپ اپنا وقت ضائع نہ کرتے۔ اور تصنیف و تالیف کے صاف ستھرے میدان کو اپنے پھینکی ہوئی غلاطت سے گندہ بھی نہ کرتے۔ ”موتین“ کے متعلق چلیے پوچھتے ہیں علامہ عینیؒ سے!

۱: ﴿علامہ بدرالدین عینیؒ کا ارشاد!﴾

علامہ بدرالدین عینی حنفیؒ کی دقیق اور محققانہ شرح ”عمدة القاری“ موجود ہے۔ صحیح بخاری کی اس شہرہ آفاق شرح میں حنفی المسلک علامہ عینیؒ ”امتن الثنتين“ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ اراد بالموتین الموت فی الدنیا والموت فی القبرهما موتان المعروفان المشهوران فلذلک بالتعریف وهما موتان لكل احد غیر الانبیاء علیہم السلام فانهم لا یموتون فی قبورهم بل هم احياء واماسائر الخلق فهم یموتون فی القبور ثم یحیون یوم القیامتہ (عمدة القاری جلد نمبر ۷ ص ۶۰۰) دو موتوں سے مراد ایک تو وہ موت ہے جو دنیا میں آتی ہے، دوسری قبر والی ہے یہی دو معروف و مشہور اموات ہیں..... ہاں حضرات انبیاء علیہم السلام اس سے مستثنیٰ ہیں۔ وہ اپنی قبروں میں نہیں مرتے بلکہ وہ زندہ ہی رہتے ہیں۔ بخلاف دوسری مخلوق کے کہ (بعد از حساب) وہ قبروں میں وفات پا چکے ہیں۔ اور پھر قیامت کے دن وہ زندہ ہونگے۔

۲: ﴿علامہ عسقلانیؒ کا ارشاد!﴾

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں ”واحسن من هذه الجواب ان يقال ان حياته في القبر لا يعقبها موت بل يستمر حيا والانباء احياء في قبورهم ولعل هذا هو الحكمة في تعريف الموتين حيث قال لا يذيقك الله الموتين اي المعروفين المشهورين الواقعتين لكل احدا غير الانبياء (فتح الباري جلد نمبر ۷ ص ۲۲) ترجمہ: بہترین جواب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کو روضہ اطہر میں ایسی حیات دائمی حاصل ہو چکی ہے کہ اس کے بعد پھر کبھی ورودِ موت نہ ہوگا اور انبیائے کرام اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ارشادِ نبوت میں موتین کو الف لام سے لایا گیا ہے پس یہ دونوں موتیں ”یعنی ایک دنیا کے اندر اور دوسری قبر کے اندر“ سوائے انبیاء علیہم السلام کے باقی ہر ایک انسان پر وارد ہوتی ہیں۔

۳: ﴿مولانا سہارنپوریؒ حافظ ابن حجرؒ کی تائید میں!﴾

قارئین کرام!

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ کا یہی ارشاد لے کر آئیے اب حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوریؒ کے پاس چلتے ہیں۔ حضرت سہارنپوریؒ صحیح بخاری کے حاشیہ میں فرماتے ہیں ”والاحسن ان يقال ان حياته ﷺ لا يتعقبها موت بل يستمر حيا والانباء احياء في قبورهم (بخاری شریف جلد اول ص ۵۱) ترجمہ: بہتر یہی ہے کہ کہا جائے کہ حضور ﷺ کی حیات ایسی ہے کہ اس کے بعد موت وارد نہیں ہوگی، بلکہ ہمیشگی حیات آنجناب ﷺ کو حاصل ہے اور باقی انبیاء کرام علیہم السلام بھی اپنی قبور میں زندہ ہیں۔

نوٹ!

مؤلف المسلك المصور نے اپنی کتاب کے صفحہ نمبر ۱۵۳ پر لکھا ہے ”بخاری شریف کے حاشیہ پر یہ قول موجود نہیں ہے، محقق ثمن (یعنی مولانا نور محمد صاحب) بھی اگر عینک ہو تو معائنہ فرمائیں۔ جناب محقق تلمہ گنگ صاحب آپ نے اصل میں ”مجمراتی عینک لگا کر بخاری شریف دیکھی ہوگی“ براہ کرم انصاف کا چشمہ لگا کر مذکورہ بالا عبارت بخاری جلد اول صفحہ ۵۱ کے حاشیہ میں ملاحظہ کر لیں۔ سلتی غفی عنہ)

۴: علامہ نورالحق محدث دہلویؒ کا ارشاد

بخاری شریف کی ایک شرح ”تیسیر القاری“ کے نام سے علامہ نورالحق محدث دہلویؒ (۱۰۷۳ھ) نے لکھی ہے۔ یہ علامہ نورالحقؒ ”بھلا کون ہیں؟“ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ (۱۰۵۲ھ) کے قابل فخر فرزند وقت کے بحر العلوم تھے۔ ان کا ارشاد ملاحظہ ہو ”لا یلذیقک اللہ الموتین ابدا“ یعنی بعد از موت بحیات ابدی زندہ خواہی ہو دا ز آں کہ دے رضی اللہ عنہ دانستہ بود کہ نبیاء و در عالم برزخ زندہ اند بخلاف سائر مسلماناں کہ در وقت سوال مکر و نکیر زندہ می کنند۔ آنہا را بازمی میرانند (تیسیر القاری فارسی جلد ۳ ص ۴۲۵) ترجمہ: ارشاد نبوی ﷺ کہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو دو موتوں کا ذائقہ کبھی نہ چکھائے گا۔ اس کا مطلب یہی ہے کہ وفات شریفہ وارد ہو چکنے کے بعد آپ ﷺ پھر ہمیشہ کی زندگی پائیں گے حضرت ابو بکرؓ کا عقیدہ یہ تھا کہ انبیائے کرامؑ عالم برزخ میں زندہ ہوتے ہیں، باقی عام مسلمان مکر و نکیر کے سوال و جواب کیلئے اپنی قبور میں زندہ کئے جاتے ہیں اور بعد ازاں اُن پر درودِ موت ہوتا

۵: ﴿حضرت علامہ عبدالحق محدث دہلویؒ کا ارشاد﴾

محترم قارئین!

اب عظیم بیٹے (یعنی نور الحق دہلویؒ) کے بعد باپ کا ارشاد بھی ملاحظہ فرمائیں۔ آپؒ خطبہ صدیقؒ کی شرح اس طرح فرماتے ہیں۔ ”مراد آنست کہ نئی میر و بموت دیگر در قبر ہجو دیگران کہ زندہ گردانیدہ می شود برائے سوال باز میراندی شود ظاہر آنست کہ موت دیگر نیست بروئے و بعد از جریان سہت الہی بر ازاقت موت و زندہ گردانیدن بعد ازاں حیات باقی و مستمر خواهد بود و ممات بر آن طاری نخواہد شد۔ پس ایں سخن اشارہ است بحیات آن حضرت۔ مدارج النبوت ج ۲ ص ۸۹۰) ترجمہ: خلیفہ اہل حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ کی مراد اس کلمہ سے یہ تھی کہ عام لوگوں کی طرح آپؐ روضہ اطہر میں دوسری موت کا ذائقہ بالکل نہیں چکھیں گے۔ دوسرے لوگوں کو قبر میں سوال و جواب کے لئے زندہ کیا جاتا ہے۔ اور پھر دوبارہ ان پر ورود موت ہوتا ہے۔ آنحضرتؐ پر یہ دوسری موت کبھی نہیں آئے گی۔ ایک دفعہ لذت و وفات چکھنے کے بعد اور پھر (روضہ اطہر) میں زندہ ہونے کے بعد آپؐ دائمی حیات سے زندہ ہیں۔ آپؐ پر اب کبھی طریان موت نہ ہوگا۔ اس ارشاد عالی میں حضرت ابوبکرؓ کا اشارہ مسئلہ حیات النبیؐ کی طرف تھا۔

مولانا منیر احمد صاحب اور مولانا نور محمد کو ”نوری، منیری“ کہہ کر مذاق اڑانے والے انشاء اللہ اب ”انگشت بندگان“ ہو کر رہ جائیں گے۔ شارحین بخاری نے مہمتوں سے زیادہ بخاری کو سمجھا ہے ان سارے اکابر نے موت ثانیہ سے قبر کی موت مراد لی ہے۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ ہماری کمر پر چودہ صدیوں کے محدثین و شارحین کا ہاتھ ہے۔ اور مولف ”المسلك المنصور“ نے ادھر ادھر لاکھ ہاتھ پاؤں مارے مگر افسوس کہ ”عتایت شاہ صاحب“ کے علاوہ کہیں پناہ نہ ملی۔ ال انصاف تقابل کر کے دیکھ لیں اور فیصلہ فرماویں کہ

حق کس کے ساتھ ہے؟

قابل دید تھیں اُس وقت ادائیں اُن کی

آئینہ دیکھ کے جب مد مقابل دیکھا

۶: ﴿حیات النبی ﷺ پر آئمہ اربعہ کا اتفاق﴾

اہل سنت والجماعت کے مذاہب اربعہ (یعنی احناف، شوافع، حنابلہ، مالکیہ) کے درمیان چھوٹے بڑے بے شمار اختلافات ہیں مگر آنجناب ﷺ کی حیات بعد الوفا پر یہ سب موافق ہیں۔ ایک دوسرے سے مختلف نہیں ہیں۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ مکررین حیات النبی ﷺ کو دنیا کے کسی علمی گوشے یا علمی شخصیت کے ہاں پناہ نہیں مل سکتی۔ مدینہ منورہ سے لے کر کوفہ تک، کوفہ سے دارالعلوم دیوبند تک اور دیوبند سے علماء پاکستان تک سب کے سب مماثل عقیدے کی بناء پر انہیں خارج از اہل سنت قرار دے چکے ہیں۔ اس ٹولے کے اندر دلائل نام کی کوئی چیز نہیں صرف اور صرف ضد بازی، اشتعال انگیزی، سینہ زوری اور اسلاف کے ساتھ بغض و عداوت ہے۔ شاید ان لوگوں کو موت یاد نہیں اور جان بوجھ کر حق و صداقت سے اغماز کر رہے ہیں۔

دم کا نہیں بھروسہ جہان خراب میں

بیٹھے ہیں لوگ عمر کا سماں کیئے ہوئے

۷: ﴿حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کا ارشاد﴾

موتمین کا مفہوم حکیم الاسلام حضرت قاری محمد طیب صاحبؒ کے ارشاد کی روشنی میں یہ ہے۔ ”جب قبر میں پہنچے تو عام موتین کی شان یہ ہے کہ انہیں پھر زندہ کیا جاتا ہے، عامہ موتین کا حال یہ ہے کہ اس زندگی کے بعد پھر موت دے دی جاتی ہے۔ پھر قیامت کو حیات

دیجائیگی۔ انبیاء علیہم السلام اس (دوسری) موت سے مستثنیٰ ہیں۔ جب قبر میں زندہ ہوئے۔
اب قیامت تک بلکہ ابد الابد تک زندہ رہیں گے۔ اب موت نہیں آئے گی۔ اسی کو صدیق
اکبرؑ نے فرمایا: اللہ نے آپ ﷺ کو اس سے مکرم بنایا ہے کہ آپ ﷺ کے اوپر دو موتیں طاری
کرے، بس وہ ایک ہی موت ہے جو آئی اس کے بعد اب جو زندگی آئی ہے تو ابدی زندگی
ہے، پھر موت نہیں ہے۔“ (خطبات حکیم الاسلام ج پنجم ص ۱۸۲)

تیز ہواں دجل:

﴿استاذ المحمد شین مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ کے نام سے دھوکہ﴾
مؤلف نے حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ کی ایک مجمل عبارت سے یہ دھوکہ دینے کی
ناکام کوشش کی ہے کہ حضرت کاندھلویؒ اعلان صدیقؒ میں دوسری موت نہ آنے سے قبر
اطہر والی زندگی مراد نہیں لیتے۔ حالانکہ حضرت کاندھلویؒ نے تو اپنی معروف کتاب سیرت
المصطفیٰ ﷺ میں تقریباً ستائیس صفحات پر بحث کر کے آجانب ﷺ کی حیات مبارک کو ثابت
کیا ہے اور اسے اہل سنت کا اجماعی عقیدہ قرار دیا ہے اس ساری تفصیل سے ”چشم پوشی“ کر
کے حقائق کو جھوٹ کے دییز پردوں میں چھپانا ممتا کیوں کو ہی زیب دیتا ہے۔ ہم حضرت
کاندھلویؒ کی کتاب سے چند اقتباسات پیش کر کے بعد ازاں ممتا کیوں کے متعلق آپؒ کا
ایک ارشاد بھی پیش کریں گے، ملاحظہ ہو۔

۱: تمام اہل سنت والجماعت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ
والسلام وفات کے بعد اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز اور عبادت میں مشغول ہیں اور
حضرات انبیاء کرام کی یہ برزخی حیات اگرچہ ہم کو محسوس نہیں ہوتی لیکن بلاشبہ یہ حیات
حسی اور جسمانی ہے اس لئے کہ روحانی اور معنوی حیات تو عابدہ مومنین بلکہ ارجح کفار کو بھی

حاصل ہے (سیرت المصطفیٰ ﷺ جلد دوم ص ۳۶۰)

۲: انبیائے کرام کے اجساد مطہرہ اس عالم سے دوسرے عالم میں منتقل ہو گئے لیکن وہی اجسام حسب سابق مشغول عبادت ہیں۔ اور اعمال حیات اور اشغال زندگی بدستور جاری ہیں اور اعمال و اشغال میں نماز کی تخصیص اس لئے فرمائی کہ ایمان کے بعد درجہ نماز کا ہے اور نماز انبیائے کرام کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ غرض یہ کہ حضرات انبیائے کرام کی حیات جسمانی ہے، محض روحانی نہیں۔ (صفحہ ۳۶۲ جلد ۱)

۳: شیخ تقی الدین سبکیؒ فرماتے ہیں کہ صدیق اکبرؓ اور فاروق اعظمؓ مسجد نبوی میں آواز بلند کرنے کو ناپسند فرماتے تھے اور جو شخص مسجد نبوی میں آواز بلند کرتا تو اس کو یہ فرماتے: ”لقد اذیت رسول ﷺ فی قبرہ (طبقات الشافعیہ) تحقیق تو نے آواز بلند کر کے رسول اللہ ﷺ کو قبر (مبارک) میں ایذا پہنچائی۔ معلوم ہوا کہ صدیق اکبرؓ اور فاروق اعظمؓ کے نزدیک آنحضرت ﷺ قبر مبارک میں اسی جسم اطہر کے ساتھ زندہ ہیں (ج ۱ ص ۳۶۳)

۴: تمام روایات سے یہ امر بخوبی واضح ہو گیا کہ نبی اکرم ﷺ اور دیگر انبیاء کرام قبروں میں زندہ ہیں اور ان کے اجسام مبارک بوسیدہ اور بالیدہ ہونے سے محفوظ ہیں اور وفات کے بعد عبادات سے معطل نہیں، بلکہ نمازیں پڑھتے ہیں، اور حج کرتے ہیں اور اللہ کی طرف سے ان کو رزق ملتا ہے اور عزار مبارک پر جو شخص حاضر ہو کر صلوٰۃ و سلام پڑھتا ہے، اس کو خود سنتے ہیں اور امت کے اعمال آپ پر قبر ہی میں پیش کیے جاتے ہیں۔ یہ تمام امور اس امر کی قطعی دلیل ہیں کہ حضرات انبیاء کرام کی حیات جسمانی ہے اور ارواح طیبہ کا اجسام مبارک سے تعلق قائم ہے۔ (ج ۱ ص ۳۶۶)

۵: وفات کے بعد نبی اکرم ﷺ کا اصل مستقر قبر مبارک ہے کہ جہاں آپ ﷺ کا جسد اطہر محفوظ ہے، نہ کہ آسمان! اور اسی مقام پر آپ ﷺ کی روح مبارک کا جسد اطہر سے

تعلق ہے اور اسی جگہ آپ ﷺ پر امت کے اعمال پیش ہوتے ہیں اور بایں ہمہ آپ کی روح مبارک کو عالم علوی سے بھی تعلق ہے، لہذا اگر آپ ﷺ کی روح مبارک سیر و تفریح کے لئے اعلیٰ علیین اور ملکوت السموات والارض میں باذن خداوندی جہاں چاہے جائے، تو وہ اس کے منافی نہیں حق تعالیٰ شانہ کو اختیار ہے کہ اپنے برگزیدہ بندہ (ﷺ) کو جہاں چاہے سیر کرائے اور امور آخرت اور احوال برزخ کو احوال دنیا پر قیاس کرنا نادانی ہے (ج ۱ ص ۳۶۷)

قارئین کرام!

مندرجہ بالا عبارات نہایت عام فہم اور ”مما تیت کش“ ہیں۔ اب کوئی مماتی محقق مر کر بھی دوبارہ بلکہ سہ بارہ جنم لے لے تب بھی استاذ المحدثین کے نام سے دھوکہ دینے کی جرأت نہیں کر سکے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

﴿مما تیتوں کے متعلق حضرت کاندھلویؒ کا ارشاد گرامی!﴾

جس زمانہ میں بانی فرقہ ممات سید گجراتی صاحب اوزان کے حواری پوری قوت سے علماء امت پر گولہ باری کر کے ”بزعیم خود“ توحید و سنت کی خدمت کر رہے تھے۔ کسی نے مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ سے کہا کہ حضرت آپ سماع موقی پر کوئی کتاب تحریر کریں (کیونکہ آپ علم و فضل کے فلک بوس پہاڑ تھے۔ جس موضوع پر حضرت نے قلم اٹھایا، تحقیق کا حق ادا کر دیا) تو جواباً کاندھلویؒ نے فرمایا ”جن“ شیوخ“ کو تم بات سمجھانا چاہتے ہو وہ تو بذوالدین عینی، شیخ ابن الہمام، علامہ آلوسی، علامہ شامی، حافظ ابن کثیر، علامہ ابن حجر عسقلانی، ملا علی القاری، اور علامہ ابن حجر مکی جیسے لوگوں کو بھی پٹے نہیں باندھتے اور جمہور کو زبور کہتے ہیں۔ میں بھلا کس شمار میں ہوں کہ میری بات پر کان دھریں گے۔ مگر ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ جو لوگ طالب حق ہیں ان کے سامنے حق واضح ہو جائے اور جو طالب ہدایت ہیں ان کے لئے راہنمائی کا سامان مہیا کر دیں۔ ورنہ ”شیوخ“ تو اس راستے میں جہاں تک پہنچ

چکے ہیں۔ وہاں سے پلٹنا محال ہے۔ صرف امید کی ایک کرن نظر آتی ہے کہ اللہ قادر ہے
(بحوالہ حیات برزخہ ص ۳۱ طبع دوم، ناشر ادارہ نقشبندیہ اوریسیہ، چکوال)

نوٹ!

حیات برزخہ حضرت مولانا اللہ یار خان (آف چکڑالہ ضلع میانوالی) کی کتاب
ہے، مؤلف ”المسلک المنصور“ نے اپنی کتاب میں حضرت چکڑالویؒ پر بھی زبان طعن دراز
کی ہے۔ اور اپنے قلم سے نکلنے والی قے سے صفحات کو ”بدبودار“ کیا ہے۔ حضرت مولانا اللہ
یار خان صاحبؒ کا اصل میدان رد ورفض تھا جس زمانہ میں علامہ عبدالستار تونسوی صاحب
مدظلہ کا شباب اور عروج تھا اور علامہ تونسوی کے مناظروں کی دھوم مچی ہوئی تھی۔ اکثر
مناظروں میں صدر مناظر مولانا اللہ یار خان صاحبؒ ہوا کرتے تھے۔ اس کے ساتھ آپؒ
نے ممانیت کی دکھتی رگ کو بھی دبایا ہے اور خوب دبایا ہے۔ جس کی شدت مؤلف المسلك
المنصور کی چیخ و پکار سے آج بھی ظاہر ہو رہی ہے۔

چودہواں دجل:

﴿قاضی بیضاویؒ کی ایک عبارت، اور مماتی مؤلف کا جھوٹ!﴾

حضرت مولانا منیر احمد صاحب مدظلہم نے تفسیر بیضاوی کے حوالے سے ایک عبارت اپنی
تقریر میں پیش کی کہ ”حسن بھریؒ فرماتے ہیں کہ شہداء اللہ کے نزدیک زندہ ہیں ان کے
رزق ان کی روحوں پر پیش کئے جاتے ہیں پھر ان کے جسموں کی طرف بھی راحت و فرحت
پہنچتی ہے جیسا کہ آل فرعون کی ارواح پر صبح و شام آگ پیش کی جاتی ہے پھر ان کے اجسام
کی طرف بھی درد پہنچتا ہے۔ (تقریر دلپذیر ص ۱۲) مؤلف ”المسلک المنصور“ اس پر یوں
تبصرہ کرتے ہیں ”محقق ثمن (یعنی مولانا نور محمد آصف صاحب ثمن ضلع چکوال کا ایک علاقہ

ہے) غیرت اور ہمت فرمائیں اور حضرت حسن بصریؒ کے فرمان سے یہ دونوں باتیں ثابت کریں ہم آپ کو اور آپ کے مناظر صاحب کو ساڑھے ایک من لٹو اور دو گیلن کو کا کولا انعام دیں گے۔ اور اگر نہیں دکھا سکتے اور یقیناً نہیں دکھا سکتے تو خدا را کچھ شرم فرمائیں اور قرآن و سنت اور صحابہ کرامؓ اور اولیائے امت اکابرین پر اپنے مذموم مقاصد کے لئے بہتان تراشیوں سے اجتناب فرمائیں۔ ﴿المسلک المنصور ص ۱۱۵﴾

جواب:

محقق صاحب! اگر لٹو اور کو کا کولا کی آفر پیش کرنے سے پہلے خود ہی غیرت اور شرم کی گولی کھا کر ”بیضاوی شریف کا مطالعہ کر لیتے تو ایسے جاہلانہ انعامی چیلنج کر کے کبھی ذلیل و خوار نہ ہوتے۔ لیجیے بیضاوی کی عبارت ملاحظہ ہو۔

وعن الحسن ان الشهداء احياء عند الله تعرض ارواحهم على ارواحهم
فيصل اليهم الروح والفرح كما تعرض النار على ارواح ال فرعون غدو
او عشيا فيصل اليهم الوجع. (بیضاوی صفحہ نمبر ۱۱، مطبوعہ مطابع دہلی)

حسن بصریؒ کا ارشاد ہے کہ شہداء عند اللہ زندہ ہیں، ان کے رزق ان کی روحوں پر پیش کیے جاتے ہیں، پھر راحت و فرحت ان کے اجسام کی طرف پہنچتی ہے۔ جیسا کہ آل فرعون کی روحوں پر صبح و شام آگن پیش کی جاتی ہے۔ پھر ان کے اجسام کی طرف بھی (عذاب کا اثر) پہنچتا ہے۔ فرمائیے! مؤلف صاحب: یہ عبارت تقریر دلپذیر میں بھی دے دی گئی ہے۔ جس پر آپ چیلنج بازی پر اتر آئے۔ اصل میں مؤلف بیچارہ علم و فہم سے بالکل کورا ہے۔ ظاہری بات ہے بغض اسلاف سے جب اذہان پر زنگ چڑھ جائے تو پھر دقیق علمی باتیں کہاں سماتی ہیں۔ مؤلف کو عبارت سمجھنے میں ٹھوکر لگی ہے پوری عبارت میں ”جسم“ یا ”اجسام“ کے الفاظ تو ہیں نہیں۔ ”فیصل الیہم“ عبارت میں دو مرتبہ آ رہا ہے مماتی مؤلف سے ہم گزارش

کریں گے کہ کسی ذی استعداد (بشرطیکہ مماتوں میں کوئی ہو) عالم دین سے سمجھنے کی کوشش فرمائیں۔ قارئین کرام! اب ہم مولف کے اعلان کے مطابق ڈیڑھ من لٹو (جس کو فصیح و بلیغ مولف ساڑھے ایک من کہہ رہے ہیں) وصول کرنے کا پورا حق رکھتے ہیں۔ مگر ہم اپنا حق معاف کرتے ہیں اور صرف اتنی اپیل کرتے ہیں کہ فریب و فراڈ کا کاروبار چھوڑ کر حقیقت پسندی کی جانب آئیں۔ اور جھوٹ بولنے سے شرم و حیا کریں۔ شکریہ۔



باب چہارم

پندرہواں وجہ:

﴿حضرت قائد اہل سنت پر توہین نبوت کا الزام﴾

حضرت اقدس مولانا قاضی مظہر حسینؒ (خلیفہ مجاز شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ) کی ذات گرامی کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے۔ آپؒ نے پوری زندگی فتنوں کے خلاف جو سرگرمیاں دکھائی ہیں وہ اظہر من الشمس ہیں۔ آپؒ کوئی روایتی داعی یا لیڈر نہیں تھے بلکہ حقیقی معنوں میں جید عالم دین، مصلح اور تصوف و طریقت کے بے تاج بادشاہ تھے۔ لگی لپٹی بغیر حق گوئی آپؒ کا شیوہ تھا، فرقہ ہائے باطلہ کے خلاف جب آپ سید نہر ہو کر مسلک حق بیان کرتے تو باطل کی دجیاں اڑا دیتے۔ آج بھی آپ کی تحریریں پڑھ کر بے اختیار زبان سے یہ شعر جاری ہو جاتا ہے۔

آئین جواں مرداں حق گوئی دے باکی

اللہ کے شیروں کو، آتی نہیں روباہی

آپؒ کی وفات کے بعد ہر شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے حضرات نے جو آپ کو خراج تحسین پیش کیا ہے وہ ماہ نامہ حق چار یاڑ لاہور کے ”قائد اہلسنت“ نمبر ۱ سے بخوبی

واضح ہے، عیاں راجہ بیان؟ جو تقریباً ۱۳۷۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ مہاتیوں کو حضرتؑ سے تکلیف اس لئے ہے کہ یہ تقیہ کر کے مسلک دیوبند کی جماعتوں میں گھستے جاتے تھے، مگر حضرتؑ کی محنت اور بروقت گرفت سے اب ان کو کسی چھتری کے نیچے پناہ نہیں ملتی۔

سکریں حیات نے حضرتؑ پر جو الزام لگایا، شدید اختلاف کے باوجود ہمیں توقع نہیں تھی کہ یہ بد بخت ایسی حرکات پر بھی اتر آئیں گے اور وہ ہے توہین نبوت کا الزام، حضرت قاضی صاحبؒ نے اپنی ایک تقریر میں فرمایا تھا کہ ”اللہ تعالیٰ نے حضرت عزیر علیہ السلام پر سو سال موت طاری کی۔ پھر اٹھایا۔ اب دیکھیں اللہ تعالیٰ کی قدرت کے کرشمے“ جو کھانا پانی تھا سو سال وہ خراب نہیں ہوا۔ اور وہ جو گدھا تھا ہڈیاں ہڈیاں ہو گئیں تھیں، نہ گوشت ہے نہ پوست ہے، ہڈیاں بھی بکھری ہوئی۔ اس کی حفاظت اللہ نے نہیں کی اور پانی کھانے کی حفاظت اللہ تعالیٰ نے کی۔ پھر فرمایا اب تو دیکھ ان ہڈیوں کی طرف ”کیف ننشزھا ثم نکسوها لحما“ کس طرح ہم ہڈیوں کو جوڑتے ہیں پھر کس طرح ہم ہڈیوں پر گوشت چڑھاتے ہیں..... ہڈیاں چورا چورا بکھری پڑی ہیں۔ سو سال کا زمانہ گزر چکا ہے اس جہان میں اللہ نے اپنی قدرت سے اس کو زندہ کیا جس طرح کا وہ گدھا پہلے تھا اس طرح وہ ہڈیاں سامنے جوڑیں، گوشت اوپر چڑھایا جس طرح پہلے تھا پھر اس میں جان ڈال دی وہی گدھا پہلے کی طرح سامنے آگیا۔ بھائی! اللہ کی قدرت سے کوئی بعید ہے اگر اللہ اپنے معصوم پیغمبروں کو موت اور وفات کے بعد پھر زندگی دے دے تو یہ قرآن کے خلاف کیسے؟ گدھے کو زندگی دے دی تاکہ کوئی ان چیزوں کا اپنی عقل کی بناء پر انکار نہ کرے کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ اللہ کرے تو سب کچھ ہو سکتا ہے (اقتباس از حضرت قاضی صاحبؒ)

قارئین کرام!

مذکورہ بالا عبارت کو نظریں جما کر پڑھیں پھر قرآن مقدس کی طرف رجوع

کر کے حضرت عزیر علیہ السلام کے مشہور واقعہ کا مطالعہ کریں اور پھر فیصلہ دیں کہ ان الفاظ میں حضرتؑ نے کوئی توہینِ نبوت کی ہے؟ مگر مؤلف المسلک المنصور کے معدے سے فطری گند ابل کر یوں سامنے آیا ”بریلویوں نے شانِ اقدس میں قیاس ابلیسی سے شیطان کو مقیس علیہ بنا کر بدترین گستاخی کا ارتکاب کیا تھا اب انکے چھوٹے بھائیوں کی ذہنیت کا اندازہ فرمائیں کہ حیاتِ انبیاء کرامؑ کو گدھے کی حیات پر قیاس کر رہے ہیں۔“ المسلک المنصور ص ۱۶۷

لعنت اللہ علی الکذبین ثم لعنت اللہ علی الکذبین۔ یہ افتراء عظیم
 نہ کیا حضرتؑ نے حضرت عزیر علیہ السلام کی حیات مقدس کو حمار پر قیاس کیا ہے؟
 ”صبحانک هذا بہتان عظیم“ مؤلف ”المسلک المنصور“ اس بدترین اور گھناؤنے
 الزام لگانے پر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگیں۔ ورنہ ”من عادی لی ولینا فقد اذنتہ
 بالحبوب“ کا کوڑا لگنے والا ہے۔ راقم الحروف جذبات و اشتعال سے ہٹ کر حوصلے سے
 کہتا ہے کہ انشاء اللہ العزیز حضرت شیخ مدنیؒ کے توسل سے ایک بزرگ عالم دین، مظهر
 شریعت و طریقت پر توہین رسالت کا الزام لگانے کے جرم میں مؤلف ”المسلک المنصور“
 ضرور بالضرور سزا بھگتے گا۔ جس مردِ درویش نے حضور ﷺ کے غلاموں کی محبت و عقیدت
 میں زندگی کھپا دی کیا وہ اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر نبی کی شان میں گستاخی کر سکتے ہیں؟
 حضرت قاضی صاحبؒ کا جرم صرف یہ تھا کہ انہوں نے مہاتیت کے فتنے کو پختہ نہ دیا۔ جس
 طرح اہل بدعت نے اپنے کالے کرتوتوں پر پردہ ڈالنے کے لئے مشائخ دیوبند پر الزام
 تراشی کیا۔ بعینہ آج دورِ حاضر کے یہ معتزلہ اور بدعتی پاسبان مسلک دیوبند پر الزام لگا رہے
 ہیں۔ اے صبح کی ٹھنڈی ہوا! ہم اہل حق کی جانب سے رسالت مآب ﷺ کو یہ درد بھری
 داستان سنا رہے کہ

خونے نہ کردہ ایم دے رانہ کشہ ایم

جرم است اس کہ عاشق روئے تو کشہ ایم

حضور ﷺ، صحابہ کرامؓ اور اولیائے کرامؓ کے گستاخ خود ممانی ٹولہ ہے اور ان کا اصلی چہرہ ہم نے اپنے رسالہ ”جعلی دیوبندیوں کی اصلی کہانی“ میں دکھا دیا ہے۔ پڑھ کر عقل سلیم رکھنے والے خود فیصلہ کر لیں گے کہ گستاخ رسول کون ہے اور عاشق رسول ﷺ کون؟ اصلی اور حقیقی موحّد کون ہیں اور توحید کے نام پر ”تلبیس“ پھیلانے والے کون؟ اس سے قبل ممانی ٹولے کے مبلغ اعظم احمد سعید صاحب چتر و زگرہ کی گستاخیوں کی ایک جھلک ملاحظہ ہو۔ ہمارے پاس اس تقریر کی کیسٹ موجود ہے۔ اور گستاخیوں پر مشتمل وہ پمفلٹ بھی جو جھنگ سے شائع ہوا ہے۔

۱: ایک تقریر میں ممانی مبلغ مولوی احمد سعید صاحب نے کہا کہ اگر آپ ﷺ نے یہ کتاب پڑھ کر نہ سنائی اور اپنے پاس چھپا رکھی تو آپ ﷺ پر اللہ اور اس کے فرشتے اور کل کائنات کی لعنتیں برسیں گی، حالانکہ مولوی صاحب نے جس آیت کی تفسیر بیان کی وہ ال کتاب کے متعلق ہے۔ مولوی احمد سعید صاحب کے پنجابی الفاظ ملاحظہ ہوں۔

”خیال کرناں جے ٹساں کتاب اپنے کول لکا کے چار کمی۔ لوکاں نوں پڑھ کے نہ سزائی۔ تاں پھر تینوں کیہ سزا ملی۔ اولینک یلعنہم اللہ ویلعنہم الا عنون۔ پیری دی لعنت دس سی تہاڈے آتے، تے میرے فرشتیاں دی دی لعنت دس سی اور کائنات دیاں لعنتاں دی تہاڈے آتے ڈھے پوسن (استغفر اللہ العظیم)“

۲: ال بدعت اکثر ”نور من نور اللہ“ کا ورد کرتے ہیں مولوی احمد سعید نے اس کی تردید میں یوں کہا ”میں پکا مولوی دلاؤ تھا نور من نور اللہ اے پتہ نہیں کہ سور من سور اللہ“ (لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم) (ما خود از پمفلٹ احمد سعید (صاحب) کی گستاخیاں)

اور یہ گستاخیاں صرف مولوی صاحب کی نہیں بلکہ یہ سب کچھ سید عنایت شاہ صاحب گجراتی کی سرپرستی میں ہوتا رہا۔ اس لئے ہمارے اکابر کو گستاخ کہنے والے پہلے اپنے گھر کی خبر لیں۔ مؤلف المسلك المنصور اپنی جہالت سے الزام دے رہا ہے کہ العیاذ باللہ گدھے کی حیات پر نبی کی حیات کو قیاس کیا گیا۔ یہ تا اہل اور نام نہاد محقق قیاس کی تعریف سے ہی تابلہ ہے۔ کوئی عام مسلمان بھی اتنی جسارت نہیں کر سکتا چہ جائیکہ ایک عالم دین ہے ایسی توقع کی جائے۔ پھر وہ زندہ ہونے والا کوئی تلہ گنگ کا ”گدھا“ نہیں تھا بلکہ اللہ کے پیارے نبی علیہ السلام کی سواری تھی۔ اور جس چیز کی نسبت اللہ کے پیارے نبی سے ہو جائے وہ مقام پالیتی ہے یہی وجہ ہے کہ شیخ الاسلام علامہ مولانا شبیر احمد عثمانی ”اصحاب کہف کے واقعے میں لکھتے ہیں“ اگرچہ کتا رکھنا برا ہے لیکن لاکھ بدوں میں ایک بھلا بھی ہے“ (نوائد عثمانیہ ص ۳۹۴)

مقامی مؤلف صاحب! ذرا دل پر جبر کر کے کھڑکھا میں حضرت مولانا منیر احمد صاحب کی شاگردی اختیار کریں تاکہ آپ کو پتہ چلے کہ قیاس مطلق کیا ہے؟ قیاس شرعی کیا ہے؟ قیاس لغوی اور قیاس اصطلاحی کسے کہتے ہیں اور مقیاس علیہ کی تعریف کیا ہے؟ سیکھنے کے بعد پھر حضرت قاضی کی اس عبارت کو پڑھیں۔ اور سمجھیں۔ مشہور ہے کہ ایک آدمی درخت پر چڑھ گیا مگر اس سے اترا نہ گیا چنانچہ ایک ”مقامی محقق“ سے مشورہ لیا گیا تو اس نے کہا کہ کسی طریقے سے اوپر رسی پھینکی جائے برسی پھینکی گئی اس کو کہا گیا کہ رسی کا سرا مضبوطی سے پکڑ لے جب اس نے رسی پکڑ لی نیچے سے ایک آدمی نے پوری قوت سے کھینچا تو وہ پیچا رہ زمین پر آگیا اور تڑپ تڑپ کر مر گیا جب مقامی محقق سے شکوہ کیا گیا کہ آپ نے یہ کیسا طریقہ اختیار کیا تو مقامی محقق نے کہا کمال ہے میں نے بالکل اسی طریقہ سے کئی انسانوں کو کنوئیں سے نکالا ہے۔

جب قیاس کرنے والے ایسے ہوں تو پھر یوں ہی کھلا کرتے ہیں۔ حضرت قائد اہل سنتؒ انبیاء علیہم السلام، صحابہ کرامؓ اور اکابرین علماء دیوبند کے ساتھ جو الہانہ محبت و عقیدت رکھتے تھے وہ ایک دنیا پر ظاہر ہے ”خوشبو آنت کہ خود بوید نہ کہ عطار بگویند“۔ ایسے جھوٹے الزامات سے ہم خادین و خوشہ چیں دلبرداشتہ تو ضرور ہوئے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ کی عدالت میں انشاء اللہ ہمارے اکابر سرخرو ہوں گے۔

سولہواں وجہ:

﴿حضرت اوکاڑویؒ پر الزام﴾

قائد اہل سنت حضرت اقدس مولانا قاضی مظہر حسینؒ پر توہین نبوت کا الزام دینے پر جب مؤلف ”المسلك المصور“ کے پیٹ کی آگ ٹھندی نہیں ہوئی تو حضرت رئیس المناظرین مولانا محمد امین صفدر اوکاڑویؒ پر یہ الزام لگا دیا کہ آپؒ نے (العیاذ باللہ) حضور اکرم ﷺ کی شان اطہر میں گستاخی کی ہے۔

ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ مؤلف ”المسلك المصور“ نے ”بریلی کے خان جی“ کا قلم چھین لیا ہے جو اتنی ڈھٹائی کے ساتھ اہل حق پر گستاخی رسول ﷺ کا الزام لگا رہے ہیں۔ دراصل یہ اہل باطل کا دھیرہ ہے کہ جب دلائل کا مقابلہ کرنے سے یہ عاجز آتے ہیں تو عوام الناس کو مشتعل کرنے کے لئے ایسی گھٹیا کاروائیوں پر اتر آتے ہیں۔ مماتی مؤلف صاحب لکھتے ہیں ”اوکاڑوی صاحب غیر مقلدین کی تردید میں ایک حدیث لکھنے کے بعد یوں رقمطراز ہیں ”لیکن آپ ﷺ نماز پڑھتے رہے اور کتیا سامنے کھیتی رہی اور ساتھ گدھی بھی تھی دونوں کی شرمگاہوں پر بھی نظر پڑتی رہی“ (تجلیات صفدر جلد ۵ ص ۴۸۸) حضرات گرامی اوکاڑوی صاحب کی اشد حماقت کا اندازہ فرمائیں کس ذات اقدس کے بارہ میں کیسے لڑ رہے

خیز الفاظ استعمال کئے ہیں کہ الامان والحفیظ۔ عبارت مذکورہ پر زیادہ تبصرہ کرنے کی میرے قلم و قلب میں سکت نہیں ہے آپ بحیثیت مسلمان خود سوچ لیں کہ سید الاولین والآخرین ﷺ جن کے حیاء اور شرم کا احادیث میں جو مقام بیان کیا گیا ہے نوری فرشتے بھی اس پر رشک کرتے ہیں اور خصوصاً نماز کی حالت تو ہوتی ہی مناجات مع اللہ استغراق فی بحر التوحید اور مشاہدہ کی ہے اور نبی پاک ﷺ نے تو عام مسلمانوں کے بارے میں فرمایا ہے کہ ”نماز مومن کی معراج ہے“ اور فرمایا کہ اللہ کی عبادت اس طرح کر گویا تو اس کو دیکھتا ہے اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو یہ تصور کر کہ وہ تجھے دیکھتا ہے ادکاڑوی صاحب نے جس لا پرداہی کے ساتھ امام الانبیاء ﷺ کی نماز کا نقشہ پیش کیا ہے جناب نبی کریم ﷺ کی ذات مقدسہ تو بہت بلند ہے اس کا تصور تو کسی عام مسلمان آدمی، نمازی کے لئے کرنا بھی ناممکن ہے۔ شرم و حیاء والا آدمی نماز کے باہر بھی ایسی حرکت کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ مسئلہ تو صرف یہ بیان کرنا تھا کہ نمازی کے آگے سے کتا گزر جائے تو نماز ٹوٹ جاتی ہے یا نہیں؟ اس کے لئے اگر کہنا ہی تھا تو اتنا کہنا کافی تھا کہ ایک دفعہ آپ ﷺ نماز پڑھ رہے تھے کتیا یا گدھی سامنے سے گزر گئی لیکن آپ ﷺ نے اعادہ نہیں فرمایا تو معلوم ہوا کہ نمازی کے آگے سے کسی چیز کے گزرنے سے نماز نہیں ٹوٹی۔ آپ ادکاڑوی صاحب کی ذہنی ساخت کا اندازہ فرمائیں“ بلفظہ

﴿المسلک المنصور ص ۱۷۳﴾

جواب:

قارئین کرام! مؤلف ”المسلک المنصور“ بیچارے غیر مقلدین کی ترجمانی کرنے کے لئے بھی بڑے بے تاب ہیں۔ چونکہ غیر مقلدیت اور مماتیت میں ”ساڑھے انیس بیس“ کا فرق ہے۔ اس وقت ہمارے سامنے غیر مقلدوں کا ترجمان رسالہ ہفت روزہ ”الحدیث“ کا تازہ شمارہ موجود ہے۔ جس میں ڈیرہ غازی خان میں ہونیوالی غیر مقلدوں

کی کانفرنس کا اشتہار ہے اور مبلغ اشاعت مولوی احمد سعید صاحب ملتانی کے دو صاحبزادوں کا جلی حروف میں نام موجود ہے۔ یقین نہ آئے تو دیکھ لیجئے ”مناظر اسلام علامہ سیف اللہ خان خالد چتر وڈ گڑھی“ اور ”خطیب ابن خطیب علامہ عصمت اللہ خان چتر وڈ گڑھی“ کے نام مہماتوں کی نظریاتی خودکشی کا برملا اعلان کر رہے ہیں۔ (ہفت روزہ اہل حدیث لاہور بابت ۱۵ اگست ۲۰۰۶ء)

قارئین کرام!

تجلیات صفدر جلد پنجم میں ایک باب ”غیر مقلدین کی غیر مستند نماز“ کے عنوان سے موجود ہے اس میں ہے ”آپ ﷺ نے فرمایا کہ کتا سامنے سے گزر جائے تو نماز ٹوٹ جاتی ہے (مسلم ج ۱ ص ۱۹۷) لیکن آپ ﷺ نماز پڑھاتے رہے اور کتا سامنے کھیلتی رہی اور ساتھ گدھی بھی تھی، دونوں کی شرم گاہوں پر بھی نظر پڑتی رہی“ (ص ۳۸۸)

مؤلف المسلك المنصور نے یہاں بزعیم خود عاشق رسول ﷺ (سبحان اللہ) ہونے کا ثبوت دیا ہے اور اس عبارت پر اختراعی حاشیہ یہ چڑھایا کہ حضرتؐ نے کہا کہ نبی علیہ السلام کتیا کی شرمگاہ نماز میں دیکھتے رہے۔ لہذا یہ تو ہین نبوت ہے۔ مؤلف صاحب کا یہ الزام بچھو وجوہ مردود و نامستود ہے۔

اولاً: الفاظ یہ ہیں کہ آپ ﷺ نماز پڑھاتے رہے ”یعنی آپ ﷺ امامت فرما رہے تھے تو یقیناً صحابہ کرامؓ مقتدی تھے جو کثیر تعداد میں ہوں گے۔ اس عبارت میں ”شرمگاہوں پر نظر پڑتی رہی“ سے یہ کیسے لازم آگیا کہ حضور ﷺ کی نگاہ پڑی۔ ممکن ہے صحابہ کرامؓ جو اگلی صف میں قیام فرماتے ان کی نگاہ پڑی ہو؟

ثانیاً: کیا غیر ذی العقول کی شرمگاہ پر نظر کرنا بے حیائی ہے، نیز بغیر دیکھے مذکر اور

مونٹ کا علم کیسے ہو گیا؟

کالٹا: قائل کی مراد کیا ہے؟ اور کیا مولانا امین صفدر اوکاڑویؒ کی مراد وہی تھی جو مؤلف "المسلک المنصور" اپنے ناقص ذہن سے لے رہے ہیں؟ قطعاً نہیں۔ قائل کی مراد سمجھے بغیر اس پر بے ادبی اور گستاخی کا فتویٰ لگانا علماء سو کا طریق ہے۔ تجلیات صفدر کے تقریباً نصف درجن کے قریب ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ آج تک کسی جدید دیوبندی عالم دین نے مذکورہ عبارت پر گرفت کرتے ہوئے حضرت اوکاڑویؒ کو مورد الزام نہیں ٹھہرایا۔ نہ ہی کوئی بریلوی یا غیر مقلد عالم یہ تہمت لگا سکے۔ وہ حضرت اوکاڑویؒ جو ساری زندگی ان دوستوں کے دانت کھٹے کرتے رہے۔ آج ان کی رحلت کے بعد انہیں خیال آیا کہ وہ تو گستاخ رسول ﷺ بھی تھے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔

خرد کا نام جنوں رکھ دیا، جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

ستر ہواں و جل:

﴿مسئلہ یزید﴾

جن کے دل میں سرور کائنات ﷺ کی محبت و عقیدت نہ ہو وہ آل رسول ﷺ سے محبت کا دم کیسے بھر سکتے ہیں؟ چنانچہ منکرین حیات النبی ﷺ بھی پوری قوت اور خون پسینہ ایک کر کے یزید کی وکالت کرتے ہیں۔ اور آئے روز لندن کی جانب سے کچھ نہ کچھ یزیدی بولیاں سننے میں آتی رہتی ہیں۔ اُجڑے اور بیاباں یزیدی جنگل کے یہ کوئے "کائیں کائیں" کر کے ناصیت کو پروان چڑھا رہے ہیں اور اب تو ہم پورے دثوق سے کہتے ہیں کہ جو بھی ممانی ہوگا وہ یزیدی ضرور ہوگا۔ جو بھی حضور ﷺ کی حیات فی القبر کا منکر ہوتا ہے اس کا دل حب

حسینؑ سے بالکل خالی اور حمایت یزید سے لبریز ہوتا ہے۔ چنانچہ مماتی جماعت کے ایک بزرگ مولانا محمد حسین شاہ نیلوی صاحب نے تو یہاں تک کہہ دیا ”حضرت امام حسینؑ سے تو جنرل ضیاء الحق ہی اچھا رہا کہ جب بھی اسے کوئی مہم پیش آتی تو سیدھا مکہ شریف جا پہنچتا اور اللہ تعالیٰ سے رورور کر ڈنچے میں کرتا (مظلوم کر بلا ص ۱۰۰) انا شریکستان پر ننگ پر پس سر کو دھا)

﴿اسیر ناموس یزید﴾

نیلوی صاحب کی مذکورہ بالا کتاب کو عدالت نے متنازعہ قرار دے کر پابند سلاسل کیا اور نیلوی صاحب اسیری کی حالت ہی میں انتقال کر گئے۔ اس لئے ہم انکو اسیر ناموس یزید کہنے کا حق رکھتے ہیں۔ ان حضرات نے سوچا کہ اسیر ناموس رسالت ﷺ اور اسیر ناموس صحابہؓ تو دنیا نے بہت دیکھے ہیں۔ ہم کوئی نیا ”چھوٹا“ لگا کر آئیں گے تاکہ سب سے ممتاز نظر آئیں۔ اسی طرح مماتی جماعت کے ایک واعظ جناب عطاء اللہ صاحب بندیا لوی نے بھی اپنی کتاب ”واقعہ کر بلا اور اس کا پس منظر“ میں یزید کی بلا اجرت و کالت کی ہے۔ لالہ موسیٰ گجرات سے شائع ہونے والی کتاب ”خس کم جہاں پاک“ میں ہے ”مولانا بندیا لوی نے اپنی کتاب ”واقعہ کر بلا اور اس کا پس منظر“ میں جماعتی موقف کے خلاف لکھا ہے تاکہ ہم حضرت نیلوی صاحب اور مولانا بندیا لوی صاحب سے شور مٹی نے درخواست کی ہے کہ وہ مقننہ کے اجلاس میں وضاحت کریں اور حضرت الامیران سے وضاحت طلب کریں۔ مولانا عطاء اللہ بندیا لوی نے کہا ہے اگر مجلس مقننہ ان کی کتاب کو جماعتی موقف کے خلاف قرار دے تو وہ کتاب واپس لینے کو تیار ہیں (خس کم جہاں پاک ص ۴۶)

قارئین کرام!

مولانا بندیا لوی کی مذکورہ کتاب بدستور مماتی حلقوں میں گردش کر رہی ہے، جس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ جماعتی موقف کے خلاف نہیں ہے۔ یعنی امام حسینؑ کے مقابلے

میں یزید کی حمایت کرنا اور پوری امت کے نظریے سے ٹکراتا یہ بھی اشیاعیوں کا مشن ہے۔

﴿مؤلف المسلك المنصور کی یزیدی چال﴾

مماقی مؤلف نے اپنی کتاب کے صفحہ نمبر ۷۸ پر لکھا ہے ”یاد رہے ہمارا مقصد یزید کا دفاع کرنا نہیں بلکہ یزید کی آڑ میں اصحاب رسول ﷺ پر کی گئی تہر ابازی کی تردید ہے۔“

حالانکہ مؤلف کو علم ہونا چاہیے کہ آپ کے بڑے دفاع یزید میں زندگیاں کھپا گئے۔ یزید کی خاطر قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں حتیٰ کہ ان کے جنازے جیل سے نکلے، یزید کے حق میں ممائی پلیٹ فارم سے کتابیں لکھی جا رہی ہیں۔ اس موضوع پر تقریریں ہو رہی ہیں۔ مگر خدا جانے ”المسلك المنصور“ لکھنے والے یہ صاحب کیسے دفاع یزید کو اپنا مقصد قرار نہیں دے رہے؟۔ باقی اصحاب رسول ﷺ پر نہ کسی نے تہر ابازی کی اور نہ ہی کوئی سنی مسلمان اس کے متعلق سوچ سکتا ہے۔ یہ آپ کے نجس دماغ کی اختراع ہے۔

﴿حضرت اوکاڑویؒ پر تہر ابازی کا الزام!﴾

مؤلف ”المسلك المنصور“ اپنی کتاب میں حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑویؒ پر مندرجہ ذیل باتوں کا الزام لگاتے ہوئے رقمطراز ہیں۔ ”اوکاڑوی صاحب کی خرافات کے چند امور قابل غور ہیں۔“

۱: یزید اپنی بہنوں سے محبت کرتا تھا (العیاذ باللہ) باپ کی لونڈیوں سے محبت کرتا تھا شراب پیتا تھا اور نو جوانوں والی حرکتیں کرتا تھا۔

۲: حضرت معاویہؓ کو یزید کے سب حالات کا علم تھا اور بجائے شرعی حد جاری کرنے کے حضرت امیر معاویہؓ یزید کو نرمی سے کہتے تھے کہ دن میں صبر کیا کرو اور رات کو جب دشمن سو جاتے ہیں تو..... معاذ اللہ۔

۳: باوجود یزید کی تمام خرابیوں کے علم کے حضرت معاویہؓ یزید کی بیعت کرنے پر صحابہ کرامؓ کو مجبور کرتے تھے اور ڈراتے دھمکاتے تھے۔ معاذ اللہ۔ بلفظہ المسلسلہ المصنوعہ ص ۷۷

جواب:

مولانا امین صفدر اودکاڑویؒ نے تاریخ کے حوالے سے مذکورہ باتیں لکھی ہیں، اپنی طرف سے نہیں۔ مؤلف ”المسلسلہ المصنوعہ“ نے اپنی جہالت اور خبیث باطن سے مولانا اودکاڑویؒ کی طرف ان باتوں کو منسوب کر دیا۔ اور یزید کی تردید ہوتی دیکھ کر گویا کپڑوں سے باہر ہو گئے اور تن بدن میں آگ لگ گئی۔ پہلی عبارت کے متعلق مماتی مؤلف نے لکھا کہ ”یہ حضرت ابن حنظلہؓ پر سفید جھوٹ ہے (ص ۱۷۶)۔ یہ جاہل اور نادان مؤلف اگر ”الصواعق المحرقة“ کھول کے دیکھ لیتا تو چودہ طبق روشن ہو جاتے اور مولانا اودکاڑویؒ نے بھی صواعق محرقة کے حوالے سے لکھا ہے۔ صواعق محرقة کی عبارت یہ ہے۔

”واللہ ما خرجنا علی یزید حتیٰ خفنا ان نرمی بالحجارة من السماء ان کان رجلاً ینکح امہات الاولاد والبنات والا خوات و یشرب الخمر و یدع الصلوۃ (صواعق محرقة ص ۲۲۱)

خدا کی قسم! ہم اس وقت تک یزید کے خلاف نہیں اٹھے یہاں تک کہ ہمیں ڈر لاحق ہوا کہ اب (نہ اٹھنے کی وجہ سے) آسمان سے ہم پر پتھر نہ برس پڑیں۔ یہ وہ آدمی ہے جو باپ کی ان لونڈیوں سے صحبت کرتا ہے جن سے باپ کی اولاد پیدا ہوئی اور وہ بیٹیوں اور بہنوں سے صحبت کرتا ہے اور شراب پیتا ہے۔ اور تارک صلوٰۃ ہے۔ مؤلف نے عالم خواب میں ہانک دیا کہ ابن حنظلہؓ نے یہ بات نہیں کہی۔ مگر اس پر کوئی حوالہ؟ کوئی دلیل؟ نہیں، بس ان کا بک دینا ہی حجت ہے۔ اور یہاں بیٹیوں بہنوں سے حقیقی مراد نہیں۔ نہ مولانا اودکاڑویؒ نے یہ لکھا

ہے۔ یہ مہماتیوں کا یزید کے ساتھ محبت اور اصحاب رسول ﷺ کے ساتھ جو اندر کا بغض ہے۔ اس کا اظہار ہے۔ ایسی ”غلیظ اور بازاری باتوں“ کا تاریخ کے واقعات و حالات پر نگہ چڑھانا پتہ دے رہا ہے کہ یہ خود کس قماش کے آدمی ہیں۔ یزید کی بدکرداری اپنے وقت میں کوئی ڈھکی چھپی نہیں تھی۔ آج منکرین حیات النبی ﷺ اپنی زبانوں سے یزید کا دامن چاٹ کر داغ دے دے کرنے کی کوشش کر رہے ہیں، جو انکی نادانی و بے وقوفی ہے۔

باقی جاہل مؤلف کا یہ کہنا کہ حضرت معاویہؓ صحابہؓ کو دھمکاتے رہے کہ وہ بھی یزید کی بیعت کر لیں۔ ان میں صحابہ نہیں تھے، غیر صحابی تھے۔ اگر مؤلف اور دیگر مہماتی کچھ فرصت نکال کر تاریخ اور محققین اہل سنت کی کتب کا مطالعہ کر لیں تو سب کمر اکھوٹا سامنے آجائے گا۔ مولانا ادکار ڈوئیؒ نے تو مذہب اہل سنت کی ترجمانی کی ہے جو مہماتیوں کو ہضم نہیں ہو رہی۔

دوسری عبارت جو دجل و تلحیس سے مولانا ادکار ڈوئیؒ کے ذمے لگائی گئی وہ طبرانی کے حوالے سے ہے۔ اور تجلیات صغریہ میں بھی ایسے ہی ہے ملاحظہ ہو ”طبرانی میں ہے کہ یزید نو جوانی میں شراب پیتا تھا اور نو جوانوں والی حرکتیں کرتا تھا جب حضرت معاویہؓ کو علم ہوا تو حضرت معاویہؓ نے نرمی سے نصیحت فرمائی کہ بیٹا ایسے کام نہ کرو جس سے مرگت ختم ہو جائے، دشمن خوش ہوں دوست برا سمجھیں اور فرمایا کم از کم دن بھر ایسی باتوں سے صبر کیا کرو اور جب رات آتی ہے تو رقیب کی آنکھ بند ہو جاتی ہے۔ کتنے فاسق ہیں کہ دن عبادت میں گزارتے ہیں اور رات لذت و عیش میں گزارتے ہیں ”علامہ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ حضرت معاویہؓ کی یہ نصیحت اس حدیث کے موافق ہے کہ اگر کوئی شخص ایسی گندگیوں میں مبتلا ہو جائے تو اس کی پردہ پوشی کرے (البدایہ والنہایہ) باپ کی اس نصیحت پر عمل کرتے ہوئے یزید اپنے فسق کو چھپانے لگا ۳۹ھ یا ۵۰ھ میں حضرت معاویہؓ نے جہاد کے لئے

ایک بڑا لشکر بلاد روم کی طرف روانہ کیا تو اس لشکر کا امیر سفیان بن عوفؓ کو مقرر فرمایا اور اپنے بیٹے یزید کو بھی اس غزوہ میں شرکت کا حکم دیا مگر یزید نے تعمیل میں سستی کی اور معذرت کر دی۔ یہ دیکھ کر اس کے والد نے بھی اسے رہنے دیا۔ وہاں جنگ میں لوگ بھوک اور شدید مرض کا شکار ہوئے تو یزید نے یہ شعر کہے جن کا ترجمہ ہے ”مجھے کچھ پرواہ نہیں کہ روم میں مسلمانوں کے فوجی کیمپ غزوہ قدونہ میں مسلمانوں کو چپک اور بخار کا سامنا ہے۔ جبکہ میں دیر مران میں گدوں پر اونچے اونچے ٹکیوں کے سہارے بیٹھا ہوں اور میرے سامنے ام کلثوم ہے۔ ام کلثوم یزید کی بیوی عبداللہ بن عامر کی بیٹی تھی۔ حضرت معاویہؓ کو جب اس کے ان اشعار کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے اس کو قسم دے کر بتا کید کہا کہ اسے روم میں سفیان کے پاس پہنچنا ضروری ہے تاکہ وہ لوگ جس مصیبت میں گرفتار ہیں یہ بھی گرفتار ہو۔ اب جو یہ روانہ ہوا تو اس کے والد ماجد نے ایک انبوہ کثیر کا اس کے ساتھ اور اضافہ کر دیا اور اسی لشکر میں حضرت ابن عباسؓ، حضرت ابن عمرؓ، حضرت ابن زبیرؓ، حضرت ابوالیوب انصاریؓ وغیرہ بھی تھے۔ اور عبدالعزیز بن زرارہ کلابی بھی چنانچہ یہ لوگ بلاد روم میں گھستے ہی چلے گئے تا آنکہ تیزی کے ساتھ یلغار کرتے ہوئے قسطنطنیہ جا پہنچے۔ (اس غزوہ کا ذکر حدیث میں بھی ہے) (بحوالہ کامل ابن الاثیر بحوالہ تجلیات صفحہ ۱۷۹ ص ۷۷)

﴿یزید کا فاسق و فاجر ہونا تو اتر سے ثابت ہے﴾

محقق العصر شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالرشید نعمانیؒ فرماتے ہیں ”یزید کا فاسق و فاجر اور تارک سنت ہونا تو اتر ثابت ہے جس طرح رستم کی شجاعت، حاتم کی سخاوت مشہور ہے، اس سے زیادہ یزید کا ظلم و ستم اور اس کا فسق و فجور مشہور ہے۔ وہ جبر و زبردستی سے حکومت پر مسلط ہو گیا تھا۔ اس نے صحابہ کرامؓ اور تابعین عظام کی ایک خلقت کو ذلیل کیا اور ناحق ان کا خون بہایا۔ اس نے نہ صرف حرم کعبہ کی بے حرمتی کی اور اس پر فوج کشی کی بلکہ

حرم نبوی کو بھی تین دن کے لئے اپنی فوج کے لئے بالکل حلال کر دیا وہ جو چاہے وہاں کرے۔ چنانچہ یزیدی لشکر نے تین دن تک حرم نبوی میں وہ فساد مچایا کہ پناہ بخدا، سینکڑوں صحابہؓ و تابعینؓ کے علاوہ اولاد انصار و مہاجرین کا ناحق قتل عام ہوا، لوٹ مار اور قتل و غارت کا یہ عالم تھا کہ تین دن تک مسجد نبوی میں کوئی نماز نہ ہو سکی (حادثہ کر بلا کا پس منظر ص ۲۱۷ تا ۲۱۸)

﴿لوٹڈوں کے ہاتھوں امت کی ہلاکت﴾

حضرت امام بخاریؒ نے ”کتاب الصحيح“ میں ایک باب قائم کیا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں ”باب قول النبی ﷺ ہلاک امتی علی یدی اغلیمة من قریش“ حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ میری امت کی ہلاکت چند قریش کے لوٹڈوں کے ہاتھوں ہوگی۔ چنانچہ علامہ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں۔

اول الاغلیمة کان فی سنة ستین سب سے پہلا لوٹڈا ۶۰ھ میں برسر اقتدار وهو کذا الک فان یزید بن معاویہ آیا جو بالکل واقع کے مطابق ہے۔ کیونکہ استخلف فیہا وبقی الی مستہ اربع یزید بن معاویہ اسی ۶۰ھ میں بادشاہ بنا اور وسنین فمات (فتح الباری جلد ۳ ص ۸) پھر ۶۳ھ میں مر گیا۔

امام سیوطیؒ فرماتے ہیں

ضحی بنو امیہ یوم کربلا بالذین . کر بلا کے روز بنو امیہ نے اپنا دین ذبح کر رکھ دیا (تاریخ الخلفاء) اور علامہ سیوطیؒ باوجود یکہ نہایت حساس اور محتاط بزرگ تھے مگر حسینؑ اور بغض یزید میں وہ یزید پر لعنت کر بیٹھے۔ فرماتے ہیں ”لعن اللہ قاتلہ وابن ذی معہ و یزید ایضاً (تاریخ الخلفاء ص ۲۰۷) قاتلین حسینؑ کے ساتھ اللہ تعالیٰ ابن زیاد اور یزید پر بھی لعنت کرے۔ اور علامہ سعد الدین تفتازانیؒ بھی فرماتے ہیں ”لعنہ اللہ علیہ

وعلیٰ انصارہ واعوانہ“ اللہ تعالیٰ کی اس پر اور اس کے مددگار و معاونین پر لعنت ہو۔
 (شرح عقائد ص ۱۳۷ مصر) حافظ ابن کثیرؒ امام طبرانی کی روایت نقل کرتے ہیں ”کسان
 یزید فی حدائتہ صاحب شراب یاخذ ماخذ الاحداث (البدایہ والنہایہ ج ۸
 ص ۲۸۸) نوعمری میں یزید پینے پلانے کا شغل رکھتا تھا اور اس میں نوجوانوں کی سی آزادی
 تھی۔ ایک جگہ لکھتے ہیں ”کان فیہ ایضاً اقبال علی الشہوات“ (یزید میں یہ بات
 تھی کہ وہ خواہشات نفسانی کا متوالا تھا۔ اور مزید یہ کہ ”قلت یزید بن معاویہ اکثر ما
 نقم علیہ فی عملہ شراب الخمر واتیان بعض الفواحش“ میں کہتا ہوں یزید
 بن معاویہؒ پر اس کی بدکرداری کے سلسلہ میں سب سے زیادہ عائد کیا جانے والا الزام
 نوشی اور بعض فواحش کے ارتکاب کا ہے۔

﴿یزید اپنے بیٹے کی نظر میں﴾

حضرت معاویہؒ جو یزید کے بیٹے تھے (ان کا نام اپنے دادا کے نام پر رکھا گیا تھا) وہ فرماتے
 ہیں ”قد ابی الامر وکان غیر اہلہ ونازع ابن بنت رسول ﷺ فقصف
 عمرہ وانتبر عقبہ وصار فی قبرہ اہیناً بذنوبہ وقال ان من اعظم الامور
 علینا علمنا سوء مصرعہ و سوء منقلبہ وقد قتل عترۃ رسول اللہ و اباح
 الخمر و خرب الکعبۃ (الصواعق المحرقة ص ۱۳۲)

میرے باپ (یزید) نے جب حکومت کی باگ ڈور ہاتھ میں لی تو وہ اس کا اہل نہیں تھا اس
 نے رسول اللہ ﷺ کے نواسے سے جھگڑا کیا۔ بالآخر اس کی عمر کم ہو گئی اور نسل ختم ہو گئی اور پھر
 وہ اپنے گناہوں کا بوجھ لے کر قبر میں دفن ہو گیا (یہ کہہ کر معاویہؒ رونے لگے) اور کہا جو بات
 ہم پر سب سے زیادہ گراں ہے وہ یہی ہے کہ اس کا بُرا انجام اور بری عاقبت ہمیں معلوم
 ہے۔ اس نے رسول اللہ ﷺ کے قرابت داروں کو قتل کیا، شراب کو حلال کیا اور بیت اللہ

ویران کیا۔

﴿حضرت معاویہؓ کی وفات کے وقت یزید کہاں تھا؟﴾

علامہ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں ”فحين معاوية الوفاة كان يزيد في الصيد“ (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۱۵)

جب حضرت معاویہؓ کی وفات ہوئی تو یزید اس وقت شکار پر تھا۔

﴿حامیان یزید کو قائد اہل سنت کا چیلنج﴾

حضرت اقدس مولانا قاضی مظہر حسینؒ (خلیفہ مجاز شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ و فاضل دارالعلوم دیوبند) فرماتے ہیں ”ہم پاک و ہند کے تمام حامیان یزید کو چیلنج کرتے ہیں کہ وہ کربلا، حرہ اور محاصرہ مکہ کے واقعات ہائلہ کے بعد کسی ایک صحابی سے ثابت کر دیں کہ انہوں نے یزید کو صالح اور عادل قرار دیا ہے۔ ہاتھ برہانکم ان کنتم صدیقین“ (خارجی فقہ ج ۲ ص ۵۹۹)۔ حضرتؒ کا یہ چیلنج وابستگان مسلک دیوبند کی جانب سے آج بھی بدستور قائم ہے۔ مؤلف المسلك المنصور اور دیگر مہماتی حضرات حضرت اذکار ذویؒ اور دیگر بزرگان اسلام پر توہین نبوت اور توہین صحابہ کرامؓ کے بے بنیاد الزامات لگانے کی بجائے حقائق کی طرف آئیں۔ آپ کی بہتان تراشی اور ہٹ دھرمی تعصب و عناد پر مبنی ہے۔ اصحاب رسول ﷺ کی توہین جب بھی ہوئی آپ ہی کے پلیٹ فارم سے ہوئی۔ اللہ تعالیٰ شیطانی وساوس سے ہماری حفاظت فرمائے آمین ثم آمین۔

﴿مؤلف کا ایک ادیبانہ شہ پارہ﴾

ویسے تو عجیب و غریب شہ پاروں سے کتاب بھری پڑی ہے اگر ہم اسی پر خامہ فرسائی کرنے بیٹھ جائیں تو مستقل کتاب وجود میں آجائیگی۔ اس لئے مؤلف صاحب کے ایک جملے پر زور

غور فرمائیں ”کچھ خدا کا خوف کریں اور گوزشتر کی طرح ڈینگیں مارنے سے اور عوام بیچاری کو دھوکہ دینے (سے) پرہیز کریں (المسلک ص ۱۸۳) قارئین کرام! گوز فارسی زبان کا لفظ ہے۔ پیٹ سے خارج ہونے والی ریح کو گوز کہتے ہیں۔ کسی بات کو غلط ثابت کرنا ہو یا تردید مقصود ہو تو جملے کا یوں استعمال ہوتا ہے ”فلاں کی بات گوزشتر سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتی“ اور مؤلف صاحب کے جملے کو پڑھیں ”گوزشتر کی طرح ڈینگیں مارنے“ ایسے جہلا اور نالائق تحقیق کے میدان میں اتر کر علمائے امت کے خلاف ہرزہ سرائی کر رہے ہیں۔ فی اللعجب۔



باب پنجم

﴿بحث حدیث الانبیاء اَحْیَاءَ فِی قُبُورِهِمْ یُصَلُّونَ﴾

حضرت مولانا منیر احمد صاحب مدظلہم نے اپنی تقریر میں حیات الانبیاء پر مشہور حدیث ”الْأَنْبِیَاءُ أَحْیَاءُ فِی قُبُورِهِمْ یُصَلُّونَ“ پیش کی جو تقریر دلپذیر کے س ۳۳ پر موجود ہے۔ مؤلف المسلسلک المصو ر نے اپنے بڑوں کی طرح اس پر بھی طبع آزمائی کرنے کی بے جا اور نا کام کوشش کی ہے۔ اور بے کار بحث کر کے اپنے نامہ اعمال اور اکثر منکرین حیات النبی ﷺ کے ”چہروں“ کی طرح اوراق سیاہ کئے ہیں۔ جس کا خلاصہ یہ ہے۔

۱: مناظر موصوف نے پوری روایت بیان نہیں فرمائی کیونکہ پوری روایت میں مناظر کی کہنی ”یصلون“ کے ساتھ ”یحبون“ کے لفظ بھی بیان کرتے رہتے ہیں۔

۲: اس روایت میں ارواح مبارکہ کا ابدان عنصریہ میں داخل ہونے کا ذکر نہیں

۳: اور نہ ہی اس روایت میں حیات دنیویہ، حقیقیہ کا ذکر ہے۔

۴: اگر بالفرض ٹمن اینڈ کہنی سردھڑ کی بازی لگائے اور اگلے پچھلوں کو جمع کر لیں تو

زیادہ سے زیادہ خبر واحد ہی ثابت ہوگی۔

جواب:

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آنجناب ﷺ نے ارشاد فرمایا ”الْأَنْبِيَاءُ أَحْيَاءُ فِي قُبُورِهِمْ يُصَلُّونَ“ انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں۔ پوری روایت بالکل اسی طرح ہے ملاحظہ ہو ”جامع صغیر ص ۱۰۳“ کتاب الانبیاء للشیخ ص ۲، جمع الفوائد ج ۲ ص ۱۷۶ اور مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۱۱۔ یہاں صرف ”الانبياء احياء“ نہیں فرمایا گیا کیونکہ شبہ ہو سکتا تھا کہ شاید انبیاء کی حیات روحانی کو بیان کیا جا رہا ہے اس لئے ”فی قبورهم“ اور پھر ”یصلون“ کے الفاظ لاکر انکی حیات جسمانی کی وضاحت کی گئی ہے۔ ”فی قبورهم“ کے الفاظ پر غور کریں تو پتہ چل جائے گا کہ کل حیات وہی ہے جس کو قبر میں رکھا جاتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ قبر میں جسم کو رکھا جاتا ہے تو معلوم ہوا کل حیات جسم ہے۔ یعنی حیات فی القبر محض روحانی نہیں بلکہ جسمانی ہے۔ اور ”یصلون“ کے الفاظ نے تو شک و شبہ کی کوئی گنجائش ہی نہیں چھوڑی۔ چونکہ نماز پڑھنا جسم کا کام ہے صرف روح کا نہیں۔ چنانچہ علامہ سندھی حاشیہ سنن نسائی ج ۱ ص ۱۸۵ پر قسطراز ہیں ”الصلوة تستدعی جسدا حیا۔ نماز پڑھنا ایک زندہ جسم ہی سے ہو سکتا ہے۔ اس سے مؤلف ”المسلك المنصور“ کا یہ لہجہ اعتراض خود بخود پاش پاش ہو جاتا ہے کہ اس حدیث میں ارواح کا ابدان غصہ میں داخل ہونے کا ذکر نہیں۔ ارواح و ابدان کے تعلق ہی سے حیات ہوتی ہے اور تعلق نہ مانا جائے تو ”احیاء“ کا کیا معنی؟ اور ارواح و ابدان کے تعلق ہی سے نماز کا پڑھنا ممکن ہے۔ کیا نماز صرف روح پڑھتی ہے؟ یا کیا نماز صرف جسم پڑھتا ہے؟ اگر ارواح و ابدان کا تعلق تسلیم نہ کریں تو ارشاد نبوی ﷺ میں ”یصلون“ کا کیا مطلب؟ وکیل احناف حضرت علامہ ملا علی القاریؒ فرماتے ہیں ”صح خبر الانبياء احياء فی قبورهم“ (مرقات ج ۲ ص ۲۱۲) کہ مذکورہ حدیث صحیح ہے۔ علامہ عبدالرؤف مناویؒ فرماتے ہیں

”ہذا حدیث صحیح“ (فیض القدیر ج ۳ ص ۱۸۴) یہ حدیث صحیح - علامہ سید سمودئی فرماتے ہیں ”رواہ ابو یعلیٰ برجال ثقات ورواہ البہقی صححہ۔ ابو یعلیٰ“ (یعنی احمد بن علی) نے ثقہ راویوں سے یہ روایت کی ہے اور اس کی تصحیح سند سے روایت کیا ہے۔ اور رئیس المحدثین حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں۔ یرید بقولہ الانبیاء احياء مجموع الاشخاص لا الارواح فقط (تحفۃ الاسد منی حیات عیسیٰ علیہ السلام ص ۳۶) اس حدیث یعنی انبیاء کرام زندہ ہیں سے مراد مجموعہ اشخاص فائز الحیات ہیں۔ صرف روح نہیں۔

باقی مؤلف کا وہی لکیر پیٹے جانا کہ اس سے زیادہ سے زیادہ خبر واحد بن ثابت ہے۔ اس کا جواب ہم بارہا دے چکے ہیں کہ اول تو یہ صحیح سند اکثر در نہیں اور آگے چل کر ہم اکابر محدثین اور علماء اعلام کا ذکر کریں گے جنہوں نے اس کی تصحیح فرمائی ہے اور اگر بالفرض یہ سند اکثر در بھی ہوتی تو ہمیں کوئی پریشانی نہ تھی کیونکہ اسے تعلق بالقبول کا درجہ حاصل ہے۔ اور حدیث سند اکثر در بھی ہو تو تعلق بالقبول کی وجہ سے لائق قبول ہوتی ہے، ملاحظہ ہو (تدریب الراوی ص ۱۱۵ اور آثار المحدثین ص ۱۲۶)

نیز یہ بھی ملحوظ رہے کہ ہر وہ حدیث جسکو سلف نے اجماعاً قبول کیا ہے تو اس کے ایک آدمی راوی کی کمزوری سے صحت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ حضرت شاہ ولی اللہ کا ارشاد افور پڑھیں، فرماتے ہیں۔ وَكُلُّ حَدِيثٍ أَجْمَعَ السَّلَفُ عَلَى قَبُولِهِ لَوْ تَوَاتَرَتْ أَهْلِيَّتُهُ رُؤَايَاهُ فَلَا حَاجَتَهُ إِلَى التَّحْقِيقِ عَنْ عَدَالَتِهِ رُؤَايَاهُ وَمَا عَدَا ذَلِكَ يُبْحَثُ عَنْ عَدَالَتِ رُؤَايَاهُ (عقد الجید ص ۵۴ طبع قرآن محل کراچی) ترجمہ: اور ہر وہ حدیث جس کے قبول پر سلف نے اجماع کیا ہو یا اس کے راویوں کی اہلیت درجہ تواتر کو پہنچی ہو، تو اس کے راویوں کی عدالت سے متعلق بحث کی کوئی ضرورت نہیں (ہاں) اس کے علاوہ دیگر

احادیث میں بحث عدالت ضروری ہے۔

قارئین کرام!

مقامی احباب مذکورہ بالا شاہ صاحبؒ کے پیش کردہ اصول کو ”گلے کا ہار“ بنالیں تو راہ راست پر آجائیں، چلو قاضی شمس الدینؒ کا قول ہی پلے باندھ لیں جو ہم نے ابتداء کتاب میں ذکر کیا ہے یعنی ”الانبياء احياء في قبورهم يصلون لا شك فيه“ (تسکین المقلوب ص ۴۷) کہ اس حدیث میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ البتہ مؤلف ”المسئک المنصور“ کو اپنے بڑوں کی تحقیق پر شک ہے، اور یہ ”محقق“ اپنی نرالی تحقیق کے اپنے بڑوں کی ”تحقیق“ پر لات مار کر ”تمس مار خاں“ بننے کی ناروا کوشش فرما رہے ہیں۔ فی اللجب۔ جن حضرات کو اس حدیث سے متعلق تفصیل درکار ہو تو وہ ”تسکین الصدور ص ۲۱۹ تا ۲۳۰ اور ”مقام حیات ص ۳۸۶ تا ۵۰۳“ کا مطالعہ فرمائیں انشاء اللہ انقباض دور ہوگا اور انشراح نصیب ہوگا۔

﴿کیا خبر واحد قابل رد ہے﴾

مقامی سبھرائی اینڈ کمپنی کے یہ نومولود محقق اتنا تو مان گئے کہ مذکورہ بالا حدیث زیادہ سے زیادہ خبر واحد ہی ہوگی۔ (المسئک ص ۱۸۵) جناب من! خبر واحد کے لائق قبول نہ ہونے پر آپ کے پاس کیا دلیل ہے؟ حضرت عبداللہ بن دینارؒ سے روایت ہے کہ لوگ صبح کی نماز کے لئے مسجد قبا، میں تھے کہ اُن کے پاس ایک آنے والا آیا۔ اس نے کہا کہ آج کی رات حضور ﷺ پر حکم قرآنی اترا ہے کہ آپ ﷺ نماز میں کعبہ کی طرف رخ کیا کریں سو تم کعبہ کو ہی قبلہ بناؤ ان لوگوں کے رخ شام کی طرف تھے۔ سو سب کعبہ کی جانب گھوم گئے۔ (بخاری جلد ۱ ص ۱۰۸)

نماز دین کا ستون ہے۔ صحابہ کرامؓ نے ایک خبر لانے والے پر اعتماد کر کے اپنا

قبلہ بدل لیا تو ظاہر ہے کہ اس معاشرہ میں خبر واحد بشرطیکہ خبر لانے والا ثقہ، عادل اور قابل اعتماد ہو، کا کہنا اخلاقی و قانونی وزن ہوگا؟ خود غور کیجیے۔ خبر دینے والا ثقہ ہو تو خبر واحد بلا تردد قبول کر لی جاتی ہے۔

﴿یہ حدیث متواتر ہے﴾

حدیث ”الانبياء احياء في قبورهم يصلون“ باعتبار اسناد و الفاظ متواتر نہیں ہے۔ مگر تواتر کی اور بھی تو کئی اقسام ہیں۔ ۱: تواتر لفظی ۲: تواتر معنوی ۳: تواتر طبقاتی ۴: تواتر تواترٹی۔ یاد رہے کہ مذکورہ حدیث کو تواتر طبقاتی اور تواتر تواترث کا درجہ اور شرف ضرور حاصل ہے جیسا کہ قرآن مجید کی سورتیں اور تعداد و روکوعات تواتر طبقاتی کے درجہ میں ہیں۔ اس لئے علامہ سیوطیؒ نے تواتر کا دعویٰ کرتے ہوئے فرمایا ”ان من جملة ما تواتر عن النبي ﷺ حياة الانبياء في قبورهم (منتظم المستأثر من الحديث المتواتر ص ۴) جو چیزیں آنحضرت ﷺ سے تواتر کے ساتھ مروی ہیں ان میں یہ بھی ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہوتے ہیں۔ اور علامہ بغدادیؒ نے ”المختار الوصیة“ میں علامہ موصوفؒ کی تائید کی ہے۔ اور علامہ سیوطیؒ نے اپنی دوسری کتاب میں بھی فرمایا ”حيات النبي ﷺ في قبره هو وماتر الانبياء معلومته عندنا علما قطعيا، لما قام عندنا من الادلة في ذلك وتواترت به الاخبار الدالة على ذلك (انباء الاذكياء في حيات الانبياء ص ۱ طبع پاکستان) ترجمہ: سرور کائنات ﷺ اور جملہ انبیاء صلوات اللہ علیہم اجمعین کا اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہونا ہمارے ہاں قطعی طور پر ثابت ہے۔ اس لئے کہ ہمارے نزدیک اس مسئلہ پر بہت دلیلیں قائم ہو چکی ہیں۔

﴿این الموت؟﴾

علامہ تاج الدین سبکیؒ (۷۷۳ھ) فرماتے ہیں ”ومن عقائدنا ان الانبياء عليهم السلام احياء في قبورهم فاین الموت؟ (طبقات الشافعية ج ۲ ص ۲۶۶) ہم اہل سنت والجماعت کے عقائد میں سے ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں (اب) اُن پر موت کہاں؟

غور فرمائیے۔ علامہ سبکیؒ حیات انبیاء کو عقائد کی بحث میں لارہے ہیں اور اس کو اہلسنت کا عقیدہ کہہ رہے ہیں۔ اب اس عقیدے کے منکر اپنے آپ کو اہل سنت کہیں اور قائلین حیات الانبیاء کو بدعتی۔ (معاذ اللہ) فیالمعجب۔

﴿حیات انبیاء میں کوئی اختلاف نہیں﴾

بعض حضرات جان چھڑانے کے لئے یوں بھی کہہ دیا کرتے ہیں کہ یہ مسئلہ اختلافی ہے۔ اور اس وہم میں عوام الناس نہیں اکثر علماء کرام شکار ہوتے دیکھے ہیں۔ اگر مہربانوں کے اسی ”جان چھڑائی“ اصول کو مد نظر رکھا جائے تو پھر تو خوب آسانیاں ہو گئیں کیونکہ یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ ”مسئلہ ختم نبوت اختلافی ہے، مسئلہ خلافت اختلافی ہے، مسئلہ عذاب و ثواب قبر اختلافی ہے۔ بس جہاں کہیں جمیع اہل سنت کے مقابلے میں کوئی ”نھو خیرا“ آجائے تو اس کو اختلافی قرار دے کر راہ فرار اختیار کر لیا جائے۔ علماء کرام کے منہ سے ایسی بات خوفناک، دردناک، ہیبت ناک اور خطرناک ہے۔ اور یقیناً یہ مما تیوں کی ہفوات، خرافات، لغویات، اور مکروہ پردہ پیگنڈے کا اثر ہے۔ علامہ محمد عابد سندھیؒ فرماتے ہیں ”فحجبتہم لاشک فیہا ولا خلاف لاحد من العلماء فی ذالک (رسالہ مدنیہ ص ۳۱) حضرات انبیاء کرام کی حیات میں کوئی شک نہیں اور علماء میں سے کسی کا اس میں کوئی اختلاف نہیں اور مزید

فرماتے ہیں ”فہم علی الدوام“ آنجناب ﷺ دائی طور پر زندہ ہیں۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں ”یہی کس را دروے خلاف نیست (اشعۃ الممعات ج ۱ ص ۶۱۳) حیات انبیاء میں کسی کا اختلاف نہیں، علامہ ابن سلیمان البغدادی فرماتے ہیں ”حیلة الانبیاء ثابتة بالاجماع“ انبیاء کرام کی حیات بالا جماع ثابت ہے (المستحضر الوہیہ ص ۶) مولانا عبدالبہادی نجیب آبادی فرماتے ہیں ”لا خلاف لاحد فیہ“ (انوار المحمود شرح ابوداؤد ج ۱ ص ۶۱۰) اس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں۔

حضرات علماء کرام:

خدا کے لئے علماء امت کی عبارات کو بار بار پڑھیں جو چلا چلا کر کہہ رہی ہیں کہ یہ مسئلہ اختلافی نہیں۔ آج گجرات کے ایک ”باباجی“ اور تلہ گنگ کے ایک ”چھوکرے“ کی حرکات دیکھ کر اس مسئلہ کو اختلافی کہہ دیا جائے؟۔ فی اللعجب۔

﴿تقریری اقتباس﴾

حضرت مولانا ضیاء الرحمن صاحب فاروقیؒ نے حیات الانبیاءؑ پر بہاولپور کے علاقہ میں ایک تقریر کی تھی۔ یہ تقریر جون ۱۹۸۵ء کی ہے۔ ”یادگار خطبات“ کے نام سے جو کتاب چھپی ہے اس میں یہ تقریر موجود ہے۔ مؤلف المسلك المصنوع نے مولانا فاروقی صاحبؒ کی تقریر کا اقتباس دے کر مذاق اڑایا ہے۔ تقریری اقتباس یہ ہے ”حضور ﷺ کی ایک حدیث ہے اور یہ حدیث مسلم شریف میں ہے، مسلم شریف بخاری شریف کے بعد دوسرے نمبر کی کتاب ہے۔ جو حدیث میں پڑھ رہا ہوں اس حدیث کے ساتھ میں چیلنج بھی کر رہا ہوں کہ اس حدیث کو دنیا کی کوئی طاقت ضعیف ثابت کرے کوئی ایک راوی ضعیف ثابت کرے۔ اس جلسہ میں میری یہ تقریر ریکارڈ ہو رہی ہے۔ اسے لے جاؤ ان کے پاس۔ کہو کہ یہ حدیث جو فاروقی صاحب نے بیان کی ہے اس کو چیلنج کر کے گئے ہیں اس حدیث کا کوئی ایک راوی

ضعیف ثابت کرے اگر وہ ضعیف نہ ہو تو اس حدیث کا رتبہ وہ ہے جیسے قرآن کی آیت کا حکم نص قطعی ہے۔ اس طرح اس حدیث کا حکم نص قطعی ہے۔ یہ عقیدہ ہے اہل سنت کا جب کوئی روایت پیغمبر ﷺ تک مرفوع مل جائے تو اس حدیث کا درجہ نص قطعی کا ہوتا ہے اور اس روایت کا انکار کرنا کفر ہے اس روایت کو یاد کر لیں جو روایت ضعیف ہے وہ اور ہے، میں آج وہ روایت پیش کر رہا ہوں جس کو وہ ضعیف نہیں کہہ سکتے۔ حدیث کیا ہے؟ الانبیاء احبنا فی قبورہم یصلون“ الخ (یادگار خطبات ص ۲۵۲) مؤلف صاحب اس پریوں حاشیہ چڑھاتے ہیں۔ ”محقق ثمن صاحب سے گزارش ہے کہ سب سے پہلے ہمت فرما کر یہ روایت مسلم شریف سے نکال کر شکریہ کا موقع دیں۔ اگر مسلم شریف میں نہیں اور یقیناً نہیں تو اپنے بزرگوں سے منت زاری کر کے اس بات سے جماعتی طور پر برأت کا اعلان فرمائیں۔ (مزید لکھتے ہیں) اندازہ فرمائیں کہ یہ لوگ اس مسئلہ میں کیسی دیدہ دلیری کا ثبوت دیتے ہیں اور کس قدر جھوٹ بول بول کر عوام بے چاری کو دھوکہ میں رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ چونکہ انہوں نے ایک ایسا عقیدہ بنالیا ہے جس پر قرآن و سنت کی کوئی دلیل موجود نہیں ہے اس لئے اس مسئلہ کو ثابت کرنے کے لئے ان حضرات کے بڑے بڑے جے قبے والے بھی جھوٹ بولنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ (المسلك المنصور ص ۱۹۳) ﴿

جواب:

مؤلف صاحب نے اپنے تبصرہ میں مولانا فاروقی شہیدؒ کا نام نہیں لیا کہ کہیں سپاہ صحابہؓ والے پٹائی نہ کر دیں (حالانکہ اصلی مؤحدین ذرا نہیں کرتے) مولانا فاروقی صاحبؒ کی خدمات دیدہ اور خصوصاً رد نفی پر ان کی جدوجہد کو ہم قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ آپؒ کی مرتب کردہ ”ماربخی دستاویز“ اس ضمن میں ایک روشن کارنامہ ہے۔ آپؒ کی دیگر خوبیاں اور مقام بالکل بجا اور درست ہے۔ مگر آپؒ اس میدان کے آدمی نہیں تھے۔

خصوصاً جس دور کی یہ تقریر ہے اس وقت تو آپ ایک عام خطیب اور واعظ تھے اور اس وقت سپاہ صحابہؓ میں مولانا حق نواز جھنگوی نور اللہ مرقدہ و بڑا اللہ مضجعہ کا طوطی بول رہا تھا۔ اس لئے ہم سمجھتے ہیں کہ یہ مولانا شہیدؒ کا تسامح ہے۔ آخر سید عنایت اللہ شاہ صاحب بھی تو ساری زندگی اپنی تقریر میں ”صحابی“ کا استعمال کرتے رہے۔ حالانکہ لفظ ”صحابی“ ہے یا پھر ”صحابی“ صاد کے فتح یا کسرہ کے ساتھ درست ہے۔ ضمہ کے ساتھ بالکل غلط اور ”کجراتی“ ایجاد ہے۔ اس کے علاوہ شاہ جی اور ان کے حواری جو مستقل طور پر غلط اور گمراہ کن عقیدہ اپنائے ہوئے ہیں، وہ اپنی جگہ ہے۔ پھر تعجب ہے کہ روایت مولانا فاروقیؒ بیان کر رہے ہیں اور مطالبہ مولانا نور محمد صاحب (ممن) سے کیا جا رہا ہے کہ آپ مسلم شریف سے نکال کر دکھائیں اور یہ کہ ایک فرد کی لغزش سے پوری امت مسلمہ اس عقیدے سے دستبردار ہو جائے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم۔ یاد رہے کہ جمعیت اشاعت التوحید والے سپاہ صحابہؓ کو من حیث الجماعت غلط سمجھتے ہیں۔ ہمارے پاس ایک ممانی کا خط موجود ہے جو مولوی احمد سعید صاحب کو لکھا گیا تھا۔ اور ساتھ مولوی صاحب کا جواب بھی ہمارے پاس ہے۔ پہلے خط اور بعد ازاں مولوی احمد سعید صاحب کا جواب ملاحظہ کریں۔

کیا فرماتے ہیں استاذ محترم احمد سعید ملتانی صاحب۔ صدر مرکزی اشاعت التوحید والسمیۃ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میرے عقائد و نظریات اور مسلک تبلیغی جماعت اور فضائل اعمال والے ہیں اس کا یہ کہنا درست ہے یا نہیں؟ اور جس کے عقائد و نظریات اور مسلک تبلیغی جماعت اور فضائل اعمال والے ہیں اس امام کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ نیز آپ سپاہ صحابہؓ کے مولانا حق نواز جھنگوی، ضیاء الرحمن فاروقی اور مولانا اعظم طارق کے عقائد و نظریات سے متفق ہیں؟ ان کی جماعت میں شامل ہونا کیسا ہے؟ واضح طور پر راہنمائی فرمائیں۔ شکریہ۔

﴿جوابی مکتوب از احمد سعید صاحب﴾

جیسی فی اللہ فاروق صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

وعلیک السلام والسلام علی من لدیکم۔ جماعت تبلیغی کے مجموعی طور پر عقائد قطعاً قرآن کے خلاف ہیں اور فضائل اعمال میں قرآن و سنت کے خلاف مواد کافی ہے۔ غلط عقائد و نظریات والوں کے پیچھے نماز قطعاً جائز نہ ہے۔ سپاہ صحابہؓ کی جماعت جواب کا عدم ہے اس کے عقائد ہماری جماعت کے بالکل مخالف ہیں خود صحابہ کرامؓ کے عقائد کے خلاف ہے حالانکہ یہ اپنے آپ کو صحابہؓ کا سپاہی ظاہر کرتے ہیں آپ اگر خلوص دل سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت چاہتے ہیں تو توحید و سنت کی جماعت میں اپنا نام درج کروالیں۔ دوسرا کسی جماعت میں داخلہ کی بندہ اجازت نہیں دے سکتا۔ فقط والسلام احمد سعید عفی عنہ۔

قارئین کرام!

مولوی احمد سعید کا یہ خط جہاں سپاہ صحابہؓ اور تبلیغی جماعت میں چھپے ہوئے "تقیہ باز" مماٹیوں کا منہ چڑا رہا ہے۔ وہاں ان دونوں جماعتوں کے راہنماؤں کو دعوت و فکر بھی دے رہا ہے کہ اپنی جماعتوں میں ان متعصب، اور شرارتی ذہن لوگوں کو گھسیڑنا کتنا بڑا المیہ ہے۔ ان لوگوں کے ذہنوں میں جو ضد اور تعصب کے کینچھے داخل ہو چکے ہیں۔ اس کا علاج تقریباً اب ناممکن ہے۔

دوسری بات یہ بھی ہے کہ مولانا فاروقی صاحبؒ کا یہ تقریری اقتباس ان کی کیسٹ سے نہیں لیا گیا بلکہ کتاب سے لیا گیا ہے۔ اور بسا اوقات تقریر کو تحریر کے قالب میں ڈھالتے وقت مرتب سے بھی لغزش ہو جاتی ہے اور مضمون کا ربط قائم نہیں رہتا جس کی بنیاد پر منہجہم کچھ سے کچھ نکل آتا ہے۔ بہر حال مرتب کی بے احتیاطی ہو یا مولانا فاروقیؒ کی

لفزش! اجماع امت پر اس کا کوئی اثر نہیں پڑتا۔ اور امت مسلمہ کے فقہاء و محدثین، اور مفسرین و متکلمین کے جم غفیر کے سامنے ایک فرد کی غلطی کو لا کھڑا کرنا اور پھر اس کے سہارے اذہان کو کوفت میں ڈالنا تحقیق نہیں، تدلیس ہے۔ ہماتیوں کا بازار تحقیق میں کھوٹے سکے لے کر گھومنا جہالت و حماقت کا جیتا جاگتا ثبوت ہے۔

اٹھا رہواں و جل:

﴿مما تى مؤلف كا دھوكه يا سفاهت﴾

حضرت مولانا منیر احمد صاحب مدظلہم نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ سند کا ضعیف ہونا حدیث کے ضعیف ہونے کی دلیل نہیں بعض دفعہ حدیث کی سند ضعیف ہوتی ہے مگر اس حدیث کا متن یعنی اس حدیث کا مضمون اور اس میں بیان شدہ مسئلہ نہایت اعلیٰ درجے کا صحیح ہوتا ہے۔ حدیث متواتر سند کی محتاج نہیں ہوتی چونکہ سند کے مقابلے میں اجماع اور تواتر، حدیث کے صحیح ہونے کی مضبوط دلیل ہے (تقریر دلپذیر) یہاں مؤلف المسلك المصنوع نے یوں تبصرہ کیا ہے ”مناظر موصوف کا یہ دعویٰ کہ سند کے ضعیف ہونے سے حدیث ضعیف نہیں ہوتی، پرلے درجے کی جہالت اور سفاہت پر مبنی ہے، محدثین حضرات کا مسلم ضابطہ ہے ”الاسناد من الدین لولا الاسناد لقال من شاء ما شاء (مقدمہ مسلم ص ۱۲)

جواب:

علم اسناد کی اہمیت بتانے کے لئے حضرت عبداللہ بن مبارکؒ نے اس کا سیکھنا دین قرار دیا ہے۔ چنانچہ آپ کا یہ فرمان مقدمہ مسلم میں یوں ہے۔ الاسناد من الدین ولولا الاسناد لقال من شاء ما شاء۔ علم اسناد بھی دین کا ہی ایک حصہ ہے اور اگر سند ضروری نہ ہوتی تو جو شخص جو چاہے کہہ سکتا تھا۔ قارئین کرام اب غور فرمائیں کہ کیا حضرت

مولانا منیر احمد صاحب مدظلہم نے مطلقاً علم اسناد سے انکار کیا ہے کہ یہ کوئی ایسا علم نہیں جس کا سیکھنا اہل علم کے لئے ضروری ہو؟ یقیناً نہیں تو پھر حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کے اس قول کو یہاں لانے کا کیا مطلب؟۔ کہیں کی اینٹ کہیں کا روڑا، بھان متی نے کنبہ جوڑا۔

مولانا موصوف نے یہ فرمایا ہے کہ جس حدیث پر تواتر چلا آ رہا ہو اور امت کا اجماع ہو، بالفرض اس حدیث کے راویوں میں کوئی ایک ضعیف بھی ہو تو اس کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ چونکہ تواتر اور اجماع بذات خود ایک بہت بڑی حجت ہے۔ جیسا کہ ہم نے گذشتہ سطور میں تلقی بالقول کی بحث میں ”عقد الجید“ کے حوالہ سے حضرت شاہ ولی اللہؒ کا ارشاد پیش کیا۔ اور یہی حضرات محدثین و ماہرین اسماء الرجال کا مسئلہ ضابطہ و اصول ہے جو حضرت مولانا مدظلہم بیان فرما رہے ہیں۔ مولانا منیر احمد صاحب مدظلہم علم حدیث پڑھنے پڑھانے میں بال سفید کیئے بیٹھے ہیں۔ اور جس ٹولے سے ہمیں پالا پڑا ہے ”چشم بد دور“ اس فرقہ کے بانی نے تو کبھی ”کریم“ اور ”ایسا غوجی“ کو بھی ہاتھ نہ لگایا تھا۔ علامہ انور شاہ کشمیریؒ اور مفتی کفایت اللہ صاحبؒ کے پاس رہ کر موصوف کو دین کی بالکل سمجھ نہ آ سکی، جیسا کہ خود ان کا ارشاد ہے ملاحظہ ہو (خس کم جہاں پاک ص ۳۱) حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ فرماتے ہیں ”کسی روایت کو تین اور چار کی قید سے بالاتر ہو کر اسنے ثقہ اور عادل افراد روایت کرتے آرہے ہوں جن کا جھوٹ پر جمع ہونا عادتاً محال ہو اور کسی دور میں بھی چار سے کم نہ ہوں خواہ زائد ہو جائیں اور زائد کی کوئی حد مقرر نہیں۔ اب اگر تواتر افراد سے گذر کر طبقات اور بڑی بڑی جماعتوں تک پہنچ جائے اور کسی روایت کو ہر دور میں ایک جم غفیر اور جماعتوں کی جماعتیں روایت کرتی آرہی ہوں تو ظاہر ہے کہ تواتر کی قوت میں اور زیادہ استحکام پیدا ہو جائے گا۔ تاہم جس تواتر ایک ہی رہے گی۔ بہر حال متواتر روایت کے سلسلے میں کسی ادنیٰ شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہو سکتی۔ ایسی خبر کا منکر زبان خلق پر

مطعون یا مجنون کہلائے گا۔ کیونکہ یہ متواتر روایت گویا زبان حق ہوگی اس لئے اس خبر کو گویا خدا کی خبر اور خدائی نقل و روایت کہا جائے گا جسے جھٹلانے کی کوئی اصولی صورت ممکن نہ ہوگی کیونکہ اس خبر کا محافظ خود خدا ہوگا نہ کہ مخلوق۔ (خطبات حکیم الاسلام ج اول ص ۳۸۵)

﴿ممانی ذریت کو چیلنج!﴾

مکرمین حیات النبی ﷺ میں کوئی ”ماں کا لعل“ میدان میں آئے چودہ صدیوں کے محدثین و متکلمین اور مذاہب اربعہ میں سے کسی ایک تحقیق عالم کا قول پیش کرے کہ حدیث ”الانبیاء احياء فی قبورهم یصلون“ صحیح نہیں کیونکہ انبیاء قبروں میں زندہ نہیں۔ اور نمازیں نہیں پڑھتے۔ حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی، از شرق تا غرب، از شمال تا جنوب ایک حوالہ لائیے۔ بلکہ کسی چور، ڈکیت اور راہزن نے بھی عالم جنوں میں ایسی بات کہہ دی ہو تو آئیے! ست بسم اللہ۔ حوالہ پیش کریں اور منہ مانگا انعام وصول کریں۔

برعکس اس کے ہم اپنے عقیدے پر قرآن و سنت کے سائے میں کتنے اکابر و اسلاف کو لاکھڑا کریں۔ اپنی ڈیمانڈ بتائیں اور پھر منظر دیکھیں۔ اگر آپ کو میدان تحقیق کے شہسوار بننے کا شوق بیٹھنے نہیں دیتا تو نکلیے۔ میدان حاضر ہے۔

گرتے ہیں شہسوار ہی میدان جنگ میں
وہ طفل کیا گرے جو کھٹنوں کے بل چلے

انیسواں دجل اور جہالت:

﴿دنیا اور برزخ!﴾

قارئین کرام!

مؤلف المسلسلک المنصور جیسے بے بصیرت اور جاہل لوگ کتابیں لکھنے بیٹھ گئے ہیں کہ وہ لوگ

جو آئے روز علماء دین پر تنقید و تشنیع کے تیر برساتے رہتے ہیں۔ اور کمزوریاں تلاش کر کے ان کے اس پر کچڑا چھالتے رہتے ہیں یہ ایسی ہی کتابیں اور استدلالات پڑھ کر اپنے کانٹے دار درخت کی آبیاری کرتے ہیں۔ اب انہیں کون بتائے کہ یہ علماء نہیں، فرقہ پرور، کھٹو، اور پرلے درجے کے شرارتی لوگ ہیں۔ مؤلف ”المسلک المنصور“ کا ایک ”علمی جواہر پارہ“ ملاحظہ ہو۔ لکھتے ہیں ”اور آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ حضرت صدیق ”دنیا میں خلیفہ ہیں۔ اس لئے ابوبکر صدیق ”دنیا میں خلیفہ بنے اور نبی پاک ﷺ زندہ ہیں قبر میں۔ تو گزارش ہے کہ قبر سے مراد اگر قبر ارضی ہے اور حیات سے مراد، دنیوی، حسی، حقیقی حیات ہے تو ہمارا سوال یہ ہے کہ آپ ﷺ کی قبر مبارک مدینہ میں ہے یا کہیں اور ہے۔ اگر مدینہ میں ہے تو مدینہ دنیا میں ہے یا برزخ میں اور اگر مدینہ دنیا میں ہے اور یقیناً دنیا میں ہے اور حضرت صدیق ”بھی خلیفہ دنیا میں بنے تو آپ کی حماقت ظاہر ہوگئی۔ ہمارا سوال باقی ہے اسی طرح اپنے باقی جوابات کو قیاس فرمائیں۔ (المسلک المنصور ص ۱۹۹)“

جواب:

قارئین کرام! مدینہ دنیا میں ہے یا برزخ میں؟ کتنا بھوٹا سوال ہے؟۔ مدینہ منورہ سعودی عرب کا شہر ہے۔ وہاں آپ ﷺ کا روضہ اطہر ہے جہاں آپ ﷺ تشریف فرما ہیں وہ برزخی جہان ہے۔ عالم دنیا پر عالم برزخ کو قیاس کرنا صریح حماقت ہے۔ ہم نے باب ہشتم میں ”حیات برزخی“ کے اندر وضاحت کر دی ہے کہ ممتاویں کے نزدیک قبر اور جہنم ہے، برزخ اور چیز ہے۔ حالانکہ قبر مکان ہے اور برزخ زمان ہے۔ آپ کسی شخص سے اگر کی رہائش کے متعلق پوچھیں تو وہ یہ نہیں کہے گا کہ میں دنیا میں رہتا ہوں۔ کیونکہ دنیا تو ایک مستقل عالم ہے۔ اس عالم دنیا کے جس شہر لاہور، کراچی، راولپنڈی یا سبھرات وغیرہ میں اس کی رہائش ہوگی وہ وہی بتلائے گا۔ بات تو انتہائی عام فہم ہے کہ حضور اکرم ﷺ اب جہاں

حیات ہیں، وہ عالم برزخ ہے۔ اس عالم برزخ میں آپ ﷺ کو دنیا والے جسم کے ساتھ زندہ رکھا گیا ہے، اسی دنیاوی جسم پاک میں روح مبارک ہے۔ آپ ﷺ کی برزخی زندگی تمام انسانوں کی برزخی زندگی سے اعلیٰ و ارفع اور قوی و اقویٰ ہے۔ اور آنجناب ﷺ کے تشریف لے جانے کے بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ ”دنیا میں خلیفہ بنائے گئے۔ عالم دنیا کا نظام اور کیفیت اور ہے۔ برزخ کا اور ہے۔ مماتی حضرات سوچ سمجھ کر باحوالہ یا مقصد کی بات نہیں کرتے بس ان کے نزدیک کچھ نہ کچھ کہہ دینا ہی دلیل ہے۔ فی اللجب۔

بیسواں دجل:

﴿خروج حضرت سلیمان علیہ السلام﴾

جب انبیاء علیہم السلام (سوائے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے) سب اپنی اپنی قبر میں زندہ ہیں تو لامحالہ حضرت سلیمان علیہ السلام بھی اس شرف سے مشرف ہیں۔ حضرت مولانا منیر احمد صاحب مدظلہ نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ ”کبھی اشاعتی کہتے ہیں کہ قرآن مجید میں ہے ”فلما خسر تبیت الجن“ جب حضرت سلیمان کی لاشی کو دیمک نے کھایا تو وہ گر گئے۔ اگر زندہ تھے تو گرے کیوں؟ اگر کسی کا گر جانا موت کی دلیل ہے تو پھر جو آدمی بھی لاشی کے سہارے کھڑا ہو اگر اسکی لاشی پھسل جائے یا ٹوٹ جائے اور وہ آدمی گر جائے تو کیا ہم اسکو مردہ سمجھ کر دفن کر دیں گے کسی آدمی کا پاؤں پھسل جائے اور وہ گر جائے تو اس کو مردہ سمجھ کر اس کیساتھ مردوں والی کارروائی شروع کر دیں۔ (تقریر دلپذیر ص ۳۶)۔ مؤلف المسلك المنصور نے اپنے تعفن زدہ دماغ سے سوچ کر جن باتوں کا رنگ چڑھایا ہے۔ وہ یہ ہیں۔

۱: مناظر موصوف مسخرہ پن کے خصوصی ٹرینڈ معلوم ہوتے ہیں

- ۲: کتاب الہی کے ساتھ بھی استہزاء (مذاق) کرنے سے نہیں چوکتے
- ۳: شیخ چلی کی طرح خود ہی سوال بناتے ہیں اور جواب دینا شروع کر دیتے ہیں
- ۴: زبان بے لگام سے کیا کیا خرافات ہانک رہے ہیں
- ۵: موصوف نے یہودی ذہنیت کا ثبوت دیا ہے وغیرہ۔
- اور مزید لکھتے ہیں ”حضرت سلیمانؑ کی موت قرآن پاک کی نص قطعی سے ثابت ہے اس کا انکار صریح کفر ہے۔ جس پر مناظر موصوف مصر ہیں۔ ﴿المسلک المصنوع﴾ ص ۲۰۱

جواب:

اگر آپ یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ حضرت مولانا منیر احمد صاحب وفات انبیاء کے قائل ہی نہیں تو یہ آپ کا دجل عظیم ہے۔ تقریر دلپذیر ہی کے مں اپر ہے ”یہ مطلب نہیں کہ آپ ﷺ پر دنیا میں موت نہیں آئی“۔ اسی طرح حضرت سلیمان علیہ السلام پر بھی موت آئی ہے اور بعد از وفات اللہ تعالیٰ نے آپ کو حیات عطا فرمائی ہے۔ باقی آپ کا یہ اعتراض کہ حضرت سلیمانؑ ایک سال تک لاٹھی کے سہارے کھڑے رہے تو کیا ان میں زندگی تھی؟ کیا وہ نمازیں پڑھتے رہے؟ بالکل بے جا ہے۔ دیکھیں جب لاٹھی کو کیڑا لگ جاتا ہے اور وہ ٹوٹ جاتی ہے تو بدن تو لکڑی سے بہت نرم اور ملائم ہوتا ہے۔ پھر بدن بھی ایک نمی کا! اسے کیڑا نہیں لگا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کے اجساد کھائے۔ حضرت سلیمانؑ کی حیات برزخی متعلق روح بھی حق و سچ ہے اور دنیا والوں کے نزدیک ان کا خور و بھی ایک حقیقت ہے یہ دو مختلف جہانوں کی بات ہے اس میں کوئی تعارض نہیں، مما تیوں کی قسمت میں اللہ تعالیٰ نے خواہ مخواہ کی ذہنی پریشانی رکھ دی ہے اور ان کو اس بات کی سزا مل رہی ہے کہ انہوں نے انبیاء علیہم السلام کے منفی پہلو (انکار حیات فی القبر) پر فضول

توانائیاں صرف کر رکھی ہیں حیات بعد الوفات یعنی حیات قبر غیب کی چیز ہے اور اس کے اثرات دنیا والوں کی نگاہ سے مستور رہتے ہیں۔ حضرت مولانا نور محمد تونسوی صاحب لکھتے ہیں ”عالم خواب میں جانے والے شخص کے جسم کی پوری مشینری بظاہر معطل پڑی ہوتی ہے، آنکھیں، کان، زبان، اور ہاتھ پاؤں وغیرہ سب ساکن اور معطل ہوتے ہیں لیکن وہ خواب دیکھنے والا اس عالم میں دیکھتا، سنتا، دوڑتا، پکڑتا اور بولتا ہے، دیکھنے والا اس کے کسی عمل کو دیکھ نہیں رہا۔ لیکن وہ سب کچھ کر رہا ہوتا ہے لہذا حضرت سلیمان عالم قبر وبرزخ میں زندہ تھے لیکن ہم اس عالم کے حالات کو نہیں دیکھ سکتے۔ لہذا انبیاء علیہ السلام یہی ہے کہ ایک عالم کے حالات کو دوسرے عالم پر قیاس کر لیا۔ (ایک سو چار سوالات ص ۶۲)

→ ﴿”خَرَّ“ آتا ہی زندوں کے لئے ہے!﴾

یہاں یہ بات دلچسپ بھی ہے اور قابل غور بھی کہ جناب حضرت سلیمان کے جسم اطہر کے زمین پر آ جانے کو قرآن مجید میں خَرَّ کہا گیا، ”سقط“ کے ساتھ تعبیر نہیں فرمایا۔ اور خَرَّ کا کلمہ قرآن مجید میں زندہ انسانوں کے جھک جانے اور گر جانے کے لئے ارشاد فرمایا گیا ہے۔

۱: خَرَّ مِنَ السَّمَاءِ

وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَكَأَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَاءِ - (سورۃ الحج آیت نمبر ۳۱ پارہ نمبر ۱۷)

(ترجمہ) اور جس نے شریک بنایا اللہ کا، سو جیسے گر پڑا آسمان سے۔

۲: خَرَّ وَسُجَّدًا

إِذَا يُنْفِثُ عَلَيْهِمُ ابْنُ الرَّحْمَنِ خَرَّ وَسُجَّدًا وَبُكِّيًّا (سورۃ مریم آیت نمبر ۵۸ پارہ نمبر ۱۶)

(ترجمہ) جب انکو سنائے آیتیں رحمن کی، گرتے ہیں سجدہ میں اور روتے ہوئے۔

۳: خَرُّ رَاكِعًا

فَاسْتَغْفِرَ رَبَّهُ وَخَرَّ رَاكِعًا وَأَنَابَ (سورہ ص آیت نمبر ۲۳ پارہ نمبر ۲۳)
(ترجمہ) پھر گناہ بخشوانے لگا اپنے رب سے اور گر پڑا ٹھک کر۔ (یعنی حضرت داؤد)

۴: خَرُّ مُوسَىٰ

فَلَمَّا تَجَلَّىٰ رَبُّهُ لِلْجَبَلِ جَعَلَهُ دَكًّا وَخَرَّ مُوسَىٰ صَعِقًا (سورہ اعراف آیت نمبر ۱۴۳ پارہ نمبر ۹)

(ترجمہ) پھر جب تجلی کی اس کے رب نے پہاڑ کی طرف، کر دیا اسکو ڈھا کر برابر اور گر پڑا موسیٰ بے ہوش ہو کر۔

۵: خَرُّ وَالِهِ مُسْجِدًا

وَرَفَعَ أَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَخَرُّوا لَهُ مُسْجِدًا (سورہ یوسف آیت نمبر ۱۰۰ پارہ نمبر ۱۳)
(ترجمہ) اور اونچا بٹھایا اپنے ماں باپ کو تخت پر اور سب گرے اس کے آگے سجدے میں (یعنی حضرت یوسف کے سامنے بھائی سجدہ ریز ہوئے)

۶: يَخِرُّونَ لِلْأَذْقَانِ

إِذَا يُنْزَلُ عَلَيْهِمْ يُخِرُّونَ لِلْأَذْقَانِ سُجَّدًا (سورہ بنی اسرائیل آیت نمبر ۱۰۶ پارہ نمبر ۱۵)

(ترجمہ) جب ان کے پاس ان کو پڑھیں گرتے ہیں ٹھوڑیوں پر سجدہ میں۔

۷: خَرُّوا سُجَّدًا

اِذَا ذُكِّرُوا بِهَا خَرُّوا سُجَّدًا (سورۃ الم سجدہ آیت نمبر ۱۵ پارہ نمبر ۲۱)
(ترجمہ) جب ان کو نصیحت کی جاتی ہے تو سجدہ کرتے ہوئے گر پڑیں۔

۸: يَخِرُّ عَلَيْهَا

وَالَّذِينَ اِذَا ذُكِّرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوا عَلَيْهَا صُمًّا وَعُمْيَانًا (سورۃ الفرقان
آیت نمبر ۷۳ پارہ نمبر ۱۹)

(ترجمہ) اور وہ لوگ کہ جب ان کو سمجھائیے اُن کے رب کی باتیں، نہ پڑیں اُن پر بہرے
اندھے ہو کر۔

قارئین کرام!

غور فرمائیں ”قَلَمًا خَسِرَ قَبِيَّتِ الْجَنِّ“ جب حضرت سلیمانؑ کے لئے
استعمال ہوتا ہے تو ہمارے دوست اسکو عرفی موت پر استدلال کرتے ہیں۔ حضرت سلیمانؑ
کی وفات کے کچھ دیر بعد اگر اللہ پاک نے آپ کے جسم مبارک میں روح کو لوٹا دیا ہو اور
دوبارہ آپ کو برزخی زندگی مل گئی ہو۔ مگر اسی عالم میں ہونے کی وجہ سے اس عالم والے اس کا
ادراک نہ کر سکتے ہوں تو اس میں کوئی پیچیدگی ہے جو ذہن میں نہیں آرہی۔ کیا اللہ تعالیٰ کو
اس پر قدرت نہیں؟۔ یقیناً ہے۔ ہم اصلی توحیدی توحید اللہ تسلیم کرتے ہیں مگر مارکیٹ میں
جو ”دو نمبری“ موحدین آئے ہوئے ہیں انہیں کون سمجھائے؟ اب انشاء اللہ العزیز عقل سلیم
رکھنے والے خود پکارا ٹھیس گے کہ ”مسخرہ پن کس کے اندر ہے؟“ کتاب الہی کا تسخر کون
اڑاتا ہے اور تفسیر بالرائے کا مریض کون ہے؟ اور شیخ چلی کی سی حرکات کا مرتکب کون ہوتا
ہے؟ ہمیں اس بحث میں پڑنے کی کوئی ضرورت ہے اور نہ فرصت! البتہ اتنا ضرور کہیں گے

کہ اُس قوم کی بد بختی، شقاوت قلبی اور نالائقی کا کیا عالم ہوگا جو وقت کے ایک جید عالم دین، عمر رسیدہ استاذ الحدیث اور خادم دین کو ”مسخرہ“ قرآن کا مذاق اڑانے والا، جہل مرکب کا شکار اور بددیانت، تک کہنے کی جرأت کر ڈالے۔ فوالسفا۔ خرو سلیمان علیہ السلام کے متعلق خیر! یہ اس کے مفتیان کرام کی مختصر مگر جامع بحث بھی اہل علم کے لئے مفید ہے، ملاحظہ ہو (خیر الفتاویٰ ج ۱ ص ۱۷۶)

اکیسواں وجہ:

﴿مؤلف کا جاہلانہ اعلان﴾

لکھتے ہیں ”اپنے دعویٰ کے مطابق حضرت سلیمانؑ کے بارے میں ثابت کریں کہ حضرت کے بیت وجود میں دوبارہ روح لوٹ آئی تھی یا روح مبارک کا بدن اقدس کے ساتھ تعلق تصرف نہ کر دیا گیا تھا جس کی وجہ سے اتنا عرصہ وہ بیت المقدس میں نمازیں پڑھاتے رہے۔۔۔ ہم انشاء اللہ شکرے کے ساتھ منہ میٹھا کرانے کے لئے تیار ہیں ﴿المسلک ص ۲۰۵﴾

جواب:

جناب من! ہمارا منہ میٹھا نہ کرایے۔ محمد اللہ حیات النبی ﷺ کی برکت سے ہمارے دہن میٹھے ہی رہتے ہیں۔ بس آپ لاہور تشریف لے آئیے تاکہ ہم آپ کو نفسیاتی ہسپتال میں داخل کروا کے آپ کے دماغ کا علاج کروادیں۔ وگرنہ یہاں پاگل خانہ تو ہے ہی۔ فرمائیے بیت المقدس دنیا میں ہے یا برزخ میں؟ عالم دنیا میں ہے۔ اور بعد از وفات انبیاء کرام کا نمازیں پڑھنا عالم برزخ سے متعلق ہے۔ آپ کا یہ اعتراض دیوار پر دے مارنے کے قابل ہے۔ خدا لگتی کہیے گا! کیا آپ اپنے آپ کو واقعی محقق سمجھتے ہیں؟۔ سچ سچ

بتائیے گا۔

قارئین کرام! آگے مؤلف نے صفحہ ۲۰۵ سے ۲۳۲ تک غیر متعلقہ بھرتی کی ہے۔ اور لایعنی گفتگو سے کتاب کا ہیٹ بھرا ہے جیسے کوئی شخص رشوت کے حرام مال سے پیٹ بھرتا ہے۔

بائیسواں وجہ:

﴿مؤلف کا ایک اور انداز تحقیق!﴾

حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی فرما رہے ہیں کہ میں اللہ کے اذن سے مردوں کو زندہ کرتا ہوں۔ کیوں جی محقق ٹمن صاحب مردوں کو زندہ کرنا حضرت عیسیٰؑ کا معجزہ تھا تو اگر قبروں والے پہلے سے زندہ ہیں فرق صرف آپ کی پہلی اور پچھلی تقسیم کا ہے اور مردے پہلے سے زندہ ہو چکے ہوں تو کیا یہ حضرت عیسیٰؑ کا معجزہ بن جائے گا؟ ﴿المسلک المصنوع ص ۲۳۲﴾

جواب:

کبھی ٹھکی حیات سے ٹھکی حیات کی طرف آنے کو بھی حیات سے تعبیر کیا جاتا

ہے۔ مثلاً

۱: الحمد لله الذی احیانا بعد ما اماتنا والیہ النشور

۲: اللهم با اسمک واموت واحیاء

ہم پہلے بحث کر آئے ہیں کہ حیات کو تین حصوں میں منقسم کر دیا جائے تو بات باسانی سمجھ آ سکتی ہے۔

۱: بیداری، یہ حیات ظاہری ہے

۲: نیند، یہ حیات خفی ہے

۳: اور موت، حیات اخفیٰ ہے

رضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مردوں کو زندہ کرنا حیاتِ اخفی یعنی چھپی حیات سے کھلی حیات کی طرف آتا ہے۔



باب ششم

﴿حیاتِ برزخیہ﴾

نوٹ!

مؤلف ”المسلک المنصور“ نے اپنی کتاب کے صفحہ ۲۴۳ پر حیاتِ برزخی کے عنوان سے دھوکا دینے کی کوشش کی ہے اور یہ دھوکہ ان کا موروثی ہے۔ یہاں لاہور سے جمعیت اشاعت التوحید والسنۃ کا ایک رسالہ شائع ہوا ہے۔ راقم الحروف نے اس کا مفصل جواب ”حیاتِ برزخی“ کے نام سے دیا ہے۔ اس چھٹے باب کے اندر ہم من و عن وہ مضمون پیش کر رہے ہیں۔ انشاء اللہ العزیز لفظ برزخ سے جن جن حضرات کو انقباض ہے۔ وہ بغور مطالعہ فرمائیں، شکوک زائل ہو جائیں گے۔

﴿مولانا مفتی عزیز الرحمن دیوبندیؒ کا عقیدہ﴾

المسلک المنصور اور لاہور سے چھپنے والے رسالہ میں جن چار بزرگوں کو اپنا ہمنوا ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے ان میں پہلا نام نامی اسم گرامی حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن دیوبندیؒ کا ہے۔ مذکورہ رسالہ کے صفحہ نمبر ۳ پر ہے۔ ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں ”انبیاء کرام علیہم السلام کی حیاتِ شہداء کی حیات سے بھی اتنی داتم ہے اور مراد اس حیات سے دنیاوی ظاہری نہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ”انک میت وانہم

میتوں“ لہذا احکام اموات ظاہریہ سب پر ظاہر ہوتے ہیں۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۵ ص ۳۹۷) ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں۔ سب ہی مرنے والے ہیں ”انک میت وانہم میتون“ اور سبھی کو حیات برزخی حاصل رہتی ہے کیونکہ مدار ثواب و عتاب کا حیات روحانی پر ہے، جو کہ مسلم ہے۔ پھر اس حیات روحانی میں درجات انبیاء علیہم السلام کی حیات قوی تر ہے۔ اس کے بعد شہداء کی۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۵ ص ۴۷۴)

جواب:

مذکورہ بالا دونوں عبارتوں سے مؤلف صاحب باور کرانا چاہتے ہیں کہ: ۱: انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات دنیاوی نہیں۔ ۲: احکام اموات سب پر حاوی ہوتے ہیں۔ ۳: سب مرنے والے ہیں انبیاء ہوں یا غیر انبیاء۔ ۴: یہ حیات روحانی ہے جسمانی نہیں۔ قارئین کرام! اسلاف کی کتب میں حیات کے متعلق مختلف الفاظ طیس کے مثلاً حیات برزخی، حیات روحانی، حیات دنیوی، حیات جسمانی اور حیات حسی وغیرہ۔ ان اصطلاحات کا ایک مفہوم ممانی ثولہ بیان کرے گا اور دوسرا مفہوم ہمیں اکابر سے ملے گا۔ ہم وہ تشریح اور توضیح قبول کریں گے جو خود اکابر رحمہم اللہ نے کی ہے۔ ممانی حضرات قادیانیوں کی طرح اگر اپنی تشریح کریں گے اور اس غلط تشریح پر اپنے مسلک کی بنیاد رکھیں گے تو یہ ”یحو فون الکلم عن مواضعہ“ کا مصداق ہوگا، ہم مکررین حیات النبی ﷺ کی تشریح کو قطعاً قبول نہیں کریں گے۔

﴿ممانیوں کا ایک دھوکہ﴾

وہ یہ کہ جہاں مسلک اور مسئلہ کی پوری وضاحت سے عبارت ہوگی اس کو ہاتھ نہیں لگائیں گے بزرگوں کی کتاب سے ایک یا آدمی سطر کاٹ کر کہیں گے کہ فلاں بزرگ کا وہی عقیدہ

ہے جو ہمارا ہے۔ اس کو کہتے ہیں ”إِلَّا مَنْ خِطَفَ الْخُطْفَتَهُ“ شیطان بھی آسمان سے ایک آدھ بات چوری کرتا ہے پھر سو جھوٹ اپنے پاس سے ملاتا ہے۔ یہ مماتی حضرات اس شیطانی حرکت کے اکثر مرتکب ہوتے رہتے ہیں۔

اب ذرا مماتی مولف کے خود تراشیدہ مطالب کے جوابات پڑھیے جو انہوں نے حضرت مولانا عزیز الرحمن صاحبؒ کی عبارت سے نکال کر دھوکا دینے کی کوشش کی۔

۱: حیات دنیاوی نہیں، کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ جسم کا روح مبارک سے اور روح کا جسم اطہر سے تعلق نہیں ہے۔ حیات دنیاوی کے انکار سے انبیاء علیہم السلام کے ارواح کا ابدان سے لا تعلق ہونا اکابرینؒ کی عبارات سے ہرگز مراد نہیں کیونکہ مولانا عزیز الرحمن صاحبؒ دوسرے مقام پر روح کے تعلق کی وضاحت فرماتے ہیں کہ جسم سے روح کو تعلق رہتا ہے (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۵ ص ۴۶۲) نیز ”حیات دنیاوی نہیں“ کے ساتھ ظاہری کی قید بھی موجود ہے جب نفی مقید یا المقید میں داخل ہوتی ہے تو اس وقت نفی قید کی ہوتی ہے دنیوی کے انکار سے حیات تکلفی کی نفی مراد ہے، کیونکہ آنحضرت ﷺ کی موجودہ حیات فی القبر تکلفی نہیں بلکہ استراحتی اور تلبذی ہے لہذا یہاں مماتیوں کی دال نہیں گل سکتی۔

۲: احکام موت سب پر جاری ہوتے ہیں۔ ”اس عبارت سے مماتی یہ مطلب نکالتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام سنتے نہیں، حالانکہ یہ عقیدہ سو فیصد گمراہی اور ضلالت ہے انبیاء کی سماع میں امت کا اجماع ہے۔ کسی کو اختلاف نہیں اس کا مفہوم بھی وہی ہے کہ حیات تکلفی کے احکامات ختم ہو گئے دنیا میں نماز فرض تھی، قبروں میں بھی نمازیں پڑھتے ہیں مگر فرض نہیں۔

۳: سب مرنے والے ہیں انبیاء ہوں یا غیر انبیاء۔ اس کا اگر یہ مطلب ہے کہ سب نبی فوت ہو چکے تو غلط ہے کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں۔ ہاں اس کا صحیح مطلب یہ

ہے کہ ہر نبی پر موت آئے گی اس کا ہر مسلمان قائل ہے البتہ مماتی حضرات انبیاء علیہم السلام کی اموات کے قائل نہیں کیونکہ ان کے نزدیک نبی روح کا نام ہے ملاحظہ ہوں ندائے حق ج ۱ ص ۴۴، ص ۵۰۸۔ اور روح پر موت نہیں، روح زندہ رہتی ہے۔

۴: ”یہ حیات روحانی ہے“ اس کا معنی اور مفہوم اگر یہ ہو کہ روح زندہ ہے جسم مردہ ہے اور روح کا جسم سے کوئی تعلق نہیں تو غلط ہوگا۔ کیونکہ دنیا میں حیات جسمانی تھی اس وقت روح زندہ تھی جب حیات جسمانی سے روح کا مرنا لازم نہیں آتا تو روحانی کہنے سے جسم کا مردہ ہونا کیسے لازم آئے گا؟ اگر خواخواہ حیات روحانی کہنے سے جسم مردہ ہی ہوتا ہے تو مماتیوں کے جسم جب زندہ ہیں تو روح مری ہوئی ہوگی۔

حیات روحانی کا صحیح مطلب یہ ہے کہ جس طرح دنیا میں قبل از موت حیات جسمانی تھی، جسم غالب تھا روح مغلوب تھی، پہلے تکلیف اور راحت جسم کو ہوتی تھی اس کے بعد روح کو ہوتی تھی اسی طرح موت کے بعد روح غالب ہے۔ پہلے راحت روح کو ہوتی ہے اس کے واسطے سے جسم کو ہوتی ہے۔ یہ ہے روحانی اور جسمانی کا صحیح مفہوم! اب بھی مماتی احباب ضد پراڑے رہیں تو کیا علاج ہو سکتا ہے؟

﴿مفتی عزیز الرحمن صاحبؒ کا مسلک مماتیوں کے خلاف ہے﴾

حضرت مفتی صاحبؒ ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

- ۱: جسم سے روح کا تعلق رہتا ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند جلد نمبر ۵ ص ۴۶۲)
- ۲: قبر میں بھی روح کا تعلق رہتا ہے اور مستقر اصلی اس کا علیین ہے یا سجدین ہے۔ (ج ۵ ص ۴۶۶)

- ۳: عذاب روح پر مع جسم کے ہوتا ہے جیسا کہ ظاہر حدیث سے ثابت ہے۔ (جلد نمبر ۵ ص ۴۶۷)

مفتی صاحبؒ کی ان تینوں عبارتوں کو ممتاتی غور سے پڑھیں اور فیصلہ دیں کہ مفتی صاحبؒ کا مسلک اہل سنت والا ہے یا ممتاتیوں والا؟

مفتی صاحبؒ فرماتے ہیں کہ روح کا جسم سے تعلق ہوتا ہے۔ ممتاتی کہتے ہیں نہیں ہوتا۔ مفتی صاحبؒ فرماتے ہیں عذاب و ثواب روح اور جسم دونوں کو ہوتا ہے اور ممتاتی صرف روح کے عذاب و ثواب کے قائل ہیں۔ اور مفتی صاحبؒ کا یہ نظریہ عام مردوں کے متعلق ہے۔ اب ممتاتی ٹولے میں کوئی ”ماں کا لعل“ بتائے کہ مفتی صاحبؒ کے ہاں روحانی کا مطلب صرف روح ہے یا روح مع الجسد ہے؟ یقیناً جہاں وہ روحانی حیات کا لفظ استعمال فرماتے ہیں روح مع الجسد دونوں مراد ہوتے ہیں۔ روحانی باعتبار غالب روح کے کہی جاتی ہے جس کی وضاحت ہم کر چکے ہیں روحانی کا معنی ممتاتیوں والا ہرگز نہیں۔

﴿حیات انبیاء اور حضرت مفتی صاحبؒ﴾

انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات شہداء کی حیات سے اقویٰ و اتم ہے (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۳۹۷)۔ غور کیجئے ۱۔ اقویٰ ۲۔ اتم، یہ دونوں اسم تفصیل کے صیغے ہیں۔ اور اسم تفصیل وہ اسم ہوتا ہے جس میں وصف کی زیادتی دوسرے کے مقابلہ میں ہو۔ جب عام مردوں کی حیات تعلق روح کے ساتھ ہے، تو وہ عام ہوئی، انبیاء علیہم السلام کی اتم ہوئی اور جب ان کا تعلق شہداء سے بھی زیادہ ہوا تو اقویٰ ہوئی۔ اللہ تعالیٰ ان بھلکے ہوئے دوستوں کو ہدایت نصیب فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم ﷺ عام مردوں میں مفتی صاحبؒ روح کا تعلق مانتے ہیں، شہداء میں بھی مانتے ہیں اور ان سب سے اعلیٰ قسم کا تعلق روح مع الجسم انبیاء علیہم السلام کا مانتے ہیں۔ اب انصاف کیجئے کہ مفتی صاحبؒ کی عبارات کو ممتاتی اپنی تائید میں کس منہ سے پیش کر سکتے ہیں؟ مفتی عزیز الرحمن صاحبؒ سنی حنفی دیوبندی تھے ان کا ممتاتیوں کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔

مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب سنی حنفی دیوبندی
تھے، مماتی نہیں۔

قارئین کرام! مؤلف رسالہ نے مفتی محمد کفایت اللہ صاحب کا نام دے کر ان کی چند
عبارات سے عوام کو دھوکا دینے کی کوشش کی ہے۔ ان کی عبارات کا صحیح مفہوم دینے سے قبل
ہم مفتی صاحب کا عقیدہ حیات النبی ﷺ کے متعلق عرض کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔

سوال:

مولود مبارک میں یا رسول اللہ، السلام علیک یا حبیب اللہ پکار کر کہنا اس غرض سے
کہ سمجھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی روح مبارکہ محفل میلاد میں آتی ہے۔ لہذا برائے تعظیم
کھڑے ہو کر لفظ مذکور کو پکار کر کہتے ہیں۔ آیا۔ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

جواب:

صلوٰۃ وسلام کے ساتھ یا رسول اللہ، یا حبیب اللہ نداء کے الفاظ سے پکارنا اس
خیال سے کہ؟ صلوٰۃ وسلام آنحضرت ﷺ کو پہنچا دیا جاتا ہے اور آپ ﷺ تک ہماری نداء اور
خطاب پہنچ جاتا ہے۔ جائز اور درست ہے کیونکہ بعض روایات سے ثابت ہے کہ باری تعالیٰ
و تقدس نے آنحضرت ﷺ کی قبر مبارک پر ایک فرشتہ مقرر فرمایا ہے کہ اسکو ایسی قوت سامعہ
عطا فرمائی ہے کہ وہ تمام مخلوق کے صلوٰۃ وسلام سن کر حضرت ﷺ پر پیش کر دیتا ہے اور
آنحضرت ﷺ جواب دیتے ہیں (اور پھر آگے نزل الابرار کے حوالہ سے صحیح حدیث اور اس
کا ترجمہ نقل کر کے آخر میں لکھتے ہیں) ہاں اس خیال اور اعتقاد سے نداء کرنا کہ آنحضرت
ﷺ کی روح مبارک مجلس مولود میں آتی ہے۔ اس کا شریعت مقدسہ میں کوئی ثبوت نہیں۔
اور کئی وجہ سے یہ خیال باطل ہے اول یہ کہ حضرت رسالت ﷺ قبر مبارک میں زندہ ہیں۔

جیسے کہ اہل سنت والجماعت کا مذہب ہے۔ تو پھر آپ ﷺ کی روح مبارک کا مجالس میلاد میں آنا بدن سے مفارقت کر کے ہوتا ہے یا کسی اور طریقہ سے اگر مفارقت کر کے مانا جائے تو آپ ﷺ کا قبر مطہر میں زندہ ہونا باطل ہو جاتا ہے یا کم از کم زندگی میں فرق آنا ثابت ہوتا ہے۔ تو یہ صورت علاوہ اس کے بے ثبوت ہے۔ باعث تو ہیں ہے نہ موجب تعظیم۔ اور اگر مفارقت نہیں ہوتی تو پھر مجلس مولود میں آپ ﷺ کی موجودگی بدن اور روح کے ساتھ ہوتی ہے یا محض بطور کشفِ علم کے۔ پہلی صورت ہدایتِ باطل ہے اور دوسری صورت بے ثبوت اور بعض اعتبار سے موجب شرک ہے کہ آپ ﷺ واحد میں مجالس کثیرہ کا علم ہونا اس طرح کہ گویا آپ ﷺ حاضر و ناظر ہیں۔ یہ خاصہ ذاتِ احدیت ہے۔ آنحضرت ﷺ کو حاضر و ناظر سمجھنا شرک ہے۔ (کفایت المفتی ج ۱ ص ۱۶۰)

قارئین کرام! مذکورہ پوری بحث سے چند امور جو امام اہل سنت شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان صاحب صغردہ غلہ نے نوٹ کیے، ملاحظہ فرمائیں۔

- ۱: آنحضرت ﷺ عند القبر صلوٰۃ و سلام سنتے اور اس کا جواب دیتے ہیں۔
- ۲: آپ ﷺ قبر مبارک میں زندہ ہیں یہ اہل سنت والجماعت کا مذہب ہے۔
- ۳: آپ ﷺ کی زندگی روح مبارک کے اس جسد اطہر کے ساتھ تعلق سے ہے جو قبر شریف میں ہے۔

۴: اگر اس جسد اطہر سے روح مبارک کی مفارقت اور جدائی مانی جائے تو آپ ﷺ کا قبر میں زندہ ہونا باطل ہو جاتا ہے یا کم از کم زندگی میں فرق آنا ثابت ہوتا ہے۔

۵: اور آپ ﷺ کو قبر مبارک میں زندہ تسلیم نہ کرنا یا کم از کم زندگی میں فرق ماننا باعث تو ہیں ہے نا کہ موجب تعظیم! (المسلك المنصور ص ۸۱)

غور کیجئے ابو حنیفہ ہند مفتی صاحبؒ کیا فرما رہے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کو قبر

مبارک میں روح مع الجسد ماننا مذہب اہل سنت ہے کسی ایک فرد یا طبقے کی بات نہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ روح کو جسم سے الگ سمجھنا آقا ﷺ کی توہین ہے۔ اس وقت یہ توہین اگر کوئی جماعت کر رہی ہے تو وہ مماتی ہیں۔ کیونکہ حضور ﷺ کے جسم مبارک کے ساتھ تعلق کے منکر صرف مماتی ہیں۔ اور مفتی صاحبؒ کے بقول مماتی گستاخ نبوت ثابت ہوئے اور بقول سید عنایت اللہ شاہ صاحب کے سماع کا قائل نص قطعی کا منکر ہے اور جو نص قطعی کا منکر ہے وہ کافر ہے (خس کم جہاں پاک ص ۷۳) اور مماتیوں کے مذکورہ بالا جملے کے مطابق مفتی صاحبؒ کیا ہوئے؟ اہل نظر خود بتائیں۔ ہمارے قلم میں اتنی سکت نہیں کہ ہم تبصرہ کر سکیں۔

﴿شاہ صاحب کو مفتی صاحبؒ سے دین سمجھ نہ آ سکا﴾

مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحبؒ کو اپنے بے سرو پا عقیدے میں ہمنوا بنانے والے عقل کے ناخن لین اور بتائیں کہ سید عنایت اللہ شاہ صاحب کے مندرجہ ذیل بیان پر کیا تبصرہ کرو گے، ملاحظہ ہو۔ ”شاہ جی نے کہا، حضرت مولانا علامہ انور شاہ کشمیریؒ اور حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحبؒ اور دیگر عظیم اساتذہ سے تحصیل علم کا موقع ملا، امتحان میں بھی اول آیا لیکن امانت دیانت کی بات یہ ہے کہ مجھے دین و ایمان کی اصل سمجھ حضرت مولانا حسین علیؒ کی خدمت میں رہنے سے آئی ہے۔ (خس کم جہاں پاک ص ۳۱)

عنایت اللہ شاہ صاحب کہتے ہیں کہ دین و ایمان مجھے علامہ انور شاہ کشمیریؒ اور مفتی کفایت اللہ صاحبؒ سے سمجھ میں نہیں آیا۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ طالب علم کو جب بات سمجھ نہ آئے تو کی استاذ کے سمجھانے میں ہوتی ہے یا طالب علم کم عقل ہوتا ہے جسے بات پے نہیں پڑتی۔ ہزاروں علماء نے مذکورہ دونوں بزرگوں سے علم حاصل کیا دین و ایمان کو سمجھا اور دنیا کو سمجھایا اگر ان بزرگوں میں سمجھانے کی صلاحیت نہ ہوتی تو انہوں نے بڑے بڑے

علامہ اور مفتی کیسے پیدا کر لیئے؟ دونوں باتوں میں سے پہلی کی تردید اور دوسری کی تائید کرنی پڑے گی یعنی علامہ صاحب اور مفتی صاحب میں قوت تفہیم نہ ہو ہم اس کو کبھی تسلیم نہیں کرتے۔ بلکہ دونوں بزرگ قوت و تفہیم کے بادشاہ تھے۔ علم حدیث کے پیاسے آئے اور دولت ایمان و دین سے مالا مال ہو کر لوٹے۔ دونوں بزرگوں کے شاگرد جہاں بھی پہنچے انہوں نے دین کی شمع روشن رکھی۔ آج بھی حافظہ کی بات آتی ہے تو علامہ کشمیری کا نام زبان پر آتا ہے۔ اہل علم حوالے ان کے دیتے ہیں۔ تو معلوم ہوا ان کے سمجھانے، پڑھانے میں ذرہ بھر کمی نہ تھی۔ البتہ دوسری بات جو قرین قیاس ہے کہ سید عنایت اللہ شاہ صاحب میں سمجھنے کی صلاحیت کا عدم تھی۔ لیکن ایک بار پھر ہم حیرت و استعجاب کے چنگل میں آگئے۔ بھلا کیسے؟ شاہ جی گجرات والے فرماتے ہیں ”میں امتحان میں اول بھی آیا“ جب سمجھ ہی کچھ نہ آئی تو لکھا کیا ہوگا؟ پرچے میں دین کے خلاف لکھنے سے اول کیسے آگئے؟ یہ گتھی بھی نہیں سلجھ سکتی۔

بندہ کی گزارش ہے کہ جب بانی فرقہ مہمات سید صاحب کو مفتی صاحب سے کچھ سمجھ نہ آیا تو آج ان کے حواری حضرت کی کتابوں کو کیسے سمجھ سکتے ہیں؟ معلوم ہوا کہ ان کو اکابر کی کتب سے سمجھ کچھ نہیں آتا بس دجل کر کے دھوکہ دیتے ہیں۔

﴿مفتی صاحب کی چند عبارات سے دھوکہ اور ان کا جواب﴾

انبیاء کرام صلوات اللہ علیہم اجمعین اپنی قبور میں زندہ ہیں مگر ان کی زندگی دنیاوی زندگی نہیں بلکہ برزخی اور تمام دوسرے لوگوں کی زندگی سے ممتاز ہے۔ اسی طرح شہداء کی زندگی بھی برزخی ہے اور انبیاء کی زندگی سے نیچے درجے کی ہے۔ دنیا کے اعتبار سے سب اموات میں داخل ہیں (کفایت المفتی ج ۱ ص ۶۸)۔

اب توجہ کیجئے! مذکورہ عبارت میں مفتی صاحب نے فرمایا کہ انبیاء اپنی قبور میں

زندہ ہیں۔ قبور کہاں ہیں؟ جہاں بدن پاک ہے وہیں روح ہے، وہیں زندہ ہیں قبر زمین پر ہے۔ بدن مقدس زمین والی قبر میں ہے۔ روح بدن کے ساتھ وہاں ہی متعلق ہوگی جہاں بدن ہے۔ لہذا انبیاء علیہم السلام مفتی صاحبؒ کے ہاں اپنی اپنی قبور میں زندہ ہوتے ہیں جہاں ان کو دفن کیا گیا تھا۔ اسکی تفصیل گذشتہ عبارت میں بھی ہوگئی اور وہی معنی یہاں ہوگا کہ قبر بھی یہیں ہے اور برزخ بھی یہیں ہے۔

﴿مماتوں کی برزخ اور قبر کہاں ہے؟﴾

جب اتنی واضح عبارات بزرگوں کی دکھائی جاتی ہیں تو مماتی ان عقائد صحیحہ سے بھاگنے کے لئے لفظ برزخ کا سہارا لیتے ہیں۔ دیکھو جی فلاں بزرگ نے لکھا ہے کہ برزخ میں زندہ ہیں۔ جب برزخ میں زندگی ہے تو پھر قبر میں کیسے ہوئی؟ ایک دوسرے کو مبارکباد دیتے ہیں، خوشی سے بھولے نہیں سماتے۔ کیا بات ہے جناب برزخ کا لفظ مل گیا ہے۔ کہاں زمینی قبر اور کہاں برزخ! لہذا ہمارا ”گجراتی“ عقیدہ ثابت ہو گیا ہے۔

﴿برزخ کیا ہے؟﴾

← برادران اہل سنت والجماعت! برزخ کا معنی پردہ ہے۔ مرنے کے بعد وہی جسم جو ہمیں نظر آ رہا ہوتا ہے وہ برزخ میں ہے۔ بے شک وہ جد و فوات کے بعد ہمارے سامنے پڑا ہے → فرشتے آئیں گے، اٹھا کے بٹھائیں گے سوال و جواب ہوگا۔ نیک آدمی کے لئے جنت کی کھڑکی کھول دی جائے گی۔ گناہ گار کو فرشتے سزا دیں گے۔ لیکن یہ سارا معاملہ ہماری آنکھیں نہیں دیکھ سکیں گیوں؟ اس لیے کہ ہمارے اور ان کے درمیان برزخ (پردہ) ہے۔ برزخ کسی خاص مکان، دکان، دفتر یا بیٹھک کا نام نہیں ہے۔ جس طرح ایک آدمی سورج غروب ہونے سے قبل مسجد میں تھا، سورج غروب ہونے کے بعد بھی مسجد میں رہا تو

پہلے وہ دن میں تھا اور مسجد میں تھا، غروب آفتاب کے بعد بھی مسجد میں ہے لیکن اب وہ دن سے رات میں چلا گیا۔ کیا مطلب! مکان وہی رہا زمان بدل گیا۔ مہماتوں کی جہالت یہ ہے کہ یہ برزخ کو مکان سمجھتے ہیں، برزخ مکان کا نام نہیں ہے بلکہ طرف زمان ہے۔ جو مرنے کے بعد شروع ہو جاتا ہے۔ مردہ جہاں بھی ہو وہ برزخ میں ہے۔ مہماتوں کو آج تک نہ اپنی قبر ملی ہے اور نہ ہی یہ برزخ کو تلاش کر سکے۔ جب ان سے پوچھا جائے قبر کہاں ہے؟ تو کہتے ہیں برزخ میں۔ اچھا برزخ کہاں ہے؟ تو خاموش ہو جاتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ مہماتوں کی قبر تلاش کرنے کے لیے پہلے مہماتوں کی برزخ کو تلاش کرنا ہوگا۔ نہ برزخ ملے نہ قبر ملے۔ کیونکہ زمین میں کھودی ہوئی قبر سے مہماتوں کو اتنی نفرت ہے کہ اسے قبر نہیں کہتے۔ کہتے ہیں یہ گڑھا ہے۔ جب قرآن مقدس کی طرف رجوع کرتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ برزخ کا لفظ قرآن میں موجود ہے۔ ”مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَانِ، بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَا يَبْغِيَانِ“ (سورۃ الرحمن) جہاں دو دریا آپس میں ملتے ہیں وہاں دونوں دریاؤں کے درمیان برزخ ہے۔ اب یقیناً مہماتوں کی قبر دو دریاؤں کے درمیان ہی ہوگی۔ مہماتوں کو اپنی قبر نہیں مل رہی تھی ہم نے تلاش کر لی ہے۔ مہماتوں کو ہمارا شکر یہ ادا کرنا چاہیئے۔ کوئی پوچھے تمہارا قبرستان کہاں ہے؟ فوراً بتاؤ کہ دو دریاؤں کے درمیان۔ یہ تھی مہماتوں کی قبر اور برزخ۔ لیکن اہل سنت کے ہاں برزخ وہی جگہ ہے جہاں جسد ہوتا ہے لیکن ہماری آنکھوں سے اوجھل ہو کر وہ برزخ میں ہے، اس کی وضاحت ہو چکی ہے حضرت مفتی صاحبؒ کے ہاں سے برزخ کا لفظ مل جانے پر مہماتوں کو عید نہ منانی چاہیے کیونکہ انکی مراد برزخ سے وہی جگہ ہے جہاں آقا ﷺ کا جسم اطہر ہے اور وہ مدینے والا روضہ اطہر ہے۔ تو انبیاء کرامؑ کے لئے انکی قبور ہی برزخ ہیں وہ وہاں نمازیں ادا فرماتے ہیں۔ ”الانبياء احياء في قبورهم يصلون“ (الحديث) انبیاء کرامؑ اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ نمازیں پڑھتے ہیں۔ نمازیں

پڑھ کر اپنی قبور میں لذت خدا کے برگزیدہ بندے یعنی انبیاء کرام حاصل کر رہے ہیں اور غصہ ممتاؤں کو آ رہا ہے۔ (آر ایٹ الذی ینہی عبدا اذا صلی) حضور ﷺ نے فرمایا "نبی اللہ خیر رزق" (ابن ماجہ ص ۱۱۸) اللہ کا نبی زندہ ہوتا ہے اسے رزق دیا جاتا ہے۔ انبیاء کرام رزق کھاتے ہیں اور ممتاؤں کے پیٹ میں مروڑاٹھتا ہے۔

﴿مفتی صاحبؒ کی دوسری عبارت﴾

جماہیر امت محمدیہ ﷺ کا یہ قول ہے کہ آنحضرت ﷺ قبر اطہر میں حیات مخصوص کے ساتھ حیات ہیں۔

اس پر پھر ممتا کی کہیں گے یہ مدینہ والی قبر، قبر نہیں۔ ہم عرض کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے تو اسی کو قبر فرمایا "قال رسول اللہ ﷺ ما علی الارض بقعة هی احب الیّ ان یکون قبری بها منها" آپ ﷺ نے فرمایا زمین کے تمام ٹکڑوں میں سے مجھے زیادہ محبوب یہ ہے کہ میری قبر اس ٹکڑے (مدینہ) میں ہو۔ (موطا امام مالک ص ۲۷۸) حضور ﷺ کا فرمان "اللهم لا تجعل قبری وثنا یبعد" اے اللہ میری قبر کو عبادت گاہ نہ بنانا (موطا امام مالک ص) اس قبر سے مراد مدینہ پاک والی قبر ہے۔ آپ ﷺ اسی کے متعلق دعا مانگ رہے ہیں کہ یا اللہ اس کو سجدہ گاہ نہ بننے دینا۔ جب حدیث نبوی ﷺ سے یہی قبر مراد ہے تو مفتی صاحبؒ کی عبارت سے بھی یقیناً یہی مراد ہے۔ اس قدر واضح ترین دلائل دیکھنے کے بعد بھی ممتا مفتی محمد کفایت اللہ صاحبؒ کو اپنا تائیدی سمجھتے ہیں۔ کس قدر حیرت کی بات ہے۔

﴿المنہند اور مفتی محمد کفایت اللہ صاحبؒ﴾

فرماتے ہیں "رأیت الاجوبۃ کلھا فوجدتها حقۃ صریحۃ لا یحوم حول

سر اذقاتها شک ولا ریب وهو معتقدی و مشائخی رحمهم اللہ تعالیٰ
(المہند علی المہند ص)

ترجمہ! میں نے تمام جوابات دیکھے پس اس کو ایسا حق صریح پایا کہ اس کے ارد گرد بھی شک یا
ریب نہیں گھوم سکتا اور یہی میرا اور میرے مشائخ رحمہم اللہ کا عقیدہ ہے۔

قارئین کرام! مفتی کفایت اللہ صاحبؒ کی مندرجہ بالا عبارت جو انہوں نے المہند کی تائید میں
فرمائی ہے اس کو بار بار پڑھیں۔ حضرت فرماتے ہیں میں نے المہند کا ہر جواب پڑھا
سب کو حق پایا۔ مسئلہ حیات انبیاء، مسئلہ توکل وغیرہ سارے حق سمجھے اور میرا بھی یہی عقیدہ
ہے۔ اب مہماتی بتائیں کہ ان کا مفتی صاحبؒ کے ساتھ کیا تعلق ہے؟ تمہارے اور ان کے
عقیدے میں کتنا فرق ہے۔ تمہاری سوچ الگ ہے اور مفتی صاحبؒ کی الگ ہے،
تمہارا نظریہ اور ہے ان کا اور ہے۔ مفتی صاحبؒ سنی حنفی دیوبندی اور تم لاندہب معتزلی،
مہماتی! تم کس منہ سے انکی عبارات اپنی تائید میں گھسیٹ کر لاتے ہو۔ یا علماء دیوبند کے
عقائد اپنا لو یا ان بزرگوں کا نام لینا ترک کر دو۔

﴿حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ کا عقیدہ اور مہماتیت﴾

قبر کا عذاب و ثواب قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔

حدیث یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب قبر میں مومن سے سوال کیا
جائے گا تو ایسے ہولناک مقام اور سخت حال میں بھی وہ بتائید رہاںی اس کلمہ پر قائم رہے گا اور
لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی شہادت دے گا اور پھر فرمایا کہ ارشاد قرآنی ”
یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیۃ الدلیا و فی الآخرة“ کا یہی
مطلب ہے (یہ روایت حدیث حضرت براء بن عازبؓ نے نقل فرمائی) اسی طرح تقریباً
چالیس صحابہ کرامؓ سے معتبر اسانید کے ساتھ اس مضمون کی حدیثیں منقول ہیں۔ جن کو امام

ابن کثیرؒ نے اس جگہ اپنی تفسیر میں جمع کیا ہے اور شیخ جلال الدین سیوطیؒ نے اپنے منظوم رسالہ "المثبت عند الجہت" میں اور شرح الصدور میں ستر احادیث کا حوالہ نقل کر کے ان روایات کو متواتر فرمایا ہے۔ ان سب حضرات صحابہ کرامؓ نے آیت مذکورہ میں آخرہ سے مراد قبر اور اس آیت کو قبر کے عذاب و ثواب سے متعلق قرار دیا ہے۔ مرنے اور دفن ہونے کے بعد میر میں انسان کا دوبارہ زندہ ہو کر فرشتوں کے سوالات کا جواب دینا پھر اس امتحان میں کامیابی اور ناکامی پر ثواب یا عذاب کا ہونا قرآن مجید کی تقریباً دس آیات میں اشارۃً اور نبی اکرم ﷺ کی ستر احادیث متواترہ میں بڑی صراحت و وضاحت کے ساتھ مذکور ہے۔ جبر میں مسلمانوں کو شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ رہے وہ عامیانہ شبہات کہ دنیا میں دیکھنے والوں کا یہ ثواب و عذاب نظر نہیں آتا سو اس کے تفصیلی جوابات کی تو یہاں گنجائش نہیں۔ اجمالاً اتنا سمجھ لینا کافی ہے کہ کسی چیز کا نظر نہ آنا اس کے موجود نہ ہونے کی دلیل نہیں ہوتی۔ جنات اور فرشتے بھی کسی کو نظر نہیں آتے مگر موجود ہیں، ہوا نظر نہیں آتی مگر موجود ہے۔ جس کا کائناتی فضاء کا اس زمانہ میں راکٹوں کے ذریعے مشاہدہ ہو رہا ہے وہ اب سے پہلے کسی کو نظر نہ آتی تھی مگر موجود تھی۔ خواب دیکھنے والا خواب میں کسی سخت مصیبت میں گرفتار ہو کر سخت عذاب میں بے چین ہوتا ہے۔ مگر پاس بیٹھنے والوں کو اس کی خبر نہیں ہوتی۔ اصول یہ ہے کہ ایک عالم کو دوسرے عالم کے حالات پر قیاس کرنا خود غلط ہے۔ جب خالق کائنات نے رسول ﷺ کے ذریعے دوسرے عالم میں پہنچنے کے بعد اس عذاب و ثواب کی خبر دیدی تو اس پر ایمان اعتقاد رکھنا لازم ہے۔ (معارف القرآن ج ۵ ص ۲۳۶)

﴿مفتی محمد شفیع صاحبؒ سنی دیوبندی تھے، مماتی نہ تھے﴾

مندرجہ بالا عبارت جو مفتی صاحبؒ نے معارف القرآن میں درج کی ہے۔ اس میں جز امور کی مفتی صاحبؒ نے وضاحت کی ہے کوئی مماتی اس کو ماننے کے لئے اگر تیار ہے تو پھر

وہ مماتی نہ رہا، سنی ہو گیا۔ اور اگر ماننے کے لئے تیار نہیں تو پھر مفتی صاحبؒ کا اور مماتیوں کا مسلک جدا جدا ہے۔ حضرت مفتی صاحبؒ اور مماتیوں کے مسلک میں کتنا فرق ہے؟ مختصراً ملاحظہ ہو۔

﴿مفتی صاحب کا نظریہ﴾
۱: قبر میں عذاب و ثواب قرآن مجید و حدیث سے ثابت ہے۔

﴿مماتیوں کا نظریہ﴾
۱: قبر میں عذاب و ثواب قرآن مجید و حدیث سے ثابت ہے۔

۲: چالیس صحابہ کرامؓ عذاب قبر کی حدیث کے راوی ہیں۔
۳: عذاب قبر کی معتبر اسانید ہیں۔
۴: عذاب و ثواب کی احادیث متواتر ہیں۔
۵: قبر میں عام انسانوں کو زندگی ملتی ہے۔
۶: اس مسئلہ میں کسی مسلمان کو شک و شبہ نہیں ہونا چاہیے۔

۷: عذاب بے شک نظر نہ آئے ہوتا پھر بھی ہے۔
۸: حضور ﷺ کی زبان پر اعتماد کرو۔
۹: ایک عالم کو دوسرے عالم پر قیاس کرنا غلط ہے۔
مماتی نہیں ہوتا۔
مماتیوں کو اعتماد نہیں ہے۔
مماتی کرتے ہیں، مثلاً کہتے حضورؐ مٹی کی اتنی موٹی تہہ کے نیچے سے کئیے سن لیتے ہیں۔

یہ تو تھا عام مزدوروں کے متعلق مفتی صاحبؒ کا نظریہ جو آپ نے ملاحظہ کر لیا ہے کہ قبر میں مردہ کو دوبارہ زندگی ملتی ہے، فرشتے آتے ہیں، سوال و جواب ہوتے ہیں۔ اس میں کسی

مسلمان کو شک نہیں کرنا چاہیے۔ جب عام مزدوں کو زندگی ملتی ہے تو شہداء اور پھر انبیاء علیہم السلام کی زندگی کا مقام بلند ہوگا۔

﴿حیات انبیاء علیہم السلام اور حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب﴾

۱: جو شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو جائے اور آپ ﷺ اس کے لئے مغفرت کی دعا کریں اس کی مغفرت ضرور ہو جائیگی اور آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضری جیسے آپ ﷺ کی دنیاوی حیات کے زمانے میں ہو سکتی تھی اسی طرح آج بھی روضہ اقدس پر حاضری اسی حکم میں ہے۔ (معارف القرآن جلد ۲ ص ۳۵۹)

۲: حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا جب ہم رسول اللہ ﷺ کو دفن کر کے فارغ ہوئے تو اس کے تین روز بعد ایک گاؤں والا آیا اور قبر شریف کے پاس آکر گر گیا اور زار و زار روتے ہوئے آیت مذکورہ کا حوالہ دے کر عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں وعدہ فرمایا ہے کہ اگر گناہ گار رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو جائے اور رسول ﷺ اس کے لئے مغفرت کی دعا کریں تو اس کی مغفرت ہو جائے گی اس لیے میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں کہ آپ میرے لئے مغفرت کی دعا کریں اس وقت جو لوگ حاضر تھے ان کا بیان ہے کہ اس کے جواب میں روضہ اقدس کے اندر سے آواز آئی قد غفر لک۔ یعنی تیری مغفرت کر دی گئی۔ (معارف القرآن ج ۲ ص ۳۶۰)

اب مماتی دوست بتائیں کہ وہ اعرابی مدینہ والی قبر پر آیا تھا یا علیین میں؟

قد غفر لک کی آواز مدینہ والی قبر مبارک سے آئی تھی یا اعلیٰ علیین سے؟

۳: تمام انبیاء خصوصاً رسول کریم ﷺ اس دنیا سے گزرنے کے بعد قبروں میں زندہ ہیں ان کی یہ حیات برزخی عام لوگوں کی حیات برزخی سے بدرجہا زیادہ فائق اور ممتاز ہوتی ہے۔ جس کی حقیقت اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں۔ (معارف القرآن ج ۷ ص ۱۷۸)

۳: رسول اللہ ﷺ اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں آپ ﷺ کی وفات کا درجہ ایسا ہے جیسا کہ زندہ شوہر گھر سے غائب ہوا اسی لئے آپ ﷺ کی میراث تقسیم نہیں ہوئی۔ اسی بناء پر آپ ﷺ کی ازواج کا وہ حال نہیں جو عام شوہروں کی وفات پر ان کی ازواج کا ہوتا ہے۔
(معارف القرآن جلد ۷ ص ۲۰۳)

نوٹ! عبارت نمبر ۲ میں حیات برزخی کا لفظ ہے اس سے مماتی دھوکہ دیتے ہیں کہ دیکھو برزخی کا لفظ آگیا۔ ان کے نزدیک قبر اور برزخ شاید دو الگ الگ حقیقتیں ہیں۔ جمع نہیں ہو سکتیں۔ حالانکہ برزخ کسی الگ مکان کا نام نہیں ہے بلکہ جو جسم اطہر وفات سے قبل دنیا میں تھا وہی وفات کے بعد مکان بدلے بغیر برزخ میں ہو جاتا ہے۔ عبارت نمبر ۱ اور عبارت نمبر ۲ پر غور کریں۔ مفتی صاحبؒ فرما رہے ہیں کہ مدینہ شریف والی قبر میں زندہ ہیں۔ عبارت نمبر ۳ میں فرمایا حیات برزخی ہے لہذا جب روضہ پاک میں بھی ہیں اور برزخ میں بھی تو کوئی تضاد نہیں رہتا روضہ پاک ظرف مکان ہے اور برزخ ظرف زمان ہے۔

﴿ایک فتویٰ اور مماتیوں کا دھوکہ﴾

مفتی محمد شفیع صاحبؒ ایک استفتاء میں فرماتے ہیں۔ الجواب ”حیات دنیوی ظاہری کا تو دنیا میں کوئی بھی قائل نہیں۔ جو بھی قائل ہیں حیات برزخی کے قائل ہیں۔ اب اس کی تنقیحات میں عوام کو الجھانا میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس وقت جبکہ لوگ کھلے کفر میں مبتلا ہو رہے ہیں۔ اس اندقت میں پڑنے کی کیا ضرورت ہے۔ بہر حال اتنی بات ہے (یعنی دنیوی حیات کا انکار کر کے اعلیٰ درجے کی برزخی حیات ثابت کرنے سے) کوئی شخص نہ حقیقت سے خارج ہوتا ہے نہ دیوبندیّت سے البتہ حضرات دیوبند بلا ضرورت کے زائد مباحث میں الجھنے اور

عوام کو الجھانے سے مجتنب رہتے ہیں۔ اور اسی کو میں اسلم سمجھتا ہوں۔

بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ

دارالعلوم کراچی نمبر ۱

۲۲-۱۲-۱۳۷۷ھ

(بحوالہ ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی صفر المظفر ۱۳۷۸ بمطابق ۱۹۵۸ء)

﴿سابق فتویٰ کی وضاحت﴾

گذشتہ فتویٰ سے مماتوں نے غلط مفہوم نکال کر عوام و خواص میں غلط پروپیگنڈا کیا کہ شاید مفتی صاحبؒ کا عقیدہ مماتوں والا ہے۔ کیونکہ گذشتہ فتویٰ میں اُن کا یہ جملہ (حیات دنیوی ظاہری کا کوئی بھی قائل نہیں) سے دور حاضر کے معتزلہ حضرت کو اپنا ہمنوا بنانے کو کوشش کرتے ہیں۔ تب حضرتؒ نے اس کی وضاحت کے لئے دوسرا فتویٰ تحریر فرمایا جو ہدا یہ الحیر ان کے ص ۹۳ سے ۹۵ تک درج ہے (نوٹ! ہدا یہ الحیر ان حضرت مولانا مفتی سید عبدالشکور ترمذیؒ کی تصنیف ہے) اس میں درج ذیل عبارت کو ذرا غور سے دیکھیں۔ ”یہ حیات حقیقی صرف روح کے لئے نہیں بلکہ جسد کے لئے بھی ثابت ہے اور ظاہریہ ہے جب عام شہداء اور امت کے لئے برزخ میں حیات حقیقی جسمانی ثابت ہے تو انبیاء علیہم السلام کی حیات کچھ ان سے اعلیٰ و اقویٰ ہی ہوگی خلاصہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی حیات بعد الموت حقیقی جسمانی مثل حیات دنیوی کے ہے۔ جمہور امت کا یہ عقیدہ ہے اور یہی عقیدہ میرا اور سب بزرگان دیوبند کا ہے (ہدا یہ الحیر ان ص ۹۵)

مذکورہ عبارت مماتی بار بار پڑھیں اور اپنے عقائد کے ساتھ ملائیں ثابت ہو جائے گا کہ کیا واقعی مفتی صاحبؒ کا عقیدہ مماتوں والا ہے یا یہ ان کے نام پر دھوکہ بازی

کرتے ہیں۔

﴿حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی صاحب دلیوبندی تھے۔ مماتی نہیں تھے﴾
لاہور سے چھپنے والے رسالے میں چوتھے نمبر پر حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی صاحب کو
مماتی ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اور جن عبارتوں کو فریب و فراڈ کی چادر میں لپیٹ کر
پیش کیا گیا ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

۱: انبیاء علیہم السلام کی حیات بعد الموت حیات برزخیہ ہے جو دوسری اموات کی
حیات برزخیہ سے اقویٰ و اشد ہے اور جو شخص حضور ﷺ کی یا سب انبیاء کی موت دنیوی کا
انکار کرے وہ گمراہ ہے۔ (رسالہ ص ۹ بحوالہ امداد الاحکام ج ۱ ص ۲۵۰)

مذکورہ عبارت میں فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام کی حیات برزخیہ اقویٰ ہے دوسرے
نمبر فرمایا کہ جو موت کا انکار کرے وہ گمراہ ہے۔ ہم اہل سنت دونوں باتوں کو مانتے ہیں انبیاء
علیہم السلام کی حیات برزخیہ ہے لیکن برزخیہ سے مراد یہ نہیں کہ روح کا جسم اطہر سے تعلق
ہی نہ ہو۔ برزخ کا یہ معنی خود ساختہ ہے، خانہ ساز ہے۔ (برزخیہ کے لفظ کی تفصیل گزر چکی
ہے) اور دوسری بات یہ کہ ”انبیاء کی موت کا انکار گمراہی ہے“ اس بات کو ہر مسلمان تسلیم کرتا
ہے۔ انبیاء علیہم السلام کی موت کا انکار بھی گمراہی ہے اور موت کے بعد والی حیات کا انکار
بھی گمراہی ہے۔ اس عبارت میں مماتیوں کے مطلب کی کوئی بات نہیں بس صرف برزخ
کے لفظ سے دھوکا دیا جا رہا ہے۔ حضرت کو اپنا ہمو ا ثابت کرنے کے جو دوسری عبارت
ہے وہ مندرجہ ذیل ہے۔ فان قلت ان النبی ﷺ حی فی قبرہ فیکون التوضیح
عن الحي دون الميت . قلنا فتلک حياة اخرى لا من جنس الحياة
الدنیویة فهو ميت باعتبار هذه الحیوة الدنیویة . حی یتلک الحیوة
البرزخیة المغایرة لهذه الحیوة (مماتی رسالہ ص ۱۰ بحوالہ اعلاء السنن ج ۷ ص ۲۷۲)

اگر تم کہو کہ نبی کریم ﷺ تو اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں تو یہ قربانی زندہ کی طرف سے ہوئی تا کہ میت کی طرف سے تو جواب میں ہم کہتے ہیں کہ وہ دوسری حیات ہے جو دنیوی زندگی جیسی نہیں ہے لہذا حضور اکرم ﷺ اس دنیوی زندگی کے اعتبار سے تو میت ہیں اور برزخی حیات کے ساتھ زندہ ہیں جو دنیوی زندگی سے مختلف ہے۔ اس کا جواب ہم ہو بہو ہی دیتے ہیں جو حضرت مولانا مفتی سید عبدالشکور ترمذیؒ نے دیا ہے ”اس عبارت سے بھی بعض سیئی الفہم لوگوں نے دنیوی حیات کا انکار سمجھ لیا ہے۔ حالانکہ اس عبارت میں قبر مبارک کی حیات پر جو زندہ کی طرف سے قربانی ہونے کا شبہ تھا اس کو رفع فرمایا گیا ہے کہ وہ حیات دوسری ہے۔ دنیوی حیات کی جنس سے نہیں اور اس میں کیا شک ہے کہ عالم برزخ میں ہونے کی وجہ سے حیات دوسری جنس کی بھی ہے اور اس دنیاوی حیات کے مُقار بھی ہے۔ اس لئے قبر کی اس حیات پر دنیوی حیات کے احکام جاری نہیں ہوں گے۔ اور یہ حیات قبر کی وجہ سے بوضیۃ عن الحی لازم نہیں آئے گا۔ مگر اس حیات کا اس دنیوی جسد اطہر سے تعلق ہونے کی وجہ سے وہ من وجہ دنیوی حیات ہی ہے۔ اس عبارت میں اس کی نفی نہیں کی گئی۔ بلکہ من کل الوجوہ کوئی بھی دنیوی حیات کا قائل نہیں ہے جو بھی قائل ہے وہ بعض وجوہ سے دنیوی حیات کا قائل ہے اس کے حضرت مولانا عثمانیؒ تھانویؒ قدس سرہ بھی قائل ہیں (ہدایۃ النحیر ان ص ۱۰۳)

﴿برادران اہل سنت والجماعت﴾

مولانا ظفر احمد عثمانیؒ نے تسکین الصدور پر بھی تقریظ لکھی ہے۔ ملاحظہ ہو تسکین الصدور صفحہ نمبر ۲۸۔ اگر مولانا موصوف حیات فی القبر کے قائل نہ ہوتے تو تسکین الصدور پر کبھی تقریظ نہ لکھتے جو مسئلہ ہذا پر مستند علمی اور تحقیقی کتاب ہے۔ اب تسکین الصدور پر برسنے والے ممانی جرات کریں اور مولانا ظفر احمد عثمانیؒ پر بھی اب کشائی کریں۔

﴿منکرین حیات النبی ﷺ مولانا عثمانیؒ کی نظر میں﴾

حضرت عثمانیؒ تو یہاں تک فرما گئے ”من یسکر حیاته ﷺ فی قبرہ کان فوادہ فارغاً من حبہ وعقلہ خالیاً من لبہ جو شخص حضور اقدس ﷺ کے اپنی قبر شریف میں زندہ ہونے کا انکار کرتا ہے اس کا دل حضور ﷺ کی محبت سے فارغ ہے اور اس کی عقل بصیرت سے خالی ہے (یعنی بے عقل ہے)۔ (اعلاء السنن ج ۵ ص ۱ طبع)

کاش یہ ”بے عقل“ حضرت عثمانیؒ کی مندرجہ بالا عبارت بھی پڑھ لیتے۔ برادران اہل سنت! غور فرمائیں کہ جو بزرگ حیات النبی ﷺ کے منکر کو بے عقل کہیں۔ کیا ان بزرگوں کو اپنے کھاتے میں ڈالنا بے عقلی نہیں؟ قارئین کرام! یہ وہ چار بزرگ ہیں جن کو رسالہ مذکورہ میں مہماتوں نے مہماتی ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے۔ اب ان کے اس فریب کی قلعی کھل گئی ہے کہ یہ اکابرین سنی حنفی دیوبندی تھے، مہماتی نہیں تھے۔ باقی اُن کی عبارات سے مہماتیوں نے چند نتائج اپنے رسالہ کے آخر میں لکھے۔ اب ذرا انکی وضاحت اور نمبر وار جوابات ملاحظہ ہوں۔ اور مہماتی کذابوں کے ”ماتم کنناں“ ہونے کا دلکش منظر دیکھیں۔

﴿اکابرین کی عبارات سے کشیدہ نتائج اور ان کے جوابات﴾

﴿پہلا دھوکہ﴾

انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات دنیوی ظاہری نہیں بلکہ برزخی حیات ہے۔ نیز شہداء کی حیات بھی برزخی ہے۔

جواب:

جن بزرگوں نے برزخی کا لفظ لکھا ہے اس کی تعریف بھی انہی سے پوچھی جائے گی۔ اُن سب کے نزدیک حضور ﷺ اور دیگر انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں نہ کہ

مہماتوں کی خود ساختہ برزخ میں۔

﴿دوسرا دھوکہ﴾

اموات ظاہریہ کے احکام سب پر حادی ہوتے ہیں۔

جواب:

ظاہری کا لفظ اس لئے بڑھایا گیا ہے کہ موت کے بعد مکلف نہیں رہے تلذذا
نمازیں پڑھتے ہیں لیکن ہماری نگاہوں سے اوجھل ہیں۔

﴿تیسرا دھوکہ﴾

دنیا کے اعتبار سے وہ سب اموات میں داخل ہیں۔

جواب:

سارے زندہ مہماتی بھی اموات میں داخل ہیں کیونکہ قرآن مقدس میں سب
انسانوں کے متعلق آیا ہے ”کیف تکفرون باللہ و نکتتم امواتا“ تم بھی مردے تھے
(اب بھی ہو گئے) انبیاء موت کے بعد حیات مل جانے سے بھی مردے ہیں (بقول
تمہارے) تو پھر تم بھی حیات مل جانے کے بعد مردے ہو۔

﴿چوتھا دھوکہ﴾

حضور ﷺ نے طبعی عمر پوری کر کے وفات پائی آپ ﷺ کی موت کو وفات سے تعبیر کرنا صحیح
ہے۔

جواب:

حضور ﷺ فوت ہو چکے ہیں اس کا کوئی منکر نہیں۔ بعد از وفات روضہ مبارک
میں حیات دی گئی ہے۔ ہاں البتہ مہماتی منکر ہیں کیونکہ ان کے نزدیک نبی صرف روح کا نام

ہے (ندائے حق ص مولانا نیلوی صاحب) مماتوں کے بقول رسول پاک ﷺ جسم مقدس کو نہیں بلکہ روح کو کہا جاتا ہے۔ تو جس کو نبی مانتے ہیں اس پر کبھی موت آتی نہیں (یعنی روح) لہذا مماتی نبی کی وفات کے منکر ہیں۔ الزام دوسروں کو دیتے ہیں۔

﴿پانچواں دھوکہ﴾

جس طرح آپ ﷺ پہلے زندہ تھے اسی طرح اب بھی آپ ﷺ کو زندہ سمجھنا صحیحاً باطل ہے۔

جواب:

جی ہاں حیات فی القبر من کل الوجوہ دنیاوی نہیں ہے۔ جس طرح مماتی بچپن میں قبل از بلوغ زندہ تھے لیکن احکام شرعیہ کے مکلف نہ تھے۔ جب بالغ ہو گئے تو حیات اب بھی ہے مگر حیات بعد البلوغ من کل الوجوہ حیات قبل البلوغ کے مماثل نہیں ہے حضرت رسول پاک ﷺ حیات دنیوی میں بھی نماز ادا فرماتے تھے لیکن یہاں نماز فرض تھی اب قبر اطہر میں بھی نماز پڑھتے ہیں لیکن فرضیت ختم ہو گئی۔ اب آقا ﷺ کی نماز نقلی ہے تلذذ کے لئے ادا فرماتے ہیں۔ دنیا میں آپ ﷺ تبلیغ کے مکلف تھے۔ اب نہیں ہیں۔ دنیوی حیات میں مسلمانوں کے فیعلے کرنے آپ ﷺ کے ذمہ تھے، اب نہیں ہیں۔ جن اکابر کی کتب میں حیات دنیوی کا لفظ ملے گا اس کا معنی یہ ہے کہ دنیا والا جسم زندہ ہے اور کوئی جسم نہیں۔ اور حیات جسمانی کا معنی بھی یہی ہے کہ جسم مع الروح زندہ ہے۔ روحانی کا یہ معنی نہیں کہ صرف روح زندہ ہے۔ بلکہ یہ معنی ہے کہ روح غالب ہے جس طرح دنیا میں جسم غالب تھا۔

﴿چھٹا دھوکہ﴾

بعد از وفات انبیاء کرام کی حیات دنیا کی زندگی سے علیحدہ ہے۔ دنیوی زندگی کے لوازم ان میں نہیں پائے جاتے۔

جواب:

اس کا جواب سوال نمبر ۵ کے جواب میں آچکا ہے۔ اگر لوازمات سے مراد دنیوی لوازمات ہیں تو ٹھیک ہیں۔ انبیاء علیہم السلام رزق کھاتے ہیں مگر دنیا کا نہیں، بلکہ جنت کا کھاتے ہیں۔ عبادت تو کرتے ہیں مگر فرضی نہیں، نقلی کرتے ہیں۔

﴿ساتواں دھوکہ﴾

بعد از وفات قبر اطہر کی مخصوص حیات (برزخیہ) پر میت کا اطلاق ممنوع نہیں۔

جواب:

تمہاری عید اگر اسی بات میں ہے کہ آقا ﷺ کو میت کہا جائے تو ہم ممتاؤں کو۔ ”کل نفس ذائقۃ الموت“ کے تحت مردہ کہیں گے ان کے مدرسوں کو قبرستان کہیں گے۔ اگر یہاں برداشت کی جرأت ہے تو پھر انبیاء علیہم السلام کو بھی کہہ لیں۔

﴿آٹھواں دھوکہ﴾

حضور ﷺ کی بعد الموت حیات برزخیہ دوسری اموات کی حیات برزخیہ سے اقویٰ و اشد ہے۔

جواب:

آپ اقویٰ کے لفظ سے دھوکا دیتے ہیں۔ اگر اقویٰ مانتے تو سماع بھی مانتے، نماز

پڑھنا تسلیم کرتے۔ آپ سماع عند القبر کے منکر ہیں، نماز ادا کرنے کے منکر ہیں پھر اقویٰ کیسے مان لیں؟

﴿نواں دھوکہ﴾

جو شخص حضور ﷺ کی یا سب انبیاء کی موت کا انکار کرے وہ گمراہ ہے۔

جواب:

آپ نے موت کے ساتھ دنیاوی کی قید لگائی۔ معلوم ہوا تمہارے نزدیک کوئی اخروی موت بھی ہے۔ ہم نے پہلے عرض کی کہ موت دنیاوی کے منکر صرف مماتی ہیں کیونکہ ان کے نزدیک نبی جسم نہیں صرف روح کا نام ہے (عناہے حق جلد ۵۰۸) اور روح پر موت نہیں آتی تو گویا حضور ﷺ پر موت نہیں آتی۔ (معاذ اللہ)

﴿دسواں دھوکہ﴾

اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ اور دوسرے لوگوں کی موت کو برابر قرار دیا ہے۔

جواب:

یہ جھوٹ ہے نہ اللہ تعالیٰ نے موت کو برابر قرار دیا اور نہ ہی انبیاء علیہم السلام اور دوسرے لوگوں کی موت برابر ہوتی ہے۔ یاد رکھنا جب حدیث پاک میں گناہ گار اور نیک آدمی کی موت میں بھی فرق بتایا گیا ہے۔ کافر اور مومن کی موت میں فرق بھی قرآن مجید میں بتایا گیا ہے کہ کافر سے فرشتے سختی سے کہتے ہیں اپنی جان نکالو (القرآن) مومن سے نہیں کافر کو موت کے وقت فرشتے منہ اور دبر پر مارتے ہیں، مومن کو نہیں کافر کو بوقت موت عذاب اور عقوبت کی خبر دی جاتی ہے۔ مومن کو اللہ تعالیٰ کی رضا اور جنت کی بشارت دی

جاتی ہے۔ اس کے علاوہ متعدد احادیث میں مومن اور کافر کی موت میں فرق بتایا گیا ہے۔
جب عام گناہگار اور نیک کی موت میں فرق ہے۔ کافر اور مومن کی موت میں بڑا فرق ہے تو
پھر آقائے دو جہاں ﷺ اور عام انسانوں کی موت کیسے برابر ہوگی۔

انبیاء علیہم السلام اور دوسرے انسانوں کی موت میں فرق:

۱: انبیاء علیہم السلام سے فرشتے پوچھتے ہیں جانا ہے یا رہنا ہے؟ عام انسانوں سے
نہیں پوچھتے۔

۲: یہ کبھی فرشتے کو مار بھی دیتے ہیں (بخاری) عام انسان کی یہ جرأت نہیں۔

۳: موت سے قبل انبیاء علیہم السلام کو اپنا ٹھکانہ دکھایا جاتا ہے، عام انسانوں کو نہیں۔

۴: انبیاء علیہم السلام جہاں فوت ہوتے ہیں انہیں وہیں دفن کیا جاتا ہے، یہ قانون
عام انسانوں کے لئے نہیں ہے۔

۵: انبیاء علیہم السلام کی میراث کی تقسیم نہیں ہوتی، عام انسانوں کی ہوتی ہے۔

۶: انبیاء علیہم السلام خصوصاً حضور ﷺ کی ازواج بعد وفات نکاح نہیں کر سکتیں، عام
انسانوں کی پویاں کرتی ہیں۔

اب بھی مکرین حیات النبی ﷺ کہیں گے کہ آپ ﷺ کو موت اور باقی لوگوں کی
موت میں برابری ہوتی ہے (العیاذ باللہ)

﴿گیارہواں دھوکہ﴾

حضور ﷺ کو قبر اطہر میں جو حیات حاصل ہے وہ دنیاوی حیات کی جنس میں سے نہیں ہے۔

جواب:

بقول تمہارے دنیاوی حیات نہ سہی لیکن حیات تو ہے، دن رات جو میت میت

کہتے ہیں انہیں تو شرم آتی چاہیے (اور حیات دنیوی کی توضیح ہم کر چکے ہیں)

﴿بار ہواں دھوکہ﴾

آپ ﷺ دنیاوی حیات کے اعتبار سے میت ہیں اور برزخی حیات سے زندہ ہیں جو دنیاوی حیات کے مغایر ہے۔

جواب:

دنیوی کے مغایر ہونا ہمارے لئے مضرت نہیں! البتہ دنیاوی کے مغایر سے صرف روحانی مراد لینا اور جسمانی کا انکار کرنا سبیت نہیں، ممانیت ہے۔

﴿تیر ہواں دھوکہ﴾

آپ ﷺ کو جو حیات برزخی حاصل ہے اس کی کیفیت اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے۔

جواب:

اس دنیا میں تمہاری روح کے تعلق کی جو کیفیت ہے وہ بھی تو اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں۔ نہ کبھی کسی روح کو آپ نے دیکھا اور نہ اس کی کیفیت کا ادراک کیا لہذا امانی جو اپنے متعلق فیصلہ کریں وہی دوسروں کے متعلق کر لیں۔

﴿چود ہواں دھوکہ﴾

آپ ﷺ کی بعد الموت حیات کو دنیوی حیات کہنا خلاف اہل سنت والجماعت ہے۔

جواب:

اہل سنت کے مخالف نہیں تمہارے خلاف ہے۔ دنیاوی مراد دنیا والے جسم کی

زندگی مراد لینا مذہب اہل سنت ہے۔

﴿پندرزہواں دھوکہ﴾

انبیاء کرام کی بعد الموت حیات دنیوی ظاہری کا دنیا میں کوئی بھی قائل نہیں، جو بھی قائل ہیں برزخی حیات کے قائل ہیں۔

جواب:

بار بار برزخ کا لفظ دہرایا جا رہا ہے دراصل اس لفظ سے یہ کوئی سہارا تلاش کرنا چاہتے ہیں۔ یہ برزخ کا لفظ مماتوں کا بہانہ ہے درحقیقت وہ آقا ﷺ کی حیات کے دشمن ہیں برزخی ماننے سے اہل سنت کے عقیدہ حیات کا انکار نہیں ہوتا، تفصیل گزر چکی ہے۔

﴿سولہواں دھوکہ﴾

آپ ﷺ کی بعد الموت حیات کو دنیوی حیات قرار دینا قرآن کریم کی صریح مخالفت ہے۔

جواب:

گزارش ہے کہ قرآن کریم نہ گجرات کے کسی واعظ پر اترا نہ ہی لاہور کے کسی تقیہ باز مہتمم پر! قرآن مجید عرب میں آیا اور جناب رسول ﷺ پر نازل ہوا اور اس کتاب کو چودہ صدیوں کے مفسرین، محدثین، مجتہدین، فقہاء و علماء نے سمجھا ہے اور قرآن پاک کو سمجھنے والے انہی اسلاف کا عقیدہ ہے کہ آپ ﷺ روضہ اطہر میں حیات ہیں قریب سے پڑھا جانے والا صلوة و سلام سنتے ہیں بس اجماعی عقیدے کے منکر صرف مماتی ہیں۔ یہ قرآن کا نام استعمال کر کے دھوکہ دیتے ہیں نہ انہیں قرآن مقدس کی سمجھ ہے اور نہ ان کا اکابر دیوبند کے ساتھ کوئی تعلق ہے۔

﴿ستر ہواں دھوکہ﴾

آپ ﷺ کی بعد الموت دنیوی حیات کا انکار کر کے برزخی حیات کا قائل ہونے سے نہ
حقیقت سے خارج ہوتا ہے نہ دیوبندیّت سے۔

جواب:

پہلے ہم عرض کر چکے ہیں کہ برزخی کا معنی جو اکابرین امت نے لیا ہے کہ حیات
اسی جسم پاک کو حاصل ہے لیکن ہماری آنکھیں ادراک نہیں کر سکتیں تو ٹھیک ہے۔ لیکن مماتی
فرقہ والے برزخ کا معنی وہ نہیں کرتے جو اکابرین امت نے کیا ہے بلکہ یہ معنی لیتے ہیں کہ
جسم اطہر کا روح مبارک سے کوئی تعلق نہیں ہے، یہ عقیدہ رکھنے سے تم نہ حنفی رہے نہ دیوبندی
بلکہ بدعتی بن گئے۔

﴿اٹھار ہواں دھوکہ﴾

بعد الموت دنیاوی حیات کے منکرین اور برزخی حیات کے قائلین کی اقتداء میں نماز ادا کرنا
بلاشبہ بلا کراہت ہے۔

جواب:

برزخ کا جو معنی تم نے تراشا ہے اور اپنے تراشیدہ معنی کے تحت حیات مانتے ہو
ایسا عقیدہ رکھنے والے کے پیچھے نماز نہیں ہوتی، یہ مفتیان کرام کا متفقہ فتویٰ ہے۔

﴿انیسواں دھوکہ﴾

اور جو لوگ ان علماء کے پیچھے نماز کو ناجائز کہتے ہیں وہ غالی ہیں اللہ ان سے محفوظ رکھے۔

جواب:

غالی کہنے والے خود غالی ہیں، غالی تو وہ ہیں جنہوں نے بتوں والی آیات کو انبیاء

کرام پر منطبق کیا، غالی تو وہ ہیں جنہوں نے تفسیر مفسرین کو چھوڑ کر اپنی مرضی کی۔ غالی وہ ہیں جنہوں نے علماء حق دیوبند پر شرک کے فتوے لگائے۔ شاہ جی عنایت اللہ صاحب بزرگان دیوبند کو ”لور کلاس مشرک“ کہا کرتے تھے (العیاذ باللہ) اللہ تعالیٰ ان غالی تقیہ بازوں سے ہر سنی مسلمان کی حفاظت فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

﴿اور ملی تھیلے سے باہر آگئی﴾

﴿بیسواں دھوکہ﴾

بعد الموت جسد عنصری کی حیات دلیل قطعی سے ثابت نہیں ظنی دلائل سے ثبوت ہے لہذا جو لوگ جسد عنصری کی حیات کے قائل نہیں ان کے پیچھے نماز کی صحت میں کوئی کلام نہیں۔ نیز برزخی حیات کے قائلین اور جسد عنصری کی حیات کے منکرین کا مقصد تو یہی نہیں۔

جواب:

قارئین کرام! اس آخری عبارت کو بار بار پڑھیے اور مماتی کے دجل و فریب کا اندازہ لگائیے۔ مماتیوں کا برزخی کا قول کہنا حیات جسمانی کا انکار ہے اور محض روح کی حیات کا اقرار ہے۔ اور اہل خفت میں سے کسی کا قول نہیں۔ پھر یہ لکھا ہے کہ روح کا تعلق نہ ماننے والا تو ہیں نہیں کر رہا۔ اور گزشتہ اوراق میں ہم ثابت کر آئے ہیں کہ حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحبؒ نے کفایت المفتی ج ۱ ص ۱۶۰ پر لکھا ہے ”جسم پاک میں آپ ﷺ کی روح کو تسلیم نہ کرنا تو یقیناً نبوت ہے۔ مماتیو! باقی یہ کہنا کہ جسد عنصری کی حیات دلیل ظنی سے ثابت ہے حماقت ہے۔ کیونکہ اجماع امت اور تو اتر دلیل قطعی ہوا کرتا ہے، ظنی نہیں اور اجماع کے منکر کو قرآن مقدس میں کافر کہا گیا ہے۔ صرف روح بغیر جسد کی حیات کا عقیدہ

۱۹۵۸ء سے قبل کائنات میں کسی شخص کا نہ تھا۔ اللہ پاک عمر حاضر کے فتنوں سے الہ ایمان کی حفاظت فرمائے۔ اعاذنا اللہ وجميع المسلمين من مكائدة الملاحدة خصوصاً عن عقائد فرقة الممات.



باب ہفتم

بحث بر کتاب المہند علی المہند!

۱۳۲۳ھ کی بات ہے کہ احمد رضا خان صاحب بریلوی اہل حق علماء دیوبند کے خلاف ایک تکفیری دستاویز لے کر حجاز پہنچے ہیں۔ علماء عرب چونکہ اردو زبان سے ناواقف تھے۔ خان صاحب کا پروگرام تھا کہ اس دستاویز پر دستخط لینے میں کامیاب ہو جائیں تو حجاز میں مشائخ دیوبند کے فیضان کا جو چشمہ بہہ رہا ہے، بند ہو جائے گا اور عجم میں ان بزرگوں کی جو قدرو منزلت ہے وہ بھی ختم ہو جائے گی۔ خان صاحب نے عبارتوں کی قطع برید کر کے عرب علماء کے دستخط لئے اور کچھ عرصہ کے بعد ہندوستان آ کر حسام الحرمین کے نام سے کتاب شائع کر دی۔ چنانچہ عرب علماء نے علماء دیوبند سے چھبیس سوالات کیئے، فخر المحدثین حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ نے ان کے جوابات لکھے اور پھر تقریباً ۲۳ چوٹی کے اکابر علماء دیوبند نے اس پر دستخط کر کے تصدیق کی اور ”المہند علی المہند“ (ہندی تلواریں مفتری کذاب) کے نام سے کتاب چھپ کر منظر عام پر آ گئی۔ المہند کی اشاعت کے بعد علماء دیوبند کا مسلک و مشرب اصولی طور پر محفوظ ہو گیا۔ اس کتاب پر صرف علماء دیوبند نہیں بلکہ حرمین شریفین کے جید علماء کرام نے بھی دستخط کیئے۔ یہاں تک کہ مفتی مدینہ منورہ سید احمد آفندی برزنجیؒ نے ”المہند“ کی تائید میں باقاعدہ کتاب تحریر فرمائی جس کا نام ”کمال

التحقیف والتقویم“ ہے۔ اس کتاب کی اشاعت کے بعد جہاں رضا خانی تالیفات طشت از بام ہوئیں وہاں اکابر دیوبند کا مسلک بھی ایک واضح معین اور مشخص صورت میں آ گیا۔ اس کتاب کو مسلک دیوبند کی ”متفقہ دستاویز“ کہا جاسکتا ہے۔

﴿المہند سے مہماتیوں کی بغاوت!﴾

اس کتاب سے آج اہل بدعت سے بڑھ کر مکررین حیات النبی ﷺ پریشان ہوتے دکھائی دے رہے ہیں۔ المہند کا نام سن کر یا پڑھ کر جل کے کوئلہ بن جاتے ہیں۔ چنانچہ اہل بدعت اور مہماتی حضرات کے افکار کی یکجہتی ہوئی تو دونوں گروہوں کے شریکوں نے المہند کے خلاف کتابیں لکھنی اور زہرا لگنا شروع کر دیا۔ اس سلسلہ میں ایک کتاب تو بڑیلویوں کے مولوی حشمت علی رضوی نے لکھی جس کا نام ”الصوارم الہندیہ“ ہے۔ دوسری کتاب ایک بدعتی نے ”التحقیقات لدفع التحریفات“ لکھی۔ اس کتاب کا جواب مدرسہ عین العلوم شاہ جہانپور (یوپی) کے صدر مدرس جناب حضرت مولانا عبدالغنی خانؒ نے ۱۳۳۳ھ میں ”الجنۃ لازل المسند“ کے نام سے دیا۔ اور اسکی تقریظ مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحبؒ نے لکھی تھی۔ ویسے تو مختلف مہماتی ٹھکانوں سے المہند کے خلاف بولیاں سنائی دیتی ہیں مگر اہل بدعت کے نقش قدم پر چلتے ہوئے مستقل کتاب ایک مہماتی مولوی عبدالکریم میرانی نے ”القول المسند فی رد المہند“ کے نام سے لکھی۔ اس کا جواب جناب حضرت مولانا حافظ محمد حبیب اللہ ڈیروی صاحب مدظلہ نے ”ضرب المہند علی القول المسند“ کے نام سے لکھا اور مہماتی ذریت کو چھٹی کا دودھ یاد دلادیا۔ مؤلف المسلك المنصور نے بھی بڑوں کی یاد تازہ کرتے ہوئے اپنی کتاب کے صفحہ ۲۳۷ تا ۲۶۱ تک فضول و بیکار بحث کر کے اس عظیم دستاویز پر ہاتھ صاف کرنے کی ناکام کوشش کی ہے۔ مولانا قاضی شمس الدین کی کتاب ”مسالك العلماء“ کا حوالہ دے کر مؤلف لکھتے ہیں ”المہند علی المفہد کی عبارت اتنی دقیق

ہے کہ بڑے بڑے علماء بھی اس کو نہیں سمجھ سکے اس لئے ہم نے علماء حضرات کے فائدے کے لئے علامہ زمان حضرت قاضی شمس الدین صاحب نور اللہ مرقدہ کی بیان کردہ توضیح و تشریح بیان کر دی ہے الخ۔ (المسلک المصنوع ص ۲۶۱)

جواب:

قارئین کرام جن ”بڑے بڑے علماء“ نے الہمد کو سمجھنے میں ٹھوکر کھائی ہے ان ”بڑوں“ کے اسماء ملاحظہ فرمائیں اور ہر ایک کا نام پڑھ کر تین مرتبہ ”استغفر اللہ“ کا ورد بھی کر لیں تو بہتر ہے۔

۱: سید غایت اللہ شاہ بخاری

۲: سید محمد حسین نیلوی

۳: سید ضیاء اللہ شاہ بخاری

۴: محمد امیر بند یالوی

۵: احمد سعید خان چتر وڈ گڑھی

۶: قاضی شمس الدین صاحب

یہ وہ ”بڑے“ ہیں جو ایک اردو زبان میں لکھی جانے والی کتاب کو نہ سمجھ سکے۔ ان کی قابلیت اور استعداد کو صمد سلام۔ واقعی آپ اس قابل ہیں کہ علامہ سیوطیؒ و رازیؒ کو تحقیر کی نگاہ سے دیکھیں۔ باقی حضرت مولانا قاضی شمس الدین صاحب کا کیا کہنا؟ وہ بیچارے تو اپنی لکھی ہوئی کتابیں بھی نہ سمجھ سکے۔ اور جس ”مسائل العلماء“ کا مؤلف نے حوالہ دیا ہے اس کی کیا وقعت ہے، ذرا ایک جھلک ملاحظہ فرمائیں۔

﴿”مدارک الاذکیاء“ اور ”مسائل العلماء“ کا تقابلی جائزہ!﴾

سب سے پہلے علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب نے ”مدارک الاذکیاء فی حیاۃ الانبیاء“ کے نام سے کتاب تحریر فرمائی جو علمی حلقوں میں ”مقام حیات“ کے نام سے شہرت رکھتی ہے۔ اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن ضخیم ہے اور ہر ہر لفظ آپ زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ اس کتاب کی اشاعت کے بعد قاضی شمس الدین کو مجبور کیا گیا کہ وہ جواب دیں۔ چنانچہ قاضی صاحب نے ”مرتے کیا نہ کرتے“ کے تحت ”مسائل العلماء“ کے نام سے جواب دیا مگر قاضی جی کے کہیں قدم جم نہ سکے۔ اس وقت ہمارے سامنے مسائل العلماء کا پہلا ایڈیشن موجود ہے جو ”مکتبہ ربانی نئی آبادی شاہد رولہ لاہور“ سے شائع شدہ ہے۔ مقام حیات کو اہل علم نے کیسا پایا؟ اور مسائل العلماء کو کیسا پایا؟ ذرا نظارہ کیجئے!

﴿قاری محمد طیبؒ کا علامہ خالد محمود صاحب کے نام خط﴾

حضرت محترم زید مجدکم السامی۔

سلام مسنون، نیاز مقرون۔ گرامی نامہ باعث شرف ہوا، میں شعبان رمضان اور اوّل شوال میں مسلسل سفر میں رہا، یہی وجہ تاخیر جواب کی ہے۔ اب بھی سفر میں ہی ہوں، اور ریل ہی میں جواب لکھ رہا ہوں کل دیوبند پہنچوں گا انشاء اللہ۔ مقام حیات جیسے موقر رسالہ سے مستفید ہوا اور حرفاً حرفاً اوّل سے آخر تک پورا رسالہ دیکھا اس موضوع پر اس سے بہتر کتاب اب تک میری نظر سے نہیں گذری، مسئلہ کا تجزیہ نہایت ہی فاضلانہ اور محققانہ انداز سے کیا گیا ہے۔ طرز بیان انتہائی بلیغ، موثر اور دلنشین ہے، مسئلہ کے ہر پہلو کا حکم نہایت ہی بالغ نظری کے ساتھ اس کی صحیح کیفیت و حقیقت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ اسکی ایک ایک سطر سے آنکھوں میں نور اور دل میں سرور بڑھتا ہوا محسوس ہوتا تھا۔ حق تعالیٰ آپ کی اس

مبارک سہی کو قبول فرمائے اور جس طرح آپ نے اپنے اسلاف کے مسلک کی نصرت اور اعانت کر کے اسے نمایاں فرمایا ہے حق تعالیٰ آپ کی نصرت دارین میں فرما کر آپ کو سر بلند اور رفیع المرتبت بنائے آمین۔ اور اس خدمت کو قبول فرمائے۔ مستدعی دعا ہوں اور احباب کے لئے ہر وقت دعا گو ہوں۔ والسلام محمد طیب مدیر دارالعلوم دیوبند۔

(منقول از ہفت روزہ دعوت لاہور ۱۴ ستمبر ۱۹۶۲ء)

﴿امام اہل سنت کی نظر میں﴾

شیخ الحدیث، امام عرب و عجم حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر مدظلہم نے اس موضوع پر شاہکار علمی کتاب ”تسکین الصدور“ تصنیف فرمائی ہے۔ یہ مقام حیات کے بعد لکھی گئی چنانچہ شیخ دامت فیوضہم فرماتے ہیں: ”حضرت مولانا علامہ خالد محمود صاحب ایم، اے سیالکوٹی نے ایک عمدہ، مدلل اور بہترین کتاب مقام حیات لکھ کر اہل علم کی علمی تشنگی بچھائی ہے۔ اس کتاب کے بعض حوالوں اور دلائل اور ان سے طرز استدلال میں تو علمی اور تحقیقی (نہ کہ تنقیدی، مولف) طور پر اختلاف ہو سکتا ہے لیکن مجموعی اعتبار سے یہ عمدہ اور ٹھوس کتاب ہے اور ہم نے بعض حوالوں میں اس سے استفادہ کیا ہے۔“ (تسکین الصدور ص ۷۷)

﴿مسائل العلماء پر ایک نظر﴾

قارئین کرام! اب آئیے ذرا مسائل العلماء پر ہونے والے چند ایک تبصروں پر نظر کرتے ہیں۔

﴿تنظیم اہل حدیث کا تبصرہ﴾

غیر مقلدین کا ہفت روزہ جریدہ ”تنظیم اہل حدیث“ میں ۲۰ اکتوبر ۱۹۷۱ء کے شمارہ میں

مسالک العلماء پر یوں تبصرہ کیا گیا۔ ”اس لحاظ سے یہ کتاب قابل ستائش ہے کہ ایک دیوبندی عالم نے اپنے حلقہ سے کٹ کر اپنی حدیث نقطہ نظر سے اتفاق کیا ہے۔ (یعنی اکابرین دیوبند سے صاحب مسالک العلماء کٹ کر غیر مقلدین کی گود میں آ بیٹھے۔ واہ کیا خوب!

﴿حضرت مولانا ”ماسٹر“ غلام اللہ خان کی نظر میں﴾

شیخ القرآن حضرت مولانا ”ماسٹر“ غلام اللہ خان (سابق ٹیچر اسلامیہ ہائی سکول راولپنڈی) کے زیر ادارت ان کے مدرسہ تعلیم القرآن راولپنڈی سے شائع ہونے والے ماہ نامہ تعلیم القرآن میں جو تبصرہ کیا گیا۔ اس کا خلاصہ یہ ہے: ۱: مسئلہ کے تمام پہلوؤں پر بحث نہیں کی۔ ۲: محترم قاضی صاحب کی تحریر میں اردو ادب و انشاء کی خوبیوں کی کمی ۳: کاغذ ردی ۴: قیمت بہت زیادہ۔ (تعلیم القرآن نومبر ۶۱ء راولپنڈی)

﴿کچھ ماسٹر صاحب کے متعلق﴾

ہمارے قارئین بڑے حیران ہوں گے بلکہ انگشت بدنداں ہونگے کہ آپ شیخ القرآن صاحب کو ماسٹر کیوں کہہ رہے ہیں؟ تو گزارش ہے کہ رئیس المناظرین حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑویؒ کو ممانی تحقیر و اہانت کے ساتھ ماسٹر کہتے ہیں۔ حالانکہ ماسٹر ہونا کوئی عیب والی بات یا پیشہ نہیں۔ مگر ان دوستوں کو علم ہونا چاہیے کہ شیخ القرآن صاحب بھی ابتداء میں سکول ٹیچر رہے۔ ان کی وفات کے بعد شائع ہونے والے شیخ القرآن نمبر میں بھی ہے اور آپ کی سوانح حیات جو مولانا عبدالمعبد صاحب نے لکھی اس میں بھی ہے، ملاحظہ ہو۔ قیام گجرات کے دوران شیخ عبدالغنی مجبقاتی ثم ڈھیری حسن آبادی آپ کی تقاریر سے بہت متاثر ہوئے۔ ان کی خواہش تھی کہ راولپنڈی میں واقع ان کے ”اسلامیہ ہائی سکول“ میں

عربی ٹیچر کی خدمات انجام دیں۔ تو کتنا اچھا ہو۔ آخر موصوف کی کوشش اور مولانا سیف الرحمن کی سعی سے آپ اسلامیہ ہائی سکول میں معلم دینیات تعینات ہو گئے۔ (سوانح حیات ص ۳۳) مولانا حسین علی واں پھر ویٹی یوں گویا ہوئے ”غلام خان! کاش ان علمی صلاحیتوں کو دین کی خدمت کے لئے صرف کرتے۔ مگر تم نے اسکول کی ملازمت اختیار کر لی ہے، اس پر شیخ الحدیث قاضی شمس الدین، مولانا عبدالرؤف اور مولانا منور دین سید سسرہم کی مخلصانہ کوششوں سے آپ اسکول کی ملازمت چھوڑ کر صرف دین کی تبلیغ و اشاعت کے لئے اپنے آپ کو وقف کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ (سوانح حیات ص ۳۳، مطبوعہ خانہ رشیدیہ راولپنڈی)

ہم تمام تر ادب و احترام کے باوجود حضرت ”کو“ ماسٹر صاحب“ کہہ دیں تو مماتی حضرات دلبرداشتہ نہ ہوں۔ یہ رد عمل ہے، حوصلے سے برداشت کیجئے اور ویسے بھی شیخ القرآن ماسٹر صاحب“ کا آپ سے کوئی تعلق نہیں۔ انہوں نے اکابر کے مسلک و شرب کو تسلیم کر لیا تھا۔

﴿مولانا مفتی غلام مصطفیٰ صاحب“ کا تبصرہ﴾

جامع مدنیہ بہادر پور کے مہتمم حضرت مولانا مفتی غلام مصطفیٰ صاحب“ نے یوں ارشاد فرمایا ”بس قاضی صاحب ہیں کہ کتاب لکھنے کے شوق میں صفحات کے صفحات سیاہ کرتے اور اپنے علمی شاہکار درج فرماتے جاتے ہیں اور اصل مسئلہ پر ذرا بھی توجہ نہیں فرمائی“ قاضی صاحب“ نے الہند کی عبارت میں خوب تحریف کی۔ اردو کی عبارت ہے جسے ہر آدمی آسانی سے سمجھ سکتا ہے۔ مگر افسوس قاضی صاحب اپنی عادت سے مجبور ہیں کہ تحریف کرتے جاتے ہیں۔ قاضی صاحب نے حضرت سلیمانؑ کے واقعات بھی درج فرمائے ہیں اور استدلال یوں بیان کرتے ہیں ”اگر ان حضرات میں بعد از موت بھی حیات ہوتی تو لامشی کو دیمک لگ جانے کے بعد وہ نہ گرتے۔ وغیرہ“ الگ۔ حضور والا۔ آپ کے مخاطب سب کے سب ”بُؤ“ اُخفش“ ہی نہیں ہیں کہ آپ کے ارشاد پر سر ہلاتے جائیں۔ خوب سمجھ لیں کہ سلف صالحین اور

علماء دیوبند کے مسلک کا خلاصہ صرف اتنا ہے کہ انبیاء عالم برزخ میں حیات غصری رکھتے ہیں۔ اگر وصال کے بعد بھی عالم دنیا میں نظر آئیں تو برزخ کے کیا معنی؟۔ اگر نظر انصاف سے مقام حیات اور مسالک العلماء کا مطالعہ کیا جائے تو دودھ اور چھاپہ کا فرق نظر آئے گا۔ میں تو صاحب مقام حیات کو مشورہ دوں گا کہ وہ قاضی صاحب کو شکریہ کا خط ارسال کریں کیونکہ قاضی صاحب کی تصنیف کے منظر عام آنے پر مقام حیات کا مقام اور بلند ہو گیا ہے۔ (بے لاگ تبصرہ طبع انیوب بکڈ پو گوجرانوالہ)

﴿حضرت مولانا محمد اجمل خانؒ کا تبصرہ﴾

خطیب اسلام حضرت مولانا محمد اجمل خان صاحبؒ (مرکزی راہنما جمعیت علماء اسلام) فرماتے ہیں ”قاضی صاحب نے اس کتاب میں بہت سی باتیں لکھی ہیں۔ صرف مقام حیات کے دلائل کا جواب نہیں دیا۔ زیادہ سے زیادہ اتنی بات کہہ دی کہ اس کا مصنف طفل مکتب ہے علماء دیوبند جو حیات النبی ﷺ کے قائل ہیں خود کیوں کتاب نہیں لکھتے۔ ادب سے درخواست کروں گا کہ المہند اور حضرت نانوتویؒ کی آب حیات وغیرہ آپ کو کیوں نظر نہیں آتیں، اس سے بھی زیادہ افسوس ناک یہ ہے کہ حضرت قاضی صاحب نے مسالک العلماء میں زیادہ زور اس مسلک پر دیا ہے کہ استدلال کے لئے پہلے قرآن ہے بعد میں حدیث، قاضی صاحب اس قسم کی باتیں جن سے حدیث کا مقام کمزور ہوتا ہو مکررین حدیث کے لئے راہ ہموار کرتی ہیں اس امر پر تو ساری امت کا اتفاق ہے کہ قرآن کا مقام ہر بات سے مقدم ہے۔ مگر قرآنی مطالب کی تشریح اور اس کے معانی کو متعین کرنے میں حضور ﷺ کے ارشادات سے بے نیاز ہو جانا الحاد ہی الحاد ہے۔ سب سے اہم واقعہ دلیل قرآن ہے مگر قرآن کا وہ مطلب نہ لیا جائے گا جو غلام احمد قادیانی یا غلام احمد پرویز کریں بلکہ قرآن کا وہی مفہوم حق ہو گا جو حضور ﷺ کی حدیثوں اور آپ ﷺ کے صحابہؓ کے اقوال سے واضح ہو گا۔ اس

سلسلے میں اتنی بات اور بھی عرض کرنی ضروری ہے کہ کیا قرآن پاک کی آیتوں کا مفہوم پہلے بزرگوں اور المہند پر دستخط کرنے والے اکابر امت نے نہیں سمجھا۔ اگر آپ اسلاف سے مسلمانوں کے ذہن کو دور کریں گے تو پھر ہر طرح کے الحاد کا راستہ صاف ہے۔ میرا مشورہ یہی ہے کہ قاضی صاحب موصوف اگر تدریس و تعلیم ہی کی خدمت انجام دیں تو بہتر ہوگا (مسک اہل سنت والجماعت ص ۴۷۳)

ہمارے قارئین باتمکین اور مؤلف المسلك المصور پوری توجہ و انتہاک سے اس تقابلی جائزے کا مطالعہ فرمائیں اور پھر اپنی علمی پوزیشن پر ماتم کریں۔ جناب من جب آپ کے بڑوں کی علمی حالت یہ ہے تو آپ؟ کیا پدی کیا پدی کا شور ہے۔ یہ تھی آپ کی مسالک العلماء کی حقیقت۔ اگر ہمیں طوالت کا خوف نہ ہوتا تو ہم تسکین القلوب اور القول الخلی پر بھی کچھ نگارشات پیش کر دیتے۔ چلو یہ ادھار سہی! البتہ بتانا چلوں کہ قاضی صاحب کی کتاب القول الخلی جو بندہ کے پاس ہے وہ حضرت مولانا محمد ضیاء الحق صاحب (سابق صدر مدرس جامعہ اشرفیہ لاہور) کا ذاتی نسخہ ہے۔ اور دوران مطالعہ حضرت مولانا ضیاء الحق صاحب نے جو اپنے قلم کے ساتھ جوابی حاشیہ چڑھایا ہے۔ وہ بھی قابل مطالعہ ہے۔ انشاء اللہ ضرورت پڑنے پر بندہ اسکو "ضیاء الخواشی" کا نام دے کر شائع کرا دیگا بفضل اللہ و توفیقہ۔

ارباب انصاف۔

مؤلف المسلك المصور کی یہ بات کتنی لچر اور بھدی ہے کہ المہند کو بڑے بڑے علماء نہیں سمجھ سکے۔ جن علماء نے کشاف کی گتھیاں سلجھا دیں، بیضاوی و روح المعانی کے مشکل مقامات کو چٹکلیوں میں حل کر دیں، تمام عربی و فارسی علوم کی کتب پر جن کو عبور حاصل رہا اور علمی ذکاوت دنیا میں بکھر رہے ہیں وہ اردو زبان میں لکھی جانے والی "المہند" کو دیکھ

— خواتم —

ہاں البتہ سو فیصد سچ ہے کہ اہل بدعت اور مما تہوں نے اس کتاب کو نہیں سمجھا کیونکہ جن کے قلوب اسلاف کی محبت سے خالی ہوں اور ان پر تہارات دن جن کا مشغلہ ہو وہ قیامت کی صبح تک ان بزرگوں کی تحریروں کو سمجھ نہیں سکتے۔ باقی مؤلف نے جو حضرت مولانا نور محمد صاحب پر اعتراض کیا ہے کہ انہوں نے الہند علی المہند کا معنی "عقائد علماء اہل سنت" کر دیا ہے جو کہ غلط ہے۔ تحریف ہے وغیرہ۔ مؤلف بیچارہ مجبوظ الحواس ہو چکا ہے۔ الہند کے آگے بریکٹ میں جو عقائد علماء اہل سنت دیوبند لکھا جاتا ہے۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ کتاب ہذا عقائد اہل سنت پر مشتمل ہے۔ اچھا مؤلف صاحب آپ نے جو اپنی کتاب المسلك المنصور کے صفحہ نمبر ۵۱ پر لفظ "نام" لکھ کر بریکٹ میں "زندہ" لکھا ہے۔ کیا نام کا معنی زندہ ہے؟ فرمائیے!

میری رسوائی سے تجھ کو خوش نہ ہونا چاہیے
قیس رسوا تھا تو کیا لیلیٰ کی رسوائی نہ تھی؟



باب ہشتم

﴿بحث حدیث مَن صَلَّی عَلَیْ عِنْدَ قَبْرِی سَمِعْتَهُ﴾

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنجناب ﷺ نے ارشاد فرمایا ”مَن صَلَّی عَلَی عِنْدَ قَبْرِی سَمِعْتَهُ ، وَمَن صَلَّی عَلَی مَن بَعِیدَ اَعْلَمْتَهُ ، (وفی روایتہ) مَن صَلَّی عَلَی عِنْدَ قَبْرِی سَمِعْتَهُ . یہ حدیث مندرجہ ذیل کتب میں موجود ہے۔

- | | | | |
|----|------------------------|----|----------------------------------|
| ۱: | مرقات جلد ۲ ص ۳۴۷ | ۲: | مسند امام احمد ج ۱ ص ۴۲۱ |
| ۳: | سنن دارمی ص ۳۷۲ | ۴: | دارقطنی ص |
| ۵: | مستدرک حاکم ج ۲ ص ۴۲۱ | ۶: | البدایہ والنہایہ ج ۱ ص ۱۵۴ |
| ۷: | الجامع الصغیر ج ۱ ص ۹۳ | ۸: | مشکوٰۃ شریف ص ۸۷ طبع قدیمی |
| | کتب خانہ کراچی | ۹: | جلاء الافہام ص ۲۲ مطبوعہ بیروت |
| | راویوں کے نام! | | |
| ۱: | ابوالشیخ اصہبانی | ۲: | ابوصالح عبدالرحمن بن احمد الاعرج |
| ۳: | حسن بن صباح | ۴: | ابومعاویہ محمد بن حازم |

۵: سلیمان بن مہران ۶: ابوصالح ذکوان

﴿”حسن بن صباح“ یا ”حسین بن صباح“﴾

مؤلف المسلك المنصور لکھتے ہیں ”دوسری خیانت آپ نے جو جلاء الافہام سے سند ذکر کی ہے اس سند میں ایک راوی حسین بن الصباح ہے۔ اگر آپ کے پاس جلاء الافہام موجود ہو تو ص ۱۹ پر زیارت فرمائیں اور آپ کے بزرگوں نے بھی تحفہ ہدایت ص ۵ میں اس راوی کا نام الحسین بن الصباح تسلیم کر لیا ہے جبکہ آپ کو غالباً ابھی تک جلاء الافہام کی زیارت بھی نصیب نہیں ہوئی اور آپ نے سند نقل کرنے میں بھی کسی کتاب سے نقل مارنے کا ارتکاب فرمایا ہے۔ اس لئے الحسین کو ”الحسن بن صباح“ بنا ڈالا ہے۔

جواب:

یہ اعتراض مؤلف المسلك المنصور نے مولوی شیر محمد جھنگوی مماتی کی کتاب ”آئینہ تسکین الصدور“ سے چرایا ہے۔ مؤلف خود کبھی ندائے حق کی پٹاری سے کوئی چیز چرا لاتے ہیں اور کبھی مولوی شیر محمد کا چبایا ہوا القمہ حلق سے نیچے کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور الزام دوسروں کو دے رہے ہیں کہ تم نے فلاں کتاب سے نقل کی ہے۔ سنئے جناب ”محقق صاحب“ (ماشاء اللہ)۔ راوی کا نام ”حسن بن صباح“ ہے ”حسین“ نہیں۔ آپ کو جلاء الافہام والی سند سے وہم ہوا ہے۔ وہاں ”حسین“ ہے۔ جو کہ کاتب کی غلطی سے لکھا گیا ہے۔ اور یاد رکھیے کہ جلاء الافہام میں کتابت کی چند ایک اور غلطیاں بھی ہیں مثلاً وہاں طبرانی کی سند سے حضرت ابوالدرداء سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ”لَيْسَ مِنْ عَبْدٍ يُصَلِّي عَلَىٰ إِلَّا بَلَّغْنِي صَوْتَهُ حَيْثُ كَانَ“ (جلاء الافہام ص ۶۳) نہیں کوئی بندہ جو میرے اوپر درود بھیجے مگر میں اسکی آواز سن لیتا ہوں وہ جہاں کہیں ہوگا۔ ”محقق“ صاحب

یہاں ”صوتہ“ کاتب کی غلطی سے لکھا گیا۔ اصل میں ہے ”صلوٰۃ“ (یعنی اس کا درود مجھے پہنچایا جاتا ہے وہ جہاں کہیں بھی ہو)۔ غزنوی اور سلیم الفطرت انسان کے لئے تو اتنی بات ہی کافی ہے البتہ جن ”کوڑھ مغزوں“ سے ہمیں واسطہ پڑا ہے ان کے علاج کے لئے مزید ثبوت ملاحظہ ہوں۔ علامہ سیوطیؒ اسکی سند یوں نقل کرتے ہیں ”اخرجہ ابو الشیخ فی الثواب حدثنا عبد الرحمن بن احمد الاعرج ، حدثنا الحسن بن الصباح حدثنا ابو معاویہ عن الاعمش بہ“ (الآلی المصنوع ج ۱ ص ۲۸۳) یہاں علامہ موصوفؒ ”حسن بن صباح“ ذکر کر رہے ہیں۔ نیز علامہ ناصر الدین البانیؒ بھی علامہ سیوطیؒ سے ایسے نقل کرتے ہیں ”حدثنا عبد الرحمن بن احمد الاعرج حدثنا الحسن بن الصباح حدثنا ابو معاویہ عن الاعمش بہ . قلت ورجال هذا السند کلهم ثقات معروفون غیر الاعرج هذا . میں (یعنی البانی) کہتا ہوں اس سند کے تمام راوی معتبر، مشہور ہیں سوائے اعرج کے۔ جی فرمائیے! جناب محقق صاحب راوی کون ہے؟ ”حسن یا حسین؟“ مؤلف نے بڑی تعلیٰ کے ساتھ کہا ہے کہ کبھی ”جلاء الافہام“ دیکھی بھی ہے۔ اللہ کے فضل سے روز دیکھتے ہیں وہ ہے ہی ”غیر غیب“ لوگوں کے لئے۔ آپ جیسے ”غیر غیب“ لوگوں کا جلاء الافہام سے کیا تعلق؟..... کیا جانے کُل قد کیا ہے؟

﴿غرائب منانی صحت نہیں ہے﴾

حافظ ابن قیمؒ نے یہ سند نقل کرنے کے بعد ”غریب جدا“ کہا ہے۔ بس پھر کیا تھا ممانی حدیث رسول ﷺ کو یوں دیکھنے لگے جیسے کوئی نخوت کا مارا جاگیردار کسی غریب کو دیکھتا ہے۔ مؤلف المسلك المنصور نے بھی تحقیق کے موتی (سبحان اللہ) بکھیرتے ہوئے کہا ہے ”غریب جدا حدیث سے عقیدہ ثابت کرنے والا دیوبندی ہوتا ہے یا تقیہ باز رضا خانی؟“

جواب:

مؤلف کے قول کے مطابق امت مسلمہ میں کس کس پر تقیہ بازی کا الزام آتا ہے۔ یہ آئندہ طور میں ہم ذکر کریں گے۔ سر دست گزارش ہے کہ جناب کس الحق نے آپ کو کہہ دیا ہے کہ غرابت صحت کے منافی ہوتی ہے۔

﴿شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا ارشاد﴾

مؤلف المسلك المنصور اور دیگر ممتا تہوں نے مشکوٰۃ شریف تو دیکھی ہوگی، یقیناً دیکھی ہوگی ہم آپ کی طرح متکبر نہیں کہ جو کتاب یا رسالہ دستیاب ہو جائے بس پھر محققین کو کونا شروع کر دیا جائے کہ کبھی یہ کتاب دیکھی بھی ہے؟ مشکوٰۃ شریف کا مقدمہ جو حضرت شیخ مولانا عبدالحق محدث دہلوی نے لکھا ہے اس میں ہے ”ان الغرابتہ لا تنافی الصحتہ“ (مقدمہ مشکوٰۃ ص ۶ سطر نمبر ۱۶ طبع قدیمی کتب خانہ کراچی) یعنی حدیث کا غریب ہونا اس کے صحیح ہونے کے منافی نہیں ہے۔ اور فرماتے ہیں ”ويجوز ان يكون الحديث صحيحاً غريباً۔ اور جائز ہے کہ حدیث صحیح غریب ہو۔ اور یاد رہے کہ یہ ابو الشیخ والی سند ہے جو معتبر ہے سدی صغیر والی نہیں۔ جیسا کہ ماہ نامہ تعلیم القرآن راولپنڈی اکتوبر ۱۹۶۷ء کی اشاعت میں ہے ”اس حدیث کی جو سند سدی صغیر پر مشتمل ہے۔ اس کو بوجہ راوی مذکور کے کمزور کہا جائے گا اور جس سند میں یہ راوی نہیں ذہن کر رہے ہیں۔ ملا علی القاری شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں ”قال ميرك نقل عن الشيخ ورواه ابو الشيخ باسناد جيد۔ (تعلیم القرآن اکتوبر ۱۹۶۷ء بحوالہ مقام حیات ص ۵۶۲ و تسکین الصدور ص ۳۳۵) آئیے ”آثار الحدیث“ کے گلشن کی سیر کرتے ہیں، علامہ خالد محمود صاحب مدظلہم رقمطراز ہیں ”آج کا عنوان مباحث حدیث میں واقعی بہت غریب (ناور قسم کا) ہے۔ اس کی

غرائب الفاظ و معنی کے اعتبار سے ہے۔ اسناد کے پہلو سے نہیں۔ غرابت وطن سے ذوری کا نام ہے۔ غریب مسافر کو کہتے ہیں۔ جو مضمون ظاہر الفاظ سے دور یا فہم عام سے بالا ہو وہ غریب ہے عجیب ہے۔ اسکی غرابت اس پہلو سے ہے۔ اور یہ کوئی کمزوری کی بات نہیں نہ یہ کوئی جرح کی بات ہے اس کا سزا غریب ہونے سے کوئی تعلق نہیں۔ حدیث اسناد کے پہلو سے غریب ہو تو اس پر اصول حدیث کے تحت بحث کی جاتی ہے۔ لغت، ادب اور اسالیب عرب کے تحت نہیں۔ سو حدیث غریب اور غریب الحدیث میں فرق ہے۔ (آثار الحدیث جلد اول ص ۴۵۵)

حضرت الشیخ شمس الدین محمد بن عبدالرحمن السخاوی فرماتے ہیں "قال ابن القيم انه غریب قلت و مسندہ جید۔ (القول البدیع ص ۱۴۹ مطبوعہ بیروت) ابن قیم اگرچہ غریب کہتے ہیں مگر میں کہتا ہوں کہ اس کی سند معتبر ہے۔ حضرت مولانا نصیر الدین غور غشتوی نے مشکوٰۃ شریف کا حاشیہ تحریر کیا ہے جو ان کے صاحبزادگان کے زیر اہتمام لاہور سے طبع ہوئی تھی۔ حدیث "مَنْ صَلَّى عَلَيَّ عِنْدَ قَبْرِی سَمِعْتُهُ" کے تحت فرماتے ہیں "اِنَّ اَیَّ سَمْعًا حَقِیْقًا بَلَا وَ اِبْطَاطٍ" سننا حقیقتہً بغیر کسی واسطہ کے ہے۔ (غور غشتی ص ۹۳) اور یہ فرمان بھی موجود ہے "وَصَحَّ خَبَرُ الْاَنْبِیَاءِ اَحْیَاءٍ لِّی قُبُورِهِمْ یُصَلُّونَ (ج ۱ ص ۱۳۲) انبیاء علیہم السلام قبور میں زمرہ ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں یہ حدیث صحیح ہے۔ یاد ہے کہ غلام غور غشتی "جمعیت اشاعت التوحید والسنہ کے سرپرست بھی رہے (ملاحظہ ہو ماہ نامہ تعلیم القرآن راولپنڈی ص ۴۲ جنوری ۱۹۵۸ء) مولانا قاضی شمس الدین صاحب نے مولانا غور غشتی "کو فرشتہ صفت انسان کہا ہے، ملاحظہ ہو "مسائلک العلماء طبع اول ص ۱۷۳ مطبوعہ مکتبہ ربانی نئی آبادی شاہدرہ لاہور) مولانا حسین علی واں بھراں "والوں کی زندگی کی بالکل آخری تصنیف" تحریرات حدیث "اس وقت ہمارے

سامنے ہے اور ہم دوزانو ہو کر اس کے سامنے۔ ۱۹۴۳ء سن اشاعت ہے۔ مولانا رب نواز ساکن بستی چاون کبیر والا نے تصحیح کی ہے، یونین پرنٹنگ پریس ملتان سے چھپی ہے، قیمت سات روپیہ لکھی ہوئی ہے اور ملنے کا پتہ یہ درج ہے ”الحاج مولانا حسین علی صاحب ڈاکخانہ واں پھر اں ضلع میانوالی (پنجاب) یاد رہے کہ اسکی اشاعت کے گیارہ ماہ بعد حضرت مولانا حسین علی صاحب انتقال فرما گئے تھے (إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ)۔ تحریرات حدیث کے صفحہ ۲۱۱ سطر نمبر ۲ پر آپؐ حدیث لے کر آئے ہیں ”مَنْ صَلَّى عَلَيَّ عِنْدَ قَبْرِی سَمِعْتُهُ وَمَنْ صَلَّى عَلَيَّ نَائِيًا اَبْلَغْتُهُ“ اور بغیر کسی جرح و قدح کے آپؐ نے اس حدیث کو درج فرمایا ہے۔ یہ آپؐ کی زندگی کا آخری قول ہے اور دار و مدار آخری قول و عمل پر ہوتا ہے۔ لہذا یہ حدیث ان کے نزدیک بھی معتبر ہے۔

﴿شیخ القرآن ماسٹر غلام اللہ خانؒ کا نظریہ﴾

قاطع شرک و بدعت حضرت مولانا ماسٹر غلام اللہ خانؒ (سابق لیچر اسلامیہ ہائی سکول راولپنڈی) کا اس حدیث کے متعلق نظریہ کیا تھا؟ ملاحظہ ہو۔ مولانا عبدالمعبود صاحب رقمطراز ہیں ”شیخ وہاں (یعنی حضرو) تشریف لے گئے اور تقریر کی اور مسئلہ توحید بڑی وضاحت کے ساتھ بیان کیا اور حضور اقدس ﷺ کی ذات بابرکات کے لئے درود شریف پڑھنے کے فضائل و مناقب بیان کرتے ہوئے یہ حدیث پڑھی۔ ”مَنْ صَلَّى عَلَيَّ عِنْدَ قَبْرِی سَمِعْتُهُ وَمَنْ صَلَّى عَلَيَّ نَائِيًا اَبْلَغْتُهُ“ یعنی نبی پاک ﷺ فرماتے ہیں کہ جو آدمی میری قبر کے قریب درود شریف پڑھے میں خود شن لیتا ہوں اور جو شخص دور دراز جگہ میں پڑھے تو اللہ کے فرشتے مجھ تک پہنچا دیتے ہیں (سوانح حیات ص ۳۲۶)

﴿دیگر جن علماء اعلام نے اس حدیث کو صحیح تسلیم کیا﴾

- ۱: علامہ جلال الدین سیوطی
 - ۲: علامہ سخاوی
 - ۳: حافظ ابن حجر عسقلانی
 - ۴: علامہ ابن حجر مکی
 - ۵: علامہ عبدالرؤف مناوی
 - ۶: حضرت ملا علی القاری
 - ۷: قاضی ثناء اللہ پانی پتی
 - ۸: علامہ سید احمد طحطاوی
 - ۹: علامہ عبدالحی لکھنوی
 - ۱۰: نواب صدیق حسن خان
 - ۱۱: علامہ شبیر احمد عثمانی
 - ۱۲: حافظ ابن تیمیہ
 - ۱۳: علامہ شہاب الدین الخفاجی
 - ۱۴: شیخ عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب النجدی
 - ۱۵: علامہ خلیل احمد سہارنپوری
 - ۱۶: حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی تھانوی
 - ۱۷: مولانا عبدالغفور غزنوی
 - ۱۸: مولانا عبدالعزیز شجاعبادی
 - ۱۹: امام عرب و عجم الشیخ مولانا محمد سرفراز
 - ۲۰: بحر العلوم علامہ ذاکٹر خالد محمود صاحب
- خانصاحب صفدر :
- قارئین کرام!

یہ جتنا سرمایہ ہم نے آپ کے سامنے رکھا آپ کے لئے اب یہ فیصلہ کرنا غالباً کوئی مشکل نہ ہوگا کہ یہ سب کے سب بشمول مولانا حسین علی وان پھر دی اور شیخ القرآن حضرت ماسٹر صاحب مؤلف المنسلک المنصور کے قول کے مطابق ”تقیہ باز“ اور ”رضا خانی“ ہیں۔
 فواللہ کوئی عقلمند امت مسلمہ کے اس جم غفیر کے سامنے اس نو مولود کی بڑ کو کوئی حیثیت دینے کے لئے تیار نہ ہوگا تو نتیجتاً تقیہ باز کون نکلا؟ عیاں راجحہ بیان۔

ظلم کے بھیا نک ہاتھوں سے تنویر کا دامن چھوٹ چکا

﴿مَن عام ہے یا خاص؟﴾

نام نہاد محقق فرماتے ہیں "مَن صلی علی عند قبری" میں لفظ "مَن" عام ہے یا خاص؟ یعنی آپ کے نزدیک ہر ایک آدمی کا سلام سنتے ہیں یا بعض کا؟ سوال یہ ہے کہ آپ ﷺ کے روضہ مبارک پر شیعہ، بریلوی، پرویزی عثمانی، قادیانی سب جاتے ہیں۔ تو کیا خیال ہے کہ ان سب کو روضہ انور سے سلام کا جواب ملتا ہے؟۔ بسط المسلك ص ۲۸۹ ﴿

جواب:

مؤلف نے اپنے اچھل حواریوں میں بیٹھ کر خوب بغلیں بجائی ہوگی کہ مذکورہ سوال کر کے کمال ہی کر دیا ہے بلکہ کمال کا "تیا پائیچا" کر دیا ہے۔ مثال مشہور ہے "اندھوں میں بھیجے گا امام"۔ مگر یہاں تو ایک سے بڑھ کر ایک اندھا ہے۔ اور دل و دماغ کے اندھے ہیں جہاں بصیرت کا دور سے بھی کوئی گزر نہیں۔ اس جاہل کو اتنا علم نہیں کہ فی نفسہ مَن عام ہی ہوتا ہے البتہ بعض حالات و قرائن کی وجہ سے خصوصیت اختیار کرتا ہے۔

﴿مولوی احمد سعید خاں صاحب کا جواب ملاحظہ ہو﴾

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہم کو نسا "چوڑیاں" پہن کر بیٹھے ہوئے ہیں۔ دھکے مار مار کر ہم ان جہلاء کو مولانا احمد سعید صاحب کے دروازے پر لے چلتے ہیں کہ انہیں بتایا جائے "مَن" عام ہے یا خاص؟ لیجئے جناب۔

پڑا فلک کودل جلوں سے کام نہیں

جلا کے راکھ نہ کر دوں تو داغ نام نہیں

مولانا احمد سعید صاحب نے ڈاکٹر مسعود عثمانی کے خلاف ایک رسالہ لکھا تھا جس کا نام ہے "دمتہ الجنود علی دندتہ الیہود" اس کے صفحہ ۶۲ پر احمد سعید صاحب ڈاکٹر کے اعتراض کا یوں

جواب دیتے ہیں ”وہی رافضیوں والا استدلال ہے حالانکہ بات تو اس میں ہے کہ من اصل کے لحاظ سے تو عام ہی ہوتا ہے۔ اگرچہ خاص حالات میں دلائل وقرائن کی وجہ خلاف اصل ہو کر خصوص کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ مگر یہاں ”من“ کو خاص کرنے کی کون سے وجہ ہے۔ جبکہ نبی کریم ﷺ عمومی طور پر مومن کو خوشخبری سنارہے ہیں۔ پھر کمال یہ کر دکھایا کہ کہتے ہیں کہ اگر ”من“ کو عام جانتے ہو تو پھر اپنے اعتقاد کے خلاف یہ بھی مانو کہ نبی کو ایک مشرک، اور قادیانی بھی خواب میں دیکھ سکتا ہے (لاحول ولا قوۃ الا باللہ) احسن آدمی اتنا بھی نہیں سوچتا کہ اگر ایسا ہو بھی جائے تو کون سی شرعی حد ٹوٹ جائے گی؟ آخر۔ ابو جہل وغیرہ نے بھی تو زندگی میں حضور ﷺ ہی کو دیکھا تھا۔ اور اگر اللہ کریم کسی مشرک یا قادیانی یا آپ سے محرف کو ترہیب و تنبیہ یا ہدایت کے بہانے محض اپنی قدرت سے زیارت کروا بھی دے تو اس میں کون سی قباحت لازم آئے گی۔ (دمدمۃ الجحود علی دندۃ الیہود ص ۶۲ از مولانا احمد سعید بلوچ صاحب) مؤلف المسلمک المنصور صاحب اس عبارت کو بار بار پڑھیں، با وضو ہو کر پڑھیں پھر بھی سمجھ نہ آئے تو گجرات تشریف لے جائیں اور بانی فتنہ ممات کی قبر کا مراقبہ کر لیں۔

فاعتبر یا اولی الابصار۔

﴿سماع کی حد کہاں تک ہے؟﴾

مؤلف المسلمک المنصور کا ایک اور دجل، حماقت، سفاهت بلکہ مذاق ملاحظہ ہو، لکھتے ہیں ”سماع کی حد وہ کہاں تک ہے؟ (بہت کچھ ہانکنے کے بعد) جو حد بھی مقرر فرمائیں ساتھ شرعی دلیل بھی ذکر فرمادیں ﴿المسلمک المنصور ص ۲۹۲﴾

جواب:

واہ رے تو حیدی گویا کہ اپنے پیارے نبی ﷺ تک امتی کا سلام پہنچانے میں اللہ

اعالیٰ حدود قیود کے پابند اور محتاج ہیں (العیاذ باللہ، ثم العیاذ باللہ) قارئین کرام! بزرگوں کی گستاخی کا فطری انجام ملاحظہ کریں کہ جو حضرت اقدس قاضی صاحبؒ اور مولانا ادا کاڑویؒ پر توہین نبوت کا الزام لگا رہے تھے اب وہ خود اللہ تعالیٰ کی توہین کرنے پر اتر آئے۔ مؤلف صاحب! آپ اور آپ کا ٹولہ کتنا بد قسمت ہے کہ آپ کو نہ درد شریف پڑھنے کی توفیق ہے اور نہ حضور ﷺ کو سنانے کی سعادت! بفضل اللہ، بکرم اللہ، بحمد اللہ، بعون اللہ یہ شرف ہم اہل سنت والجماعت کو حاصل ہے۔ ہم اس پر اپنے مولا کریم کا جتنا شکر ادا کریں کم ہے۔ باقی ممکن ہے کہ مؤلف صاحب کہیں میری بات کا تو پھر جواب نہیں آیا۔ یعنی حد کیا ہے۔ لیجئے جناب ملاحظہ ہو۔ علامہ زرقانیؒ فرماتے ہیں۔

والذی یظہران المراد بالعندیته ان یکون فی محل قریب من القبر بحيث یصدق علیہ عرفاً انه عنده وبالبعد عنه ماعدا ذالک (شرح مواہب اللورقانی ج ۷ ص ۳۷۲ طبع بیروت) علامہ زرقانیؒ کی عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ جس کو عرف میں قرب کہا جائے وہی قرب مراد ہے۔ اور فرماتے ہیں ”اذا کان المصلی عند قبرہ الشریف سمعته ﷺ بلا واسطہ“ جب صلوٰۃ و سلام پڑھنے والا روضہ شریف کے قریب پڑھے تو آنجناب ﷺ بغیر کسی واسطہ کے سماعت فرماتے ہیں۔ اور قرب کے متعلق پہلے فرمادیا کہ جسکو عرف میں قریب کہا جائے وہ مراد ہے۔

﴿حضرت بہار نیوریؒ کی آستانہ محمدیہ ﷺ پر حاضری﴾

حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ کے متعلق حضرت مولانا محمد عاشق الہی بلند شہریؒ فرماتے ہیں۔ آستانہ محمدیہ ﷺ پر حاضری کے وقت حضرت کی عجیب کیفیت ہوتی تھی۔ آواز نکالنا تو کیا مواجہہ شریف کے قریب بالقابل بھی آپ کھڑے نہیں ہوتے تھے۔ خوفزدہ مودہانہ دے پاؤں آتے اور مجرم قیدی کی طرح دور کھڑے ہوتے۔ بکمال خشوع صلوٰۃ و سلام عرض

کرتے اور چلے آتے تھے۔ زائرین بیباکانہ اونچی آواز سے صلوٰۃ و سلام پڑھتے اس سے آپ کو بہت تکلیف ہوتی اور فرمایا کرتے کہ آنحضرت ﷺ حیات ہیں اور ایسی آواز سے سلام عرض کرنا بے ادبی اور آپ ﷺ کی ایذاء کا سبب ہے۔ لہذا پست آواز سے سلام عرض کرنا چاہیے اور یہ بھی فرمایا کہ مسجد نبوی میں کتنی ہی پست آواز سے سلام عرض کیا جائے اس کو آنحضرت ﷺ سنتے ہیں (تذکرۃ الخلیل ص ۳۷۰)

لیجئے جناب مؤلف صاحب!

امام زرقانی کے بعد حضرت سہارنپوریؒ کا ارشاد پڑھیے۔ اگر آپ کی قسمت میں ہدایت ہے تو پھر اتنا سامان کافی ہے اور اگر ہدایت کے دروازے بند ہیں تو دین اسلام کا پورا کا پورا ذخیرہ بھی ناکافی ہے۔ واللہ یجہدی من یشاء الیٰ صراط مستقیم۔

ایک سوال:

گئے ہاتھوں ذرا ایک جواب دے دیں۔ جناب مؤلف صاحب کہ ”مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ امثالِهَا“ اور حدیث نبوی ﷺ ”مَنْ بَنَى لِلّٰهِ مَسْجِدًا بَنَى اللّٰهُ لَهُ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ“ میں مَنْ عام ہے یا خاص؟

اتنی نہ بڑھا پاکی داماں کی حکایت

دامن کو ذرا دیکھ، ذرا بند قبا دیکھ

قارئین کرام!

مؤلف ”المسلك المنصور“ کا علم تو ان کی کتاب کے ابتدائی پچاس صفحات پر ہی ختم ہو گیا تھا۔ مگر چونکہ کتاب کی ضخامت اور حجم بھی تو بنانا تھا۔ اصل میں حق و صداقت پر مشتمل کتاب لکھ دینی ذرا مشکل ہوتی ہے کیونکہ کتاب و سنت کے سائے میں اسلاف امت کے ایک ایک دروازے پر دستک دینا ہوتی ہے۔ جبکہ جھوٹ کے لئے کونسا پاڑ بیلنا

پڑتے ہیں؟ بس لکھتے جاؤ، لکھتے جاؤ، لکھتے جاؤ۔ کچے کچے روڈ پر قلم کالا غرگھوڑا دوڑاتے چلے جاؤ اور جب اچھے خاصے صفحات بن جائیں تو ”المسلک المنصور“ کا نام دے کر وقت کے ”محقق اعظم“ بن جاؤ۔ ہینک لگے نہ پھٹکڑی۔ اور رنگ بھی چوکھا آئے۔ مؤلف المسلك المنصور نے اپنی کتاب کا اختتام ص ۲۹۵ پر کر دیا۔ ”تمت بالخیر“ بھی لکھ دیا ”وما علینا الا البلاغ المبین“ بھی تحریر کر دیا۔ مگر پھر اچانک خیال آیا پندرہ بیس صفحات اور ہو جاتے تو ذرا رعب پڑ جائے گا۔ چنانچہ ”تمت“ کہنے کے بعد پھر آگے ”خاتمة الكتاب“ کے عنوان سے پھر کوئی چالیس صفحات لکھ ڈالے۔ وہ ساری آیات غیر متعلقہ ہیں مثلاً ثابت کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ جی اور قیوم ہیں۔ انکار کس نے کیا ہے؟ ثابت کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر شے کو فنا کریں گے۔ انکاری کون ہے؟ ثابت کیا گیا ہے کہ آنحضرت ﷺ اور دیگر انبیاء پر موت آئی ہے۔ انکاری کون ہے؟۔ البتہ آخر میں جا کر حضرت شیخ مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر مدظلہم پر قرآن مجید کی آیت بگاڑنے کا الزام داغ دیا۔ مماتی کوئی چھوٹا ہویا بڑا، شہری ہویا دیہاتی، جاہل ہویا اجہل (کیونکہ عالم تو ان میں ہوتے نہیں) حضرت شیخ مدظلہم پر برسنا ان سب کی اجتماعی مجبوری ہے۔ چنانچہ مؤلف لکھتے ہیں ”کما یبئس الکفار من اصحاب القبور“ (ترجمہ) جیسا کہ کافر اہل قبور (کی حیات ہے) ناامید ہو چکے ہیں (تسکین الصدور ص ۸۹) حضرت صفدر صاحب نے بین القوسین جو عبارت لکھ کر آیت کے مفہوم میں تبدیلی کرنے کی کوشش فرمائی ہے، انتہائی افسوسناک ہے ﴿المسلک المنصور ص ۳۳۱﴾

جواب:

اجی صاحب! جانے دیجیے۔ جس ہستی کے شاگردوں کی اولاد مفسر قرآن بنی بیٹھی ہے۔ آپ ان کو طعنہ دے رہے ہیں کہ ترجمہ غلط کیا ہے۔ جان من ذرا منہ تو دکھائیے! مگر پہلے دھوکہ ضرور آئیے گا۔ امام اہل سنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر دام مجدہم

قبر کے حقیقی مفہوم کو بیان کر رہے ہیں کہ لفظ قبر اسکی جمع قبور اور اس کا مادہ قرآن کریم میں آیا ہے اِذَا الْقُبُورُ بُعْثِرَتْ . اور پھر منافقین کی تردید میں نازل ہونے والی چند آیات درج کی ہیں۔ جن میں لفظ ”قبر“ ”قبرہ“ ”یا“ ”قبور“ آیا ہے۔ حضرت شیخ الہندؒ یوں ترجمہ کرتے ہیں ”جیسے آس توڑی مکروں نے قبر والوں سے“ پھر اس پر شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کا تفسیری حاشیہ ملاحظہ ہو ”یعنی مکروں کو توقع نہیں کہ قبر سے کوئی اٹھے گا اور پھر دوسری زندگی میں ایک دوسرے سے ملیں گے یہ کافر بھی ویسے ناامید ہیں (تفسیر عثمانی ص ۷۳۱) تسکین الصدور میں بھی حضرت علامہ عثمانی صاحبؒ کی یہ عبارت بطور توضیح موجود ہے۔ مگر مؤلف المسلك المنصور اس کو ”ماں کا دودھ سمجھ کر“ پی گئے ہیں۔ ملاحظہ ہو (المسلك المنصور ص ۸۹) اور مزید فرماتے ہیں ”بعض مفسرین کے نزدیک ”من اصحاب القبور“ کفار کا بیان ہے یعنی جس طرح کافر جو قبر میں پہنچ چکے وہاں کا حال دیکھ کر اللہ کی مہربانی اور خوشنودی سے بالکلیہ مایوس ہو چکے ہیں۔ اسی طرح یہ کافر بھی آخرت کی طرف سے مایوس ہیں۔ علامہ عثمانی صاحبؒ کے یہ الفاظ کہ ”جو قبر میں پہنچ چکے وہاں کا حال دیکھ کر“ دیکھنا اور مایوس ہونا جسم و روح کے رشتے سے ہی ممکن ہے۔ اور اسی کو شیخ دامت فوضہم نے حیات لکھ دیا۔ اور یہ حیات انھی ہے۔ نہ خفی نہ ظاہری۔ بحث پہلے گزر چکی ہے۔ آپ ہمارے اکابر کو کبھی عرف قرآن کہہ دیتے ہیں کبھی گستاخ نبی اور کبھی گستاخ صحابہؓ (العیاذ باللہ) یہ تمام بیماریاں چونکہ بدرجہ اتم تمہارے اندر موجود ہیں اس لئے ”چور پچائے شور“ کے مصداق ایسی کاروائیاں کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ مگر دنیا ابھی عقل مندوں، ہوشمندوں اور سعادت مندوں سے خالی نہیں ہوئی۔ خوف خدا رکھنے والا ہر مسلمان جانتا ہے کہ بدتمیزی کا طوفان کدھر سے آرہا ہے؟

ہواؤں کا رخ بتا رہا ہے، ضرور طوفان آ رہا ہے
نگاہ رکھنا سفینے والو، اٹھی ہیں موجیں کدھر سے پہلے

﴿مہماتوں کے بعض دلائل اور اُن کے جوابات﴾

اللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّذِي لَمْ يَمُتْ فِيْ مَنَاصِبِهَا فَيُمْسِكُ الَّتِي قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاَنْحُوٰى اِلٰى اَجَلٍ مُّسَمًّى اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَآيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُوْنَ (سورة الزمر پارہ نمبر ۲۴ آیت نمبر ۴۲)

(ترجمہ حضرت شیخ الہندؒ) اللہ کھینچ لیتا ہے جانیں، جب وقت ہو اُن کے مرنے کا اور جو نہیں مریں انکو کھینچ لیتا ہے اُن کی نیند میں، پھر رکھ چھوڑتا ہے، جن پر مرنا ظہر ادا ہے۔ اور بھیج دیتا ہے اوروں کو ایک وعدہ مقرر تک اور اس بات میں پتے ہیں ان لوگوں کو جو دھیان کریں۔

مؤلف المسلك المنصور زقطراز ہیں اس آیت میں جمع معرف باللام ہے جو عام قطعی ہے۔ انبیاء وغیرہ سب کو شامل ہے اور مفسرین اہل سنت والجماعت نے اس آیت مبارکہ کے معنی میں تصریح فرمائی ہے، کہ قیامت تک روح بدن عنصری میں واپس نہیں آتی ﴿المسلك المنصور ص ۳۰۳﴾

جواب:

اس آیت میں روح کے بدن سے نکلنے کے دو اوقات بیان فرمائے گئے۔
۱: موت کے وقت ۲: نیند کے وقت۔ نیند کے وقت روح بدن میں نہیں ہوتی جیسا کہ ترمذی میں ہے "الحمد لله الذي عافاني في جسدی ورد علي روحی" اور بخاری میں ہے "ان الله قبض ارواحكم حين شاء وردها اليكم حين شاء" جب حالت نیند میں بدن سے روح خارج ہوتی ہے تو اس کے باوجود زندگی کے آثار موجود ہوتے ہیں

مثلاً سانس، کروٹ، چیخ، حرکات و سکنات وغیرہ۔ یہ سارا کام روح نہ ہونے کے باوجود کون کر رہا ہے؟ ظاہر ہے تعلق روح کر رہا ہے۔ نیند میں مماتی بھی تعلق روح کا انکار نہیں کرتے۔ جب نیند میں تعلق روح اس آیت کے خلاف نہیں تو موت کے بعد والا تعلق جس سے مردہ دکھ سکھ محسوس کرے اس آیت کے خلاف کیونکر ہوگا؟ پس اس آیت سے مردہ کی پہلی حالت پر آنے کی نفی ہے۔ عالم برزخ میں رہتے ہوئے روح اور جسد کے برزخی تعلق اور عدم تعلق سے اس آیت کا کوئی تعلق نہیں ہے، باقی مؤلف کا یہ کہنا کہ قیامت تک روح بدن عنصری میں نہیں آئے گی، یہ اس دنیا کی بات ہے کہ اس بدن کی طرف اب روح واپس نہیں لوٹے گی، اساک کا تعلق اسی جہان سے ہے جس جہان سے ارسال کا تعلق ہے۔ ظاہر ہے نیند والے کی روح کا ارسال اسی جہان میں بدن کی طرف ہوتا ہے نہ کہ کسی اور جہان میں جب ارسال اس جہان کا ہے تو اس کی ضد اساک بھی اسی جہان کے اعتبار سے ہوگا۔ برزخ میں تعلق روح کی نفی اس آیت سے ثابت نہ ہو سکی، اور نہ قیامت تک ہو سکتی ہے۔

﴿وَإِذْ النُّفُوسُ زُوِّجَتْ﴾

ہم پہلے تحریر کر آئے ہیں کہ قبروں میں ارواح کا اجساد کے ساتھ اتنا تعلق ہوتا ہے کہ عذاب و راحت کا احساس ہو سکے اور اسکو ہم نے ”حیاتِ انہی“ سے تعبیر کیا تھا۔ آیت بالا سے مؤلف المسلك المنصور نے مندرجہ ذیل نتائج اخذ کئے ہیں۔

۱: زندگی کے بعد موت آئے گی اور موت کے بعد قیامت تک سارے مردے عور رہیں گے۔

۲: مردوں کے لئے قیامت ہے پہلے قبروں میں حیاتِ حقیقیہ حسیہ قطعاً نہیں ہوتی۔

۳: اس میں انبیاء و غیر انبیاء سب شامل ہیں۔

جواب:

زندگی کے بعد موت آنے سے تو کوئی انکاری نہیں، عالم برزخ کے معاملات و کیفیات کا عالم دنیا کے ساتھ نہ کوئی ربط نہ کوئی واسطہ! مؤلف کو اور تمام منکرین حیات النبیؐ کو اصل تکلیف ”حیات انبیاء“ سے ہے۔ اس لئے وہ اس بحث کو لے کر ضرور آتے ہیں۔

بیچارے قسمت کے مارے کتنے قابل رحم ہیں کہ اللہ کی مخلوق میں برگزیدہ ترین ہستیوں کی برزخی حیات ان کے لئے ناقابل برداشت ہے۔ **وَإِذَا النُّفُوسُ رُجِعَتْ** سے ارواح و اجسام کا عدم تعلق ثابت کرنا بھی نادانی ہے۔ علامہ ابن کثیرؒ کا فرمان کہ روئین جسموں میں چھوڑ دی جائیں گی، کا مطلب ہے حیات ظاہری دے دی جائے گی۔ جن کے بدن مٹی میں مل چکے تھے یا غرق و سوختہ ہو چکے تھے، پہلے تو منتشر ذرات کے ساتھ ارواح کا تعلق تھا اب ان کے اجساد کو مکمل کر کے ارواح لوٹائی جائیں گی اور محشر کے میدان میں لا کھڑا کیا جائے گا۔

مفسرین کرام کی آراء ملاحظہ کریں اور پھر سوچیں کہ اس دلیل کی مؤلف المسلك المنصور کے دعوے کے ساتھ کوئی مطابقت نہیں۔

۱: تفسیر مدارک:

قرنت کل نفس بشکلھا الصالح مع الصالح فی الجنة والطارح مع الطالح
فی النار (جلد ۵ ص ۳۲۹)

۲: روح المعانی:

عن النعمان بن بشیر عن عمرؓ انه سئل ذالک فقال یقرن الرجل الصالح
مع الرجل الصالح ویقرن الرجل السوء مع الرجل السوء وذالک تزویج
الانفس وفی حدیث مرفوع رواہ النعمان ایضاً ما یقتضی ظاہرہ ذالک (ج

(ص ۵۲)

۳: تفسیر عثمانی:

یعنی کافر کافر اور مسلم مسلم کے ساتھ پھر ہر قسم کا نیک یا بد عمل کرنے والا اپنے جیسے عمل کرنے والوں کے ساتھ جوڑ دیا جائے اور عقائد اعمال اخلاق وغیرہ کے اعتبار سے الگ جماعتیں بنادی جائیں یا یہ مطلب ہے کہ روحوں کو جسموں کے ساتھ جوڑ دیا جائے (ص ۷۷۹)

۴: بیان القرآن:

جب ایک ایک قسم کے لوگ اکٹھے کئے جائیں گے کافر الگ مسلمان الگ (ج ۱۲ ص ۸۰)

۵: ترجمہ شاہ رفیع الدین:

اور جس وقت جائیں قسم قسم کی ملائی جاویں (ص ۷۱۰ تاج کمپنی)

۶: حاشیہ شاہ عبدالقادر

یعنی قسم قسم کے گناہ گار اکٹھے ہوں (۷۱۰)

۷: معارف القرآن، مفتی صاحب:

حضرت نعمان بن بشیرؓ حضرت عمر بن خطابؓ سے روایت کرتے ہیں جو لوگ ایک جیسے اعمال کرتے ہوں گے وہ ایک جگہ کر دیئے جاویں گے۔ (ج ۸ ص ۶۸۲)

۸: معارف القرآن کاندھلوی صاحب:

اور جس وقت کہ تمام انسان ایک دوسرے کے ساتھ جوڑ دیئے جائیں گے، کافر کافر کے ساتھ اور مسلمان مسلمان کے ساتھ۔ بد عمل بد عمل کے ساتھ اور نیکو کار نیکو کار کے ساتھ (ج ۸ ص ۲۸۹)

۹: تفسیر ماجدی:

مثلاً مومن مومن اکٹھے کر دیئے جائیں گے، اور کافر کافر (ج ۷ ص ۱۱۷۸)

۱۰: تفسیر جونا گڑھی:

زیادہ قرین قیاس یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر انسان کو اسکے ہم مذہب اور ہم مشرب کے ساتھ ملا دیا جائے گا۔ (ص ۱۶۸۹)

۱۱: حل القرآن:

اور جس وقت کہ قیامت کے میدان میں لوگوں کو ان کے ہم مشربوں کے ساتھ ملایا جائے گا۔ (ج ۲ ص ۶۱۴)

۱۲: تفسیر ابن عباس:

اذا النفوس زوجت: قرنن بالازواج ويقال قرنن بقرنها المومن بحور العين والكافر بالشيطان والصالح بالصالح والفاجر بالفاجر (۳۸۲)

۱۳: خزائن العرفان، مولوی نعیم الدین صاحب مراد آبادی:

اس طرح کہ نیک نیکوں کے ساتھ ہوں اور بد بدوں کے ساتھ یا یہ معنی کہ جانیں اپنے جہنموں سے ملا دی جائیں، یا یہ کہ اپنے عملوں سے ملا دی جائیں یا یہ کہ ایمانداروں کی جانیں حوروں کے اور کافروں کی جانیں شیاطین کے ساتھ ملا دی جائیں (۷۰۴)

۱۴: تفسیر کشف الرحمن:

اور جب لوگوں کو اپنے اپنے ہم مشربوں کے ساتھ جوڑ دیا جائے۔ نفوس کے باہمی تزویج کے کئی معنی کئے گئے ہیں، مثلاً مسلمانوں کو مسلمانوں کے ساتھ اور کافروں کو کافروں کے ساتھ یا ہر شخص کا جوڑ اس شخص سے لگا دیا جائے گا جس سے وہ دنیا میں محبت کرتا تھا یا یہ کہ ہر

شخص اپنے ہم مذہب اور اپنی ملت کے ساتھ جوڑ دیا جائے گا۔ (جلد دوم ص ۹۴۰)

۱۵: تفسیر ثنائی، مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری:

جب ہر قسم کے نفوس اپنی امثال کے ساتھ ملا دیئے جائیں گے۔ ایک دوسرے کو پہچانیں گے۔ (ص ۷۰۸)

۱۶: فوائد سلفیہ (برتر جمہ نواب وحید الزمان خان صاحب):

مطلب ہے کہ جنت میں نیکوں کو نیکوں کے ساتھ اور دوزخ میں بدوں کو بدوں کے ساتھ جوڑ دیا جائے (ص ۷۰۰)

۱۷: تفہیم القرآن:

یعنی انسان از سر نو اسی طرح زندہ کئے جاویں گے جس طرح وہ دنیا میں مرنے سے پہلے جسم و روح کے ساتھ زندہ تھے۔ (جلد نمبر ۶ ص ۲۶۴، مطبوعہ مکتبہ تعمیر انسانیت لاہور)

۱۸: تفسیر جلالین:

قرنت باجسادھا (ص ۴۹۱)

۱۹: تفسیر اقمی (مذہب شیعہ):

اما اهل الجنة فمروجاوا الخيرات الحسان واما اهل النار فمع كل انسان منهم شيطان يعنى قرنت نفوس الكافرين والمنافقين بالشياطين فهم قرناؤهم (جلد نمبر ۲ ص ۴۰۷، مطبوعہ نجف اشرف عراق)

۲۰: ترجمہ فرمان علی شیعہ:

اور جس وقت روئیں (ہڈیوں سے) ملا دی جائیں گی۔ (۷۰۳)

﴿مماتیوں کا دعویٰ﴾

مماتیوں کا دعویٰ ہے کہ قیامت کے دن ارواح کو اجساد میں لوٹا دیا جائے گا لہذا برزخ میں اجساد کے ساتھ ارواح کا تعلق نہیں ہوتا۔ (وَإِذَا النُّفُوسُ رُجِعَتْ . میں اجساد کے ساتھ تعلق روح کی نفی مماتی مراد لیتے ہیں، یہاں سے اس کا قطعاً ثبوت نہیں اور نہ قرآن مجید کی کسی آیت سے کوئی ”محقق خاں“ ثابت کر سکتا ہے۔ قارئین کرام! ہم نے اہل سنت کے متقدمین و متاخرین مفسرین کرام سمیت بلا تفریق، دیوبندی، بریلوی، غیر مقلدین حتیٰ کہ شیعہ مذہب کے معتبر مفسرین کے حوالوں کا ذخیرہ پیش کر دیا ہے۔ مختلف اقوال کی صورت میں خلاصہ یہ ہے کہ جس طرح انسان دنیا میں تھا بعینہ اسی طرح اس کو قیامت کے دن زندہ کیا جائے گا یعنی دنیا والی حیات ظاہری عطا کر دی جائے گی۔ برزخ کی ”حیاتِ اٹھنی“ کا نہ ہونا مراد نہیں یعنی روح کا اس حد تک تعلق کہ (عذاب و ثواب) محسوس ہو سکے کی نفی مراد نہیں۔ یہ مماتیوں کی تفسیر بالترائے ہے۔ ہم نے دورِ حاضر کے معتزلیہ کو گرچہ ان سے پکڑ کر ہیں مفسرین کی عدالت میں پیش کر دیا ہے۔ جہاں سے یہ مجرم ثابت ہو چکے ہیں۔ باقی سزا کیا کتنی اور کب ہوگی؟ ایسے داستانِ فردا شب۔

﴿تیسری دلیل﴾

إِنْ تَدْعُوهُمْ لَا يَسْمَعُوا دَعَاؤَكُمْ وَلَوْ سَمِعُوا مَا اسْتَجَابُوا لَكُمْ (پارہ ۲۲ سورہ فاطر آیت نمبر ۱۴) اگر تم پکارو سنیں نہیں پکارا اور اگر سنیں پہنچیں نہیں تمہارے کام کو (ترجمہ حضرت شیخ الہند) مولف المسلك المصوّر نے یہ آیت اپنے اس دعوے پر پیش کی ”اہل قبور دنیا کے حالات اور دعا پکار فریاد سے بالکل بے خبر ہوتے ہیں نہ تو دنیا والوں کے حالات کو دیکھ سکتے ہیں اور نہ ہی ان کی دعا پکار اور فریادیں سن سکتے ہیں ﴿ص ۲۷﴾

اہل قبور کا اہل دنیا کے حالات سے آگاہ ہونے نہ ہونے کا مسئلہ تو رہا اپنی جگہ پر۔ پیش کردہ آیت کا دعوے سے کوئی تعلق نہیں ”سوال از آسمان جواب از ریسمان“ سوال آسمان کے متعلق اور جواب رسی کے بارے میں ”یہ مہماتوں کا شیوہ ہے۔“

﴿اس آیت سے سماع موتی کی نفی یا اثبات نہیں ہوتا۔ مفتی اعظم﴾

اس آیت کے تحت حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب فرماتے ہیں ”یعنی یہ بت یا بعض انبیاء یا فرشتے جن کو تم خدا سمجھ کر پرستش کرتے ہو اگر ان کو مصیبت کے وقت پکارو گے تو اولاً یہ تمہاری بات سن ہی نہ سکیں گے، کیونکہ جنوں میں تو سننے کی صلاحیت ہے ہی نہیں، انبیاء اور فرشتوں میں اگرچہ صلاحیت ہے مگر نہ وہ ہر جگہ موجود ہیں، نہ ہر ایک کے کلام کو سنتے ہیں، آگے فرمایا کہ اگر بالفرض وہ سن بھی لیں جیسے فرشتے اور انبیاء تو پھر بھی وہ تمہاری درخواست پوری نہ کریں گے کیونکہ خود ان کو قدرت نہیں اور اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر اس سے کسی کی سفارش نہیں کر سکتے۔ سماع موتی کا مسئلہ جو پہلے گنجد چکا ہے اس آیت سے نہ اس کا اثبات ثابت ہوتا ہے اور نہ نفی، اس بحث کے دلائل دوسرے ہیں۔ (تفسیر معارف القرآن جلد نمبر ۷ ص ۳۲۹)

۲: تفسیر بے نظیر، مولانا حسین علیؒ: کفایت انبیاء اور ملائکہ کو غائبانہ پکارتے ہیں

ص ۳۸

۳: اگر تم ان کو پکارو بھی تو تمہارا پکارنا نہیں سنتے اس لئے کہ وہ جمادات و بے حس و حرکت ہیں۔ (ج ۶ ص ۱۳۸)

۴: بلغند الحیر ان: غائبانہ پکار مراد ہے (ص ۵۲۵)

۵: جواہر القرآن: غائبانہ پکار مراد ہے (جلد ۲ ص ۹۷۲)

- ۶: جلالین: وہم الاصنام (ص ۳۶۵)
- ۷: ابن کثیر: ای من الاصنام... جماد لارواح فیہا (ج ۳ ص ۵۵۱)
- ۸: جمل علی الجلالین: بانہ جماد لیس من شانہ اسماع (ج ۳ ص ۳۹۰)
- ۹: روح المعانی: بت یا عیسیٰ علیہ السلام اور فرشتے پکارنے والے سے دور ہیں
(ج ۲۲ ص ۱۸۲)
- ۱۰: قرطبی: جمادات ہیں (ج ۱۳ ص ۳۳۶)
- ۱۱: فتح القدر للشوکانی: جمادات ہیں
- ۱۲: بیضاوی: جمادات ہیں (ج ۲ ص ۲۷۰)
- ۱۳: تفہیم القرآن: مشرکین کے معبود کسی حقیر سے حقیر چیز کے بھی مالک نہیں
(ج ۳ ص ۲۲۶)
- ۱۴: خزائن العرفان: کیونکہ جماد بے جان ہیں (۵۲۳)
- ۱۵: مظہری: اصنام مراد ہیں (ص ۸ ص ۵۰)
- ۱۶: حازن: ان تدعوہم ای الاصنام (ج ۴ ص ۳۰۰)
- ۱۷: تفسیر بغوی: ان تدعوہم یعنی ان تدعو الاصنام (ج ۴ ص ۴۰۰)
- ۱۸: تفسیر قمی (مذہب شیعہ): ثم احتج علی عبدة الاصنام فقال: ان تدعوہم لا یسمعو ادعائوکم ولو سمعوا اما استجابوا لکم . الی قوله بشرکم (ج ۲ ص ۲۰۸)

﴿ممانی ٹولے کا ایک سوال﴾

”ہم“ ضمیر ذوی العقول کے لئے آتی ہے لہذا انبیاء اور اولیاء مراد ہیں۔

جواب نمبر ۱:

”ہم“ ضمیر غیر ذوی العقول کے لئے بھی آتی ہے۔ انرا یتھم لئی مسجدين (پارہ نمبر ۱۲ سورہ یوسف آیت نمبر ۴) ۲ بَلْ فَعَلَهُ كَبْرُهُمْ هَذَا فَاسْتَلَوْهُمْ (پارہ نمبر ۱ آیت نمبر ۶۳ سورہ الانبیاء)

جواب نمبر ۲:

علماء و مفسرین کے پیش نظر بھی ”ہم“ ضمیر موجود تھی اور وہ اس کے استعمال کو آپ سے زیادہ جانتے تھے مشہور ہے ”زبان خلق نقارۃ خدا“ قرآن مجید کی تفسیر و تعبیر وہی معتبر ہے جو اسلاف سے چلی آ رہی ہے۔

﴿معتزلہ کی چوتھی دلیل﴾

وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنْ يَدْعُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ مَنْ لَا يَسْمَعُ لَهُ الْيَوْمَ الْقِيَامَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَائِهِمْ غَفْلُونَ (سورہ احقاف پارہ نمبر ۲۶ آیت نمبر ۵)

(ترجمہ) اور اس سے زیادہ گمراہ کون۔ جو پکارے اللہ کے سوائے ایسے کو کہ نہ پہنچے اس کی پکار کو۔ دن قیامت تک۔ اور ان کو خبر نہیں ان کے پکارنے کی۔

اہل قبور کے سماع یا عدم سماع کے ساتھ اس آیت کا بھی کوئی تعلق نہیں۔ بت مراد

ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

۱: تفسیر ابن عباسؓ: ”ہم“ یعنی الاصنام..... (وکانوا) یعنی الاصنام (ص ۳۱۲)

۲: تفسیر عثمانی: یعنی اس سے بڑی حماقت اور گمراہی کیا ہوگی کہ خدا کو چھوڑ کر ایک ایسی بے جان یا بے اختیار مخلوق کو اپنی حاجت برآری کے لئے پکارا جائے جو اپنے مستقل اختیار سے کسی کی پکار کو نہیں پہنچ سکتی۔ بلکہ یہ بھی ضروری نہیں کہ ان کو پکارنے کی خبر بھی ہو۔ پتھر کی صورتوں کا تو کہنا ہی کیا۔ فرشتے اور پیغمبر بھی وہی بات سن سکتے اور وہی کام کر سکتے ہیں جس کی اجازت اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہو۔ (ص ۶۶۷ حاشیہ نمبر ۵)

۳: تفسیر معارف القرآن: یعنی اگر تمہارے پاس بت پرستی کی کوئی دلیل نقلی موجود ہے تو کسی آسمانی کتاب کو پیش کرو جس میں بت پرستی اور شرک کی اجازت دی گئی ہو۔ (ج ۷ ص ۷۹۳)

۴: معارف القرآن کا ندھلوی: بت پرستوں کے معبود بت ہوں یا مادہ پرستوں کے خیالی معبود۔ کوئی بھی ان میں سے ایسا نہیں کہ خود اس میں ادراک اور شعور ہو تو جب ان معبودانِ باطلہ میں خود ہی ادراک اور شعور نہیں تو اپنے عابدوں کی پکار کہاں سے سنیں گے؟ اور ان کی بات کیا پوری کریں گے۔ فرشتوں اور انبیاء کو خدا اور معبود بنانے والے بھی خود اپنی آواز نہ فرشتوں کو سنا سکتے ہیں نہ انبیاء کو۔ فرشتے اور انبیاء وہی سن سکیں گے جو خدا انہیں سنائے گا۔ (ج ۷ ص ۳۶۷)

۵: تفسیر قمی (شیعہ مذہب): قال: من عبد الشمس والقمر والکوکب وابھالہم والشجر والحجر الخ (ج دوم ص ۲۹۶)

﴿مماتوں کے ممکنہ دھوکے سے خبردار﴾

ممکن ہے مولانا ادریس کا ندھلوی کی عبارت سے مماتی احباب دھوکہ دیں جیسا کہ ان کی

عادت ہے۔ کج فہم ایسی حرکت سے باز رہیں۔ حیات انبیاء علیہم السلام کے بارے میں مولانا کاندھلویؒ کا عقیدہ و موقف بالکل عیاں ہے، سیرۃ المصطفیٰ ﷺ میں ”حیات نبوی“ کے عنوان سے باقاعدہ باب ہے، حوالہ جات گذشتہ سطور میں گزر چکے ہیں اور مکمل تفصیل کے لئے سیرۃ المصطفیٰ ﷺ کی طرف مراجعت فرمائیں۔

﴿معتزلہ کی پانچویں دلیل﴾

وَمَا أَنْتَ بِمُتَمِّعٍ مَّنْ فِي الْقُبُورِ (سورۃ فاطر پ ۲۲ آیت نمبر ۲۲)
ترجمہ: برابر نہیں جیتے اور نہ مردے، اللہ سناتا ہے جس کو چاہے اور نہیں سنانے والا قبر میں پڑے ہوؤں کو۔ (ترجمہ حضرت شیخ الہند)

﴿معتزلہ کی چھٹی دلیل﴾

فَإِنَّكَ لَا تَسْمِعُ الْمَوْتَىٰ اٰی (سورۃ الروم آیت نمبر ۵۲ پارہ نمبر ۲۱)
ترجمہ: سو تو سنا نہیں سکتا مردوں کو۔

﴿مؤلف المسلک المنصور کا ڈھکوسلہ﴾

ان آیات کے تحت مماتی مؤلف صاحب رقمطراز ہیں ”مذکورہ آیات کا معنی خیر القرون خصوصاً اصحاب رسول ﷺ سے یہی چلا آ رہا ہے کہ مردے نہیں سنتے ﴿المسلک المنصور ص ۳۲۹﴾“

دونوں دلیلوں کا جواب:

مؤلف المسلک المنصور نے یہ جھوٹ داغ کرنے صرف اپنے بڑوں کی قبور کے بوجھ میں اضافہ کیا ہے بلکہ اصحاب رسول ﷺ اور اصحاب خیر القرون پر الزام لگا کر اپنی عاقبت برباد کی ہے۔ حوالہ جات ملاحظہ کریں۔

۱: تفسیر عثمانی:

یعنی اللہ چاہے تو مردوں کو بھی سنا دے یہ قدرت اوروں کو نہیں۔ اسی طرح سمجھ لو کہ پیغمبر کا کام خبر پہنچانا اور بھلے بُرے سے آگاہ کرنا ہے۔ کوئی مردہ دل کافر اُن کی بات نہ سُنے تو یہ ان کے بس کی بات نہیں (ص ۵۸۳)

۲: تفسیر معارف القرآن:

مَنْ فِي الْقُبُورِ سے مراد کفار ہیں۔..... مردوں کے سنانے کی جو نئی اس آیت میں کی گئی ہے اس سے مراد خالص اسماع نافع ہے۔ جس کی وجہ سے سننے والا باطل کو چھوڑ کر حق پر آجائے اس تقریر سے واضح ہو گیا کہ مسئلہ سماع موتی کا اس آیت سے کوئی تعلق نہیں (ج ۷ ص ۳۳۴)

۳: تفہیم القرآن:

لہ کی مشیت کی تو بات ہی دوسری ہے وہ چاہے تو پتھروں کو ساعت بخش دے۔ لیکن رسول کے بس کا یہ کام نہیں ہے کہ جن لوگوں کے سینے خمیر کے مدفن بن چکے ہوں اُن کے دلوں میں اپنی بات اتار سکے اور جو بات سننا ہی نہ چاہتے ہوں اُن کے بہرے کانوں کو صدائے حق سنا سکے۔ (ج ۴ ص ۲۳۰)

۴: انوار البیان:

مَا أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَنْ فِي الْقُبُورِ اِی الْکُفَّار (ص ۴۴۵)

۵: جواہر القرآن۔ ماسٹر غلام اللہ خان (سابق ٹیچر اسلامیہ ہائی سکول راول

پنڈی) وما یستوی الاحیاء ولا الاموات اِیاء سے زندہ مومنین اور اموات یعنی

مردے سے مراد کفار ہیں۔ (۹۷۳)

﴿مما تیوں سے دو سوالات﴾

- ۱: بد مذہب کہا کرتے ہیں کہ مَنْ ذوی العقول کے لئے آتا ہے۔ تو پھر تسلیم کر لو کہ قبروں میں پڑے ہوئے عقل والے اور باشعور ہیں کیونکہ ”مَنْ فِي الْقُبُورِ“ آیا ہے۔
- ۲: ”الْقُبُورِ“ سے زمین والی قبریں مراد ہیں یا علیین والی؟ اگر تو علیین والی قبریں مراد ہیں تو وہ پیغمبر کے بس کی بات نہیں اگر زمین والی قبریں مراد ہیں اور یقیناً وہی مراد ہیں آج قبر زمین پر کیسے آگئی؟ کیونکہ زمین والی قبر کو تم مانتے نہیں۔ اور اگر اس سے سنا تا ہی مرا ہے تو پھر ”إِنْ أَنْتَ إِلَّا نَزِيرٌ“ کا معنی کیا ہوگا؟

۷۶

﴿إِنَّكَ لَا تَسْمَعُ الْمَوْتَىٰ كَاجَوَابِ﴾

- ۱: بیضاوی: انما شبهوا بالموتی لعدم انتفاعهم لسمع •
یتلی علیہم (جلد ۱ ص ۱۸۳)
- ۲: ابن کثیر: ای تسمعہم شیئاً ینفعہم فلذلک قولاء (ج ۲ ص ۳۷۴)
- ۳: فتاویٰ ابن تیمیہ: انک لا تسمع الموتی انما اراد بہ السماع المعتاد الذی ینفع صاحبه (ج ۳ ص ۲۹۸)
- ۴: فتح الباری: انک لا تسمع الموتی فقالوا معناها لا تسمع سماع ینفعہم (ج ۳ ص ۳۰۰)
- ۵: مرقات: الم اذ من الموتی الکفار والنقی منصب علی نفی النفی

لا على مطلق السماع (۸ ص ۱۱)

۶: تفسیر مظہری: انک لا تسمع الموتی ای الکفار شبہم لعدم الانفاع
(ض ۷ ص ۱۳)

﴿معتزلہ کی ساتویں دلیل﴾

مؤلف المسلك المحضو نے عدم سماع موتی اور اجساد کے ساتھ ارواح کے عدم تعلق کے نام
نہاد دعوے پر ایک یہ آیت بھی پیش کی ہے "إِنَّمَا يَسْتَجِيبُ الَّذِينَ يَسْمَعُونَ وَ
الْمَوْتَى يَبْعَثُهُمُ اللَّهُ ثُمَّ إِلَيْهِ يُرْجَعُونَ" (سورہ انعام آیت ۳۶)
مانتے وہی ہیں جو سنتے ہیں اور مردوں کو زندہ کرے گا اللہ پھر اس کی طرف لائے جائیں
گے۔

جواب:

سماع کے دو معنی ہیں ایک ہے ظاہری کانوں سے سنا دوسرا ہے قبول کرنا۔ سماع
کبھی قبولیت کا معنی میں آتا ہے اور عدم سماع عدم قبولیت کے معنی میں آتا ہے۔ اسکی امثلہ
قرآن وحدیث میں بکثرت موجود ہیں۔

۱: اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْارْبَعِ مِنْ عِلْمٍ لَا يَنْفَعُ وَمِنْ قَلْبٍ لَا

يَخْشَعُ وَمِنْ نَفْسٍ لَا تَشْبَعُ وَمِنْ دُعَاءٍ لَا يُسْمَعُ (مشکوٰۃ شریف ص ۲۱۷)

۲: ارفع محمد وقل تسمع (بخاری کتاب الروا علی الجہنم)

نیز

۳: وَنُطِيعُ عَلَى قُلُوبِهِمْ لِهَمْ لَا يَسْمَعُونَ (اعراف)

۴: قَالُوا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ (انفال) وغیرم

تفسیر قرطبی میں ہے "والموتنی یبعثہم اللہ وہم الکفار" (ج ۶ ص ۴۱۸) اور تفسیر مظہری میں ہے "والموتنی یعنی الکافر" الخ (ج ۳ ص ۲۶۱)

﴿قابل غور بات﴾

مکرمین حیات النبی ﷺ بلاوجہ فساد بچارہ ہیں۔ اپنے بے سرو پا نظریے پر جتنی آیات قرآنی پیش کرتے ہیں وہ سب کی سب ان کے خلاف جاتی ہیں، اکابر دیوبند عرصہ پچاس سال سے ان دلائل کا رد کرتے اور ان بھٹکے ہوئے دوستوں کو سمجھاتے چلے آ رہے ہیں مگر نتیجہ وہی "ڈھاک کے تین پات" دنیا، برزخ اور محشر کی حیات کے متعلق کئی یار اور ہزاروں صفحات پر بحث ہو چکی ہے اور توضیح و تشریح ہو چکی ہے۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں انسان ازلی تو نہیں مگر ابدی ضرور ہے۔ کیا مطلب؟ کہ قبل از پیدائش کچھ بھی نہ تھا مگر پیدائش کے بعد یہ عالم دنیا پھر عالم برزخ اور پھر عالم محشر تک سفر کرتا چلا جاتا ہے خلاصہ یہ کہ قبر کی زندگی دنیاوی حیات کا تتمہ ہے اور اخروی حیات کا مقدمہ ہے جس طرح کسی سے اس کی عمر پوچھی جائے تو وہ والدہ کے پیٹ والی زندگی کو شمار نہیں کرتا کیونکہ وہ مقدمہ زندگی ہے۔

﴿مؤلف "المسلک المنصور" کا آخری کار توں﴾

مقامی مؤلف صاحب اپنی کتاب کا اختتام ثانی (چونکہ اختتام اول تو پہلے ہو چکا ہے) ان الفاظ پر کرتے ہیں "اگر فرصت ملی تو انشاء اللہ فریق مخالف کی تحریفات پر مستقل ایک کتاب لکھی جائے گی" ﴿المسلک المنصور ص ۳۳۳﴾

جواب:

مؤلف صاحب، اہل حق پر تبراً خوب کیجئے۔ اجماع امت کے خلاف مسائل

ایجاد کیجئے۔ دیوبندی کہلو کر اکابرین دیوبند کے خلاف زہرا لگیے مگر برائی کا ارادہ کرنے سے قبل ”انشاء اللہ“ نہیں کہا کرتے۔ یہ ہمارا آپ کو مشورہ ہے۔ باقی رہ گیا کتابیں لکھنا، ضرور لکھیں۔ اور شرکی بہر کی نقد جواب وصول کریں (انشاء اللہ العزیز) اگر آپ جھوٹ پر مبنی کتابیں لکھ کر شیطان کو واہ واہ کہنے کا حوصلہ رکھتے ہیں تو ہم بھی حق و صداقت کا پرچار کر کے اپنے رب رحمان کو خوش کرنے کا جذبہ رکھتے ہیں۔

﴿حرفِ آخر!﴾

برادران اہل سنت والجماعت! اللہ تعالیٰ کی توفیق کے ساتھ ہم نے مکرین حیات النبی ﷺ کی کتاب ”المسلك المنصور“ کا جواب دے دیا ہے۔ مما تیت دور حاضر کا فتنہ عظیم ہے۔ اگر ان شاطر اور چال باز لوگوں کو بے مہار چھوڑ دیا گیا تو پوری دیوبندیت خارجیت، ناصیت اور مما تیت کی بھینٹ چڑھ جائے گی۔ علماء کرام کی خدمت میں دست بستہ التماس ہے کہ خدا را قوم کے حال پر رحم کیجئے اور پوری قوت و خلوص کے ساتھ ”دیکھنا، لینا، پکڑنا، دوڑنا اور جانے نہ پائے“ کی اجتماعی آواز کے ساتھ اس فتنے کا قلع قمع کر دیں۔ حق والوں کو من جانب اللہ ضرور فتح و نصرت نصیب ہوگی۔ ہم نے اپنی بساط کے مطابق ”ملحدین کے شرور سے مسلمانوں کو“ بچانے کے لئے اکابرین کا مسلک پیش کر دیا (الحمد للہ، ثم الحمد للہ) اور ہمارا اعلان ہے

ان عادت العقرب عدنا لها

وكانت النعل لها حاضره

اگر کچھ دوبارہ لوٹا تو ہمارا جوتا بھی حاضر ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو عصر حاضر کے تمام فتنوں سے محفوظ فرمائے اور ہم سب کو ”مَا آنا عَلَيْهِ وَاَصْحَابِي“ کے نشانِ نجات کا مستحق

بنائے آئین۔ محرمہ نبی الکریم علیہ التحیتہ والتسلیم۔

فتاویٰ السلام

غلام آستانہ مشائخ دیوبند

حافظ عبد الجبار سلفی حنفی

خطیب جامع مسجد ختم نبوت کھارک ملتان روڈ لاہور

موری ۱۷ اگست ۲۰۰۶ء بروز جمعرات بوقت بعد از نماز مغرب



تنبيهُ الناس

على

شرِّ الوسواسِ الخناسِ

از قلم حقیقت رقم

حافظ عبد الجبار سلفی

صفحہ نمبر	فہرست مضامین	نمبر شمار
235	انتساب	1
236	صریر خامہ	2
237	اسلاف امت کے احسانات	3
238	وجہ تالیف کتاب ہذا	4
240	فتح المسبین پر مولانا عبدالسلام صاحب کی ناپسندیدگی	5
245	خلاصہ مکتوب	6
246	حضرت مولانا زاہد الراشدی	7
246	مولانا عبدالرؤف چشتی	8
247	مولانا عبدالسلام کار جو علی الحق	9
247	مماتی تہذیب کی ایک شکل	10
254	فیصلہ عوام کی عدالت میں	11
254	صاحب مکائد کا پہلا دھوکہ	12
254	صاحب مکائد سی نہیں	13
255	صاحب مکائد حقیقی نہیں ہے	14
255	صاحب مکائد دیوبندی بھی نہیں ہے	15
255	صاحب مکائد سیسی نہیں ہے	16

256	صاحب مکاتد کو کیا مجبوری پیش آئی	17
256	صاحب مکاتد کی ہرزہ سرائی	18
257	الجبور ابوعبداللہ الزوناب	19
258	صاحب مکاتد کی حماقت یا صاحب تعویذ المسلمین کی	20
258	الجبور ابوبالادہ الزوناب للصور	21
260	اعادۂ روح	22
261	فدا کبر کی عبارت میں ابہام نہیں	23
262	الجبور ابواللہ السبع علی الزوناب	24
263	روح کا بدن میں کامل لوثا	25
264	صاحب مکاتد کا چیلنج	26
264	قبر شری اور عرفی	27
265	آنحضرت ﷺ کا قبر پر پڑی زکھنا	28
266	فدا کبر امام صاحب کی تصنیف ہے	29
269	ہمارا مطالبہ	30
269	ماتنا علی الکفر کی وضاحت	31
269	الجبور بنابند الزوناب	32
270	یہ اعتراض شیعوں کی جانب سے آیا	33
270	”ما“ نافیہ کاتب سے چھوٹ گئی	34
271	علامہ فرہاروی کا ارشاد	35
271	مسئلہ سماع موقی اور سیدہ عائشہ صدیقہ	36
271	الجبور بنابند الزوناب	37

272	وکیل احناف مولانا عبدالحی لکھنوی کا ارشاد	38
274	علامہ سیوطی سے مفتی محمد شفیع صاحب تک	39
274	قاضی بیضاوی کا ارشاد	40
275	حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں	41
275	علامہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ کا ارشاد	42
276	علامہ ہندویؒ کا ارشاد	43
277	ممانی تابوت میں آخری کیل	44
277	صاحب مکائد کی بدترین جہالت	45
277	تعارض	46
279	صاحب مکائد کی بوکھلاہٹ	47
280	الجمہور (اللہ العرفی) للعدو (المرئ)	48
281	بزرگوں پر ناجائز قبضہ کرنے والے کون ہیں؟	49
282	حضرت رائے پوری کا جواب	50
282	جادو و جوسر چڑھ کر بولے	51
283	شیخ صفدر کو خراج تحسین	52
283	الجمہور (الکبر بعو) اللہ (الغیر)	53
284	محرف کون؟	54
284	اعتراف حقیقت	55
285	بات پھر دی رہی	56
286	صاحب مکائد کا ایک لایق اعتراض	57
286	الجمہور (بعو) (المدن) (الرباب)	58

287	حافظ ابن تیمیہؒ وابن قیمؒ	59
288	جھوٹ اور حماقت کس کی؟	60
289	الرجوع الی اللہ (الغوی)	61
290	کتاب آیات ینات اور صاحب مکائد کی فضول گوئی	62
290	الجواب	63
291	کتاب رحمت کائنات پر اکابرین کا اعتماد	64
292	مینت کا زائر کو دیکھنا مولانا حسین علیؒ کا عقیدہ ہے	65
294	صاحب مکائد کا قرار	66
295	اعادۂ روح	67
295	الجواب	68
296	اعادۂ روح اور سجاد بخاری صاحب	69
296	مولانا محمد حسین نیلویؒ کا اعادۂ روح کے متعلق انکار	70
296	مولانا نیلویؒ کا اعادۂ روح کے متعلق اقرار	71
297	اشاعت التوحید میں مسائیر کی بھرتی	72
298	ماسٹر سجاد بخاری صاحب	73
298	ماسٹر محمد حسین نیلویؒ صاحب	74
298	ماسٹر عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری	75
298	ماسٹر غلام اللہ خان صاحب	76
300	مفتی محمد کفایت اللہ صاحبؒ کا ارشاد گرامی	77
300	آیت عہد الست اور صاحب مکائد کی نادانی	78
301	الجواب	79

303	فقیہ یزید کا مسئلہ	80
303	جواب	81
304	عامل سنت یوسفی؟	82
305	جواب	83
305	نیلوی صاحب کی کتاب مظلوم کر بلا	84
307	پاکستان میں بڑھتا ہوا یزیدی فتنہ	85
308	امام کاندھلوی کی ایک عبارت	86
309	صاحب مکائد کی حاشیہ آرائی	87
309	الجواب	88
310	صاحب مکائد کی خیانت	89
310	الجواب	90
312	مولانا عبدالحق خان بشیر صاحب سے مما تیوں کو تکلیف	91
312	جواب	92
313	لَا يُزِيلُ عَنْكَ اللَّهُ الْمُؤْتَمِنِينَ کی بحث	93
313	جواب	94
314	کوئی توضیح حیات انبیاء کے معارض نہیں، مؤید ہے	95
316	صاحب مکائد کی سفاہت	96
317	ایک احمقانہ الزام اور جواب	97
320	الجواب	98
322	صاحب مکائد سے ایک سوال	99
322	توہین علماء کا الزام	100
324	مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحب کا رجوع	101

اقسام

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مظہر شریعت و طریقت، وکیل صحابہؓ حضرت اقدس مولانا قاضی
مظہر حسینؒ خلیفہ مجاز شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ کے نام! جن کی نگاہ
فیض نے میرے اندر فتنوں کے تعاقب کا جذبہ پیدا کیا۔

خاکپائے اکابرین دیوبند

عبد الجبار سلفی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

صریر خامہ

الحمد لله رب العالمين والعاقبة للمتقين والصلوة والسلام على سيد الانبياء والمرسلين - وعلى آله واصحابه واهل بيته اجمعين -

(حمد بیحد اس خدائے حکیم و علیم و خیر کو زیبا ہے جس نے انسان ضعیف البنیان کو اپنی ساری مخلوقات پر شرف عطا فرمایا ہے اور زیور علم و حکمت سے اس کو زینت بخشی لہذا انبیاء علیہم السلام سے سلسلہ ہدایت جاری فرمایا اور فخر موجودات منبع فیوضات جناب محمد رسول اللہ ﷺ پر سلسلہ نبوت و رسالت کا اختتام فرمایا اور دین تین کی ترویج کے لئے حضرات صحابہ کرام جیسے مقدس طبقے کا انتخاب فرمایا اور پھر آب و حی میں دھلی ہوئی زبان نے ”مَا آتَا عَلَيْهِ وَأُصْحَابِي“ کا فرمان عالیشان جاری کر کے اہل سنت والجماعت کو نشان نجات عطا فرمایا۔ دنیا میں کوئی تحریک شہرت عام کی فضا میں اس وقت تک پرواز نہیں کر سکتی اور بقائے دوام کی سند اسے نہیں مل سکتی جب تک محرک کے معاون اور مددگار کچھ ایسے لوگ نہ ہوں جنہوں نے حقیقی تحریک کی گہرائیوں تک اپنی نظر عمیق کو نہ پہنچایا ہو اور اس کے تمام پہلوؤں کو الٹ پلٹ کر اس کی ہر تہہ میں اپنے ایمان کو اس طرح رچا بسا نہ دیا ہو کہ مخالف ہوا کا زبردست سے زبردست جھونکا بھی اس کی گرفت کو ڈھیلانہ کر سکے۔ حضور ﷺ کی بعثت ایک ایسی قوم اور معاشرے میں ہوئی جو جہالت کے پہاڑ اپنے سر پر اٹھائے ہوئے تھے۔ جس قوم کے ہر فرد سے کفر و شرک کا پسینہ پھوٹ پھوٹ کر نکل رہا تھا۔ صدیاں بیت گئیں تھیں کہ علم کی روشنی میں ان کی آنکھیں کھلی ہی نہ تھیں۔ ایک گھناؤں پاندھیرے نے ان کو چاروں طرف سے گھیر

رکھا تھا۔ ان کا رشتہ اخلاص و ایمان، معبود حقیقی سے قطع ہو کر پتھر کی چھوٹی بڑی سورتوں سے وابستہ ہو گیا تھا۔ دماغی صلاحیتوں پر اوس پڑ چکی تھی اور جذبات کے شیطین ان کی زندگیوں پر حاکم بن بیٹھے تھے۔ ایسی نکمی دھات کو سونا بنانا، جہالت کے غاروں میں پھنسے ہوؤں کو علمی اسٹیج مہیا کرنا اور ابلیسی پیکروں میں روح ایمانی پھونکنا کوئی معمولی کام نہ تھا۔ اللہ کے رسول ﷺ کو آغاز ہی میں ایک ایسے جوان مرد جتنے کی ضرورت محسوس ہوئی جو اسلام کی مقدس تحریک کے بازوؤں میں وہ طاقت بھر دیں کہ ہر محاذ پر کامیابی و کامرانی ان کا مقدر ہو۔ چنانچہ حضور ﷺ کی معاونت کے لئے صحابہ کرامؓ کا اور پھر صحابہ کرامؓ کے مشن کو پھیلانے کے لئے ہر روز میں اللہ کریم نے مخلص رجال کو پیدا فرمایا۔ علماء و فقہاء کا ایک جم غفیر پر جم دین بلند کرتا ہوا میدان میں آیا، جنہوں نے اپنے زہد و تقویٰ کی بنیاد پر علم و فضل کے وہ چراغ جلائے کہ ان کی بلند نظری اور معنی آفرینی کے سامنے حکماء و متکلمین کی ذہنی رسائیاں ٹھٹھک کر رہ جاتی ہیں اور نکتہ رس طبعیتوں کو عجز و نارسائی کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔

اسلافِ امت کے احسانات:

وہ بزرگ ہمارے عظیم ترین شکرے کے مستحق ہیں جو اپنی عمریں ترویجِ دین اور حمایتِ دین و ملت میں صرف کرتے ہیں۔ علوم و معارف، حقائق اور دقائق مدون فرماتے ہیں۔ تحقیق و تدقیق کے آسمانوں پر نجوم ہدایت بن کر چمکتے ہیں اور غوایت و ضلالت کی تاریکیوں کو ایمان و یقین کے نور سے زائل کرتے ہیں۔ زمانے کا رخ دیکھ کر مختلف زمانوں میں تالیف و تصانیف کا بارگراں اپنے سر پر اٹھاتے ہیں تاکہ ہدایت کا فائدہ عام و تمام ہو اور ایمان کی گراں قیمت جنس کی خریداری مایہ دار و کم مایہ پر آسان ہو۔ اللہ تعالیٰ بزرگانِ اہل سنت و الجماعہ کی خدماتِ جلیلہ کو ان کی بلندی درجات کا ذریعہ بنائے اور ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین۔

وجہ تالیف کتاب ہذا:

اکابرین اہل سنت والجماعت سب کے سب اس کعبہ حقیقت کا اعتراف کرتے نظر آتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ برزخ میں حیات عطا فرماتے ہیں۔ حضور ﷺ بھی اپنے روضہ اطہر میں روح مع الجسد کے تشریف فرما ہیں اور اسی تعلق روح کی وجہ آپ ﷺ امت کی جانب سے روضہ اطہر پر پڑھے جانے والے صلوٰۃ و سلام کو سماعت فرماتے ہیں اور جواب بھی ارشاد فرماتے ہیں۔ اہل سنت والجماعت کے مذاہب اربعہ (حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی) میں یہ مسئلہ اتفاقی رہا ہے۔ اور اسی اتفاقی و اجماعی مسئلہ پر مشائخ دیوبند مضبوطی سے قائم و دائم رہے۔ تا آنکہ ۱۹۵۸ء میں مولانا عنایت اللہ شاہ بخاری نے اجماع امت کے ساتھ بے جگری سے ٹکراتے ہوئے اعلان فرمایا کہ ”حضور ﷺ کو قبر اطہر میں حیات حاصل نہیں ہے اور حرید کہ یہ عقیدہ شرکیہ ہے۔ (العیاذ باللہ) علماء اہل سنت نے شاہ صاحب کے اس اختراع کے خلاف آواز بلند کی۔ تحریر اور تقریر اس فتنے کا سد باب کیا اور اس ضمن میں علماء اہل سنت کی خدمات سنہری حروف سے لکھنے کے قابل ہیں۔ مگرین حیات النبی ﷺ کی جانب سے ایک کتاب المسلك المنصور شائع ہوئی۔ ہم نے اللہ تعالیٰ کی توفیق کے ساتھ اس کا جواب ”تعویذ المسلمین عن شرور المفسدین“ کے نام سے دیا۔ مماقی جماعت کے مؤلف کی غلط بیانیوں کو طشت از بام کیا گیا۔ اور نہایت مثبت انداز میں مسئلہ حیات النبی ﷺ کو واضح کیا گیا۔ کتاب جہاں جہاں پہنچی اہل علم نے بے حد پسند فرمایا۔ بذریعہ خطوط تحسین و آفرین کی۔ دریں حالات قصر مماتیت میں زبردست بھونچال کا آنا یقینی تھا۔ چنانچہ صاحب المسلك المنصور مولوی خضر حیات صاحب نے جواب الجواب میں ایک کتاب ”الفتح المبین“ شائع کی۔ اور یہ کتاب اپنے نام سے نہیں بلکہ کسی اور کے نام سے شائع کروا کر اپنی شکست اور ہزدلی کا اعتراف کیا۔ پھر بھی ہمیں خوشی ہوئی کہ فریقین کی کتابوں کا تقابلی مطالعہ عوام کریں گے تو شاید افہام و تفہیم کی راہیں کھلنے میں مدد ملے گی۔ مگر صد افسوس کہ جب الفتح المبین ہمیں موصول ہوئی تو اس میں علم و تحقیق نام کی کوئی چیز نہ تھی۔ البتہ مؤلف کتاب نے ہر صفحے پر گالیوں کا ایسا ذخیرہ جمع کر دیا ہے کہ اب بے حیا بے

ضمیر، جگت باز اور سطحی قسم کے لوگوں کو احساس تکلیفی نہیں رہے گا۔ ہم ان گالیوں کو جواب دینے سے عاجز و قاصر ہیں۔ الحمد للہ کتاب تعویذ المسلمین جس کے گوہر آبدار علم و ادب کے دامن کو زر نگار بنائے ہوئے ہیں اور اپنی چمک دمک سے جو ہر شناسوں کو محو حیرت کیئے ہوئے ہیں۔ ارباب علم و دانش دونوں کتابوں کا مطالعہ کر کے کُلُّ انشاء بِحَسَبِ شَيْءٍ فِیہ کے تحت خود فیصلہ فرمائیں گے۔ صاحب مکائد نے جو زبان المسلك المعصور میں استعمال کی ہے اس سے کئی گنا بڑھ کر گھٹیا زبان ”فتح المبین فی کشف مکائد الکاذبین“ میں استعمال کی ہے۔ کتاب میں موجود تمام گالیوں کو ہم بلا تبصرہ یہاں درج کریں گے تاکہ منکرین حیات النبی ﷺ کی اخلاقی حالت کی ایک جھلک سامنے آ سکے۔ یقین جائیے کتاب الفتح المبین مغالطات کا پلندہ ہے اور بس! بودے طرز استدلال، لچر مضامین، رکیک ایرادات، بھونڈے اعتراضات، بے بنیاد اشکالات نیز انتہائی بے ربط اور بھدی عبارات کی وجہ سے درخور اعتناء نہ سمجھی گئی۔ لیکن بعد ازاں اکابر علماء کے حکم پر ہمیں احباب قلم کو جولانی دینا پڑی۔ انشاء اللہ یہ حق کا تازیانہ عبرت ہے۔ جنہی کے درد کی شدت سے منکرین کو یوم القرار تک قرار نہ آوے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صراطِ مستقیم پر گامزن رکھے اور کتاب و سنت کا علم فہم اسلاف کے مطابق نصیب فرمائے۔ آمین۔

سرور و نور، وجدو حال ہو جائے گا سب پیدا
مگر لازم ہے کہ وہ پہلے ترے دل میں طلب پیدا
نہ گھبرا کفر کی ظلمت سے اے نورؐ کے طالب
وہی پیدا کرے گا دن بھی، کی ہے جس نے شب پیدا
خاکپائے اہل سنت و الجماعت (اکابر و بزرگ)

محمد عبد الجبار سلفی

خطیب جامع مسجد ختم نبوت کھارک ملتان روڈ لاہور۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

الفتح للمبین پر مولانا عبدالسلام صاحب کی ناپسندیدگی:

کسی بھی کتاب کی علمی حیثیت جاننے کے لئے وقت کے محقق اور بزرگ علماء کرام کی آراء کو دیکھا جاتا ہے۔ تعویذ المسلمین کو علماء کرام نے کیسا پایا اس پر ہم صرف چند ایک جھلکیاں دکھائیں گے۔ لیکن اس سے قبل مکررین حیات النبی ﷺ کی کتاب "المسلک المصنوع" پر شیخ الحدیث مولانا عبدالسلام صاحب کا ایک مکتوب پڑھیں۔ یہ مکتوب المسلك المصنوع اور الفتح للمبین کے مؤلف مولوی خضر حیات کے نام ہے۔ مولوی صاحب نے اپنی کتاب کا نام "موت کا پیغام عالی مولویوں کے نام" رکھا تھا، جو بعد میں بدل دیا گیا۔

باسمہ سبحانہ و تعالیٰ

محترم المقام فاضل عزیز جناب مولانا خضر حیات صاحب زید مجدکم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کی کتاب "موت کا پیغام عالی مولویوں کے نام" چیدہ چیدہ مقامات دیکھے آپ نے بڑی محنت کی ہے۔ آپ کی کتاب جس کا رد عمل ہے دلپذیر وہ ہم نے نہ سنی ہے نہ دیکھی ہے۔ واللہ اعلم۔ اس کا لہجہ کیسا ہے۔ اس کتاب کے متعلق چند گزارشات عرض ہیں۔

۱: اس کے انتساب میں شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد صابر صاحب "کا نام آپ نکال دیں۔

۲: جس قدر مشترک پر ۱۹۶۲ء میں حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ، شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خانؒ، شیخ الحدیث مولانا قاضی نور محمدؒ اور مجاہد ملت حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ نے بھی دستخط فرمائے اور شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا قاضی شمس الدینؒ نے اس کی تائید فرمائی۔ یہ فیصلہ ہزاروں عوام کے سامنے پیش کیا گیا۔ تاکہ عوام کو انتشار سے بچانے کے لیے یہ قدر مشترک بیان کیا جائے۔

۳: دوبارہ یہ فیصلہ ستمبر ۱۹۶۲ء تعلیم القرآن میں اس کے بارے میں یہ وضاحت کی گئی کہ یہ قدر مشترک بحال ہے۔ البتہ حضرت مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحبؒ پر پابندی کا عدم ہے۔

۴: اس فیصلہ میں جہاں حضرت شاہ صاحبؒ کو حامی سنت ناشردیو بندیت کہا گیا وہاں یہ بھی لکھا گیا کہ وہ مؤول ہیں گو ان کی تاویل بمقابلہ جمہور اور دستخط کنندان کے نزدیک قبول نہیں ہے آپ نے یہ الفاظ اس کتاب میں ذکر نہیں کئے ہیں۔

۵: اس وقت حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ یہ فرما سکتے تھے کہ المہند پر دستخط کرو لیکن قاری محمد طیبؒ نے اپنے مقام کے مطابق اس پر اصرار نہ فرمایا اور اس قدر مشترک میں فرمایا کہ وفات کے بعد نبی پاک ﷺ کے روح مبارک کو برزخ یعنی قبر شریف میں بتعلق روح حیات حاصل ہے۔ جس سے وہ عند القبر صلوٰۃ و سلام سنتے ہیں اس میں انہوں نے وفات اور روح مبارک کا اعلیٰ علیین میں ہونا بیان فرما کر تعلق اور عند القبر سلام کا سننا واضح فرمایا ہے۔

۶: شیخ الحدیث والتفسیر مولانا قاضی شمس الدینؒ اپنی کتاب مسالک العلماء صفحہ نمبر ۲۳۸ پر لکھتے ہیں کہ ہم انبیاء کے اجساد کے ساتھ تعلق کے بھی قائل ہیں۔ جس کی کیفیت اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں۔ ایمان کے لئے یہی کافی ہے کہ انبیاء کی حیات کو تسلیم کیا جائے۔ جس کی کیفیت کو صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں۔

۷: تفسیر جواہر القرآن میں بھی یہ لکھا ہے کہ اگر کوئی غیر معلوم کیفیت تعلق کو مان لے تو وہ قابل ملامت نہیں ہے۔ (جلد اول ص ۱۹۴) آپ نے عند القبر کی بحث بھی چھڑی ہے۔ اس کے متعلق حضرت قاضی شمس الدین صاحبؒ لکھتے ہیں کہ ہم سماع عند القبر النبی ﷺ کے قائل ہی نہیں بلکہ اسے قرب الی الا جابت سمجھتے ہیں جیسا کہ حضرت گنگوہیؒ نے لکھا ہے لیکن یہ سماع روحانی ہے۔ جیسا کہ حضرت مدنیؒ نے لکھا ہے (مسالک العلماء ص ۲۴۷) حضرت

مدنیؒ نے سماع روحانی لکھا ہے (مکتوبات شیخ الاسلام ص ۲۵۳) حضرت شیخ القرآن کی تفسیر جو اہر القرآن کے معاون خصوصی حضرت مولانا سجاد بخاریؒ لکھتے ہیں کہ ہم حفظ اجداد انبیاء کے ساتھ جس طرح کتاب اور سنت اور ارشادات سلف سے معلوم ہوتا ہے اسی طرح سماع انبیاء کے بھی قائل ہیں۔ (اقامت البرہان ص ۲۳۵)

نیز لکھتے ہیں کہ ان عبارتوں سے علامہ ابن قیمؒ کا مسلک روز روشن سے بھی روشن ہے کہ رسول ﷺ کی روح طیبہ اعلیٰ علیین میں ہے اور کسی وقت بھی اس سے جدا نہیں ہوتی۔ اور اس کے باوجود اس کو قبر اور بدن سے اتصال ہے اور جب کوئی زائر آپ ﷺ کی قبر پر سلام کہتا ہے تو روح اعلیٰ علیین میں رہنے کے باوجود اپنی شان انبساط یا سرعت انتقال سے اس کا سلام سنتی اور جواب دیتی ہے۔ (ص ۱۹۲ ص ۸۴ ص ۱۹۵ پر موجود ہے) نیز حضرت سجاد بخاریؒ، حضرت مفتی کفایت اللہؒ کا ایک جواب نقل فرماتے ہیں۔ (الجواب) انبیاء زندہ ہوتے ہیں۔ یعنی ان کو ایک برزخی زندگی حاصل ہوتی ہے۔ ان کی قبر مطہر کے قریب کھڑے ہو کر ان کو سلام کرنا جائز ہے۔ انبیاء کے سوا اور کسی ولی کی قبر پر سلام کرنا اور یہ سمجھنا کہ وہ سنتے ہیں درست نہیں ہے۔

اب آپ ان روحانی سماع عند القبر کے قائلین حضرت قاضی صاحبؒ، حضرت سجاد بخاریؒ سے بھی عند القبر کی پیمائش کا سوال کریں گے؟

۸: ابھی گجرات ۳۱ دسمبر ۲۰۰۵ء اشاعت التوحید کے اجلاس میں

حضرت شیخ الحدیث مولانا قاضی عصمت اللہ صاحبؒ نے فرمایا کہ جمہور سماع عند القبر کے قائل ہیں اور میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میرے والد صاحب اور حضرت قاضی شمس الدین صاحبؒ بھی قائل ہیں۔ اب یہاں عند القبر کی کیا وضاحت ہے؟ رہا عام سماع اموات تو اس کے بارے میں اشاعت التوحید کے علاوہ بزرگوں کے قول یہ ہیں۔ شیخ الحدیث حضرت

مولانا محمد زکریا لکھتے ہیں کہ ہر وقت تو نہیں سنتے ہاں جب اللہ تعالیٰ سنانا چاہے تو سنتے ہیں۔
(تقریر بخاری ص ۳۷ جلد ۴) حکیم الامت حضرت اشرف علی تھانویؒ لکھتے ہیں کہ البتہ عوام کا
ایسا اعتقاد کہ اس کو حاضر ناظر متعرف سمجھے یہ صریح ضلالت ہے اگر اس کی اصلاح بدون
انکار کے نہ ہو سکے تو انکار سماع واجب ہے۔ (الکشف)

۹: قبر میں قائلین حیات محققین کامل زندگی اور دنیوی زندگی نہیں مانتے
اور انک مینت اور مبوتی والی تمام آیات کو مانتے ہیں وہ قبر میں جسم میں نوع من
الحيات مانتے ہیں جیسے تسکین الصدور ص ۳۸ پر ہے۔ اور وہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ تعلق ہونے
کے باوجود کوئی دوسرا شخص اس زندگی کو دیکھنا چاہے تو اس کے لئے وہ بالکل محسوس نہیں ہو سکتی
ہے۔ اس کو انبیاء کے اجساد مبارکہ ساکن ہی نظر آئیں گے۔ نیز لکھتے ہیں کہ بالفرض قبر مبارک
کھل جائے تو لوگ ان کو اس طرح بے حس و حرکت دیکھیں گے۔ (تسکین الصدور) اور
حضرت سجاد بخاریؒ بھی لکھتے ہیں کہ اس تعلق اتصال سے بدن میں صفت حیات پیدا نہیں
ہوتی۔ (اقامۃ البرہان ص ۱۹۲) اب اس اختلاف میں مولانا سر فراز خان صاحب صفحہ ۲۷۷ تعلق
مانتے ہیں اور دیکھنے میں جسم مبارک کے بارے میں لکھتے ہیں کہ بے حس و حرکت نظر آئے گا۔
اور حضرت سجاد بخاریؒ فرماتے ہیں کہ اس تعلق سے بدن میں صفت حیات پیدا نہیں ہوتی۔

کیا اس نفی اثبات میں کوئی تطبیق ہو سکتی ہے؟

۱۰: آپ نے اس کتاب میں انتہائی محنت اور عرق ریزی کے باوجود لب
دلہجہ مقررین والا اختیار کیا ہے آپ جانتے ہیں للفظ اذا تلفظ فتلاش۔ اگرچہ آج شیپ
ریکارڈ نے یہ بات ختم کر دی ہے۔ تحریر میں لب دلہجہ صبر اور مہذبانہ ہونا چاہیے۔ کیونکہ تحریر
باقی رہتی ہے۔ حیات فی القبر کے اختلاف کو ۱۹۶۲ء میں پانچوں اکابر نے اسی لئے قدر
مشترک پر ختم کیا تھا تا کہ یہ نزاع مزید نہ بڑھے۔

۱۱ میں اور حضرت مولانا محمد صابر دریا میں حضرت شیخ القرآن کی نظر بندی میں زیادہ قریب رہے حضرت شیخ القرآن حضرت شاہ صاحب کے اس مسئلے میں تشدد پر ناراض ہوتے تھے ۱۹۸۰ء میں شیخ القرآن کی وفات کے بعد اشاعت التوحید کا ہر اجلاس سماع موتی کی تکفیر پر جھگڑے کی نذر ہوتا تھا۔ ابھی مارچ ۲۰۰۶ء میں تعلیم القرآن کے اجلاس میں حضرت قاضی عصمت اللہ صاحب نے مزید فرمایا کہ سماع موتی پر تکفیر کا فیصلہ حضرت شاہ صاحب سے علامہ احمد سعید خان نے کرایا ہے۔ جماعت کا فیصلہ ملتان والا ہے۔

۱۲: ملتان کے فیصلہ میں سماع عبد القمر کو اہل سنت کا عقیدہ بتایا گیا ہے۔ جب یہ عقیدہ بھی اہل سنت کا ہے تو اس میں اشاعت التوحید کے مبلغین تمام اصولی اختلاف کو چھوڑ کر کیوں اتنی توانائیاں آپس میں ضائع کر رہے ہیں۔

۱۳: آپ کو یہ مشورہ ہے کہ کتاب کا یہ نام جس سے انتہائی غیض و غضب ظاہر ہوتا ہے بدل کر کوئی اور نام رکھ دیں۔ اس طرح بعض مقامات جس کی نشاندہی مولوی محمد اور لیس نے اپنے مکتوبات میں کی ہے ان عبارات پر بھی نظر ثانی کر لیں۔ یقیناً دلپذیر کتاب کا لہجہ سخت ہوگا اور آپ کی کتاب اس کا رد عمل ہے۔ لیکن پھر بھی اذفع بالتی می احسن پر عمل چاہیے۔ میں پھر کہتا ہوں کاش آپ اتنی محنت اس مسئلے کے بجائے کسی اصولی دشمن کے خلاف کرتے۔

۱۴: حقیقت کی علامات میں سے ایک العراء علی القرینہ والتواذر الی العہم ہے۔ قبر پورے قرآن میں اس کا متبادر المفہوم یہ شرعی قبر ہے۔ جیسے وَإِذَا الْقُبُورُ بُعِثِرَتْ اور اگر قبر سے مراد یہی گڑھا داخل نہیں ہے تو وَمَا أَنتَ بِتَسْمِعُ مَنْ فِي الْقُبُورِ سے عدم سماع پر کیسے استدلال کیا جاسکتا ہے۔ احادیث میں اس قبر کو قبر کہا گیا ہے۔ اور علم عقائد کی کتابوں میں غریق فی الماء طریق کے لئے بھی عذاب قبر مانا گیا ہے۔ تفسیر کے لئے دیکھیں (فیض الباری جلد ۱ ص ۱۹۵، شامی جلد ۲ ص ۲۸، ہدایہ جلد ۲ ص ۲۸۲، شرح عقائد، النبیالی)

۱۵: تفسیر جواہر القرآن میں لکھا ہے کہ سماع موتی کا مسئلہ تکفیر بفسیق،

تھلیل کا نہیں ہے۔

۱۶: میں پھر آخر میں کہتا ہوں کہ آپ اس کتاب کا انتساب تینوں مرحومین

اکابرین کی طرف نہ کریں۔ یعنی حضرت شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان، شیخ الحدیث والتفسیر مولانا محمد حسین نیلوی، شیخ الحدیث والتفسیر مولانا محمد صابر، ورنہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد صابر صاحب کا نام حذف کر دیں۔ کیونکہ اس مردود ویش نے زندگی میں کسی کو برا نہیں کہا ہے۔ اس لئے اب بھی انہیں کوئی برائہ کہے۔

مدرسہ کے تمام اساتذہ کرام اور مولانا نور محمد صاحب کو سلام

فقط والسلام!

طالب دعا: عبدالسلام خادم جامعہ عربیہ اشاعت القرآن حضرو۔

۲۳ ربیع الثانی ۱۴۲۷ھ

23/05/2006

خلاصہ مکتوب:

مولانا عبدالسلام صاحب کے خط کا خلاصہ یہ ہے۔

۱: اس کے انتساب سے شیخ الحدیث مولانا محمد صابر صاحب کا نام

خارج کر دیں۔ (یعنی کتاب اس قابل قطعاً نہیں کہ ایک عالم دین کی طرف اس کا انتساب کیا جائے)۔

۲: حضرت مولانا قاری محمد طیب نے جو فیصلہ فرمایا تھا عوام الناس کے

سامنے اسی کو بیان کیا جائے۔

۳: ایمان کے لئے یہی کافی ہے کہ انبیاء کی حیات کو تسلیم کیا جائے۔

۴: تحریر میں لب و لہجہ مہذبانہ نہیں ہے۔ (اور اب اس لہجہ میں:

بالکل بازاری زبان ہے۔)

۵: اشاعت التوحید کا ہر اجلاس سماع موتی کی تکفیر پر جھگڑے کی نذر ہوتا ہے۔

۶: کتاب کے نام میں غیظ و غضب ہے، بدل دیں۔

۷: ”وَمَا أَنتَ بِمَسْمُوعٍ فِي الْقُبُورِ“ سے عدم سماع پر کیسے استدلال کی جاسکتا ہے۔ احادیث میں اسی قبر کو قبر کہا گیا ہے۔ اور علم عقائد کی کتابوں میں غریق فی الماء طریق کے لئے بھی عذاب قبر مانا گیا ہے۔ وغیرہم۔

قارئین کرام!

المسلک المنصور کے جواب میں ہم نے ”تعویذ المسلمین عن شرور المفسدین“ لکھی تو پورے ملک سے اہل علم نے بزرگوں خطوط و بالمشافہ خوشی کا اظہار فرمایا۔ ہمارا ارادہ ہے کہ عنقریب ”تائیدی تبصرے“ کے عنوان سے ہم مستقل کتابچہ تحریر کریں گے۔ ”مشتے نمونہ از خردارے“ ایک جھٹک ملاحظہ ہو۔

حضرت مولانا زاہد الراشدی صاحب:

مولانا عبدالجبار سلفی نے اپنی کتاب ”تعویذ المسلمین“ میں اسی مسئلہ (حیات النبی ﷺ) کی دلائل کے ساتھ وضاحت کی ہے چونکہ یہ کتاب ایک صاحب کی تصنیف کے جواب میں ہے اور اسلوب مناظرانہ ہے اس لئے زبان دلچسپ بھی اسی کے موافق ہے اے

مولانا عبدالرؤف چشتی صاحب:

(اپنے ایک طویل مکتوب میں لکھتے ہیں) ”تعویذ المسلمین“ اگرچہ المسلک المنصور نامی کتاب کے جواب میں لکھی گئی ہے لیکن میں اسے مسئلہ حیات النبی ﷺ کے مقدس عنوان پر بلا مبالغہ ایک عام فہم شاہکار تصنیف قرار دیتے ہوئے مولانا سلفی کو مبارکباد

دیتا ہوں کہ انہوں نے یہ کتاب لکھ کر حضرت قاضی صاحبؒ کے شاگرد ہونے کا حق ادا کر دیا ہے..... تعویذ المسلمین مولانا سلفی کی زبردست تصنیف ہے، قابل مطالعہ، معلومات افزا مواد اور انتہائی دلچسپ کتاب ہے، اس کتاب میں نہ صرف المسلك المنصور کے جوابات دیئے ہیں بلکہ ساتھ ساتھ اپنے مسلك کا زبردست مدلل دفاع بھی کیا ہے الخ

اس کے علاوہ ماہنامہ نصرۃ العلوم کو جر انوالہ اور ماہنامہ نور بصیرت بہاولپور میں جاندار تبصرے شائع ہوئے۔ اب ہر سلیم الفطرت انسان خود فیصلہ کرے گا کہ المسلك المنصور کی حیثیت کیا ہے اور تعویذ المسلمین کی علمی حیثیت کیا ہے؟ بازاری و سوقیانہ لہجہ کس کا ہے اور ادبیانہ و مہذبانہ کس کا؟ معترزی مؤلف کی اصل حقیقت تو المسلك المنصور سے ہی واضح تھی بہر حال ربی سہی کسرا فتح المبین سے پوری ہو گئی ہے۔

مولانا عبدالسلام کار جو ع الی الحق:

مدرسہ اشاعت القرآن حضور ضلع انک کے شیخ الحدیث مولانا عبدالسلام صاحب پہلے اشاعت التوحید والوں کی سرپرستی فرمایا کرتے تھے۔ لیکن اب انہوں نے علاقہ چھجھ کے ۸۴ علماء کرام سمیت حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیبؒ کے ۱۹۶۲ء والے فیصلے کو تسلیم کر لیا ہے۔ اور اس سلسلہ میں باقاعدہ رسالہ بھی شائع ہو چکا ہے۔ یہ ہے کتاب المسلك المنصور کی مقبولیت کا حشر کہ خود مؤلف کے سابق بزرگ بالاں ہیں۔ اور منکرین حیات النبی ﷺ ہیں کہ بغل میں دبا کر ناپتے پھر رہے ہیں کہ ہم نے میدان فتح کر لیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

مماتی تہذیب کی ایک جھلک:

۱: تلاش بسیار کے بعد غالیوں کی فریاد تلہ گنگ سے ٹمن، ٹمن سے کھروڑ پکا، کھروڑ پکا سے اڈکاڑہ اور اڈکاڑہ سے ہوتی ہوئی ہیرا منڈی لاہور کے ایک ہیرو کے کانوں

سے جا کرائی۔ جس میں غالی صاحبان کی مطلوبہ صفات بدرجہ اتم پائی جاتی ہیں۔ کیونکہ آخر موصوف کی رہائش لاہور میں ہے اور مشہور ہے کہ لاہور لاہور ہے۔ (افتح المسین ص ۱۳)

۲: صاحب شرور لاہوری نے ڈھٹائی، ہٹ دھرمی، خردمانی، تحریف و تلمیسات، ضد و عناد، تعصب، بددیانتی، قطع و برید میں غالیوں کی ہم جنسی کا پورا ثبوت دیا ہے۔ (ص ۱۳، ۱۴)

۳: صاحب شرور المہوسوم عبد الجبار سلفی بالکل ہی جاہل نومولود محقق ہے صاحب شرور نے کتاب شرور کے نام سے لے کر اختتام تک اپنی جہالت حماقت اور چھوکرے پن کا خوب اظہار فرمایا ہے۔ (ص ۱۵)

۴: جو کچھ ناقابل ذکر بدتہذیبی اور گالم گلوچ تھے وہ ہم نے ماسٹر اوکاڑوی کی روح کو بطور ایصال عذاب بخش دیے ہیں۔ (ص ۱۷)

۵: جو بکواس بازی کی گئی ہم تمام بکواس بازی اور گالیاں قاضی مظہر حسین چکوالی کی روح کو بطور عذاب ایصال کرتے ہیں۔

۶: صاحب شرور جیسے مادر پدر آزاد اپنے سینے کی آگ کو ٹھنڈا کرنے کے لئے اولیاء اللہ پر تیرا بازی کر کے اور جھوٹ بول کر جاہلوں سے کرایہ وصول کرنے کے چکر میں طوق لعنت گلے میں لٹکائے پھرتے ہیں۔ (ص ۳۲)

۷: جناب نومولود لاہوری ہیرا آپ کو ذرہ بھی غیرت نہیں آئی (ص ۳۷)

۸: آپ نے چند لکوں پر اپنی جسم فروشی کی ہے۔ (ص ۳۸)

۹: صاحب شرور ”ہیرا منڈی“ کی مٹھائی سمجھ کر ہڑپ کر گیا اور ڈکار تک

بھی نہیں لی۔ یہ مجہول النسب صاحب شرور کیا ہا تک رہا ہے۔ (ص ۴۲)

۱۰: صاحب شرور کو شاید اپنی بدبختی سے توبہ کی توفیق ہوتی ہو۔ (ص ۴۴)

- ۱۱ جوابات بھی ہاتھتے ہیں گندھے کی لات کی طرح ہوتی ہے۔ (۴۶)
- ۱۲ صاحب شرور نے جھوٹ بولنے میں محرف کھروڑی (یعنی مولانا منیر احمد صاحب) جیسے کذابوں کے کان کتر ڈالے ہیں۔ (ص ۴۸)
- ۱۳ اجہل الناس اور خناس صاحب شرور کی ہٹ دھرمی اور کمینگی کا اندازہ فرمائیں۔ (۴۹)
- ۱۴ سطح زمین پر بڑے بڑے ڈھیٹ اور کذاب بستے ہوں گے لیکن ہم وثوق سے کہتے ہیں کہ صاحب شرور جیسے کذاب اعظم اور ڈھیٹ کی مثال ڈھونڈنا ناممکن ہے۔ (۵۰)
- ۱۵ کاش المسلك المنصور کا جواب دینے سے پہلے حمام میں جا کر اپنی زیارت کر لی ہوتی۔ (ص ۵۰)
- ۱۶ صاحب شرور نے انتہائی بدبودار جھوٹ بولا ہے۔ جس کے تعفن سے کذاب نامی اور محرف کھروڑی کے ہیضہ سے مرنے کا سخت خطرہ ہے۔ (ص ۵۲)
- ۱۷ آپ قیامت تک مل کر زور لگائیں اور مسٹر اوکاڑوی، پیر کرم الدین کی اولاد مظہر چکوالی کی روح سے استمداد بھی کر لیں۔ (ص ۵۷)
- ۱۸ صاحب شرور اس کے مقررین و مقدمہ باز جہالت اور ضد میں اتنے بڑھ چکے ہیں کہ ابو جہل سے بھی سبقت لے گئے ہیں۔ (ص ۵۸)
- ۱۹ ماسٹر اوکاڑوی کی روح بھی ستر میں تڑپ اٹھی ہوگی۔ (ص ۶۳)
- ۲۰ آپ کے کرایے کے وکیل مجہول نے اتنا زبردست فراڈ کیا ہے کہ اگر آپ حضرات میں شرم و حیا کی رتی بھی موجود ہو تو کسی گٹر میں ڈوب کر کوچ فرما جائیں۔ (ص ۶۳)

- ۲۱: بدتہذیب مادر پدر آزاد صاحب شرور کو شرم کرنی چاہیے۔ (ص ۶۴)
- ۲۲: صاحب شرور نے اس مقام پر دجل، خباثت اور حرام کاری کا ثبوت دیا ہے۔ (ص ۴۶)
- ۲۳: جس طرح صاحب شرور نے اس مقام پر جنگلی چوہوں والا کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ (ص ۶۶)
- ۲۴: جہاں سے سفید ریش شیخ الحدیث کھروڑی بھاگ گئے وہاں بیچارہ یہ کھلونا ہیری لاہوری چھو کر کیا جواب دے گا۔ (۶۷)
- ۲۵: صاحب شرور خرد مانغ واقع ہوا ہے۔ (ص ۶۹)
- ۲۶: کہاں بیچارہ پی۔ ایچ۔ ڈی لندن اخباری ملا (یعنی علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب) (ص ۶۹)
- ۲۷: صاحب شرور نے بدترین خباثت کرتے ہوئے علامہ سیالکوٹیؒ کی عبارت کے مفہوم میں اپنی طرف سے الفاظ گھسیڑ کر سبائی ذہنیت کا ثبوت دیا ہے۔ (ص ۷۲)
- ۲۸: صاحب شرور کو اپنے باپ کی پہچان میں تردد ہے۔ (ص ۷۳)
- ۲۹: صاحب شرور اپنی کرتوتوں کی وجہ سے جہالت کے ساتھ ساتھ نسیان کا بھی لا علاج مریض بن چکا ہے۔ (ص ۷۴)
- ۳۰: صاحب شرور نے ذریت ماسٹر اوکاڑوی۔۔۔۔۔ کی رگڑ کرناک کاٹ دی ہے۔ (ص ۷۷)
- ۳۱: جناب محمدی صاحب کی خدمت میں عرض ہے کہ۔۔۔۔۔ ایسا دعویٰ کرنے سے کچھ شرم آنی چاہیے۔ اور اگر اپنی شرم نہ ہو تو سلفی صاحب سے مانگ کر گزارہ

کر لیتے۔ (ص ۷۷)

۳۲: صاحب شرور صاحب! آپ کا ورد منحوس بہت لیٹ ہوا ہے۔۔۔۔۔

آپ نے اتالیٹ جنم لے کر بہت بڑا نقصان کر دیا ہے۔ (ص ۷۵)

۳۳: ہمیں تو یقین ہے کہ تمام واہیاتوں کے روح اور جسم دونوں کو عذاب

دیا جائے گا۔ (ص ۷۹)

۳۴: دجل، کذب، ڈھٹائی اور بے حیائی کے اگر سینگ ہوتے تو صاحب

شرور کم از کم بارہ سنگھا ضرور ہوتا۔ (ص ۸۰)

۳۵: ہم نے ڈھیٹ و بے حیا، لوگ دنیا میں بہت دیکھے ہیں لیکن صاحب

شرور اور اس کے مقرر ظلم و مقدمہ باز جیسا اور کوئی نہیں دیکھا۔ (ص ۸۱)

۳۶: صاحب شرور ہم آپ کی فنکاری اور گلوکاری کو داد دیتے ہیں۔

(ص ۸۲)

۳۷: ماسٹر اوکاڑوی کا پروردہ ٹولہ سرتا پافساد، بددیانت، بدخواہ، بدنیت،

کم حوصلہ، بزدل اور شرارتی ہے۔ (ص ۸۷)

۳۸: صاحب شرور کو ہمدردانہ مشورہ ہے کہ اتنی چھوٹی عمر میں ان دعا بازوں

سے دور رہیں۔ کیونکہ بعض اوقات بچپن کی غلطیاں جوانی کے لئے لرزش ثابت ہوتی ہیں۔

(ص ۹۰)

۳۹: تمام حواریں ماسٹر اوکاڑوی سے گزارش ہے کہ سر میں مٹی ڈال کر اور

ماتمی لباس پہن کر اور صاحب شرور کو ڈنڈا بنا کر سینہ کو پی کرتے ہوئے حضرت اوکاڑوی کی

قبر پر نورات کے لئے تشریف لے جائیں۔ (ص ۹۵)

۴۰: شاید آپ یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ اہل سنت و عی لوگ ہیں جو مظہری

ٹانگے پر بیٹھنے والے ہیں۔ (ص ۱۰۰)

۳۱: صاحب شرور یہ باور کرانے پر تلا ہوا ہے کہ اہل سنت والجماعہ

صرف وہی چند گنجیاں ہیں جو ماسٹر اوکاڑوی کے ٹانگے پر سوار ہونوالی ہیں۔ (ص ۱۰۴)

۳۲: صاحب شرور دیگر غالی و اہیاتوں کی طرح خوف خدا، فکر آخرت،

مخلوق خدا سے شرم میں بالکل بے نیاز ہو چکا ہے اور ٹھیکہ لیا ہے مخلوق خدا کو دھوکہ دے کر،

ان کی راہ مار کر اپنے ظالم تنور میں ایندھن ڈالنا ہے۔ (ص ۱۰۷)

۳۳: ماسٹر اوکاڑوی کے تمام چیلے دعا بازی، فریب اور تحریف میں اپنے

ماسٹر ہیں کہ شیطنت بھی سر پیٹ کر رہ جائے۔ (ص ۱۰۷)

۳۴: ہم اعتراف کرتے ہیں کہ تمام کذابوں، فراڈیوں اور ڈھیوں

صاحب شرور کا نمبر اول ہے۔ (ص ۱۰۹)

۳۵: صاحب شرور کے دادا جی مرزا غلام احمد قادیانی ریح (ص ۱۱۲)

۳۶: اگر عبد اللہ بن ابی جیسا کثر منافق اور عبد اللہ بن سبا جیسا قبیح

یہودی بھی زندہ ہوتے تو اپنے روحانی بیٹے صاحب شرور کو چوم لیتے۔ (ص ۱۱۲)

۳۷: مولوی عبدالحق خان بشیر پر لے درجے کے کذاب آدمی ہیں۔

(ص ۵)

۳۸: صاحب شرور نے انتہائی بے حیائی اور ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کر۔

ہوئے مولانا سرفراز خان صفدر صاحب اور ماسٹر اوکاڑوی کے حوالہ جات ہڑپ کر گئے

سیاہ بخت اپنا نامہ اعمال مزید سیاہ کرتے ہوئے قاضی صاحب موصوف کے قیاس قاسد

استدلال مردود کی حمایت میں سینہ تان کر کھڑے ہو گئے۔ تف ہے اس ذہنیت خبیثہ پر۔

(ص ۴۴)

۴۹: یزید جتنا بڑا فاسق اور فاجر بھی ہو، صاحب شرور لاہوری اور۔۔۔۔۔

ماسٹر اوکاڑوی وغیرہ سے لاکھ درجہ بہتر ہے۔ (ص ۱۴۲)

۵۰: ہماری قسمت میں خدمت دین آئی اور صاحب شرور کی قسمت میں

بھونکنا لکھ دیا۔ (ص ۱۴۵)

۵۱: صاحب شرور نے بڑی شریروں سے کرایہ وصول کر کے عوام کو دھوکہ

دینے کی کوشش کی ہے۔ (ص ۱۵۸)

۵۲: کاش کہ صاحب شرور جاہلانہ چیلنج کر کے ذریت اوکاڑوی کا منہ کالا

نہ کرتا۔ (ص ۱۵۹)

۵۳: صاحب شرور میں اگر ذرہ بھر غیرت ہو تو بکواس بازی کذب بیانی،

بہتان تراشی سے توبہ کر کے امت مرحومہ پر رحم فرمائیں۔ (ص ۱۶۱)

۵۴: یہ تو ہے اس حضرت کا حال جو بے وقوف، مجھدر، بے حجامت، المسرک

المصور کا جواب لکھنے بیٹھ گیا۔ (ص ۱۶۲)

۵۵: صاحب شرور نے بکواس بازی کر کے مورچہ فتح کرنے کی ناکام

کوشش کی۔ (ص ۱۶۳)

۵۶: صاحب شرور کچھ شرم فرمائیے اور ایسے فراڈ کرنے سے باز رہیں۔

(ص ۲۰۰)

۵۷: صاحب مقدمہ (مولانا اسماعیل محمدی) کو کم از کم شرم آنی چاہیے اور

بے نکتے جھوٹ نہیں ہانکنے چاہئیں۔ (ص ۲۱۳)

۵۸: آپ کے رافضیانہ پن سے اکابرین امت میں کوئی محفوظ نہیں۔

(ص ۲۱۵)

۵۹ مقدمہ باز محمدی نے اپنی جہالت، بد بخشی اور خیانت کی حد کرتے

ہوئے اپنی یہودیت کا ثبوت دیتے ہوئے (ص ۲۱۶)

فیصلہ عوام کی عدالت میں:

ارباب علم و دانش!

آپ نہ صرف ہماری کتاب تنوید المسلمین عن شرور المفسدین بلکہ جملہ لٹریچر کو سامنے رکھیں اور پھر مسماتی ہزلیات پر مشتمل کتاب الفتح المبین پڑھ کر دیکھیں اور پھر فیصلہ صادر فرمائیں کہ دلائل و براہین پر یقین کون رکھتا ہے اور بازاری و بے ہودہ زبان کس کا شیوہ ہے؟

☆☆☆☆☆☆☆☆

صاحب مکائد کا پہلا اور بڑا دھوکہ:

صاحب مکائد مولوی خضر حیات نے اپنے جس شاگرد ناہنجار کے نام سے کتاب لکھی ہے اس کا مکمل نام ٹائٹل پر یوں دیا گیا ہے ”حافظ احمد عبداللہ سنی حنفی دیوبندی حسینی“ صاحب مکائد سنی نہیں:

اس لئے کہ اہل السنۃ والجماعت کے مذاہب اربعہ میں سے کسی ایک عالم کی کتاب کا حوالہ پیش نہیں کیا جاسکتا جو حیات النبی ﷺ کا قائل نہ ہو اور صاحب مکائد کی طرح منکر ہو۔ چنانچہ حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم فرماتے ہیں ”وبالجملة فان هذه الاحادیث مع حدیث الباب تدل علی کان الانبیاء احياء بعد وفاتهم وهو من عقائد جمهور اهل السنه والجماعته“ (تکملہ فتح الملہم جلد ۵ ص ۳۰)

ترجمہ! قصہ مختصر مذکورہ بالا حدیثیں مع حدیث الباب کے دلائل کرتی ہیں کہ حضرات انبیاء علیہم السلام وفات کے بعد زندہ ہوتے ہیں اور یہ بات اہل سنت والجماعت کے عقائد میں

سے ہے۔ لہذا صاحب مکائد کا خود کو یا کسی بھی مماتی کا خود کو سنی کہلوانا ترا دھوکہ ہے۔

صاحب مکائد حنفی نہیں ہے:

فقہاء و علماء احناف میں سے کسی ایک کا عقیدہ یہ ہو کہ بعد از وفات حضرات انبیاء علیہم السلام کو برزخ میں روح مع الجسد کے حیات حاصل نہیں ہوتی اور حضور علیہ السلام روزہ اطہر پر پڑھے جانے والے صلوٰۃ و سلام کو سماعت نہیں کرتے۔ تو حوالہ پیش کیا جائے۔ اگر پیش نہیں کیا جاسکتا اور یقیناً نہیں کیا جاسکتا تو صاحب مکائد یاد گیر مماتیوں کا خود کو حنفی کہلوانا بھی دھوکہ ہے۔

صاحب مکائد دیوبندی بھی نہیں ہے:

اکابرین دیوبند میں کسی ایک عالم کا حوالہ مماتی اپنے عقیدے کے اثبات پر بطور دلیل پیش کرنا چاہیں تو قیامت تک نہیں کر سکتے۔ بلکہ دارالعلوم دیوبند سے تو ان سے لاتعلقی کے کئی فتاویٰ جاری ہو چکے ہیں۔ اور پاکستان کے علماء دیوبند نے مسئلہ حیات النبی ﷺ کے اثبات میں اور مماتیوں کی تردید میں کئی کتب لکھ کر ان کا ناطقہ بند کیا ہے۔ لہذا صاحب مکائد کا خود کو دیوبندی کہلوانا سینہ زوری اور بددیانتی کی بدترین مثال ہے۔

صاحب مکائد حسینی نہیں ہے:

مماتی جماعت کے لوگ یزید پلیدی کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملا تے ہیں اور امام عالی مقام سیدنا حسینؑ کی شان گھٹاتے ہیں۔ مولوی عطاء اللہ بندیا لوی کی ”واقعہ کربلا کا پس منظر“ اور نیلوی شاہ صاحب کی ”شہداء و مظلوم کربلا“ کتابیں آج بھی گواہ ہیں۔ لہذا صاحب مکائد کا خود کو حسینی کہنا ایسے ہی ہے جیسے کوئی بد زبان شیعہ اپنے نام کے ساتھ صدیقی، فاروقی یا عثمانی لکھے۔ لہذا صاحب مکائد کا خود کو حسینی کہلوانا بھی بہت بڑا دجل

اور جھوٹ ہے۔

صاحب مکائد کو کیا مجبوری پیش آئی:

ہم نے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے تعویذ المسلمین میں ٹھوس دلائل کے ساتھ ثابت کیا ہے کہ مماتی نہ سنی ہیں نہ حنفی، نہ دیوبندی ہیں اور نہ حسینی۔ اب یہ اپنے دامن سے داغ دھبے صاف کرنے کے لئے دہائیاں دے رہے ہیں کہ دیکھو لوگو! ہم سنی ہیں، حنفی ہیں، دیوبندی ہیں اور حسینی ہیں۔ لیکن اس واویلے سے اب قوم تمہاری تلبیسات کا شکار بالکل نہیں ہوگی۔

صاحب مکائد کی ہرزہ سرائی:

صاحب مکائد رقمطراز ہیں:-

بہز حال عالی صاحبان اپنی درد بھری آہیں اور سسکیاں اور دکھ بھری فریادیں لے کر مارے مارے اس تلاش میں پھرتے رہے کہ ہائے کاش! کوئی ہمارے جیسا شرم و حیا سے عاری دین و مذہب کا بیوپاری، خوفِ خدا سے بے نیاز، جھوٹ فریب مفاڑ میں نڈر، تحریف و تلبیسات میں پیماک، غیرت حق سے محروم، بددیانتی و قطع و برید میں ماہر، مذہبی بہر و پیا ہوتا جو قرآن و سنت کے دلائل و براہین کے مقابلہ میں سپنہ تان کر کھڑا ہو جاتا اور کچھ نہ کچھ کسی طرح اور اوقیہ سیاہ کر دیتا تا کہ ہم عوام کو دھوکہ دے سکتے کہ لوجی! ہم نے دلائل قرآن و سنت پر مشتمل کتاب المسلك المنصور کا جواب لکھوا مارا ہے۔ آخر کار تلاش بسیار کے بعد غالیوں کی یہ فریاد تلہ گنگ سے ٹمن، ٹمن سے کبر وڑ پکا، کبر وڑ پکا سے اوکاڑہ اور اوکاڑہ سے ہوتی ہوئی ہیرا منڈی لاہور کے ایک ہیرو کے کانوں سے جا ٹکرائی۔ جس میں عالی صاحبان کی مطلوبہ صفات بدرجہ اتم پائی جاتی ہیں۔ کیونکہ آخر موصوف کی رہائش لاہور میں ہے اور مشہور ہے کہ لاہور لاہور ہے۔ الخ۔

نیز صاحب مکائد اپنی کتاب کے صفحہ نمبر ۱۵ پر لکھتے ہیں ”صاحب شرور الموسوم عبد الجبار سلفی بالکل ہی جاہل و مجہول محقق ہے۔ جس کی علمی پوزیشن کذاب ثامنی کے برابر معلوم ہوتی ہے۔ صاحب شرور نے کتاب شرور کے نام سے لے اختتام تک اپنی جہالت حماقت اور چھوکرے پن کا خوب اظہار کیا ہے۔ رسلہ شرور میں جی بھر کر اپنی بازاری زبان اور گالیاں بک بک کر اپنے نسب کو مشکوک ٹھہرایا ہے۔

(الجواب بعرفا اللہ (الو باب :

صاحب مکائد نے لاہور کے اس مخصوص مقام کا :۔ یا ہے جس کو ایک شریف اور مہذب آدمی زبان پر لانا تو کجا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ پھر تعجب ہے کہ صاحب مکائد کو لاہور میں امام الاولیاء مولانا احمد علی لاہوریؒ، حضرت علی بخش ہجویریؒ سمیت اولیاء کرام کے مراکز، دینی مدارس اور صوفیائے کرام کی پر رونق اور روح پرور محافل تو نظر نہ آئیں۔ نظر وہاں پڑی جہاں رات دن شیطنٹ دندناٹی ہے۔ جہاں سرعام خدا کے غضب کو دعوت دی جاتی ہے۔ صاحب مکائد کو سوائے اس کے لاہور میں اور کچھ نظر نہ آیا۔ مثل مشہور ہے گندی کمی گند پر ہی بیٹھتی ہے۔

دراصل صاحب مکائد تعویذ المسلمین میں اپنے لالچنی بزم خود دلائل کے پرچے اڑتے دیکھ کر حواس باختہ ہو گئے ہیں اس لئے واپسی جا ہی (اول، فول) بکنے پر مجبور ہیں۔ ثانیاً۔ صاحب مکائد کا یہ کہنا کہ ”ہم نے تعویذ المسلمین میں بازاری زبان استعمال کی ہے“ اتنا بڑا جھوٹ ہے کہ قریب ہے آسمان کا شامیانہ پھٹ پڑے اور فرش زمین پانی میں جنس جائے۔ ایسے پاجیانہ فقرے کس کراہل حق کے دلائل کا بوجھ ہلکا نہیں ہوگا۔

باقی مشکوک نسب کس کا ٹھہرا؟ یہ تو ملتان کی دھرتی گواہ ہے جب بامعنیہ المدارس کے سالانہ جلسے میں سید عنایت اللہ شاہ بخاری صاحب کی موجودگی میں اکابر و یوبند

کی بھری جماعت نے مہمائیوں کے نسب کو مشکوک قرار دیا۔ اور جیسے ابو جہل نے سیدنا صدیق اکبرؓ کی بیٹی کے چہرے پر تھپڑ مارا تھا ایسے ہی شاہ صاحب نے مجاہد ختم نبوت مولانا محمد علی جالندھریؒ کے منہ پر تھپڑ مار کر خود کو ہیرو قرار دیا تھا۔

قارئین کرام! یہ بھی نیرنگی روزگار کا شاہکار ہے کہ گدا بھی شاہوں کے سامنے اپنی بڑائی کی بڑھہا سکتے ہیں۔

صاحب مکائد کی حماقت یا صاحب تعویذ المسلمین کی؟

صاحب مکائد لکھتے ہیں ”المسلک المخصوص ص ۵۱، ۵۲ پر سورہ زمر کی آیت اللّٰهُ يَتَوَفَّى الْأَنفُسَ حِينَ مَوْتِهَا الْإِنْفُسَ الَّتِي كَانَتْ فِي جَسَدٍ حَيٍّ وَإِنَّهَا عَالِمَةٌ بِمَا كَانَتْ تَعْمَلُ“ اس پر میں اکابر مفسرین اہل سنت کے حوالہ جات ذکر کئے گئے ہیں۔ لیکن صاحب شرور نے کسی ایک حوالہ کا جواب ذکر نہیں کیا اور نہ ہی کسی استدلال کا جواب دینے کی جرأت کر سکا البتہ اپنی جہالت کا ثبوت دینے کے لئے مردے کو نیند والے پر قیاس کر کے اپنے بقول حماقت کا ثبوت دیا ہے۔ الخ۔

الجمهور وباللہ التوفی للصواب :

”تعویذ المسلمین عن شرور المفسدین کے صفحہ نمبر ۴۹ سے لے کر ص ۵۲ تک اس آیت کے متعلق بحث موجود ہے۔ مگر صاحب مکائد پر تعویذ المسلمین کا ایسا بھوت سوار ہے کہ انہیں یہ بحث نظر ہی نہیں آئی اور اگر آئی ہے تو اس میں صرف حماقتیں اور جہالتیں نظر آئی ہیں۔ ہم نے تعویذ المسلمین میں آیت ”اللّٰهُ يَتَوَفَّى الْأَنفُسَ“ پر بحث کرتے ہوئے کہا تھا کہ اس آیت میں روح کا بدن کی طرف نہ آنے پر استدلال معتزلہ کا ہے اہل سنت والجماعت میں سے کسی کا نہیں۔ اس پر صاحب مکائد ہم سے خاصے خفا ہوئے چنانچہ لکھتے ہیں ”توان میں مفسرین کے بارے میں کیا فتویٰ ہو گا جن کے حوالہ جات المسلک المخصوص

میں اس آیت سے استدلال کے ضمن میں موجود ہیں۔ کیا آپ کے اس نسوانی فتویٰ نے مطابق سب کے سب مفسرین معززہ کے نقش قدم پر تھے۔ بلکہ (الفتح المبین ص ۱۰۰) جناب من! میں مفسرین میں سے کوئی ایک بھی آپ کا ہمنوا نہیں ہے۔ اگرچہ اس پر بحث قبل ازیں تعویذ المسلمین میں ہو چکی ہے۔ لیکن تاحال صاحب مکائد کے پیٹ میں کھجلی باقی ہے۔ اس لئے ہم اس پر قدرے مزید روشنی ڈالتے ہیں۔ پہلے آیت اور ترجمہ ملاحظہ ہو۔

اللَّهُ يَتَوَفَّى الْأَنفُسَ حِينَ مَوْتِهَا وَالَّذِي لَمْ نُمُتْ فِي مَنَامِهَا فَيُمْسِكُ
الَّتِي قَضَىٰ عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْأُخْرَىٰ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى - الی آخرہ
(سورۃ الزمر پارہ ۲۳ آیت نمبر ۴۲)

ترجمہ: اللہ کھینچ لیتا ہے جانیں جب وقت ہو اُن کے مرنے کا، اور جو نہیں مریں اُن کو کھینچ لیتا ہے ان کی نیند میں، پھر رکھ چھوڑتا ہے جن پر مرنا ٹھہرا دیا ہے۔ اور بھیج دیتا ہے اوروں کو ایک وعدہ مقررہ تک۔ (ترجمہ شیخ الہند)

قارئین کرام! یہ آیت بتا رہی ہے کہ دو اوقات میں روح قبض ہو جاتی ہے۔ (۱) بوقت موت (۲) بوقت نیند۔ نیند کے وقت روح جسم سے باہر رہتی ہے، اندر نہیں، تاہم روح کا تعلق جسم کے ساتھ رہتا ہے اب رہا یہ سوال کہ نیند میں روح ہوتی کہاں ہے؟ اس آیت میں اس کا کوئی ذکر نہیں اور موت کے بعد روح کہاں ہے؟ اس کا جواب بھی اس آیت میں نہیں ہے۔ فقط اتنا تذکرہ ہے کہ موت کے وقت روح نکل جاتی ہے۔ جس طرح قرآن مجید کی آیت "اقیموا الصلوٰۃ" میں نماز کا ذکر ہے، تعداد رکعت کا ذکر نہیں۔ رکعتوں کا ذکر ہم حدیث رسول ﷺ سے لیتے ہیں۔ تو نیند میں روح کہاں جاتی ہے اس کا ذکر بھی حدیث سے دریافت کرتے ہیں۔

احادیث میں مختلف مقامات کا ذکر ہے چونکہ روح ایک جگہ قید نہیں رہتی۔
 روایت میں آتا ہے کہ مومن کی روح کو عرش کے نیچے سجدہ کر رہے ہونے کا حکم دیا جاتا ہے۔
 اب ہم فرش پر ہے اور روح عرش کے نیچے سجدہ کر رہی ہے اور درمیان میں فاصلہ کتنا ہے؟
 اتنے طویل فاصلے سے روح کا جسم سے تعلق ہوتا ہے۔ اگر ہم سوئے ہوئے کو بیدار کریں تو
 روح نوٹنے میں ایسا یا گھٹنے نہیں لگتے بلکہ ایک سیکنڈ میں روح لوٹ آتی ہے۔ بات تو صرف
 اتنی ہے کہ اساک کا تعلق اسی جہان سے ہے جس جہان سے ارسال کا تعلق ہے۔ نیند کے
 بعد روح اسی دنیا میں واپس آتی ہے اور موت کے بعد روح واپس اس دنیا میں نہیں آتی۔
 یہاں سے یہ استدلال کرنا کہ قبر میں اعادۂ روح نہیں ہوتا، نری اختراع ہے اور مماثلتوں کا
 فریب ہے۔ اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ روح قبر میں آتی ہے۔

اعادۂ روح:

مفتی اعظم مولانا مفتی محمد شفیع صاحب اپنی شہرہ آفاق تفسیر معارف القرآن میں
 لکھتے ہیں ”مرنے اور دفن ہونے کے بعد قبر میں انسان کا دوبارہ زندہ ہو کر فرشتوں کے
 سوالات کا جواب دینا پھر اس امتحان میں کامیابی اور ناکامی پر ثواب یا عذاب کا ہونا قرآن
 مجید کی تقریباً دس آیات میں اشارۃ اور رسول کریم ﷺ کی ستر احادیث متواترہ میں بڑی
 صراحت و وضاحت کے ساتھ مذکور ہے۔ جس میں مسلمان کو شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔
 رہے وہ عامیانہ شبہات کہ دنیا میں دیکھنے والوں کو یہ عذاب و ثواب نظر نہیں آتے سو اس کے
 تفصیلی جوابات کی تو یہاں گنجائش نہیں۔ اجمالاً اتنا سمجھ لینا کافی ہے کہ کسی چیز کا نظر نہ آنا اس
 کے موجود نہ ہونے کی دلیل نہیں ہوتی۔ جنات اور فرشتے بھی کسی کو نظر نہیں آتے مگر موجود
 ہیں، ہو انظر نہیں آتی مگر موجود ہے۔ الخ (تفسیر معارف القرآن جلد پنجم ص ۲۳۸)

آیت يُنْفَخُ إِلَيْهِمُ السُّلْطَانُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ کے

تحت بخاری شریف میں ہے۔

ان السبی اذا سُئل فی القبر یشہد ان لا الہ وان محمد رسول اللہ

فذلک قولہ یشہد اللہ الدین (بخاری جلد ۲ ص ۶۸۲) -

اور اسی قسم کی روایت بخاری جلد ۲ ص ۱۸۳ پر بھی ہے۔ مشکوٰۃ شریف ص ۲۴ پر ہے ”نزلت فی عذاب القبر“۔ جلالین ص ۲۰۸ پر ہے ”ای فی القبر لما یسئلہم الملکان“۔ مظاہر حق جلد ۱ ص ۱۸۱ میں ہے ”عالم برزخ میں جب قبر کے اندر ان سے سوال کیا جاتا ہے تو وہ ٹھیک ٹھیک جواب دیتے ہیں“۔ تفسیر کشف الرحمن جلد ۱ ص ۴۱۳ میں ہے ”کلمہ توحید کی برکت سے اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو دنیا میں ثبات عطا کرتا ہے اور قبر میں بھی“۔ خزائن العرفان ص ۳۱۱ میں مولوی نعیم الدین مراد آبادی نے لکھا ہے ”یعنی قبر میں کہ اول منازل آخرت ہے“۔ حتیٰ کہ موجودہ دور کے مشہور شیعہ عالم طالب جوہری رقمطراز ہیں ”عالم برزخ میں انسان زندہ رہتا ہے“۔ (تفسیر احسن الہدیت جلد ۲ ص ۲۷۳) اور مولانا سید نیلوی شاہ صاحب نے بھی اعتراف کیا ہے ”تمام اہل سنت والجماعت اس بات پر متفق ہیں کہ قبر یعنی عالم برزخ میں میت کی طرف حیات اور زندگی واپس آ جاتی ہے“۔ (ندائے حق جلد ۱ ص ۱۸۴)

فقہ اکبر کی عبارت میں ابہام نہیں:

ہم نے اپنی کتاب تعویذ المسلمین میں کہا تھا کہ مگرین جو فقہ اکبر کو امام ابو حنیفہ کی تصنیف نہیں مانتے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ الفقہ اکبر میں یہ عبارت ہے ”اعادة الروح الی الجسد فی قبرہ حق“ ”یعنی قبر میں روح کا جسم کی طرف لوٹایا جانا برحق ہے“۔ اس پر صاحب مکاتیب یوں حاشیہ آرائی کرتے ہیں ”عرض ہے کہ صاحب شرور کا یہ تراجم حقانہ اور ابلیسی وادیلا ہے کیونکہ اگر بفرض غلط فقہ اکبر کو امام صاحب کی کتاب تسلیم بھی کر لیا جائے تو صاحب شرور کو یہ عبارت قطعاً مفید نہیں ہے۔ اس عبارت میں ”اعادة الروح والجسد“

والا جملہ مبہم ہے۔ اس سے اعادہ کامل مراد ہے یا ناقص؟ اور قبر سے مراد عربی ہے یا شری؟
وغیرہ وغیرہ الخ (فتح المبین ص ۱۰۵)

الجواب واللہ (المعین علی الصور) :

”اعادة الروح الى الجسد“ کو مبہم قرار دے کر صاحب مکائد میدان سے
بھاگنا چاہتے ہیں۔ صاحب مکائد کو جواب یہام نظر آیا وہ یہ کہ یہاں اعادہ کامل مراد ہے یا
ناقص؟ اور قبر سے مراد قبر عربی ہے یا قبر شری؟ اس کا جواب تو ہم آگے چل کر ذکر کریں گے۔
سیر دست وکیل احناف ملا علی قاریؒ (متوفی ۱۰۱۴ھ) کا ”اعادہ روح“ کے متعلق ارشاد
ملاحظہ ہو۔

”واعادة الروح ای ردھا او تعلقھا الی العبد ای جسده بجميع اجزائه
او ببعضها محمته او متفرقة فی قبره حق“ (شرح فقہ اکبر ص ۱۲۰)
ترجمہ: اور اعادہ روح یعنی مکمل طور پر اس کا رد کرنا یا تعلق انسان کے جسم کی طرف تمام
اجزاء بدن میں یا بعض میں، عام اس سے کہ اجزاء مجتمع ہوں یا بکھرے ہوئے، (روح کا
لوٹنا) قبر میں حق ہے۔

اور مزید لکھتے ہیں ”واعلم ان اهل الحق اتفقوا علی ان اللہ یخلق فی
المیت نوع حیوة فی القبر الخ“۔ جان لے کہ اہل حق اس پر متفق ہیں کہ اللہ تعالیٰ
میت میں ایک قسم کی حیات پیدا کرتے ہیں۔

قارئین کرام! غور فرمائیں کہ مماتیوں کے اولہ اتنے کمزور ہیں کہ خانہ عنکبوت بھی
ان سے زیادہ طاقت رکھتا ہے۔ پوری امت کے اتفاقی مسائل کے سامنے کم سواد کی
مظاہرہ کرنا مماتیوں کی کھلی نادانی ہے۔ باقی صاحب مکائد کا یہ کہنا کہ روح کا اعادہ کامل ہونا
ہے یا ناقص؟ سو اس کا جواب بھی ملا علی قاری حنفیؒ سے لیتے ہیں۔ آپؒ نے شرح فقہ اکبر

میں لکھا ہے کہ "والمسفلون عن اسی حبسہ التوقف" امام ابو حنیفہ سے یہاں توقف منقول ہے۔ امام صاحب "کا توقف اس میں ہے کہ آیا روح پورے بدن میں آتی ہے۔ بعض حصہ میں؟ چنانچہ ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں "والہل توقف الامام في الاعادة متعلق بجزء البدن" حضرت امام صاحب "کا جو توقف منقول ہے وہ اس میں نہیں کہ قبر میں میت کو زندگی ملتی ہے یا نہیں؟ وہ اس میں ہے کہ حیات پورے بدن میں لوٹائی جاتی ہے یا بعض میں؟ پھر یوں جواب ارشاد فرماتے ہیں "تعداد روحہ فی جسده ظاہر الحدیث ان عود الروح الی جمیع اجزاء البدن فلا التفات الی قول البعض بان العود انما یکون الی البعض" (مرقات شرح مشکوٰۃ جلد ۱ ص ۱۹۸)

ترجمہ: میت کی روح اس کے جسد کی طرف لوٹائی جاتی ہے۔ اس حدیث کا ظاہر یہی ہے کہ یعود روح جمیع اجزائے بدن کی طرف ہوتا ہے۔ سو ان چند لوگوں کی بات کی طرف دھیان نہ کیا جائے۔ جو روح کا بعض بدن کی طرف لوٹا مانتے ہیں۔

(بحوالہ مدارک الاذکیاء ص ۱۸۶)

روح کا بدن میں کامل لوٹنا:

ملا علی قارئ مزید فرماتے ہیں "حتیٰ یرجعہ اللہ فی جسده ای یرد الیہ کاملاً فی بدنہ" (مرقات جلد ۳ ص ۲۵)

حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اس کی روح اس کے جسد میں پھر سے لے آئے اس سے مراد روح کا کامل طور پر بدن میں لوٹنا ہے۔

صاحب مکائد اور دیگر مما تیوں کو اب تسلی ہو جانی چاہیے۔ مگر ضد اور عناد کی پٹیاں دل و دماغ سے اتار کر۔ اسلاف نے وضاحت فرمادی ہے کہ روح کا لوٹنا ناقص نہیں بلکہ کامل ہوتا ہے۔ یہ اسی اشکال کا جواب ہے جو صاحب مکائد کے پیٹ میں انگڑائی لے رہا

تھا۔ باقی حیات حسی سے مراد اگر آپ یہ لے رہے ہیں کہ دنیاوی زندگی کی طرح جسم نشوونما پاتا ہے یا عبادت کا مکلف ہوتا ہے تو یہ بالکل غلط ہے۔ مراد صرف یہ ہے کہ راحت کا احساس بھی پورا پورا ہوتا ہے اور عذاب کا بھی۔ چونکہ اعادہ روح کامل ہوتا ہے نہ کہ ناقص۔
صاحب مکائد کا چیلنج:

صاحب مکائد نے ص ۱۰۵ پر حسب عادت چیلنج دیا ہے کہ فقہ اکبر سے ثابت کر دیجئے کہ اعادہ روح کامل ہوتا ہے اور حیات حسی پیدا ہوتی ہے تو ہم آپ کا ماتھا چوم لیں گے۔ لیکن یاد رکھیں آپ اپنے اگلوں پچھلوں کو جمع کر کے ایسا صریح حوالہ پیش نہیں کر سکتے۔ بلقطہ۔ گذشتہ سطور میں ثابت ہو چکا ہے اور تعویذ المسلمین میں بھی اس پر بحث ہو چکی ہے۔ باقی ہمارے ماتھے سے آپ اپنا منہ مبارک دور ہی رکھیے۔ ہم محروم ہی بھلے۔ جہلاء و جمعاء کی طرح ایسے چیلنج کرنا اہل علم کا وظیرہ نہیں۔ چیلنج بازی کا یہ سبق اصل میں گجرات سے مما تیوں کو ملا ہوا ہے۔ شاہ صاحب ساری زندگی چیلنج دیتے پڑے ہیں۔ وہ الگ بات ہے کہ اہل حق کے سامنے آنے کی جرأت ساری زندگی نہ ہوئی۔ خصوصاً حضرت اوکاڑویؒ نے تو خوب عمامے کی برتری کو روند اٹھا۔ یہی وجہ ہے کہ آج تک صاحب مکائد جیسے بدتمیز اور بد اخلاق بعد از وفات حضرت کے متعلق ایسے گھٹیا الفاظ استعمال کرتے ہیں کہ خود شرم و حیاء سر پیٹ کر رہ جائے۔ مگر ایسی حرکات سے حضرت اوکاڑویؒ کا کچھ بگڑتا ہے اور نہ ہی ہم خدام کا۔ البتہ ذوق سلیم اور طبع مستقیم رکھنے والے بخوبی جان گئے ہیں کہ صاحب مکائد جیسے لوگ کس بازار کے آدمی ہیں۔

قبر شرعی اور عرفی:

ممانی مختصر میں نے قبریں بھی دو تجویز کر رکھی ہیں نمبر ۱ شرعی نمبر ۲ عرفی۔ علماء حق اہل سنت والجماعت نے نزدیک زمین کے اس حصہ کو قبر کہا جاتا ہے جس میں مردہ انسان کو دفن کیا

جاتا ہے۔ میت کے دفن یعنی جائے دفن کو قبر کہتے ہیں۔ قرآن و حدیث اور کتب افاضات میں بھی قبر دفن کو کہا گیا ہے۔ اور یہی قبر کا شرعی، لغوی اور عرفی مفہوم ہے۔ نبی اکرم ﷺ کو منافق کی قبر پر کھڑا ہونے سے روکا گیا۔ ولانفسہم سلسی قبرہ۔ حضرت مولانا شریعہ غلام اللہ خان (سابق ٹیچر اسلامیہ ہائی سکول راولپنڈی) فرماتے ہیں "اگر ان منافقین میں سے کوئی مر جائے تو آپ ﷺ اس کی نماز جنازہ نہ پڑھیں اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہو کر اس کے لئے دعائے مغفرت کریں۔ (جواہر القرآن جلد ۲ ص ۴۴۹) (نذر توحید ص ۳۷ جلد ۳ شمارہ نمبر ۷) مولانا احمد سعید بھی لکھتے ہیں "آنحضرت ﷺ کی عادت یہ تھی کہ مومنین کی قبر پر

کھڑے ہو کر دعا و استغفار وغیرہ کے لئے توقف فرماتے تھے۔ (رق منشور ص ۵۱) سوال پیدا ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کوئی قبر پر کھڑے ہو کر دعا و استغفار کرتے تھے۔ زمین والی قبر پر یا اعلیٰ علیین پر؟ اور آپ کو کن قبور پر کھڑے ہونے سے روکا گیا۔ زمینی قبر پر یا اعلیٰ علیین پر؟ آنحضرت ﷺ کا معمول تھا کہ جب دفن میت سے فارغ ہو جاتے تو اس کی قبر کے پاس کھڑے ہو کر فرماتے، استغفر ولاخیکم۔ یعنی اپنے بھائی کے لئے اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگو۔ یہ الفاظ آپ ﷺ کون سی قبر پر کھڑے ہو کر فرماتے تھے۔

آنحضرت ﷺ کا قبر پر نہنی رکھنا:

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِقَبْرَيْنِ فَقَالَ إِنَّهُمَا لَيَعَذَّبَانِ وَمَا يَعَذَّبَانِ فِي كَبِيرٍ لَّمَّا أَخَذَهُمَا فَكَانَ لَا يَسْتُرُ مِنَ الْبَوْلِ وَأَمَّا لَا نَحْرُ فَكَانَ يَمْشِي بِالنَّمِيمَةِ ثُمَّ أَخَذَ حَبِيذَةَ رَطْبَةٍ فَشَقَّهَا بَصْفَيْنِ۔ فَعَرَزَ فِي كُلِّ قَبْرٍ وَاجِدَةً قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ لِمَ فَعَلْتَ هَذَا؟ قَالَ لَعَلَّهُ يُخَفَّفُ عَنْهُمَا مَا لَمْ يُسَبَّأ۔

(بخاری جلد اول ص ۳۵، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ، کراچی)

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں آنحضرت ﷺ دو قبروں کے پاس سے گزرے۔

آپ ﷺ نے فرمایا دونوں کو عذاب ہو رہا ہے اور بڑے گناہوں میں عذاب نہیں ہو رہا۔ ایک پڑشاب کے چھینٹوں سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغل خور تھا۔ پھر آپ ﷺ نے ایک کیلی ٹہنی لی۔ اسے چیر کر آدھا حصہ ایک قبر پر گاڑ دیا اور آدھا دوسری پر۔ لوگوں نے پوچھایا رسول اللہ ﷺ آپ نے ایسا کیوں کیا؟ فرمایا شاید جب تک ٹہنیاں کیلیاں رہیں ان پر عذاب ہلکا ہو سکے۔

قارئین کرام!

یہی حدیث صحیح بخاری کے علاوہ صحیح مسلم جلد اول ص ۱۴۱ سطر اول پر بھی

آ رہی ہے۔

اب ہم صاحب مکامہ اور دیگر ممتیوں سے پوچھتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ٹہنی عربی قبر پر رکھی تھی یا شرعی قبر پر؟۔ بحین میں رکھی تھی یا زمینی قبر پر؟ مماتی لوگ پورے ذخیرہ احادیث میں اس قبر کی نفی اور اس قبر کے اثبات پر ایک حدیث بھی پیش نہیں کر سکتے۔

آنحضرت ﷺ نے ٹہنیاں زمینی قبروں پر رکھیں کیونکہ عذاب زمینی قبر میں ہو رہا تھا۔ اب رہا معاملہ برزخ کا تو ہم ان زمینی گڑھوں کو برزخ سے بے تعلق نہیں کہہ سکتے۔ قبر کے مفہوم میں وسعت پیدا کرنے کی غرض سے جن اکابر نے برزخ کا کثرت سے استعمال کیا ہے ان کا یہ مقصد نہیں ہوتا کہ زمینی گڑھا قبر نہیں ہے۔ اس لئے ہم نے انتہائی عام فہم گفتگو کرتے ہوئے تعویذ المسلمین میں وضاحت کی تھی کہ برزخ ظرف زمان ہے اور قبر ظرف مکان ہے۔ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہیں لیکن مماتی دوستوں کی عقلوں پر گرد و غبار کی ایسی تہہ جم چکی ہے کہ عام فہم باتیں بھی انکی سمجھ میں نہیں آتیں۔ مماتی کہتے ہیں کہ عذاب روح کو ہوتا ہے۔ اگر جسم مانتے بھی ہیں تو عنصری نہیں بلکہ مثالی کا لاحقہ لگاتے ہیں۔ اور یہی عذاب قبر کا انکار ہے۔ صحیح مسلم ص ۱۴۱ کے حاشیہ میں ہے۔ ”فغیه اثبات عذاب القبر وهو مذهب

اہل السنۃ والجماعۃ خلافاً للمعتزلہ "ہم مہماتوں کو دور حاضر کے معتزلہ کہہ دیں تو ناراض ہوتے ہیں کہ صاحب ہم تو توحید و سنت کے پختہ اشاعتی ہیں۔ اہل السنۃ والجماعۃ کا مذہب تو بالکل صاف شفاف اور نکھرا ہوا ہے اور یہ احباب ریب و تشکیک کی بدخار وادیوں میں وقف کرب و اضطراب، اور سرگرداں و حیراں پھر رہے ہیں۔ ہم ایک بار پھر کہتے ہیں کہ مہماتوں کا قبر کو برزخ سے جدا کرنا زری حماقت ہے اور اکابرین کی عبارت کو نہ سمجھنے کی جتن دلیل ہے۔ اسلاف کی عبارات میں قطعاً کوئی تضاد ہے نہ اختلاف، ابہام ہے اور نہ التباس۔ واضح عبارات ہیں۔ واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم۔

فقہ اکبر امام صاحب کی تصنیف ہے:

صاحب مکائد نے اپنی کتاب المسلك المنصور میں لکھا تھا کہ فقہ اکبر کی نسبت امام صاحب کی طرف غلط ہے۔ اس کا مدلل جواب ہم نے تعویذ المسلمین میں دیدیا۔ اور امام اہل سنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر مدظلہم کی تحقیق انیق پیش کرتے ہوئے لکھا تھا کہ ہمیں حضرت شیخ کی تحقیق پر بھرپور اعتماد ہے۔ صاحب مکائد نے سر کے بالوں سے پاؤں کے ناخنوں تک پوری قوت صرف کی ہے مگر تحقیقی جواب ایک بھی پیش نہ کر سکے۔ اور اپنی تائید میں علامہ انور شاہ کشمیری، علامہ شبلی نعمانی اور علامہ عبدالعزیز پراہروی کو پیش کرتے ہیں کہ یہ حضرات بھی فقہ اکبر کی نسبت امام صاحب کی طرف غلط سمجھتے ہیں۔ سو اس کا جواب ملاحظہ ہو "صاحب مکائد کا دعویٰ یہ ہے کہ فقہ اکبر امام صاحب کی تصنیف ہی نہیں ہے۔" جبکہ علامہ فراہروی فرماتے ہیں کہ اس کی نسبت محل نظر ہے۔ بالکل غلط قرار دینے والا محل نظر کہنے والے کو کس طرح اپنی دلیل میں پیش کر رہا ہے۔ دوسرا حوالہ فیض الباری کا دیتے ہیں۔ بھلا ہو صاحب مکائد کا کہ وہ فیض الباری کو تسلیم کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ حضرت کشمیری کی مستقل تصنیف نہیں ہے۔ یہ العرف الشہی کی طرح

اطلائی تقریر ہے۔ لہذا پورے یقین کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ علامہ کشمیری کا قول ہے۔ یہ اطلائی تقریریں ان کے شاگردوں نے ان کی وفات کے بعد شائع کی ہیں۔ اور ناقلین سے سننے یا نقل کرنے میں لغزش کا امکان ممکن ہے۔ مولانا قاضی شمس الدین صاحب نے لکھا ہے کہ ”فیض الباری میں نہ بغیر اللہ کے متعلق کچھ غلط لکھا ہے، احقر نے مولانا بدر عالم مرحوم کو جب وہ بہاولنگر میں تھے تو لکھا کہ اس کا تذکرہ کریں۔ انہوں نے وعدہ کیا مگر کرنے سکے اور آج تک وہ غلطی باقی ہے الخ (الشہاب الثاقب ص ۸۴)

خود حضرت کشمیری کے داماد مولانا احمد رضا بجنوریؒ نے ”انوار الباری شرح صحیح بخاری“ میں فیض الباری اور العرف الشذی کے بعض تسامحات کی نشاندہی بھی فرمائی ہے۔ رہ گئے علامہ شبلی نعمانیؒ جن کو صاحب مکائد اپنی تائید میں پیش کرتے ہیں۔ شبلی صاحبؒ نے الفقہ الاکبر پر بحث کرتے ہوئے آخر میں لکھا ہے: ”ہم نے اس بحث میں اپنی رائے اور قیاسات کو بہت دخل دیا ہے۔ لیکن تمام واقعات بھی لکھ دیئے ہیں۔ ناظرین کو ہم اپنی رائے کے قبول کرنے پر مجبور نہیں کرتے۔ (سیرۃ النعمان حصہ اول ص ۷۵)

اور سیرۃ النبی ﷺ میں جو علامہ شبلی نعمانیؒ کے تسامحات ہیں وہ بھی اہل علم سے کوئی ڈھکے چھپے نہیں۔ یقین نہ آئے تو حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ کی سیرۃ المصطفیٰ ﷺ پڑھ لیجئے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ حضرت کاندھلویؒ نے اس کے جواب میں لکھی ہے۔ بلکہ علامہ شبلیؒ کی بعض عبارات سے تو حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ بھی مطمئن نہ تھے۔ چنانچہ فرماتے ہیں ”میرے سامنے یہ کتاب (سیرۃ النبی ﷺ) لائی گئی۔ کاغذ اس کا نہایت عمدہ اور قیمتی، خط نہایت نفیس و پر رونق، ظاہر تو اس کا ایسا اور اندر اس میں یہ خرافات بھری ہیں کہ نوحؑ میں ترجم نہ تھا۔ عیسیٰؑ میں سیاست نہ تھی۔ کس قدر بے ادبی کی انبیاء کی شان میں۔ (اشرف الجواب حصہ دوم ص ۱۶۳)

ہمارا مطالبہ:

حضرت ملا علی القاریؒ فقہ حنفی کے مایہ ناز وکیل ہیں اور چوٹی کے عالم ہیں۔ انہوں نے فقہ اکبر کی شرح لکھی ہے۔ ہمارا مطالبہ یہ ہے کہ ملا علی القاریؒ کے پایہ کا کوئی ایسا عالم پیش کیا جائے جو فقہ اکبر کو امام صاحبؒ کی تصنیف نہیں مانتا۔ جو نام صاحب مکائد نے دیئے ہیں وہ یقینی طور پر نہیں کہتے کہ یہ امام صاحبؒ کی تصنیف نہیں ہے۔

مَا تَا عَلٰی الْكُفْرِ كِي وَصَاحَت:

جاہل صاحب مکائد نے اپنی طرف سے جو بڑا تیر چلایا ہے وہ یہ ہے کہ اگر آپ کو فقہ اکبر پر یقین ہے کہ واقعی یہ امام ابو حنیفہؒ کی کتاب ہے تو براہ کرم فقہ اکبر کا یہ مسئلہ جو نبی اکرم ﷺ کے والدین کے متعلق ذکر کیا گیا ہے ایک دفعہ اپنے اسٹیج کی زینت بنا کر دکھائیں۔ الخ (افتح لمبین ص ۱۰۵)

الجبور بنائبر التورب:

فقہ اکبر کے بعض نسخوں میں یہ عبارت ہے۔

”وَوَالِدَا رَسُولِ اللَّهِ ﷺ مَا تَا عَلٰی الْكُفْرِ“

(نوٹ! مصرعے طبع ہونے والے نسخہ میں یہ عبارت نہیں ہے)۔ اس کا مطلب صرف اتنا ہے کہ ”فی دور الکفر“ یعنی آنحضرت ﷺ کے والدین کریمین کفر کے زمانہ میں فوت ہوئے نہ کہ کفر کی حالت میں۔ ممانی لوگ چونکہ اسٹیج پر اشتعال انگیز باتیں کر کے فتنہ و فساد برپا کرنے کا چسکا رکھتے ہیں اس لئے ہمیں مشورہ دیا جا رہا ہے کہ یہ مسئلہ اسٹیج پر بیان کرو۔ اس جاہل کو اتنا علم نہیں کہ ”كَلِّمُوا النَّاسَ عَلَى قَدْرِ عَقُولِهِمْ“ ”لوگوں سے ان کی عقلوں کے مطابق گفتگو کرنی چاہیے۔ قابل تشریح باتوں کو بلا ضرورت عوام الناس میں

بیان کرنا فتنے سے خالی نہیں ہوتا۔ لیکن فتنہ پرور لوگوں کو اس سے کیا غرض؟ جن کا مقصد اور جماعتی دستور ہی شرارت و سرکشی اور بد معاشی و بغاوت ہو وہ حکمت و مصلحت کیا جانیں؟۔

یہ اعتراض شیعہوں کی جانب سے آیا:

فقہ اکبر کی جس عبارت پر صاحب مکائد نے اعتراض اٹھایا ہے۔ دراصل یہ اہل تشیع کی قے ہے۔ جس کو مہاتویوں نے چاٹا ہے۔ چنانچہ لاہور کا ایک دریدہ دہن شیعہ مصنف غلام حسین نجفی آنجمانی نے اپنی کتاب ”حقیقت فقہ حنفیہ“ میں لکھا ہے ”یہ فتویٰ نعمان کا علی فقہ اکبر میں ہے کہ ”والد ارسل اللہ ﷺ مانا علی الکفر“ کہ نبی اکرم ﷺ کے والدین (معاذ اللہ) کفر کی حالت میں مرے ہیں۔ پس ہم ایسے بے ادب امام کی فقہ نہیں مانتے۔ بخ (حقیقت فقہ حنفیہ ص ۱۹)

”ما“ نافیہ کاتب سے چھوٹ گئی:

علامہ زاہد الکوثری ”مصری مشہور عالم ہیں۔ آپ نے احناف کی ترجمانی میں کئی ایک کتب تصنیف کی ہیں۔ حتیٰ کہ خطیب بغدادی کے جواب میں ”تانیب الخطیب“ لکھ کر امام ابوحنیفہؒ کی خوب خوب وکالت کی ہے۔ فجزاہم اللہ احسن الجزاء۔ آپ نے لکھا ہے کہ اصل عبارت یوں تھی ”ما مانا علی الکفر“ یعنی ابوین کریمین کفر پر فوت نہیں ہوئے۔ اور وہ فرماتے ہیں کہ میں نے فقہ اکبر کے دو نسخے خود ملاحظہ کئے جن میں اصل عبارت موجود تھی۔ مگر بعض نسخوں میں کاتب کی غلطی سے ”ما“ رہ گیا جو کہ نافیہ تھا اور بات کچھ کی کچھ بن گئی۔ نیز مولانا عبد الشکور ترمذیؒ نے قصور موادی غلام دستگیر صاحب کا ذاتی کتب خانہ دیکھا تھا اس میں موجود فقہ اکبر کے ایک قلمی نسخہ میں اس عبارت کے حاشیہ پر مولوی غلام دستگیر صاحب نے بھی یہی لکھا ہے کہ ”ما“ کاتب سے رہ گیا ہے۔ اور بعد میں جب ترمذی صاحب نے علامہ کوثریؒ کی تالیف دیکھی تو ان کی بات صحیح ثابت ہوئی۔ (حیات ترمذی ص ۳۵۹)

علامہ قزہاروی کا ارشاد:

علامہ عبدالعزیز قزہاروی اپنے منظوم فارسی کلام میں فرماتے ہیں۔

اہل اسلام آہ آباء نبی ﷺ گرچہ منکرے سے شود ہر مدعی
والدینش ہر دو مردین غلیل قصہ احیاء ضعیف است و غلیل

(ایمان کامل فارسی ص ۲، از علامہ قزہاروی)

اب جس اعتراض کو لے کر شیعوں نے فقہ اکبر کو نشانہ بنایا وہی بحکندہ صاحب مکائد کو بھی مل گیا۔ بہر حال یہ اپنا اپنا تعلق اور رشتہ ہوتا ہے۔ وضاحت ہم نے پہلے کر دی ہے کہ مراد ”فی دور الکفر“ ہے۔

مسئلہ سماع موقی اور سیدہ عائشہ صدیقہ:

صاحب مکائد اپنی علمی دھماک بٹھاتے ہوئے لکھتے ہیں ”صاحب شرور جمیل“
”مَا أَتَى بِمُسْمِعٍ مِّنْ فِي الْقُبُورِ“ اور ”أَنْتَ لَا تَسْمِعُ الْمَوْتَى“ پر دلیل پکڑنے کو
معتزلہ کی دلیل قرار دیتا ہے۔ گویا صاحب شرور جمیل کے نزدیک ان دو آیتوں سے عدم سماع
موقی پر استدلال کرنا اعتزال ہے حالانکہ سب سے پہلے انہی دو آیتوں کو نوردوں کے نہ سننے
پر حضرت عائشہ صدیقہؓ نے دلیل قرار دیا ہے۔ الخ (الفتح المبین ص ۳۰)

(الجواب بنصرہ البواب):

أَنْتَ لَا تَسْمِعُ الْمَوْتَى وغیرہ آیات سے جو سیدہ عائشہ صدیقہؓ نفی سماع موقی
ثابت کرتی ہیں یہ ان کا تفسر ہے۔ اور حضرت عائشہ صدیقہؓ چونکہ مجتہدہ تھیں اور مجتہدہ سے خطا
بھی ہو جائے تو اسے ایک اجر ملتا ہے۔ لہذا ان پر کوئی زد نہیں پڑتی۔ ہم جمہور کی اتباع
کرتے ہیں۔ کیونکہ اس مسئلہ میں جمہور کی رائے اہل صلیب سے مختلف ہے۔ وقد خالعهما

الجمهور فی دالت (فتح الباری جلد ۳ ص ۳۷۷ حافظ ابن حجر، عمدۃ القاری جلد ۸ ص ۲۰۲ علامہ محیی خزان السنن جلد ۱ ص ۵۲۰، شیخ صفدر علیہ ظلہ) جو لوگ جمہور صحابہؓ اور اجماع امت کو چھوڑ کر اور خصوصاً دیوبندیت کے دعویدار علماء دیوبند کو چھوڑ کر جو عقیدہ اپنائے ہوئے ہیں اور اماں عائشہ صدیقہؓ کا بار بار حوالہ دیتے ہیں کیا وہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کے دیگر تفردات اور مسلک کے قائل ہیں۔

۱: مثلاً بخاری جلد اول ص ۹۶ پر ہے ”وَكَانَتْ عَائِشَةُ يَوْمَئِذٍهَا عَبْدُهَا ذَكْوَانٌ مِّنَ الْمُصْحَفِ“ یعنی حضرت عائشہؓ کی امامت ان کا غلام ذکوان قرآن پاک اٹھا کر کیا کرتا تھا۔ حالانکہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک یہ کاروائی عمل کثیر ہونے کی وجہ سے مفید صلوٰۃ ہے کیا مماتی خود کو حنفی نہیں کہتے؟ اگر کہتے ہیں تو سیدہؓ کے اس مسلک کا سہارا لے کر کیا وہ فقہ حنفی سے فکرا نہیں گئے؟

ہامش بخاری میں ہے ”قَالَ الْيَعْنِي الْقِرَاءَةَ مِنَ الْمُصْحَفِ فِي الصَّلَاةِ مَبْسُودَةً عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ لَا نَهْ عَمَلٌ كَثِيرٌ“ بخاری جلد ۱ ص ۹۶ حاشیہ نمبر ۴)

۲: حضرت عائشہؓ سفر میں چار رکعت والے فرائض میں اتمام کرتی تھیں، قصر نہ کرتی تھیں۔ (نووی شرح مسلم جلد ۱ ص ۲۴۱)

۳: سیدہ عائشہؓ خمس رضعات میں حرمت رضاعت کی قائل نہ تھیں۔ (بحوالہ خزان السنن ج ۱ ص ۵۲۰)

وکیل اجتہاد مولانا عبدالحی لکھنویؒ کا ارشاد:

شرح وقایہ ہر مدرسے میں پڑھائی جاتی ہے۔ جس کا حاشیہ مولانا عبدالحی لکھنویؒ نے لکھا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔ ”اِنَّكَ لَا تَسْمَعُ الْمُؤَنَّىٰ فِيْهِ نَفْيُ الْاِسْمَاعِ؟ السَّمَا . . . حَسْبِ حِيْحَةِ اِنْ الْمَرَادُ بِالْمُؤَنَّىٰ هُنَاكَ مُؤَنَّى الْقُلُوبِ وَهُمْ الْكُفَّارُ لَا

الاموات العرفیہ۔“ (حاشیہ شرح وقایہ ج ۲ ص ۲۵۴)

آیت ”اَنْتَ لَا تَسْمَعُ الْمَوْتِ“ اسماع کی نفی کر رہی ہے نہ سماع کی کیونکہ اس سے مراد مردہ قلوب ہیں جو کفار کے ہیں، نہ کہ عرفی اموات مراد ہے۔
مزید لکھتے ہیں

وَبِالْجُمْلَةِ لَمْ يَذُلْ دَلِيلٌ قَوِيٌّ عَلَى نَفْيِ سَمَاعِ الْمَيِّتِ وَادْرَاكِهٖ وَفَهْمِهٖ وَتَامُلِهٖ لَا مِّنَ الْكِتَابِ وَلَا مِّنَ السُّنَنِ الصَّحِيحَةِ الصَّرِيحَةِ ذَالَّةٌ عَلَى بُرْهَانِهَا لَهُ وَالْحَقُّ فِيْ هَذَا الْمَقَامِ اَنَّ هَذَا كُلُّهُ مِنْ تَقْرِيرَاتِ الْمَشَائِخِ وَتَوْجِيهَاتِ يَهُمُّ وَتَكْلُفَاتِ يَهُمُّ وَلَا عِبْرَةَ بِهَا حِيْنَ مَخَالَفَتِهَا لِأَحَادِيثِ الصَّحِيحَةِ وَأَثَارِ الصَّحَابَةِ الصَّرِيحَةِ فَخ (جلد ثانی ص ۲۵۴ حاشیہ شرح وقایہ)

ترجمہ: حاصل کلام یہ ہے کہ کوئی دلیل قوی نفی سماع میت پر یا نفی ادراک میت یا نفی فہم میت پر یا میت کے متاثر نہ ہونے پر قرآن سے ثابت ہے اور نہ حدیث نبوی سے۔ بلکہ احادیث صحیحہ تو سماع موتی کے ثبوت پر دال ہیں۔ اور حق یہ ہے کہ عدم سماع کی تمام تقریریں مشائخ کی ہیں۔ انہی کی توجیہات اور ان کے تکلفات بارودہ ہیں۔ ان تقریرات کا کوئی اعتبار نہ ہوگا جب وہ صحیح احادیث اور آثار صحابہؓ کے خلاف ہوں۔

اب صاحب مکائد ہم پر گرجنے پر سننے کی بجائے یا ہمارے فوت شدہ اکابرین رحمہم اللہ پر زبان درازی کرنے کی بجائے ٹھنڈے دل سے سوچیں کہ کیا علامہ لکھنویؒ کا اس ضمن میں ارشاد قول فیصل کی حیثیت نہیں رکھتا؟

قارئین کرام!

یہ قول کسی عام درجے کے عالم دین کا نہیں۔ برصغیر کے اس عظیم حنفی عالم دین کی تحقیق ہے جنہوں نے کئی برس تحقیق و کاوش کی سنگلاخ زمینوں اور خاردار وادیوں میں گزارے۔ جنہوں نے اپنے علم و فضل اور زہد و تقویٰ سے عالم انسانیت میں تحیر انگیز اور عظیم

انظیر انقلاب برپا کر دیا۔

علامہ سیوطیؒ سے مفتی محمد شفیع صاحبؒ تک:

شیخ جلال الدین سیوطیؒ فرماتے ہیں

سماع موتی کلام الخلق معتقد

جاءت به عندنا آثار فی الكتب

ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ مردے مخلوق کی باتیں سنتے ہیں اس عقیدہ کی حقانیت ثابت کرنے کے

لئے ہمارے پاس کتابوں میں لکھے آثار موجود ہیں۔ (الحاوی للفتاویٰ ج ۲ ص ۱۷۴)

اور یہ شعر فیض الباری میں بھی موجود ہے نیز مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ فرماتے ہیں۔

قال شیخنا انور المشائخ فی مشکلات القرآن نظماً

سماع موتی کلام الخلق قاطبة

قد صح فیہ لنا الآثار فی الكتب

ہمارے شیخ علامہ انور شاہ کشمیریؒ مشکلات القرآن میں ایک نظم پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں

”مردوں کا مخلوق کی باتوں کو سنا صحیح احادیث سے ثابت ہے جو کتابوں میں لکھی ہوئی ہیں۔

قاضی بیضاویؒ کا ارشاد:

وانما شبهوا بالمرئى لعدم انتفاعهم بسماع ما يتلى عليهم كما

شبهوا بالصم فی قوله ولا تسمع الصم الدعاء اذا ولو مدبرین فان اسماعهم

فی هذه الحال ابعد (بیضاوی ج ۲ ص ۱۸۴)

ترجمہ: اور کفار کو تشبیہ مردوں کے ساتھ صرف عدم نفع میں ہے کہ جو آیات قرآنیہ ان پر

پڑھی جاتی ہیں سننے کے باوجود نفع نہیں اٹھاتے جیسا کہ ان کافروں کو بہروں کے ساتھ تشبیہ

بھی عدم نفع میں ہے کیونکہ پیٹھ پھیرنے کی حالت میں انکو سنا بہت دور کی بات ہے۔

حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں:

(انك لا تسمع الموتى) ای تسمعہم شیئا ینفعہم وكذلك هؤلاء

علی قلوبہم عشاوۃ وفی اذانہم و قر الکفر (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۳۷۴)

ترجمہ: یعنی آپ ﷺ مردوں کو کوئی چیز ایسی نہیں سنا سکتے جو ان کو نفع دے اسی طرح یہ کافر بھی ہیں کہ ان کے دلوں پر پردے ہیں اور کانوں پر کفر کا بوجھ ہے۔

علامہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ کا ارشاد:

انك لا تسمع الموتى فقالوا معنا ما لا تسمع سماعاً ینفعہم

(فتح الباری ج ۳ ص ۳۰۰)

ترجمہ: آیت (انك لا تسمع) کے متعلق علماء کرام نے کہا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ تو ان کو اس طرح نہیں سنا سکتا جس سے ان کو نفع ہو۔

اس آیت کے تحت مندرجہ ذیل علماء و مفسرین نے بھی یہی لکھا ہے کہ کفار کو مردوں سے تشبیہ عدم انتفاع میں دی گئی ہے۔ نہ کہ عدم سماع میں۔

۱: فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۴ ص ۲۹۸

۲: علامہ شیخ محمد بن الدین تفسیر جامع البیان ص ۳۳۲

۳: مرقات، ملا علی قاریؒ ج ۸ ص ۱۱

۴: علامہ بدر الدین بعلیؒ، مختصر الفتاویٰ ص ۱۸۹

۵: علامہ داؤد حنفیؒ بغدادیؒ، المنحة الوہیبہ ص ۸

۶: علامہ ابن جریر طبریؒ، تہذیب الآثار ج ۱ ص ۳۶۱

۷: علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ، تفسیر مظہری جلد ۷ ص ۱۳۰

۸: حکیم الامت حضرت تھانویؒ، تفسیر بیان القرآن ج ۸ ص ۹۸

نیز مولانا وحید الزمان خان صاحب نے بھی لکھا ہے ”انک لا تسمع الموتی“ تو مرویوں (یعنی کافروں کو) اسلام قبول نہیں کرا سکتا۔ اس آیت سے سماع موتی کی نفی نہیں نکلتی جیسے حضرت عائشہؓ نے خیال کیا الخ (لغات الحدیث ج ۳ ص ۱۶۳ مادہ۔ سم)

اور تو اور مرزا بشیر الدین قادریانی نے بھی لکھا ہے ”انک لا تسمع الموتی“ تو مردوں کو نہیں سنا سکتا۔ مراد یہ ہے کہ تو جاہلوں سے بات نہیں منوا سکتا۔

(تفسیر کبیر جلد ۱ ص ۲۶۵)

حافظ ابن حجرؒ نے اس قول سے بھی حضرت عائشہؓ کا رجوع ثابت کیا ہے۔

ملاحظہ ہو۔ (فتح الباری جلد ۷ ص ۳۸۶)

مماتی ذریت کو چیلنج ہے کہ دنیا کے کسی ایک مفسر کا حوالہ لاؤ جس نے اس آیت کو عدم سماع پر بطور دلیل لیا ہو۔ اگر پیش نہیں کر سکتے تو جھوٹ بول کر اکابرین پر بہتان بازی کر کے اور قرآن و سنت میں تحریف کر کے اپنی عاقبت برباد نہ کرو۔

علامہ سندھیؒ کا ارشاد:

سنن نسائی پر علامہ سندھیؒ نے حاشیہ لکھا ہے، چنانچہ رقمطراز ہیں۔

وایضاً الآیۃ فی الکفرۃ والمراد انک لا تجعلهم متفعین بما یسمعون
مست کما الموتی والحديث لا یخالفه ولا ینتقض الانتفاع للمیت وبالحملة
فالحديث صحیح وقد جاء بطریق فتح خطبته غیر متحجۃ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(حاشیہ سنن نسائی جلد اول ص ۲۹۳)

ترجمہ: اور آیت قرآنیہ کفار کے بارے میں ہے اور مراد اس سے یہ ہے کہ اے نبی کرم ﷺ آپ ان کفار کو اس بات سے جو آپ سے سنتے ہیں، نفع اٹھانے والا نہیں بنا سکتے مردوں کی طرح۔ اور حدیث قرآن مجید کے خلاف نہیں ہے کیونکہ مردوں کے لئے نفع

ثابت نہیں ہے۔ خلاصہ یہ کہ حدیث ابن عمرؓ بالکل صحیح ہے اور دیگر اصحابؓ سے بھی مروی ہے۔ پس اماں عائشہؓ کا ان کو غلط کہنا کسی طور ٹھیک نہیں ہے۔

مماقی تابوت میں آخری کیل:

صاحب مکائد اب ذرا ہوش کے ساتھ مندرجہ ذیل حوالہ پڑھیں۔ آپ کے بزرگ مولانا قاضی شمس الدین صاحب لکھتے ہیں۔ انک لا نسمع الموتی ای الکفار موتی القلوب (انوار التبیان ص ۳۹۹)
اس آیت سے مراد کافر ہیں جن کے دل مردہ ہیں۔

لوحی۔ قاضی صاحب حضرت عائشہؓ کے خلاف میدان میں اتر آئے۔ پاکستان کا کوئی مماتی مولوی ان آیات سے عدم سماع ثابت نہیں کر سکتا۔ دھونس دھا دلی، دغا بازی، فریب کاری اور رنگ برنگی گالیاں تو شاید ان کو درٹے میں ملی ہیں۔ باقی دلائل کی دنیا میں آکر کوئی مماتی سامنا کر سکے یہ آج تک کبھی ہوا ہے نہ قیامت تک ہوگا انشاء اللہ۔

صاحب مکائد کی بدترین جہالت:

مولوی خضر حیات صاحب اپنے مجموعہ مکائد میں لکھتے ہیں۔

علماء کی اصطلاح میں مسائل ضروریہ سے مراد وہ ضروریات دین ہیں جن کا منکرو مؤول دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے اور جن مسائل سے جہالت بھی عذر نہیں ہو سکتی۔ ہر خاص و عام کے لئے ان کا جاننا اور ماننا ضروری ہے۔ جبکہ عذاب و ثواب قبر کی کیفیت اور حیات برزخیہ کی تفصیل ہر گزان مسائل ضروریہ سے نہیں ہے۔ (الفتح المبین ص ۳۲)

تعارض:

صاحب مکائد اسی صفحہ پر لکھتے ہیں ”صاحب شرور اینڈ کمپنی کا عقیدہ قرآن و سنت

کے خلاف ہے۔ (ص ۳۲)

سبحان اللہ! نادان ہمتی کی حالت دیکھیے کہ ایک ہی صفحہ کی ابتداء میں کہتا ہے ”یہ مسئلہ ضرور یہ نہیں ہے“ اور اسی صفحہ پر لکھ دیا ”صاحب شرور کا عقیدہ قرآن کے خلاف ہے۔“ جناب محقق صاحب جو عقیدہ قرآن کے خلاف ہے تو پھر وہ غیر ضروری کیسے بن گیا؟ اور اگر یہ مسئلہ بقول تمہارے غیر ضروری ہے تو شاہ جی ساری زندگی قائلین سماع کو ابو جہل کا ٹبر (خاندان) کیوں کہتے رہے؟ مولوی خضر حیات صاحب نے کسی اور کے نام سے کتاب لکھ کر چھپنے کی لاکھ کوشش کی۔ مگر چور پکڑا گیا۔ بالکل یہی بات المسئلہ المصنوع کے ص ۱۹ پر کہی گئی تھی جس کا رد ہم نے تعویذ المسلمین ص ۱۴ پر کر دیا۔ اب بالکل وہی جاہلانہ چٹکھ الفتح المبین میں فٹ کر دیا گیا۔

دراصل ”تعویذ المسلمین عن شرور المفسدین“ نے مگرین حیات النبی ﷺ میں بے چینی کی وہ فضا پیدا کر دی ہے کہ بیچاروں کو خود علم نہیں کہ ہم کیا ہا تک رہے ہیں۔ دلیل کا جواب دلیل سے ہو تو بھرم رہ جاتا ہے اگرچہ وہ دلیل کمزور ہی کیوں نہ ہو اہل علم اسکو بھی قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ مگر جہاں کتاب و سنت، اجماع صحابہؓ اور تعامل امت کے سامنے جھوٹ، فریب، دھوکہ، گالیاں، گھٹیا زبان، بھدی تحریر، احمقانہ تقریر اور تحریف و تلمیس ہو اس کی کوئی وقعت نہیں ہوتی۔ اور ممتاؤں میں یہ سب کچھ تھوک کے حساب سے موجود ہے۔ جاہل ہونا برا نہیں جہالت پر ناز کرنا قابل افسوس ہے۔ اب اس سے بڑھ کر جہالت اور کیا ہو سکتی ہے کہ ایک طرف تو مسئلے کا تعلق کتاب و سنت سے جوڑا جا رہا ہے اور دوسری طرف مسئلے کو سرے سے غیر ضروری قرار دیا جا رہا ہے۔ اور پھر تعلیمی ملاحظہ کیجئے کہ راقم الحروف کے متعلق لکھتے ہیں ”صاحب شرور نے اپنی جہالت کا خوب مظاہرہ کیا چونکہ اس جاہل مطلق کو نہ تو اصطلاحات علماء سے واقفیت ہے اور نہ ہی بنیادی و غیر بنیادی مسائل کی تمیز ہے۔“ (فتح المبین ص ۳۱)

خدا کی شان تو دیکھیے کہ کلیمہ کی گنجی

حضور بلبل بستان کرے ہے نواسخی

ہم نے سید عنایت اللہ شاہ صاحب کے متعلق لکھا تھا کہ انہوں نے حضرت نانوتوی کی کتاب آب حیات کو کشمیر کے ایک مقام پر جوتوں پر ڈال دیا تھا۔ اب چاہیے تو یہ تھا کہ صاحب مکائد کسی ٹھوس دلیل سے اسکی تردید کرتے۔ مگر چونکہ ضمیر مطمئن تھا کہ قبلہ شاہ صاحب سے ایسی حرکات کا صدور ممکن ہے۔ جواب تو کوئی بن نہ سکا۔ البتہ یوں بھڑاس نکالی۔

”صاحب شرور جیسے مادر پدر آزاد اپنے سینے کی آگ کو ٹھنڈا کرنے کے لئے اولیاء اللہ پر تبرا کر کے اور جھوٹ بول کر وہابیاتی جاہلوں سے کرایہ وصول کرنے کے چکر میں طوق لعنت گلے میں لٹکائے پھرتے ہیں۔“ (ص ۳۲)

ایر باب انصاف! یہ ہے مماتی محقق کا جواب!

صاحب مکائد۔ ہم آپ کو مادر پدر آزاد نہیں کہتے۔ نہ ہی طوق لعنت آپ کے گلے میں ڈالتے ہیں۔ لیکن حضور یہ تو بتلائیے اولیاء ہوتے کون ہیں؟ کیونکہ جو کچھ ہم نے سن رکھا ہے وہ اولیاء کے شایان شان بالکل نہیں۔ اور سنی سنائی باتوں کی تشہیر ہمارا شیوہ نہیں اور نہ ہی ہمارا اخلاق اس کی اجازت دیتا ہے۔ ہاں البتہ اتنا ضرور پوچھنے کا حق رکھتے ہیں کہ کیا حضرت نانوتویؒ ولی اللہ نہیں تھے؟ اور کل کے کل علماء امت جو قائلین حیات النبی ﷺ ہیں کیا وہ اولیاء اللہ نہیں ہیں؟ تو کیا اولیاء کی کتابوں کی جوتیوں سے تواضع کرنا اور ان کو ابو جہل کا خاندان کہنا ولایت ہے؟ ذرا سوچ کر بتلائیے گا۔

صاحب مکائد کی بوکھلاہٹ:

”تعویذ المسلمین من شرور المفسدین“ ص ۱۵ پر ہم نے چند ایک علمائے دیوبند اور ان کی رد بدعات پر لکھی جانے والی کتب کا ذکر کرتے ہوئے دعویٰ کیا تھا کہ یہ سب کے سب علماء حیات النبی ﷺ کے قائل تھے۔ ہماری اس بات نے صاحب مکائد کے پیٹ میں کافی مروڑ پیدا کیا۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں ”صاحب شرور کا رئیس المناظرین ابن شیر خدا

حضرت علامہ سید مرتضیٰ حسن چاند پوریؒ مجاہد اہل سنت علامہ عبدالشکور لکھنویؒ مولانا مدافنی
 بنوہ۔ حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ وغیرہ اکابرین علماء کو اپنے کھاتے میں ڈالنا ایسے ہی
 ہے جیسے رضا خانی تمام اولیاء اللہ کو اپنا سمجھے بیٹھے ہیں۔ جس طرح رضا خانیوں نے مزارات
 اولیاء کو تجارت بنا کر اپنی نسبت اولیاء اللہ سے جوڑنے کا اہتمام فرمایا ہے بعینہ اسی طرح
 صاحب شرور جیسے غالیوں نے اکابرین علماء کے ناموں پر چندے وصول کرنے اور اپنی
 دکانیں چمکانے کیلئے ناجائز قبضہ جمانے کی سعی نامشکور فرمائی ہے۔ الخ (فتح المبین ص ۳۵)

الجبور واللہ الموفق للعدل والرشاد :

ہم نے جن علماء کا تذکرہ کیا اگر صاحب مکائد ہماری پوری بحث نقل
 کرتے تو سمجھنے میں کوئی دقت نہ ہوتی۔ ابن شیر خدا مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوریؒ نے
 مسئلہ حیات النبی ﷺ پر رسالہ ”دفع العجاج“ تحریر فرمایا ہے۔ امام اہل سنت حضرت لکھنویؒ
 نے لکھا ہے ”ہمارے رسول اکرم ﷺ زندہ ہیں اور اپنی قبر اقدس و اطہر میں موجود ہیں“
 (تفسیر آیات خلافت ص ۲۷) نیز لکھتے ہیں ”ہمارے نبی کریم ﷺ بھی اپنی قبر اقدس و انور
 میں موجود ہیں اور ایسی زندگی کے ساتھ کہ اس عالم کی کروڑوں زندگیاں اس پر قربان ہیں۔
 (تفسیر آیات امامت ص ۶) اور مولانا عبدالغنی پٹیلوٹیؒ نے ”الجنة“ لکھی۔ یہ ایک بدعتی کی
 کتاب ”التحقیقات لدفع التحریفات“ کا جواب ہے جو المہند کے خلاف لکھی گئی تھی چنانچہ
 جواب میں مولانا پٹیلوٹیؒ نے ”الجنة اہل السنة“ لکھی اور اس میں مسئلہ حیات کے اثبات
 میں دلائل رقم فرمائے۔ ایک جگہ لکھتے ہیں ”محدث کنگوہیؒ نے زبدۃ الناسک میں اور علامہ
 نانوتویؒ نے مستقل رسالہ آب حیات میں اور شیخ الہندؒ نے حاشیہ ابوداؤد میں اور مولانا
 سہارنپوریؒ نے شرح ابوداؤد میں اور تھانویؒ نے نشر الطیب میں بھی حضور ﷺ کی جسمی حقیقی
 حیات کو مدلل ثابت فرمایا ہے۔ (الجنة لاهل السنة ص ۶۷ بحوالہ ضرب المہند ص ۱۳۲)

چوتھے نمبر کے بزرگ مولانا محمد منظور نعمانیؒ ہیں جن پر ناجائز قبضہ کرنے کا ہمیں صاحب مکاند نے طعنہ دیا ہے۔ مولانا نعمانیؒ نے ماہ نامہ الفرقان لکھنؤ بابت ربیع الآخر ۱۳۷۸ھ میں ایک مضمون بعنوان ”مسئلہ حیات النبی ﷺ“ لکھا اور اس میں بدلائل ثابت فرمایا ہے کہ آنحضرت ﷺ کو بعد از وفات روضہ اطہر میں: سانی حیات حاصل ہے۔ نیز آپؐ کا دوسرا مضمون ”مسئلہ حیات النبی ﷺ کے متعلق ایک غلط فہمی کا ازالہ“ ماہ نامہ ”الحفیہ“ لاہور میں شائع ہوا تھا ملاحظہ ہو ”ماہ نامہ الحفیہ بابت فروری ۱۹۶۰ء، ٹمپل روڈ لاہور“

قارئین کرام!

مماتوں کا عقیدہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کا جسم اطہر محفوظ ہے مگر اس میں روح نہیں۔ بے حس و حرکت ہے۔ آپ ﷺ وہاں پڑھے جانے والے صلوٰۃ و سلام کو سماعت نہیں فرماتے۔ اور بقول شاہ صاحب کے ایسا نہ ماننے والے ابو جہل کا خاندان ہیں، لوئر کلاس مشرک ہیں، بدعتی ہیں وغیرہ وغیرہ۔ اب صاحب مکاند: کہ مذکورہ بالا سب تمہارے ہیں یا ہمارے۔ اللہ کے فضل سے ہم شخصیات کو باوجہ کھاتے میں نہیں ڈالتے۔ ہمارے ہاں ایک معیار ہے اگر محض شخصیت پرستی ہوتی تو عین غین کبھی عضو معطل کی طرح الگ نہ کر دیئے جاتے۔

بزرگوں پر ناجائز قبضہ کرنے والے کون ہیں؟:

اب ہم مندرجہ ذیل ایک حوالہ کی مدد سے ثابت کریں گے کہ بزرگوں کو ناجائز اپنے کھاتے میں ڈالنے والا کون ہے۔ ایک خط کا مضمون ملاحظہ ہو۔

پیر و مرشد جناب حضرت اقدس مولانا (عبد القادر) راپوری مدظلہم

بعد آداب و سلام کے عرض ہے کہ اس علاقہ میں افواہ پھیل رہی ہے کہ حضرت اقدس مدظلہ مولوی غلام اللہ خان اور سید عنایت اللہ شاہ صاحب کے ہم عقیدہ ہو گئے ہیں۔ جیسا کہ

رسالہ تعلیم القرآن راولپنڈی میں مولوی غلام اللہ خان صاحب نے بھی اعلان کر دیا ہے۔
چنانچہ اسکی تحقیق کے لئے میں حضرت مولانا محمد صاحب لاسکپوری کی خدمت میں گیا وہ لاہور
تشریف لے گئے تھے۔ حضرت ہم خدام بہت پریشان ہیں کیا یہ صحیح ہے؟ والسلام مع الاکرام
احقر صابر علی معرف بنو جنسین واج کمپنی

لاسکپور ۱۹۵۸/۱۰/۳

حضرت رائے پوریؒ کا جواب:

از احقر عبدالقادر۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تمہارا خط ملا، کیفیت معلوم ہوئی۔ یہ بات جو تم نے لکھی ہے غلط ہے احقر دیوبندی حضرات
کے ساتھ اور انہی کا ہم عقیدہ ہے اور حضرت مولانا محمد صاحب کے ساتھ ہے۔ جو وہ ہیں
وہی احقر ہے۔

والسلام

عبدالقادر۔ ۱۵ اکتوبر ۱۹۵۸ء۔ پیرس روڈ لاہور۔

(بحوالہ ماہ نامہ دارالعلوم دیوبند اٹھ یاد کبر ۱۹۵۸ء)

جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے:

صاحب مکائد بار بار یہ مکتوب پڑھیں۔ اور اپنے کرتوتوں پر ایک نظر ڈالیں۔
ہمیں طعنہ دیا کہ آپ بزرگوں کو ناجائز اپنے کھاتے میں ڈالتے ہیں۔ ہم نے اس الزام کا
مدلل جواب دے کر اور حضرت رائے پوریؒ کا مکتوب پیش کر کے ثابت کر دیا کہ اصلی مجرم
کون ہے؟

چلی تھی ہر جہی کسی پہ کسی کے آن لگی۔

اب حقیقت بالکل کھل کر سامنے آگئی کہ رضا خانی اور غلام خانی ایک جیسی عادات رکھتے ہیں۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

شیخ صفدر کو خراج تحسین:

صاحب مکائد مولوی خضر صاحب لکھتے ہیں۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر، علامہ دوست محمد قریشی، حضرت مولانا نور الحسن شاہ بخاریؒ نے جو توفیق و سنت پر کتابیں لکھیں ہم ان کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں (ص ۳۵)

(الجبور لب الکبیر بعون اللہ العظیم):

لیکن شیخ صفدر مدظلہ نے جو تسکین الصدور، سماع موتی اور اشہاب المؤمنین لکھی اور شاہ صاحبؒ نے جو حیات الاموات لکھی وہ آپ کو ہضم کیوں نہیں ہو رہی ہیں۔ تعجب ہے ایک طرف تو اتنا اعتماد کہ خدائے توحید پر ان کو خراج تحسین پیش کیا جا رہا ہے اور دوسری طرف اتنی بدتہذیبی کہ تسکین الصدور کا نام پڑھ کر اول فول بکنے لگتے ہیں۔ آپ کی کتاب الفتح المؤمنین اور دیگر کتب پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ مہمتیوں کے ہاں تہذیب و اخلاقیات کو کس طرح کند پھری سے ذبح کیا جاتا ہے۔ بزرگوں سے جو سلوک آپ کر رہے ہیں اس پر تو حیوانیت بھی منہ چھپا لیتی ہے۔ صاحب مکائد نے بالکل ابو جہل والی بات کہی کہ رسول اللہ ﷺ صادق بھی ہیں، امین بھی ہیں، مگر ان کا دعوائے نبوت غلط ہے (معاذ اللہ)

اور مہمتی بھی کہتے ہیں شیخ صفدر مدظلہ اور دیگر حضرات موحّد بھی ہیں، سنت کے شیدائی بھی ہیں مگر حیات النبی ﷺ کے مسئلہ پر یہ سارے کے سارے غلطی پر السطی ہو گئے (استغفر اللہ العظیم)

صاحب مکائد نے ہمیں یہ بھی طعنہ دیا کہ اگر آپ حب صفدری میں بچے ہیں تو حضرت شیخ صفدر کے بیان کردہ اصولوں کو تسلیم کیوں نہیں کرتے؟۔ اور یہ کہ ہمارا حب صفدری کانعرہ ایسا ہے جیسا روافض حب علی کانعرہ لگاتے ہیں۔ اچھا۔ اچھا صاحب غصہ تھوک دیجیئے۔

آپ خود نیلوی و عنایتی قانون پس پشت ڈال چکے ہیں۔ مولانا حسین علیؒ کا عقیدہ آپ مسترد کر چکے ہیں۔ مولانا ماسٹر غلام اللہ خانؒ (سابق ٹیچر اسلامیہ ہائی سکول پنڈی) سے بھی آپ کو عداوت ہے اور الزام ہمیں دیتے ہو کہ ہم اپنے بڑوں کی نہیں مانتے۔

محرف کون؟

صاحب مکائد نے استاذ الحدیث مولانا منیر احمد صاحب مدظلہ کے متعلق لکھا ہے کہ انہیں تمام اکابرین کو احمق اور محرف کہنے سے ذرہ برابر شرم نہیں آئی (ص ۳۷)۔ مولانا مدظلہم یہ بات کب اور کہاں کہی قیامت تک ثابت نہیں کی جاسکتی۔ ہاں البتہ ہم ثابت کرتے ہیں کہ صاحب مکائد کے علامہ احمد سعید کو گجراتی گروپ نے محرف قرآن کہا ہے۔ یقین نہ آئے تو دیکھ لیجئے جس کم جہاں پاک کا بیک ٹائٹل جہاں یہ سرخی دی گئی ہے ”تفسیر یا تحریف؟ نیز کافروں اور بتوں والی آیات کو انبیاء کرامؑ پر چسپاں کرنے والوں سے بڑھ کر محرف اور کون ہوگا؟

اعتراف حقیقت:

صاحب مکائد نے راقم الحروف کے متعلق لکھا ہے کہ ”معلوم ہوتا ہے موصوف کا تعلق لاہور کے کسی مخصوص مقام سے ہے“ (ص ۳۸) جواباً عرض ہے کہ بندہ کا تعلق اللہ کے فضل و کرم سے مسجد و مدرسہ سے ہے اور اپنے اکابر سے ہے۔ ہمارے نزدیک اس سے افضل اور اخص مقام اور کیا ہو سکتا ہے؟ ہاں صاحب مکائد کی ذہنیت کے مطابق مخصوص مقام کوئی اور ہے تو یہ وہی بہتر جانتے ہیں۔ کیونکہ ”گھر کا بھیدی لٹکا ڈھاوے“ مثال مشہور

ہے۔ باقی صاحب مکائد کو مشورہ ہے کہ آپ اس پریشانی میں نہ پڑیں۔ یقیناً یہ سب پڑھ کر ارباب علم و دانش خود نتیجہ تک پہنچ جائیں گے کہ کون سا "مخصوص" مقام کا بانی ہے۔ دوسری بات نیلوی شاہ صاحب کے حوالے سے ص ۳۹ پر لکھی ہے کہ "حالانکہ سوائے حضرت نانوتوی کے تمام کا اجماع ہے کہ دفن سے پہلے آپ رحمہ اللہ کے جسد غفرہ فی اللہ واطیب میں روح مبارک واپس نہیں آئی ریح

جان من! ہم بھی تو یہی کہتے ہیں کہ دفن سے پہلے روح نہیں لوٹی بلکہ بعد از دفن۔ برزخی حیات نصیب ہوئی ہے۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ قاضی شمس الدین صاحب اور نیلوی شاہ صاحب سے لے کر صاحب مکائد تک جتنے بھی مماتی قلم کار ہیں لکھتے وقت خود انہیں علم نہیں ہوتا کہ ہم کیا لکھ رہے ہیں۔ اس لئے ان کی کتابیں پڑھنے سے بچ چلتا ہے کہ علم نام کی کوئی چیز ان میں نہیں۔ بس "چوں چوں کا مرہ ہے"۔

اور اس کی وضاحت ہم بار بار کر چکے ہیں کہ حضرت نانوتویؒ کا نفس موت میں کوئی اختلاط نہیں۔ کیفیت موت میں تفرّد ہے۔ اور خالص ذوقی و وجدانی باتوں کو جاہل اور بد تمیز کیا خاک سمجھیں گے؟

بات پھرو ہیں رہی:

ہم نے تعویذ المسلمین عن شرور المفسدین میں نیلوی صاحب کے متعلق لکھا تھا کہ وہ نبوت و رسالت فقط روح کی صفت مانتے ہیں جسم کی نہیں۔ اس پر ہم نے چند مثالیں دیں کہ اگر نبوت فقط روح کو کہا جائے تو کیا کیا خرابیاں لازم آتی ہیں۔ مؤلف الفتح المبین المعروف صاحب مکائد نے بڑا زور صرف کیا مگر وہ شاہ صاحب کی جان چھڑا سکے اور نہ ہی اپنی۔ اور بدستور ان کا سر "اوکھلی" میں ہے۔ صاحب مکائد ادھر ادھر کی ہانکنے کے بعد اپنے مجموعہ مکائد کے ص ۴۱ پر پھر کہہ بیٹھے کہ "رسالت و نبوت در اصل روح کی صفت ہے۔ نہ

جسد غصری مع الروح کی "اور موت کا روح کے ساتھ کچھ تعلق نہیں ہے۔ جناب متق صاحب پھر میت میت کی رٹ کیوں لگاتے ہو بقول آپ کے نبوت روح کی صفت ہے۔ اور روح پر تو فنا ہے نہیں۔ تو گویا آنحضرت ﷺ پر موت نہیں آئی (معاذ اللہ) باقی صاحب مکائد نے جو ندائے حق کے حوالے سے علامہ آلوسی کی روح المعانی کی عبارت لکھی ہے وہ قطعاً ان کو مفید نہیں۔ کیونکہ اس میں وصف نبوت کے لئے جسم کا انکار نہیں کیا گیا۔ بلکہ پوری عبارت میں جسم کا لفظ ہی نہیں ہے۔ اور نیلوی صاحب نے تو صاف کہا ہے کہ نبوت روح کا نام ہے، جسم کا نہیں۔ بہر حال "وہی چال بے ڈھبی جو پہلے تھی سواب بھی ہے" مؤلف بیچارے سے جواب نہ بن سکا تو ٹپٹا کر یوں اپنے "اخلاق" کا مظاہرہ کیا۔ (علامہ آلوسی کی عبارت) صاحب شرور ہیرامنڈی کی مٹھائی سمجھ کر ہڑپ کر گیا۔ مجہول النسب صاحب شرور کیا ہانک رہا ہے۔ وغیرہ (ص ۴۲)

صاحب مکائد کا ایک لایعنی اعتراض:

صاحب مکائد کو کوئی کام کی بات تو کرنی نہیں آتی۔ بس کتاب کا پیٹ بھرنے کے لئے کچھ نہ کچھ بھرتی کر ہی دیتے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں۔ "کیا فرماتے ہیں کذاب ثمن اور محرفین کھروڑ پکا درایں مسئلہ کہ آپ کا زرخید وکیل عذاب قبر میں ثمن مذاہب بیان کرتا ہے۔ جبکہ آپ حضرات کے شیخ الحدیث (یعنی مولانا سرفراز صاحب مدظلہ) صاحب آٹھ مذاہب بیان کرتے ہیں۔ اب آپ حضرات کو آپ کے چیلے سمیت کذاب اور تقیہ باز سمجھا جائے یا آپ کے شیخ الحدیث صاحب کو؟ (ص ۴۸)

(الجموعۃ بعرفہ الملک الوہاب):

صاحب مکائد جب بھی بولتے ہیں تو منہ سے غلاظت کے علاوہ کچھ نہیں نکالتے۔ کافر، مشرک، کذاب، دغا باز اور تقیہ باز سے کم درجے پر ان کا پیمانہ نہیں ٹھہرتا۔ یہ

اپنی اپنی جبلت اور عادت ہوتی ہے اور اکثر لوگ اپنی بری عادات کے ہاتھوں مجبور ہوتے ہیں۔ حضرت امام اہل سنت شیخ صفدر مدظلہم نے پوری تفصیل کے ساتھ عذاب قبر پر آٹھ مذاہب بیان کئے مثلاً بعض بالکل ہی عذاب کے قائل نہیں، بعض صرف عذاب روح کے قائل ہیں، بعض صرف عذاب جسم کے قائل ہیں وغیرہ اور آٹھویں نمبر پر لکھا ہے ”قبر میں عذاب و راحت جسم اور روح دونوں سے وابستہ ہے یہ جمہور کا مذہب ہے اور یہی حق ہے۔“

(تسکین الصدور ص ۱۰۳)

ہم نے اس پر تفصیلی کلام نہیں کیا مختصر اثنیٰ مذاہب بیان کئے اور جملہ ”بنیادی طور پر“ استعمال کیا۔ یعنی خلاصہ یہی ہے اور تیسرے نمبر پر ہم نے بھی یہی لکھا کہ ”عذاب قبر جسم اور روح دونوں کو ہوتا ہے۔ تیسرا قول ہی سب سے معتبر ہے اور یہی صحیح تر مذہب ہے۔“

(تعویذ المسلمین عن شرور المفسدین ص ۲۳، ۲۴)

صاحب مکائد سے ہمارا سوال ہے کہ مذاہب تین بیان ہوں یا آٹھ؟ مذہب اہل سنت جو ہمارے شیخ مدظلہم نے بیان کیا، کیا ہماری عبارت کا اس سے کوئی ٹکراؤ ہے؟ اعتراض تو تب ہوتا کہ حضرت شیخ مذہب اہل سنت کچھ قرار دیتے ہیں اور صاحب تعویذ المسلمین کچھ۔ جبکہ اس میں قطعاً کوئی تعارض یا اختلاف نہیں ہے۔

ارباب انصاف! فیصلہ کریں کہ کذاب اور محرف کون ہیں نیز تفتیہ بازی روافض سے کہاں منتقل ہو رہی ہے۔

ہم عرض کریں گے تو شکایت ہوگی۔

حافظ ابن تیمیہؒ وابن قیمؒ:

ہم نے تعویذ المسلمین میں علامہ ابن تیمیہ اور ان کے شاگرد خاص حافظ ابن قیمؒ کے متعلق ملا علی قاریؒ کے حوالے سے لکھا تھا کہ یہ دونوں اہل سنت والجماعت کے بزرگ

اکابر ہیں۔ اس عبارت کو پڑھ کر صاحب مکائد پھڑک اٹھے۔ چنانچہ لکھتے ہیں۔

”صاحب شرور سے گزارش ہے کہ اپنی اس بات پر قائم رہیں اور ارمداد سے بچنے کی کوشش فرمائیں۔ تو سل، شد و حال اور استشفاع میں ان اکابرین اہل سنت کا انکار کر کے اہل سنت سے بھاگ ہی نہ جائیں الخ (الفتح المبین ص ۵۳)

یہ بالکل بیجاں اعتراض ہے۔ اہل علم جانتے ہیں بعض مسائل میں ان حضرات کے تفردات بھی ہیں۔ ہم ان کے تفردات کو قبول نہیں کرتے اور نہ ہی ایسے تفردات سے یہ دونوں قابل احترام شخصیات اہل سنت سے خارج ہوتی ہیں۔ مولانا سید نور الحسن شاہ بخاری حیات النبی ﷺ کے نہ صرف قائل بلکہ اس موضوع پر کتاب کے مصنف تھے اور قائلین حیات کو آپ طرح طرح کی گالیاں دیتے ہیں۔ بایں ہمہ فیصل آباد سے شائع ہونے والی مہماتوں کی کتاب ”نفی سماع موتی“ میں شاہ صاحب کو امام اہل سنت لکھا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو (نفی سماع موتی صفحہ آخر) اب فیصل آبادی مہماتوں کو گجرات کے شاہ جی کیسے قبول کریں گے جن کے نزدیک یہ سب لوگ کلاس مشرک ہیں (العیاذ باللہ تعالیٰ)

جھوٹ اور حماقت کس کی؟

صاحب مکائد نے ”صاحب شرور کا ایک اور بڑا جھوٹ“ کے تحت لکھا ہے۔

”صاحب شرور لکھتا ہے مؤلف صاحب فرماتے ہیں کہ بدن عنصری کے ساتھ حیات کے اتصال کا مسلک رکھنے والے قرآن و سنت سے جاہل اور ناواقف ہیں۔“ ہم صاحب شرور اہوری، صاحب فتور ثامنی اور صاحب قصور کھروڑی اور ان کے حواری بزمی حضرات کو بیانگ دہل چیلنج کرتے ہیں کہ آپ کے زر خرید وکیل نے جو یہ عبارت مؤلف المسند المنصور (گویا مؤلف الفتح المبین خود کو کہہ رہے ہیں۔ سلفی) کے ذمہ لگائی ہے۔ المسند المنصور کتاب ستہ یہ الفاظ نکال دکھائیں (مکائد ص ۵۴)

الجبور لب الرضی بعوفا اللہ (القوی) :

المسلک المنصور ص ۲۲ پر یہ عبارت ہے۔

”جو لوگ عذاب و ثواب قبر اور اس کے ادراک کیلئے اعادۂ روح جسد عنصری میں یا روح کا تعلق حیات بایں معنی کہ بدن عنصری میں حیات حقیقی پیدا ہو جائے شرط قرار دیتے ہیں وہ قرآن و سنت اور مذہب اہل سنت سے جاہل و ناواقف ہیں۔“ الخ۔ ہم نے جو تعویذ المسلمین میں عبارت کا حاصل معنی دیا ہے اس میں اور مندرجہ بالا عبارت میں کیا فرق ہے؟ حیرت ہے کہ الفتح المبین کے مؤلف کو علم نہیں ہوتا کہ میں المسلمک المنصور میں کیا کھل کھلا آیا ہوں۔ بہر حال شرور، فتور اور قصور تینوں آپ کے ہیں۔ دراصل مولوی صاحب اتنے بوکھلا گئے ہیں کہ انہیں خود سمجھ نہیں آرہی میں کیا لکھ رہا ہوں۔ پاگل پن کی انتہاء دیکھیے کہ المسلمک المنصور کے حوالے سے ہماری پیش کردہ جس عبارت کو جھوٹ کہہ رہے ہیں وہی عبارت الفتح المبین میں پھر پیش کر دی۔ ملاحظہ ہوا الفتح المبین ص ۵۶، سچ ہے دروغ گور حافظہ نباشد۔

کتاب آیات بینات اور صاحب مکائد کی فضول گوئی:

ہم نے تعویذ المسلمین میں علامہ محمود آلویؒ کے فرزند نعمان آلویؒ کے رسالہ آیات بینات کے متعلق کہا تھا کہ غیر معتبر رسالہ ہے کیونکہ نعمان آلویؒ حنفی نہیں تھے اور یہ کہ رسالہ ان کی وفات کے بعد لکھا گیا۔ چنانچہ صاحب مکائد اس پر گرجتے ہوئے رقمطراز ہیں۔ معلوم نہیں کہ صاحب شرور اس مقام پر اپنے مذہب پر اعتماد کیوں نہیں کرتا۔ جب مذہب ان کا یہ ہے کہ مردے قبروں میں حیات دنیوی، حقیقی کے ساتھ زندہ ہوتے ہیں، زائر کو دیکھتے پہچانتے ہیں، سفارشیں کرتے ہیں اور ہر ایک کے کلام کو سنتے ہیں، نمازیں پڑھتے ہیں حتیٰ کہ صاحب شرور کے ایک بزرگ نے یہاں تک لکھ مارا کہ غالیوں کا ایک مردہ کفن

چور کے پیچھے بھاگتا ہوا گھر میں جا گھسا۔ اور سال کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس کو بیٹا بھی دیا۔
 عادات و خصائل سے معلوم ہوتا ہے کہ شاید صاحب شرور کا تعلق اسی نسل سے
 ہے۔ اگر صاحب شرور محسوس نہ فرمائیں تو کیا سوال کر سکتے ہیں کہ جب آپ کے نزدیک
 مردے یہ سب کام کرتے ہیں تو اگر نعمان بن آلوسیؒ نے بعد از وفات ایک رسالہ لکھ دیا تو
 آپ کے مذہب پر کونسا استحالة لازم آتا ہے۔ الخ (مکامد ص ۷۴)

الجواب:

صاحب مکامد نے لایعنی اور گھٹیا زبان و قلم سے صفحات تو سیاہ کر دیئے ہیں مگر
 جواب دینے سے قاصر ہی رہے۔ برزخ کے اندر حیات حقیقی، دنیوی اور نمازوں کا پڑھنا
 صرف خاصہ انبیاء ہے۔ اور اس کا بھی مطلب فقط اتنا ہے کہ دنیا والے جسموں میں ارواح
 ہوتی ہیں اور بطور تلذذ کے وہ نماز پڑھتے ہیں نہ کہ تکلف کے۔ عام انسانوں کو برزخ میں جو
 حیات ملتی ہے وہ فقط اتنی کہ ارواح کو راحت و عذاب ہو تو اجسام محسوس کرتے ہیں۔ اور
 شہداء کی حیات ان سے افضل ہے پھر انبیاء علیہم السلام کی حیات تو ان سب سے افضل ہے
 کیونکہ برزخ میں مختلف درجات ہیں۔ باقی مردے کا قبر سے لوٹ آنے والے واقعہ پر جو
 صاحب مکامد نے مولانا قاضی زاہد الحسینیؒ کا مذاق اڑایا ہے۔ انتہائی بھونڈی حرکت ہے۔
 کیونکہ ہم تعویذ المسلمین میں یہ وضاحت کر چکے ہیں کہ یہ واقعہ قاضی صاحبؒ نے علامہ ابن
 جوزیؒ کی کتاب ”المختصر“ سے لیا ہے۔ اب اگر گندگی بھیگنی ہی ہے تو اسلاف پر پھینکو۔ مگر
 قاضی زاہد الحسینیؒ کے نام سے مماتی ذریت اس لئے خفا ہے کہ میدان تحریر میں اس خناس
 طبقے کی تردید میں پہلی اینٹ شاید انہوں نے رکھی تھی اور رحمت کائنات لکھ کر ان کے مذمومہ
 اور تراشیدہ عقیدے کا بھانڈا بچ چورا ہے پھوڑ دیا تھا۔

کتاب ”رحمت کائنات“ پر اکابرین کا اعتماد

منکرین حیات النبیؐ اور خصوصاً صاحب مکائد مولانا قاضی زاہد الحسینیؒ کے نام سے اس لئے خائف ہیں کہ آپؐ نے فتنہ ممانیت کا تعاقب کر کے صحیح معنوں میں شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ کے شاگرد ہونیکا ثبوت دیا ہے۔ چونکہ شیخ مدنیؒ کے تلامذہ و خلفاء ہر فتنہ کے خلاف ننگی تلوار ہیں لیکن سورج پر تھوکنے سے منہ تھوکنے والے کا ہی بگڑتا ہے۔ ”رحمت کائنات“ مقبول بارگاہ نبویؐ کتاب ہے۔ چنانچہ حضرت قاضی زاہد الحسینیؒ نے لکھا ہے کہ ”نومبر ۱۹۵۷ء ایبٹ آباد اپنے مکان میں عشاء کی نماز سے قبل استراحت میں تھا کہ رسالت مآب ﷺ کی زیارت سے اللہ تعالیٰ نے مشرف فرمایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں تمہاری کتاب کو نئی ترتیب دیکر انبیاء کرام صلوات اللہ علیہم اجمعین کی مجلس میں پیش کروں گا۔ یہ ایک عظیم بشارت ہے جو صاحب کتاب کو بارگاہ رسالتؐ سے ملی اور یہ اُسی برکت کی ایک جھلک ہے کہ اس کتاب کے تقریباً چودہ ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں اور یوں حیات النبیؐ کے جلوؤں سے اہل ایمان جلاء پار ہے ہیں جو کتاب امام الانبیاء ﷺ کی نظر کیما میں مقبول ہو چکی ہے۔ وہ انبیاء علیہم السلام کے علمی ورثاء یعنی علماء کرام کی نگاہوں میں کیوں نہ نہ چھپی گی۔ وقت کے جہاندیدہ روزگار مشائخ اور علم و عرفان کے بے تاج شہنشاہوں نے اس کتاب کو کیسا پایا؟ اور تحسین و تفرین کے کیسے ڈنگرے برسائے؟ ایک جھلک ملاحظہ کریں۔

سرتاج الاولیاء حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ نے اس کتاب کے متعلق فرمایا ”میرا یقین ہے کہ اس مسئلہ میں حق تلاش کرنیوالوں کو اس گلدستہ سے یقین کامل ہو جائیگا کہ حضور انور ﷺ کی حیات طیبہ جیسے سطح زمین پر تھی ویسے ہی مزار اقدس میں ہے“ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ نے فرمایا ”رحمت کائنات کے دو عدد نسخے پہنچ کر موجب احسان ہوا“ علامہ شمس الحق افغانیؒ نے فرمایا ”مطالعہ کر کے دل خوش ہوا اور آپکو دعا میں دیں“ مفسر

قرآن مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے فرمایا ”مولانا زاہد الحسنی صاحب نے نہایت نافع اور مفید تحقیقات جمہور اہل سنت کے عقیدہ کے مطابق جمع کر دی ہیں“ حضرت مولانا خیر محمد صاحبؒ (بانی خیر المدارس ملتان) نے فرمایا ”اس کتاب کے مطالعہ کی برکت سے احقر اپنے قلب میں محبت نبویؐ میں اضافہ محسوس کرتا ہے نیز مولانا محمد انوری صاحب تلمیذ مولانا انور شاہ کشمیریؒ نے فرمایا کہ میں نے حضور علیہ السلام کو بحالت خواب اس کتاب کی اشاعت پر خوش دیکھا۔ اس کے علاوہ مولانا قاری محمد طیب صاحب، حضرت مولانا بدر عالم اور حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ نے بھی بیحد خوشی کا اظہار فرمایا اور مکتوبات کے ذریعے صاحب کتاب کی دلجوئی فرمائی۔

قارئین کرام کتاب ”رحمت کائنات“ کی ابتداء میں ان تمام بزرگوں کے تاثرات اور آراء پڑھ کر اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اہل علم نے مسئلہ حیات النبیؐ کی توضیح و تشریح پر مشتمل تحریر کو کتنا پسند فرمایا۔ اب ممانی مؤلف جو نہایت چرب زبانی کیساتھ مولانا قاضی زاہد الحسنیؒ پر طنز کر رہا ہے کیا درحقیقت وہ ان تمام مشائخ دیوبند کو مذاق کا نشانہ نہیں بنا رہا؟ کیا اب بھی اس بد نصیب ٹولے کو دیوبندی کہلوانے کا حق ہے؟

خامہ انگشت بدنداں ہے، اسے کیا لکھیے؟

ناطقہ سرگبریاں ہے، اسے کیا کہیے؟

میت کا زائر کو دیکھنا مولانا حسین علیؒ کا عقیدہ ہے:

صاحب مکائد نے ہمیں طعنہ دیا کہ ہم اس کے بھی قائل ہیں کہ مردے زائر کو پہچانتے ہیں۔ مؤلف صاحب کی خدمت میں گزارش ہے کہ ہم تو قائل ہیں یا نہیں ہیں مولانا حسین علیؒ داں پھر دیؒ ضرور قائل ہیں۔ جن کے نام پر تم نے اپنی جعلی دوکان چکار کھی ہے۔ اور جن سے سید عنایت اللہ شاہ صاحب کو دین سمجھ آیا تھا (حضرت کشمیریؒ سے نہ آیا)

ہم نے اپنی کتاب ”لطمۃ الحق“ کے اندر بھی حوالہ پیش کیا۔ اور اب پھر پڑھ بیٹے۔ مولانا حسین علیؒ اپنی زندگی کی آخری کتاب ”تحریرات حدیث“ میں لکھتے ہیں۔

و س من بان المیت يعرف من یروہ ادا اناہ و اکده یوم الجمعة بعد
الطلوع المجر قبل طلوع الشمس (تحریرات حدیث ص ۲۵ مطبوعہ یونین پرنٹنگ
پریس ملتان، باہتمام محبوب احمد اویسی میجر)

ترجمہ: اور اس پر ایمان رکھتے ہیں کہ جب میت کے پاس کوئی شخص زیارت کرنے کو آتا ہے
تو وہ اس کو پہچان لیتی ہے۔ خصوصاً جمعہ کے دن طلوع فجر کے بعد اور طلوع آفتاب سے پہلے۔
جی صاحب مکائد۔ اب ذرا ہمت کیجئے اور ایک عدد فتویٰ مولانا حسین علیؒ
صاحب پر دلغہ دیجئے۔

ویسے آپ سے پہلے مولانا محمد حسین نیلوی شاہ صاحب انکولجہ کہنے کی ہمت کر چکے
ہیں۔ نیلوی صاحب لکھتے ہیں ”ان مسئلۃ سماع الموتی واجابتہم و معرفتہم
مختلق للملحدین“ (شفاء الصدور ص ۱۸۵)

ترجمہ: بلاشبہ سماع موتی اور ان کے جواب دینے اور ان کی معرفت کا مسئلہ ملحدین کا گھڑا
ہوا ہے۔

تاریخین کرام! اب آپ فرمائیں کہ ہم اس پر کیا تبصرہ کریں؟ مولانا عنایت اللہ شاہ صاحب
کو دین کی جہاں سمجھ آئی ہے (خس کم جہاں پاک ص) وہاں تو بقول مولانا نیلوی کے
الحاد ہے۔ ذرا صاحب مکائد بھی نظر فرما کر ہمیں جواب باضواب سے مستفید کریں کہ کون
سچا ہے؟ حضرت واں پھر وہی فرماتے ہیں۔ میت زائر کو شناخت کرتی ہے۔ حضرت نیلوی
فرماتے ہیں۔ ایسا کہنے والے ملحدین ہیں۔ اور آپ نے بھی ہمیں طعنہ دیا۔ اب آپ کے
اپنے جوتوں میں دال بٹ رہی ہے۔ کوئی درمیان کی راہ نکال کر آگاہ فرمائیں۔ شکریہ۔

باقی رسالہ آیات الہینات کے غیر معتبر ہونے پر صرف یہ دلیل نہیں کہ یہ نعمان آلوسیؒ کی وفات کے بعد لکھا گیا بلکہ اس میں حوالوں کے اندر بھی خیانت اور تحریف کا ارتکاب کیا گیا ہے۔ ہم نے ضرب المہند کے حوالے سے تعویذ المسلمین میں لکھا ہے کہ ”فتح الباری، مرقا الفلاح، حاشیہ طحاوی سے عدم سماع موتی نقل کیا گیا ہے۔ حالانکہ مذکورہ تمام کتب میں سماع موتی کو ثابت کیا گیا ہے۔

صاحب مکائد کا فرار:

صاحب مکائد اس کا کوئی جواب دینے کی جرأت نہ کر سکے اس کے علاوہ آیات الہینات کے اندر ابن ملک حنفیؒ (۸۰۱ھ) کا حوالہ نقل کرنے میں بھی دیانت کا مظاہرہ نہیں کیا گیا۔ انہوں نے حدیث ”إِنَّهُ لَيَسْمَعَنَّ قَرْعَ نَعَالِهِمْ إِذَا انْصَرَفُوا“ کا جو معنی اور تشریح کی ہے اس کو نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ اسی طرح روح المعانی کا حوالہ بھی صحیح نہیں دیا گیا۔ ان تمام حقائق کا جواب دینے کی بجائے ذاتیات پر اتر آنا، گھٹیا زبان استعمال کرنا، فوت شدگان بزرگوں کو سب و شتم کا نشانہ بنانا، بازاری لہجہ استعمال کرنا، اور بات بات پر دوسرے کو جاہل، دھوکہ باز اور شریر کہنا، کیا یہ اہل علم کی شان ہے؟۔ اب یہ بات یقینی ہے کہ خیر المدارس میں سید صاحب کے تھپڑ سے لے کر صاحب مکائد کی گالیوں تک نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ براہین نام کی کوئی چیز ان کے پلے نہیں ہے۔ مؤلف مجموعہ مکائد کہتے ہیں پھر المہند علی المہند بھی تو مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ کی وفات کے بعد چھپی ہے۔ اس کے متعلق تو آپ کہتے ہیں کہ کتاب کا مصنف کی وفات کے بعد چھپنا غیر معتبر ہونے کی دلیل نہیں ہے تو پھر آیات ہینات کیسے غیر معتبر ہو گئی۔ ارح۔ حالانکہ جاہل مؤلف نے ہمارا مدعا سمجھا ہی نہیں ہے۔ آیات ہینات نعمان آلوسیؒ کی وفات کے بعد لکھی گئی ہے اور ان کے نام سے منسوب کی گئی ہے۔ اور اگر بالفرض وہ خود بھی لکھتے تو ہمیں پریشانی نہ تھی۔ اور اس کے غیر معتبر ہونے پر ہم گذشتہ سطور

میں بھی اور تعویذ المسلمین میں بھی کلام کر چکے ہیں۔ المہند تو ایک اجماعی دستاویز ہے مشائخ دیوبندی۔ اور اکابرین کے اس پر دستخط موجود ہیں۔ اگر حضرت بہار پوریؒ فوت ہو گئے تھے تو حضرت تھانویؒ، مفتی محمد کفایت اللہؒ وغیرہم مشائخ تو موجود تھے۔ ہم صاحب مکائد اور انکی پوری جماعت کو چیلنج کرتے ہیں کہ جب سے شاہ صاحب مسئلہ حیات النبی ﷺ کے انکاری ہوئے ہیں۔ ان سے پہلے کسی ایک عالم کا قول پیش کر دکھاؤ جنہوں نے المہند پر عدم اعتماد کیا ہو؟ سوائے مٹھی بھر چند شریروں کے آج تک سب کے سب اہل سنت اس پر اعتماد کرتے ہیں اور اس کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ لہذا صاحب مکائد کا اس کو آیات الہیات پر قیاس کرنا نری حماقت ہے۔ فاعتبر یا اولی الابصار۔

اعادہ روح:

ہم نے اپنی کتاب ”تعویذ المسلمین عن شرور المفسدین“ میں لکھا ہے کہ علامہ سعد الدین قنطاریؒ کی عبارت ”هذا لا يستلزم اعادة الروح“ پر علامہ فرہارویؒ نے گرفت کی ہے اور وہ فرماتے ہیں کہ صحیح احادیث صراحت کے ساتھ دلالت کرتی ہیں کہ سوال کے وقت جسم میں روح لوٹا دی جاتی ہے۔ اس پر صاحب مکائد واویلا کرتے ہوئے اور علامہ خالد محمود مدظلہم جیسے محقق و مفکر کو ”اخباری ملا“ کہہ کر استہزاء کرتے ہوئے لکھتے ہیں ”علامہ فرہاروی جس اعادہ کی بات کرتے ہیں وہ بھی آپ کو قطعاً مفید نہیں کیونکہ علامہ فرہارویؒ ایسے اعادہ کے قطعاً قائل نہیں جس سے بدن عصری میں حیات دنیوی، حقیقی، جسی پیدا ہو جائے۔

(مجموعہ مکائد ص ۶۹)

الجواب:

علامہ عبدالعزیز فرہارویؒ کی عبارت بالکل بے غبار ہے کہ اعادہ روح وقت سوال مذہب اہل سنت ہے، اور مزید فرماتے ہیں ”وهو ان الاحادیث الصحیحۃ

لاطقه مان الروح يعاد في الجسد عند السئوال “ (نبراس ص ۳۲۲)
ترجمہ۔ احادیث صحیحہ صاف اعلان کر رہی ہیں کہ سوال کے وقت روح جسم کی طرف
لوٹائی جاتی ہے۔

صاحب مکائد یہ کہہ کر جان چھڑانا چاہتے ہیں کہ علامہ فرہارویؒ جس اعادہ کے قائل ہیں وہ
آپ کو مفید نہیں۔ چلو اعادہ کی جس ”قسم“ کے وہ قائل ہیں وہ تم بتا دو مگر آگے صاحب مکائد
بالکل خاموش ہے بلکہ ان کے تمام بڑے اعادہ روح کے متعلق اکابرین اہل سنت کی
عبارات دیکھ کر مرغ لعل کی طرح ترپتے ہیں۔ اعادہ روح کے متعلق مماثلتوں کی تضاد
بیانیاں ملاحظہ ہوں۔

اعادہ روح اور سجاد بخاری صاحب:

جمعیت اشاعت التوحید کے ترجمان جناب ماسٹر سجاد بخاری صاحب لکھتے ہیں
”مومنین کی روہیں عصری بدنوں میں نہیں ہوتیں بلکہ مثالی بدنوں میں ہوتی ہیں رُح
(اقامتہ البرہان ص ۹۹)

قرآن مجید کی یہ نص صریح اعادہ روح مفہوم مذکور کو باطل ٹھہراتی ہے۔

(اقامتہ البرہان ص ۱۵۸)

نکیرین کے وقت بدن میں روح کا اعادہ کسی قطعی دلیل سے ثابت نہیں (اقامتہ البرہان
ص ۲۵۷) نیز شیخ القرآن مولانا ماسٹر غلام اللہ خان صاحب نے بھی لکھا ہے ”ارواح کا
ابدان میں اعادہ نفع ثانیہ پر ہوگا“۔ (جواہر القرآن ص ۱۹۴)

مولانا محمد حسین نیلوی کا اعادہ روح کے متعلق انکار:

اس جسد عصری میں بعد از دفن دوبارہ روح کا آنا اور میت کا قبر میں زندہ ہونا یہ

کوئی مسئلہ نہیں۔ (ندائے حق ج ۱ ص ۱۷۴)

مولانا نیلوی کا اعادہ روح کے متعلق اقرار:

مولانا نیلوی انکار اعادہ روح کے بعد رقمطراز ہیں

”میت صرف قبر کے عذاب و ثواب ہی کو محسوس کرنے کی قدر زندہ کیا جاتا ہے۔

(ندائے حق ج ۱ ص ۱۸)

”تمام اہل سنت والجماعہ اس پر متفق ہیں کہ قبر یعنی عالم برزخ میں میت کی طرف حیات اور زندگی واپس آ جاتی ہے۔ کرامیہ اور ان کے موافقین اس بارے میں مذہب اہل سنت والجماعہ کے مخالف ہیں۔ (ندائے حق ج ۱ ص ۱۸۴)

”بعد از موت حیات ثانیہ برزخیہ میں کسی کا اختلاف نہیں قرآن مجید اور احادیث صحیحہ متواترہ سے ثابت ہے۔ اس حیات برزخیہ کا انکار قطعاً محکماً کا انکار ہے۔

(ندائے حق ج ۱ ص ۱)

”اللہ تعالیٰ قبر میں میت کی طرف دوبارہ ایک خاص قسم کی حیات دے دیتے ہیں اور دیتے بھی اسی قدر ہیں کہ جتنے سے دکھ یا سکھ محسوس کر سکے۔ (ندائے حق ج ۱ ص ۱۹)

قارئین کرام!

سجاد بخاری صاحب اور مولانا غلام اللہ خان صاحب کی عبارات کو بغور پڑھیے۔ نیز مولانا نیلوی کی پہلی عبارت کو پڑھیے اور بعد ازاں دوسری عبارت کو پڑھیے کہ کہیں یہ اعادہ روح کا انکار کرتے نظر آتے ہیں اور کہیں اقرار۔ صاحب الفتح المبین ذرا اپنے علمی جملے ”بول علی القول“ کا جائزہ لے بتائیں کہ یہ عادت کہیں آپ کے اپنے گھر میں نہ پائی جاتی ہو۔

اشاعت التوحید میں مسابیر کی بھرتی:

ہم نے تعویذ المسلمین میں شیخ القرآن صاحب کے متعلق لکھا تھا کہ ابتداء وہ اسلامیہ ہائی سکول میں ٹیچر تھے لہذا ماماتوں کو حضرت ادکار ڈوئی کو طرنا ماسٹر کہنے کا حق نہیں

ہے۔ صاحب مکائد اپنی کتاب الفتح الحسین میں اپنی عادت سے باز نہیں آئے اور پھر حضرت کے متعلق نازیبا جملوں کا استعمال کیا۔ یہ حضرت اوکاڑویؒ کی کرامت ہے کہ جب ہم نے مزید غور و خوض کیا تو اشاعت التوحید میں اچھے خاصے ماسٹرز برآمد ہو گئے۔ مثلاً۔

ماسٹر سجاد بخاری صاحب:

مولانا حسین علی واں پھر دی کی سوانح حیات میاں محمد الیاس نے لکھی ہے۔ اس میں سید سجاد بخاری صاحب کے متعلق لکھا ہے ”انہوں نے محنت شاقہ سے انگریزی زبان سیکھی اور دو ایک سکولوں میں انگلش ٹیچر کی حیثیت سے کام کیا۔“
(مولانا حسین علی، شخصیت، کردار، تعلیمات ص ۳۴۷)

ماسٹر محمد حسین نیلوی صاحب:

مولانا محمد حسین نیلوی شاہ کے متعلق میاں الیاس صاحب اپنی اسی کتاب میں تحریر کرتے ہیں ”کچھ عرصہ موچہ (ضلع میانوالی) کے ہائی سکول میں ٹیچر رہے۔ اس کے بعد وہاں سے چوکیہ آ گئے اور تقریباً گیارہ سال تک وہاں تدریس کی۔“
(سوانح مولانا حسین علی ص ۳۵۶)

ماسٹر عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری:

شاہ صاحب کی سوانح حیات انہی کے ایک ہمنام عنایت اللہ گجراتی نے لکھی ہے اس میں لکھا ہے ”اور سکول میں فارسی پڑھنے والے بچوں کو آپ ہی پڑھایا کرتے تھے۔“
(سوانح حیات ص ۲۹)

ماسٹر غلام اللہ خان صاحب:

شیخ القرآن کی سوانح حیات مولانا عبدالمعبد صاحب نے لکھی ہے جن کو صاحب

مکائد نے ”مستور الحال“ کا خطاب دیا ہے۔ مولانا عبدالمعبود صاحب کی مرتب کردہ سوانح شیخ القرآن منکرین حیات کو اس لئے قبول نہیں کہ مرتب نے اس میں حقیقت پسندی سے کام لیا ہے۔ کئی ایک حقائق کے علاوہ ان کو ماسٹر بھی ثابت کیا ہے کہ وہ راولپنڈی کے ایک ہائی سکول میں ٹیچر رہے ان (مزید تفصیل کیلئے تعویذ المسلمین عن شرور المفسدین ص ۱۹۳) قارئین کرام!

خود اندازہ کریں کہ ماسٹر ایک مقدس پیشہ ہے۔ ہم قطعاً حقارت یا طنز کے طور پر ان حضرات کو ماسٹر ثابت نہیں کر رہے بلکہ احق لوگوں کی آنکھیں کھولنے کے لئے کہ اگر مولانا محمد امین صفدر کو ماسٹر کہہ کر ان کے علم و فضل کا انکار کیا جاسکتا ہے تو ان پر انے ماسٹرز حضرات کے علم و فضل کا جنازہ کیوں نہیں نکلتا؟

قارئین کرام! بات اعادۂ روح سے چلی تھی درمیان میں ماسٹروں سے پالا پڑ گیا۔ علامہ جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں۔

ان الاحادیث مصرحتہ باعادة الروح الى البدن عند السئوال

(شرح الصدور ص ۶۰)

علامہ سلفی کا ارشاد پڑھیں۔

عود الروح الى الجسد في القبر ثابت على الصحيح لجميع الموتى

(بشری کٹیپ ص ۹۷)

علامہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں۔

ان سائر الاحادیث الصحیحہ المتواترہ تدل علی عود الروح الى البدن

(شرح حدیث التزول ص ۸۲)

تمام احادیث صحیحہ متواترہ روح کے بدن میں اعادہ پر دلالت کرتی ہیں۔ علامہ ابن تیمیہ کے

اس قول کی تائید ابن قیمؒ نے کی ہے۔ (ملاحظہ ہو کتاب الروح ص ۶۲)

مفتی محمد کفایت اللہ صاحبؒ کا ارشاد گرامی:

قارئین کرام! اعادۂ روح مذہب اہل سنت ہے اس میں کوئی اختلاف نہیں، اگر ہم علمائے متقدمین کی عبارات لکھنے بیٹھ جائیں تو اندیشہ طوالت ہے۔ سطور بالا میں چند ایک عبارات پیش کرنے کے بعد مفتی اعظم ہند کا ارشاد پڑھیے۔

”میت کو قبر میں رکھنے کے بعد اس قدر حیات اس میں ڈالی جاتی ہے کہ وہ آرام یا تکلیف کو محسوس کر سکے۔“ (کفایت المفتی جلد نمبر ۱ ص ۱۹۶)

آیت عہد الست اور صاحب مکائد کی نادانی:

ہم نے تعویذ المسلمین ص ۴۰ پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ آل فرعون روح اور جسم دونوں کو کہا جاتا ہے۔ دنیا میں آل فرعون ارواح مع الاجساد کے غرق ہوئے۔ قیامت کے دن عذاب بھی ارواح و اجسام دونوں پر مرتب ہوگا، تو درمیان میں جو برزخی زندگی ہے یہاں عذاب صرف ارواح پر کیوں ہے؟ اجسام شریک کیوں نہیں؟ آیت قرآنی ”النَّارُ يَرْضَوْنَ عَلَيْهَا عُقُوبًا وَ عَشْيًا وَ يَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ اَدْخِلُوا آلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ“ میں تینوں عالم کے عذاب کا ذکر ہے۔ اس کا جواب مولوی خضر صاحب سے بالکل نہ بن سکا آئیں، بائیں، شائیں کرنے کے بعد یہ آیت اور اس کے تحت لکھتے ہیں۔ وَاِذَا اخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي اٰدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ وَ ذُرِّيَّتِهِمْ وَ اشْهَدَهُمْ عَلَى اَنْفُسِهِمْ ۔ الست ہر یکم قالو بلی شہدنا ان نقولوا یوم القیامتہ انا کنا عن ہذا غفلین ۔ آیت مذکورہ میں جس میثاق کا ذکر ہے وہاں پراوکاڑوی اینڈ کمپنی کے اجساد عصریہ موجود تھے یا ارواح؟ اور اگر کوئی سوال کرے کہ ذریت سے مراد آپ حضرات کے نزدیک روح اور جسد دونوں ہوتے ہیں جبکہ روز میثاق ماسٹر اوکاڑوی اینڈ کمپنی کے اجساد عصریہ موجود نہیں تھے لہذا ماسٹر اوکاڑوی اینڈ

کبھی ذریت آدم سے خارج ہے۔ تو کیا ارشاد ہوگا؟ (الفلاح المبین ص ۷۹)

الجواب:

سب سے پہلا ارشاد تو یہ ہوگا کہ صاحب مکائد انتہائی نکٹھ اور پگلے ہیں۔ اور دوسرا ارشاد یہ ہوگا کہ عصر ہذا کے معتزلین کے جملہ اکابر و اصاغر کی تحقیقات دریا برد کر دینے کے قابل ہیں۔ اگلا ارشاد ملاحظہ کریں اور اپنی جہل و کذب والی مرض کی دوا کریں۔ سب سے پہلے آیت کا ترجمہ دیکھیں۔ ”اور جب تیرے رب نے بنی آدم کی پیٹھوں میں سے ان کی ولاد کو نکالا اور ان سے انکی جانوں پر اقرار کرایا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں بولے ہاں ہم قرار کرتے ہیں۔ کبھی کہنے لگو کہ قیامت کے دن ہم کو تو اس کی خبر نہ تھی۔

(پارہ نمبر ۹ رکوع نمبر ۱۱ آیت نمبر ۱۷۲)

قارئین کرام!

اس آیت میں اس عہد کا ذکر ہے جو تمام بنی آدم سے ان کی اس دنیا میں پیدائش سے پہلے عالم ارواح میں لیا گیا تھا۔ انسان دراصل روح کا نام ہے جس کو بدن کچھ مدت تک رہنے کے لئے ملا ہے۔ بدن یا نفس چونکہ اس دنیا کی چیز ہے اس لئے وہ اسے دنیا کی طرف کھینچتا ہے۔ لیکن روح عالم بالا سے تعلق رکھتی ہے اور اس میں فطری طور پر اپنے رب کی پہچان موجود ہے۔ اگر بدن خواہشات سے پاک و صاف ہو جائے تو اپنے رب کی طرف مائل ہوتی ہے۔ اس لئے بدن اور روح کی کشمکش جاری رہتی ہے اور انسان اکثر بدنی آرام و آرائش کے خیال میں پھنس کر روح کے تقاضوں سے غافل ہو جاتا ہے۔ اس غفلت کو زائل کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول بھیجے جاتے ہیں اور وہ اس کو بتاتے ہیں کہ بدن ایک عارضی چیز ہے اور روح ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ روح میں تو فطری طور پر خدا شناسی موجود تھی۔ پھر روح محض سے عہد کیوں لیا گیا؟ اور

اسی سوال کا جواب نہ پا کر معتزلی محقق صاحب مکائد بغلیں بجانے لگا کہ جب بقول ہمارے آل کا اطلاق روح و جسم دونوں پر ہونا ہے تو اس آیت میں "ذریت" کا اطلاق صرف روح پر ہے۔ کیونکہ اجسام وہاں تھے نہیں۔ صاحب مکائد بغوش ہوش سن لے ذریت آدم سے مراد صرف ارواح نہیں۔ دونوں مراد ہیں۔ یہ ضرور ہے کہ ہر عالم میں کیفیات نوعیات مختلف ہوتی ہیں۔ مفتی اعظم پاکستان مولانا محمد شفیع صاحبؒ کا ارشاد ملاحظہ ہو۔ "قرآن مجید میں اس سب ذریت آدم سے اپنی ربوبیت کا اقرار لینے میں اس کی طرف بھی اشارہ پایا جاتا ہے کہ یہ ذریت آدم جو اس وقت پٹھوں سے نکالی گئی تھی صرف ارواح نہیں تھیں بلکہ روح اور جسم کا ایسا مرکب تھا جو جسم کے لطیف ترین ذرات سے بنایا گیا تھا۔ کیونکہ ربوبیت اور تربیت کی ضرورت زیادہ تر وہیں ہوتی ہے جہاں جسم و روح کا مرکب ہو اور جس کو ایک حال سے دوسرے حال کی طرف ترقی کرنی ہو، ارواح کی یہ شان نہیں ہوتی وہ تو اول سے آخر تک ایک ہی حال پر ہوتی ہیں۔ اس کے علاوہ احادیث مذکورہ میں جو ان کے رنگ سفید و سیاہ مذکور ہیں یا ان کی پیشانی کی چمک مذکور ہے اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ صرف روح بلا جسم نہیں تھی ورنہ روح کا تو کوئی رنگ نہیں ہوتا۔ جسم ہی کے ساتھ کہ اوصاف متعلق ہوتے ہیں، الخ (معارف القرآن جلد نمبر ۴ ص ۱۱۳، ۱۱۴)

صاحب مکائد بار بار مذکورہ بالا بحث پڑھیں۔ چونکہ ہم حقیقت سے لاعلم نہیں ہیں اس لئے ہم نہیں کہتے کہ عنایت شاہی اینڈ کمپنی ذریت آدم سے خارج ہے البتہ آدمیت نام کی کوئی چیز ان میں نظر نہیں آتی۔

آدمیت اور شئی ہے علم ہے کوئی اور شئی

کتنا طوطے کو رٹایا پر خیزان ہی رہا

فسق یزید کا مسئلہ:

دورِ حاضر کے معتزلہ بعض غیر متعلقہ مسائل کو خواہ مخواہ کھینچتے رہتے ہیں۔ مقصد کتاب کی ضخامت بڑھانا ہوتا ہے۔ ہم نے یزید کے مسئلہ پر المسلك المنصور میں پیش کردہ تمام ہزلیات کا جواب تعویذ المسلمین میں دے دیا ہے۔ مگر المسلك المنصور کے مؤلف الفتح المبین میں پھر وہی اوٹ پٹانگ باتیں لے آئے۔ چنانچہ ”یزید کے متعلق ہمارا موقف“ اس کے تحت لکھتے ہیں ”یزید کے متعلق ہمارا نظریہ یہ ہے کہ یزید جتنا بڑا قاسق اور فاجر بھی ہو تو صاحب شرور لاہوری، کذاب ثامنی، محرف کھروڑی و دیگر شریر و اہیاتی بزمی اور ماسٹر اوکاڑوی وغیرہ سے لاکھ درجہ بہتر تھا۔ کیونکہ یزید نے کبھی قرآن اور سنتِ رسول کی صریح تحریف کا جرم نہیں کیا۔ الخ (الفتح المبین ص ۱۳۲)

جواب:

معتزلی صاحب مکائد یزید کو لاکھ درجات کی بہتری اس لئے دے رہے ہیں کہ اس شقی القلب نے خاندانِ نبوت کو اتنی آسانی سے تہ تیغ کر دیا کہ آٹے سے بال کا نکالنا بھی مشکل ہے۔ اس نے نواسے رسول کو معاف نہ کیا اور یہ کمبخت لوگ سیدنا حسینؑ کے نانا امام الانبیاء علیہ السلام کی برزخی حیات کے منکر ہو کر سعادت و شرافت سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ باقی حضرت اوکاڑویؒ کی تجلیاتِ صغیر پر جو اعتراض کیا گیا ہم نے اس کا جواب تعویذ المسلمین میں دے دیا ہے۔ المسلك المنصور میں جو فضول بھرتی کی گئی تھی من و عن وہی عبارات الفتح المبین میں ہیں۔ یعنی مزید بزدلی سے پردہ اٹھ گیا کہ الفتح المبین کے مؤلف بھی صاحب المسلك المنصور ہیں۔ نامعلوم یہ کھل کر سامنے آنے کی جرأت کیوں نہیں کرتے؟

عامل سنت یوسفی؟

مولانا محمد حسین نیلوی صاحب نے ”مظلوم کر بلا“ کتاب کے اندر امام عالی مقام سیدنا حسینؑ کے متعلق نازیبا الفاظ استعمال کیئے خونِ ناحق اہل بیتؑ رنگ لایا اور بالآخر نیلوی صاحب پابند سلاسل کر دیئے گئے۔ نیلوی صاحب نے امام عالی مقام سیدنا حسینؑ کا خونِ ناحق چھپانے کی سر توڑ کوشش کی لیکن

خونِ ناحق بھی چھپانے سے کہیں چھپتا ہے؟

کیوں وہ بیٹھے ہیں میری نعش پہ دامن ڈالے

قصہ مختصر نیلوی صاحب جیل میں انتقال کر گئے۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔ ہم نے اپنی کتاب تعویذ المسلمین میں جناب نیلوی صاحب کو ”اسیر ناموس یزید“ کے لقب سے نوازا تھا۔ بس پھر کیا ہوا؟ دوستوں کو کانا چبھ گیا۔ اور صاحب مکان کو کچھ زیادہ ہی چمکھا۔ چنانچہ طیش میں آکر ایک سرخی جماتے ہیں ”اسیر ناموس یزید یا عامل سنت یوسفی“ اس کے تحت لکھتے ہیں ”صاحب شرور نے شیخ التفسیر والحدیث، مرشد العلماء، عامل سنت یوسفی، شہید ناموس صحابہؓ (سبحان اللہ! گویا یزید صحابی تھا، سلفی) حضرت علامہ سید محمد حسین شاہ نیلویؒ کے بارہ میں جو بد تمیزی اور بد تہذیبی کا مظاہرہ کیا ہے۔ یہ صاحب شرور کی غلیظ ذہنیت کا ترجمان ہے۔ صاحب شرور اپنے حبیبِ باطن اور مادرِ پدرِ آزادی کا ثبوت دیتے ہوئے حضرت نیلوی شاہ صاحب کے بارہ میں لکھتا ہے ”ہم ان کو اسیر ناموس یزید کہنے کا حق رکھتے ہیں“ دراصل صاحب شرور کا پیرو مرشد قاضی مظہر صاحب چکوالی ایک قتل کیس میں کافی عرصہ جتلائے عذاب رہا، صاحب شرور قاضی صاحب کے اس کر توت پر پردہ ڈالنے کے لئے حضرت نیلوی پر بکواس بازی کر کے کمینگی کا ثبوت دیتے ہوئے شور مچانے کی کوشش کر رہا ہے۔ (مزید لکھتے ہیں) حضرت نیلوی شاہ صاحبؒ کو سنت یوسفی پر عامل ہونے کی اللہ نے سعادت بخشی ان (الفتح المبین ص ۱۳۵)

جواب:

خدا جانے شاہ صاحب کے پیچھے کونسی ”زلیخا“ پڑ گئی تھی کہ جس کی دعوت عصیاں سے دامن عصمت بچا کر وہ عامل سنت یوسفی ہو گئے؟ ہم ان کی ذات پر زیادہ کلام نہیں کرتے کہ وہ اس فانی دنیا کو چھوڑ گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کی لغزشوں سے درگزر فرمائے (آمین ثم آمین) لیکن نظریات و تحریرات دنیا ہی میں رہ جاتی ہیں۔ اور اس حقیقت سے آنکھ بند کر کے کوئی جائے تو جائے کہاں کہ انہوں نے اپنی متنازعہ کتاب میں واقعہ کر بلا کو مسخ کر کے یزید کو بچانے کی کافی کوشش کی۔ جس میں وہ ناکام رہے۔

”گھوڑے تو دوڑے تھے لاشہ شبیر پر
تاریخ نے یزید کو روند کر رکھ دیا،

نیلوی صاحب کی کتاب ”مظلوم کر بلا“

ہم نے ”تعویذ المسلمین عن شرور المفسدین“ میں بھی وضاحت کر دی ہے کہ نیلوی صاحب کی گرفتاری انکی کتاب ”مظلوم کر بلا“ کی اشاعت کے بعد ہوئی اور پھر حالت اسیری ہی میں وہ انتقال کر گئے۔ جس طرح فسق یزید پر بھی یہ بزرگان دیوبند سے متصادم ہیں (اس عنوان پر ہمارا رسالہ ”یزیدی فتنہ“ کا مطالعہ کیا جائے) نیلوی صاحب نے بھی اپنی کتاب میں جگہ جگہ امام عالی مقام سیدنا حسینؑ پر تنقید کی ہے اور یزید کی ناجائز و کالت کی ہے چنانچہ ایک مقام پر لکھتے ہیں ”حضرت حسینؑ کو زبردستی عورتوں بچوں سمیت اغواء کیا گیا الخ (مظلوم کر بلا ص ۲۶) ایک اور مقام پر لکھتے ہیں ”امام حسینؑ سے تو جنرل ضیاء الحق ہی اچھا رہا کہ جب بھی اسے کوئی مہم پیش آتی تو سیدہ حاکمہ شریف جا پہنچتا“ الخ (ص ۱۰۰)

قارئین کرام! مذہب اہل سنت اعتدال کا مذہب ہے اور اہل سنت خصوصاً اصحاب رسولؐ کے بارہ میں انتہائی حساس مزاج رکھتے ہیں لیکن نیلوی صاحب کی مذکورہ بالا

عبارات پڑھنے کے بعد منکرین حیات النبیؐ کے ماضی اور خارجی ہونے میں بھی کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں رہتی۔

باقی جہاں تک مظہر شریعت و طریقت حضرت مولانا قاضی مظہر حسینؒ (خلیفہ مجاز شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ) کی گرفتاری کا تعلق ہے۔ وہ مختصراً حضرتؒ کی کتاب کا ہم ایک اقتباس پیش کرتے ہیں۔ حضرتؒ فرماتے ہیں۔

”ستمبر ۱۹۳۹ء میں دارالعلوم (دیوبند) سے فراغت کے بعد میں اپنے وطن موضع بھیں تحصیل چکوال میں ہی رہ کر وقتاً فوقتاً سنی دیوبندی مسلک کی تبلیغ کے لئے علاقہ بھر میں جلسے کرتا رہا۔ ہمارا علاقہ اکابر دیوبند سے آشنا نہ تھا۔ رفض و بدعت کے اثرات پھیلے ہوئے تھے۔ چکوال شہر میں بھی صرف چند گئے چنے افراد اکابر دیوبند سے عقیدت رکھتے تھے۔ الحمد للہ ان جلسوں کے ذریعے عوام اکابر دیوبند کے مسلک حق کو سمجھنے لگ گئے تھے کہ اچانک اپنے گاؤں میں ایک متنازعہ مکان کے بارے میں ہماری لڑائی ہو گئی۔ مخالف فریق کا سرغنہ ایک چوہدری تھا جو اہل تشیع سے تعلق رکھتا تھا۔ چوہدری صاحبان سے قرابت کی وجہ سے دوسرے گاؤں ایک قد آور لڑکا سنی نو جوان بھی اس کی حمایت میں آگیا تھا۔ اس نے مجھ پر حملہ کرنے میں پہل کی جس سے میں زخمی ہو گیا۔ لیکن میری دفاعی ضرب سے وہ شدید زخمی ہو کر بھاگ نکلا۔ میں نے اس کا تعاقب کیا تو اس نے کہا کہ مجھے چھوڑ دو۔ میں نے اسے چھوڑ دیا۔ اور مخالف فریق کے چند اور ساتھی سرغنہ سمیت بھاگ گئے اور زخم چونکہ شدید تھا۔ اس کے لوگ تین چار کوس کے فاصلہ پر تھانہ ڈوہمن کے ہسپتال لے گئے۔ اور وہ وہاں انتقال کر گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حق تعالیٰ مغفرت فرمائیں اور جنت نصیب ہو۔ (آمین) یہ غالباً جون یا جولائی ۱۹۴۱ء کا واقعہ ہے۔ میں تو چونکہ زخمی تھا اور مقدمہ سے نکل نہیں سکتا تھا۔ مخالفین نے مقتول مرحوم سے ہی بیان دلوادیا کہ اس کو میرے بڑے بھائی

مولوی منظور حسین سے قتل کیا حالانکہ وہ اس لڑائی میں موجود ہی نہیں تھے باہر کھیت میں گئے ہوئے تھے..... ہم پر دفعہ ۳۰۲ کے تحت قتل کا مقدمہ چلا اور بالآخر ہم چاروں کو سیشن جج جہلم نے عمر قید کی سزا سنائی اور اس وقت عمر قید کے مزایا فہ کو ۲۰ سال قیدی تصور کیا جاتا تھا جس میں سے چودہ سال قید با مشقت کاٹنی پڑتی تھی۔

(ماہ نامہ حق چار یاڑ لاہور کا شیخ الادب نمبر ص ۱۶، ۱۷)

حضرت ایک اور مقام پر تحریر فرماتے ہیں۔

”یہ قتل اپنے گاؤں کی ایک لڑائی میں ہوا تھا۔ فریق مخالف کے ایک جوان نے (جو دوسرے گاؤں سے آیا تھا) پہلے مجھ پر وار کیا تھا۔ میں نے اس کا دفاع کیا جس میں اسے کاری ضرب لگی۔ وہ بھاگ کھڑا ہوا میں نے اس کا تعاقب کیا تو اس نے مجھ سے کہا کہ مجھے چھوڑ دو۔ میں نے اس کو چھوڑ دیا۔ آخر وہ ہسپتال میں وفات پا گیا۔ میں نے شیخ الادب حضرت مولانا اعجاز علی صاحبؒ کی خدمت جیل سے یہ سارا واقعہ لکھ دیا تھا۔ اور یہ بھی رہائی کے بعد عرض کیا تھا کہ میں مرحوم کے در ثاء سے معافی مانگوں گا تو شیخ الادب نے فرمایا تھا کہ اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ (کشف خارجیت ص ۱۰۸)

قارئین کرام!

یہ ہے حضرت قاضی صاحبؒ کے مقدمے کی نوعیت منکرین حیات النبی ﷺ پرانے مردے اکھاڑ کر نیلوی صاحب کے مقدمے کو عوام کی نظروں سے اوجھل کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن افسوس کہ وہ اس میں کامیاب نہیں ہو سکے۔ ”یزید کے بارے میں ہمارا موقف“ کی سرخی تو جمادی گئی مگر موقف پھر بھی پیش نہ کیا سوائے اول فول بکنے کے۔

پاکستان میں بڑھتا ہوا یزیدی فتنہ:

مسلک دیوبند مسلک اعتدال ہے۔ یزید کے متعلق ہمارے اکابر سکوت کا حکم

فرماتے ہیں۔ لیکن سکوت کا یہ مطلب قطعاً نہیں کہ وہ قتل حسینؑ سے اس کو بری الذمہ سمجھتے ہیں۔ آئے روز ان کی جانب سے مختلف قسم کے پمفلٹس اور کتابیں حمایت یزید میں چھپ رہی ہیں۔ جس سے عوام الناس کا اچھا خاصا طبقہ بیجانی کیفیت کا شکار ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

امام کاندھلویؒ کی ایک عبارت:

ہم نے اپنی کتاب ”تعویذ المسلمین“ کے صفحہ نمبر ۸۷ پر محدث کبیر مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ کی مندرجہ ذیل عبارت پیش کی۔

”احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ نبی اکرم ﷺ اپنی حیات مبارکہ میں حضرات انبیاء کی ارواح طیبہ سے ملاقات فرماتے تھے، مکہ مکرمہ سے جب معراج کے لئے براق پر روانہ ہوئے تو راستہ میں حضرت ابراہیمؑ اور حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ سے ملاقات ہوئی۔ ان حضرات نے حضور ﷺ کو سلام کیا اور حضور ﷺ نے جواب دیا۔ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے حضرت عیسیٰؑ کو بیت اللہ کا طواف کرتے دیکھا اور حضرت موسیٰؑ کو قبر میں نماز پڑھتے دیکھا پس جس طرح نبی اکرم ﷺ اس عالم میں تشریف فرما تھے اور حضرت موسیٰؑ اور عیسیٰؑ عالم برزخ میں تھے اور ملاقات ہوتی رہی اور سلام و کلام ہوتا رہا الخ (القول المحکم ص ۳۰) صاحب مکائد کی حاشیہ آرائی:

صاحب مکائد ”صاحب شرور مرزا قادیانی کی گود میں“ کی سرخی جما کر پہلے ہماری پیش کردہ علامہ کاندھلویؒ کی عبارت درج کرتے ہیں اور بعد ازاں یوں تبصرہ کرتے ہیں۔ ”تمام باتوں سے قطع نظر ہم صاحب شرور سے پوچھتے ہیں کہ اگر آپ کا اسی عبارت پر ایمان ہے تو ٹھنڈے دل سے بتائیں کہ عالم برزخ میں موت کے بعد انسان پہنچتا ہے یا بغیر موت کے؟ اگر موت کے بعد پہنچتا ہے تو حضرت عیسیٰؑ کا جو برزخ میں ہونا بتلایا جا رہا

ہے تو اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ پر موت آچکی ہے۔ اور وفات ثانیہ کا نظریہ خالص مرزا غلام احمد قادیانی کا ہے۔ ماشاء اللہ اب تو صاحب شرور نے بڑی اچھی ترقی فرمائی ہے کہ سفر کرتے کرتے تنہیال پہنچ گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ واپس آنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ (الفتح المبین ص ۱۱۹)

الجواب:

پہلی بات تو یہ ہے کہ عبارت ہم نے مولانا اور لیس کاندھلویؒ کی پیش کی ہے۔ اور آپ کا علمی مقام نہایت بلند و بالا ہے۔ دھرتی کے سارے معتزلیہ اور مماتی اکٹھے ہو جائیں تو امام کاندھلویؒ کی بغل کے سینے جتنی حیثیت بھی نہیں رکھتے۔

دوسری بات یہ ہے کہ یہاں حضرت عیسیٰؑ کا جو برزخ میں ہونا بتلایا گیا ہے تو وہ بایں معنی کہ آپ پردے میں ہیں، نظروں سے اوجھل ہیں، آسمانوں پر ہیں، دنیا میں نہیں ہیں۔ کیونکہ برزخ کا معنی پردہ ہے۔ اس معنی میں نہیں کہ آپ العیاذ باللہ ذائقہ موت چکھ کر عالم برزخ میں چلے گئے۔ یہ مماتی مؤلف کی یا وہ گوئی ہے۔

گویا مرزا قادیانی کی گود میں بیٹھنے کا طعنہ ہمیں نہیں دراصل علامہ کاندھلویؒ کو دیا جا رہا ہے۔ یہ مماتی نادان کی ذہنیت۔ عبرت، عبرت، عبرت۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔ ہم العیاذ باللہ وفات عیسیٰؑ کے قائل ہو کر تنہیال نہیں پہنچے۔ البتہ صاحب مکائد کے پیر سید عنایت اللہ شاہ جی حیات النبی ﷺ کے منکر ہو کر دھیال ضرور پہنچ گئے تھے۔ کیونکہ شاہ جی نے ٹیکسلا کے ایک رافضی ریاض حسین کی انجمن سادات کے جلسہ میں شرکت کی تھی۔ (دیکھیے روزنامہ جنگ راولپنڈی ۵ ستمبر ۱۹۷۵ء) مزید تفصیل کے لئے ”ضرب المہند علی القول المستند“ کی طرف رجوع کیا جائے۔

شیشہ دیکھ کے مت گھبرا

کردار اپنا تو دیکھ ذرا

صاحب مکائد کی خباثت:

صاحب مکائد اپنے مجموعہ مکائد کے ص ۱۱۵ پر ”اوکاڑوی صاحب کے مناظروں کی حقیقت“ کا عنوان قائم کرتے ہیں۔ اور پھر آپ کی علمی پوزیشن پر تبصرہ کرتے ہوئے مفتی عبدالقدوس ترمذی صاحب کا حضرت اوکاڑویؒ پر لکھے گئے مضمون کا ادھورا اقتباس پیش کرتے ہیں صاحب مکائد نے جو اقتباس پیش کیا ہے وہ من و عن یوں ہے۔

”مفتی عبدالقدوس ترمذی لکھتا ہے ”حضرت اوکاڑوی ایک مرتبہ ساہیوال تشریف لائے اور حضرت والد صاحب قدس سرہ سے فرمایا کہ میں نے حیات النبی کے موضوع پر منکرین حیات کے عمائدین سے مناظرے کئے ہیں اور مناظروں میں ان کو شکست فاش بھی دی ہے۔ پھر اس موضوع سے متعلق کافی کتب، تحریرات کا بغور مطالعہ بھی کیا ہے۔ لیکن مجھے اب تک منع طور پر واضح نہیں ہوا کہ ہمارے اور سحر لیل مخالف کے مابین محل نزاع کیا ہے۔ اس پر حضرت نے ان کے سامنے ایک تقریر فرمائی جس سے محل نزاع کی قدرے تعین ہوئی۔ مگر مولانا اوکاڑوی فرمایا کرتے تھے کہ مجھے پورے طور پر اطمینان نہیں ہوا اور میں واپس آیا۔ (ماہ نامہ الخیر کا مولانا اوکاڑوی نمبر) (الفتح المبین ص ۱۱۵)

صاحب مکائد یہ اقتباس پیش کرنے کے بعد رقمطراز ہیں ”جس آدمی کو محل نزاع کا بھی علم نہیں اور اصل مسئلے ہی سے جا مل ہے وہ بیچارہ مناظرہ کیا کرے گا؟“
الجواب:

مماتی نام نہاد محقق نے مولانا عبدالقدوس ترمذی کے مضمون کی ادھوری عبارت پیش کر کے عادتاً باؤ لے جانور کی طرح صیغہ مخصوص میں چلانا شروع کر دیا اور بقیہ عبارت کو ماں کا دودھ سمجھ کر پی گئے۔ اس کے آگے یہ عبارت ہے ”پھر کچھ عرصہ بعد ساہیوال جامعہ حقانیہ پہنچا تو میں نے دیکھا کہ حضرت“ (مولانا عبدالشکور ترمذی) دروازہ میں کھڑے

ہیں مجھے دیکھتے ہی فرمانے لگے کہ میں تمہیں یاد کر رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں بھیج دیا، ہنس کے فرمایا کہ تم لوگ کرامتوں کے قائل نہیں ہو، کیا یہ کرامت نہیں کہ تم اس وقت پہنچ گئے۔ پھر فرمانے لگے میں تمہیں اس لئے یاد کر رہا تھا کہ آپ نے جو سوال کیا تھا اس کا تفصیلی جواب مل گیا ہے۔ میرا دل چاہ رہا تھا کہ کسی طرح وہ آپ تک پہنچا دوں۔ پھر حضرت نے مجھے وہ مفصل تحریر پڑھ کر سنائی جو اس موضوع سے متعلق حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ نے تحریر فرمائی تھی۔ اس میں واضح طور پر محل نزاع اور موضوع کی تعیین تھی۔ یہ تحریر حضرت نے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے دفتر سے حاصل فرمائی تھی۔ اسے پڑھ کر پہلی مرتبہ واضح اور منقطع طور پر موضوع اور محل نزاع کا علم ہوا جس پر بڑی خوشی ہوئی۔ (ماہ نامہ النخیر کا حضرت اذکار ڈوی نمبر ص ۲۳۹)

قارئین کرام!

یہ ہے منکرین حیات النبی ﷺ کی دیانت کا نمونہ کہ آدمی عبارت تو دیدی اور بقیہ بغیر ڈکار لئے ہڑپ کر گئے۔ علاوہ ازیں ہم کئی بار اس امر کا اظہار کر چکے ہیں کہ کسی زمانے میں علامہ اذکار ڈویؒ نے شاہ صاحب گجرات والوں کی غیر مقلدیت کے بحوت سے جان چھڑا کر مشکل کشائی کی تھی۔ مگر جب ان کے خود ساختہ اور گمراہ کن عقیدے کے خلاف مولانا اذکار ڈویؒ سر بکف ہو کر میدان میں اترے اور ان کے بڑے بڑے سوراووں نے پتے پانی ہوتے دیکھے تو جا حلوں کی طرح اوٹ پٹانگ ہانکنا شروع کر دیں۔ بات بات پر اہل علم کو جاہل کہنا بذات خود جہالت ہے۔ اس مشکوک المنسب ٹولے سے کوئی پوچھے کہ مولانا اذکار ڈویؒ بقول تمہارے اتنے ہی علم سے دور تھے تو ساری زندگی ان کے سامنے تمہارے قدم کیوں نہ ٹک سکے؟ مولانا اذکار ڈویؒ کے علم و فضل اور امام المناظرین ہونے کا اتنا ہی ثبوت کافی ہے کہ آج ان کی وفات کے بعد بھی یہ ممانی ٹولہ ان کا نام سن کر یوں بھاگتا ہے جیسے شیر ہیر کو دیکھ کر گیدڑوں کا ریوڑ بھاگتا ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

مولانا عبدالحق خان صاحب بشیر سے مما تیوں کو تکلیف:

امام اہل سنت مولانا سرفراز خان صاحب صغیر مدظلہ کے فرزند سعادت مند مولانا عبدالحق خان صاحب بشیر کے متعلق صاحب مکائد نے اپنی خاندانی زبان استعمال کی ہے۔ ہاتھ اور زبان کا ناجائز استعمال ان غنڈوں کو ”بزرگ گجرات“ سے ورثے میں ملا ہے۔ ان پر برسنے کی وجہ صاف ظاہر ہے کہ وہ فتنوں کے خلاف سرگرم رہتے ہیں۔ اور منکرین حیات النبی ﷺ کو بھی انہوں نے چھٹی کا دودھ یاد دلایا ہے۔ صاحب مکائد کے معدے میں کیڑوں کا بلبلانا بھی یقینی تھا۔ چنانچہ لکھتے ہیں۔

”صاحب شرور نے ایک نوٹ کے تحت عبدالحق خان بشیر کو امام اہل سنت بناتے ہوئے ذکر کیا ہے کہ بشیر صاحب نے رسالہ نور بصیرت بہا پور میں دارالافتاء کے مفتیان عظام کی تردید کی ہے۔ عرض ہے کہ مولوی خان بشیر صاحب کو امام اہل سنت کہنا اکابرین اہل سنت والجماعت کی سخت توہین ہے۔ کیونکہ خان صاحب جھوٹ بولنے میں انتہائی بے باک واقع ہوئے ہیں۔ (الفتح المبین ص ۱۱۳)

جواب:

صاحب مکائد آنکھیں کھول کے بلکہ پھاڑ کے تعویذ المسلمین کا صفحہ ۶ دیکھ لیں کہ وہاں ”ابن امام اہل سنت“ لکھا گیا ہے۔ یعنی حضرت شیخ صغیر مدظلہ کے فرزند کو ابن امام اہل سنت کہا گیا۔ لیکن ان دوستوں کی آنکھوں پر ضد و تعصب کے ساتھ بے حیائی اور ڈھیٹ پن کی بھی سیاہ پٹیاں چڑھی ہوئی ہیں۔ جھوٹ بولنے کی مہارت مما تیوں سے زیادہ اور کے ہو سکتی ہے۔ جو ساٹھ سال سے توحید و سنت کے نام پر بڑے تسلسل کے ساتھ جھوٹ بول رہے ہیں۔ ایک سے بڑھ کر ایک جھوٹا ان میں نظر آئے گا۔ اور اب یہ ”کذاب“ ٹولہ بچوں پر کچڑا چھال کر اپنی خفت مٹا رہا ہے۔

”لَا يُدَيِّقُكَ اللَّهُ الْمَوْتَيْنِ“ کی بحث:

بخاری شریف میں موجود خطبہ صدیق اکبرؓ میں یہ جملہ کہ ”اللہ تعالیٰ آپ کو دو موتوں کا ذائقہ نہیں چکھائیں گے“ پر صاحب مکائد نے پھر بلاوجہ غیر متعلقہ بحث کر دی ہے۔ صاحب مکائد نے مجموعہ مکائد الموسوم بفتح المبین کے ص ۱۲۸ تا ص ۱۳۱ تہ بحث کی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ صدیق اکبرؓ کا مقصود ان لوگوں کا رد کرنا تھا: کہتے تھے کہ آنحضرت ﷺ دوبارہ زندہ ہوں گے۔ اور منافقین کو سزا دیں گے۔ اگر ایسا ہو تو آپ کی وفات اور موت دوبارہ ہو جائے گی۔ نیز اس جملے کے شارحین حدیث نے چار مطالب بیان کئے ہیں۔ وغیرہ۔

جواب:

وہ چار مطالب کس نے بیان کئے؟ اور احسن قول کونسا قرار دیا اس کو صاحب مکائد ہڑپ کر گئے۔ کیونکہ مآخذ تھا نہیں۔ پس جس طرح المسلك المصهور دس پندرہ بندوں کے مشترکہ زور سے منظر عام پر آئی ہے ایسے ہی الفتح المبین ہے۔ بہر حال ہم اس پر قدرے بحث کرتے ہیں کہ چار قول بیان کر کے محدثین نے بہتر قول کے کہا، ملاحظہ کریں۔

علامہ عافظ ابن حجر عسقلانی ”فتح الباری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں (اختصار کی غرض صرف عربی عبارت کا معنی دیا جا رہا ہے) ”اس میں زیادہ اشکال کی چیز حضرت ابوبکرؓ کا یہ قول ہے کہ اللہ آپ پر دو موتیں جمع نہیں کرے گا۔ اس کے چند جوابات ہیں۔

۱: کہا گیا ہے کہ یہ اپنی حقیقت پر مبنی ہے اور اس سے ان لوگوں کا رد کی طرف اشارہ ہے جن کا یہ گمان تھا کہ حضرت زندہ ہوں گے اور منافقین کا خاتمہ کریں گے۔ اگر یہ صحیح ہوتا تو لازم آتا کہ دوبارہ پوت طاری ہو تو اس کی خبر دی گئی کہ اللہ کے نزدیک حضرت اس سے اکرم و اعلیٰ ہیں کہ آپ پر دو موتیں جمع کرے۔ جیسا کہ ان لوگوں کے ساتھ

ہوا جن کو آیت قرآنی "الذین حرجوا من ديارهم وهم الوف" اور "او كالذی علی قریۃ" میں بیان کیا گیا ہے اور یہ اور جوابوں سے زیادہ اسلم ہے۔

۲. اور کہا گیا کہ مراد یہ ہے کہ دوبارہ موت قبر میں نہیں ہوگی جیسا کہ اور لوگ قبر میں زندہ کئے جائیں گے اور سوال و جواب کے بعد موت طاری ہوگی، اور یہ داؤدی کا جواب ہے۔

۳. اور کہا گیا کہ دو موت سے مطلب یہ ہے کہ آپ کی ذات کی موت اور شریعت کی موت جمع نہیں ہوگی۔

۴. اور کہا گیا کہ موت سے تکلیف اور اذیت مراد ہے یعنی اس موت کی تکلیف کے بعد کوئی دوسری تکلیف نہیں ہوگی۔ (فتح الباری شرح بخاری جز ۳ ص ۹۱) علامہ بدرالدین عینی حنفی "قال موتین" کے تحت لکھتے ہیں۔ "یہ قول حضرت ابو بکرؓ نے اس وقت کہا جبکہ حضرت ﷺ کی وفات ہو گئی۔ اور حضرت عمرؓ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو مبعوث کریں گے تو وہ منافقین کا خاتمہ کریں گے۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ اس وقت آپ کی وفات ہو گئی پھر آخری زمانہ میں وفات ہوگی۔ تو حضرت ابو بکرؓ نے اس کی تردید فرمائی کہ دنیا میں ایک ہی بار موت طاری ہوگی اور داؤدی نے اس کا مطلب یہ بیان فرمایا کہ قبر میں دوبارہ موت نہیں آئے گی۔ (عمدة القاری شرح بخاری جز ثامن ص ۳۵)

کوئی تو صیح حیات انبیاء کے معارض نہیں، مؤید ہے:

حافظ ابن حجرؒ نے "لا ینطقك الله الموتین" کی شرح میں چند اقوال لکھے ان میں پہلا قول جس کو واضح بتایا وہ یہی ہے کہ بعض صحابہؓ کو جب خیال پیدا ہوا کہ آنحضرت ﷺ دوبارہ زندہ ہوں گے۔ منافقین کو سزا دیں گے تب آپ کی وفات ہوگی۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے تردید فرمائی کہ ایسا نہیں ہے کہ آپ زندہ ہوں اور پھر آپ پر موت طاری ہو۔ جو

مقرر تھی وہ واقع ہو گئی۔ علامہ یعنی ”نے بھی اپنی شرح میں چند دوسرے اقوال ذکر کر کے اس کو لکھا ہے۔ علامہ ابن حجرؒ اور علامہ یعنی ”دونوں نے حضرت صدیق اکبرؓ کے قول کی دوسری توضیح یہ کی ہے کہ منشاء یہ ہے کہ قبر میں حضرت ﷺ کے لئے دوبارہ موت نہیں ہے یعنی جس طرح تمام لوگ قبر میں زندہ کر کے سوال و جواب کے مرحلے سے گذاریں جائیں گے پھر ان کی روح قبض کر لی جائے گی۔ حضرت کے لئے ایسا نہیں ہے۔ بلکہ آپ کو قبر اطہر میں زندگی عطا ہوگی تو پھر دوبارہ موت نہیں آئے گی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ پہلی توضیح واقعیت کی بناء پر صحیح ہے کیونکہ یہ مبنی بر حقیقت ہے کہ حضرت ﷺ کو دوبارہ ایسی حیات حاصل نہیں ہوگی کہ امور مہمہ دنیاوی انجام دیں اور منافقین کا خاتمہ کریں۔ لیکن اس کے باوجود وفات کے بعد انبیاء علیہم السلام کی وہ حیات جسمانی تسلیم شدہ رہی جس کی بناء پر وہ صلوٰۃ و سلام پیش کرنے والوں کا سلام سنتے ہیں اور جواب عنایت فرماتے ہیں۔ اور اپنی جسمانی حیات کے ساتھ نمازیں پڑھتے ہیں کیونکہ اس توضیح سے اس کی نفی تو درکنار اس کی طرف اشارہ بھی نہیں پایا جاتا۔ نیز حافظؒ نے اسی اجماعی عقیدے کا اظہار کیا کہ

واحسن من هذا الجواب ان يقال ان حياة ﷺ في القبر لا يعبتها
موت بل يستمر حيا والانباء احياء في قبورهم ولعل هذا هو الحكمته في تعريف
الموتين اي المعروفتين المشهورتين الواقعتين لكل احد غير الانبياء۔ (فتح
الباری جلد ۷ ص ۲۲ طبع مصر)

ترجمہ: اور اس جواب سے احسن یہ ہے کہ کہا جائے کہ رسول اللہ ﷺ کو ایسی زندگی عطا ہوئی کہ پھر اس کے بعد موت نہیں ہے آپ ہمیشہ زندہ رہیں گے اور تمام انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ اور غالباً یہی حکمت ہے کہ المؤمنین کو معرف باللام لایا گیا ہے یعنی وہ مشہور و معروف موتیں جو سوائے انبیاء علیہم السلام کے ہر ایک کے لئے متعین

ہیں۔ علامہ یعنی ”نے بھی یہی فرمایا ہے۔ (ملاحظہ ہو عمدۃ القاری جزء ۷ ص ۶۰۰)

صحیح بخاری کے یہ دونوں چوٹی کے شارحین ”الموتین“ میں موت ثانیہ سے قبر کی موت مراد لیتے ہیں اور علامہ ابن حجرؒ اس کو احسن بتا رہے ہیں اور فرمایا ہے کہ اذقت موت کے بعد پھر کوئی موت حضرت علیؓ پر قبر میں طاری نہیں ہوگی۔ بلکہ اس کے بعد آپ ہمیشہ زندہ رہیں گے۔ ”موتین“ پر دوسرے محدثین مثل علامہ عبدالحق محدث دہلویؒ، علامہ نورالحق محدث دہلویؒ اور علامہ سہارنپوریؒ کے اقوال ہم نے اپنی کتاب ”تعویذ المسلمین“ میں دے دیئے ہیں۔

علامہ گفتگو یہ کہ شارحین حدیث کی تصریحات سے واضح ہو رہا ہے کہ قول صدیق اکبرؓ ”لا یذیقک الموتین“ کی کوئی توضیح مسلک حق حیات انبیاء کے مخالف و معارض نہیں ہے۔ بلکہ اُن کا قول اور اسکی توضیح ہمارے عقیدے کی تائید و موافقت میں ہے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

صاحب مکائد کی سفاہت:

ہم نے اپنی کتاب ”تعویذ المسلمین عن شرور المفسدین“ کے ص ۱۵۱ پر لکھا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے جسم اطہر کے زمین پر آجانے کو قرآن مجید میں ”نحر“ کہا گیا ہے ”ننقط“ نہیں کہا گیا۔ اور ”نحر“ کا کلمہ قرآن مجید میں زندہ انسانوں کے جھک جانے اور گر جانے کے لئے ارشاد فرمایا گیا ہے۔ اور پھر اس پر تقریباً آٹھ مثالیں پیش کی گئی ہیں۔ صاحب الفتح الحسین اس پر بڑے تملک لائے۔ جواب تو بن نہ سکا البتہ بے وقوفوں کی طرح کچھ نہ کچھ ہانک ضرور دیا۔ لکھتے ہیں ”ونسحر الجبال هذا“ یعنی اگر گر جائے پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر۔ تو کیا صاحب شرور اینڈ کمپنی کے نزدیک پہاڑ بھی حیاتِ دنیوی، حقیقی، حسی

کے ساتھ زندہ ہوتا ہے۔ (الفتح المبین حصہ ۱۶۱) دراصل صاحب مکائد تعویذ المسلمین کی مضبوط گرفت اور دلائل سے بوکھلا گئے ہیں۔ ہم نے دعوے میں کہا تھا کہ جہاں لفظ "ہے" انسانوں کے ساتھ استعمال ہوا ہے تو وہ زندوں کے لئے ہی ہوا ہے۔ فرمائیے کیا آپ پہاڑوں کو انسان سمجھتے ہیں؟ یہ حالت ہے ان نام نہاد محققین کی کہ "سوال از گندم جواب از چتا" کے مصداق ہو کر پھولے نہیں ساتے۔ جاہل ہونا اتنا بڑا جرم نہیں کیونکہ علم اللہ کی ذین ہے۔ البتہ جہالت و سفاہت پر فخر کرتے ہوئے ہمیں اس بد قسمت جماعت پر ہنسی بھی آ جاتی ہے اور تعجب بھی ہوتا ہے۔

ایک احمقانہ الزام اور جواب:

تعویذ المسلمین میں ہم نے لکھا ہے کہ اگر حیات کو تین حصوں میں منقسم کر دیا جائے تو بات آسانی کے ساتھ سمجھ میں آ سکتی ہے۔

۱: بیداری: یہ حیات ظاہری ہے

۲: نیند: یہ حیات خفی ہے

۳: موت: یہ حیات انہی ہے

حضرت عیسیٰؑ کا مردوں کو زندہ کرنا "حیات انہی" سے کھلی حیات کی طرف لے آتا ہے۔ لیکن کتابت کی غلطی سے "انہی" کی بجائے "خفی" آ گیا۔ پس پھر کیا تھا صاحب مکائد خفوں کی طرح تالیاں بجانے لگے۔ لوجی ہم نے پہلوان گرا دیا۔ عبارت کے اول و آخر کو چھوڑ کر اور صاحب کتاب کے بنیادی عقیدے کی پروا نہ کرتے ہوئے اگر ہم بھی ایسی گرفت کرنے لگ جائیں تو صاحب مکائد تو کیا اس کے بڑے بھی نہیں بچ سکیں گے۔ صاحب مکائد یوں الزام دیتے ہیں "یہاں پر صاحب شرور نے دو کفر بکے ہیں، ایک تو قرآن پاک کی آیت کی تحریف کی ہے (کوئی آیت کی تحریف؟ مگر یہ نہ پوچھیے، سلفی) اور

دوسرے حضرت عیسیٰ کے معجزہ کا صریح انکار کیا ہے۔ اور یہ ”لکھ مارا ہے“ (سبحان اللہ! یا اردو ادب ہے۔ سلتی) کہ گویا حضرت عیسیٰ ”نیند والوں کو بیدار کرتے تھے الخ۔ ہم نے نہ تو قرآن مجید کی کسی آیت کی تحریف کی اور نہ ہی حضرت عیسیٰ کے معجزے کے منکر ہوئے۔ اس قسم کے جملہ سیاہ کر تو آپ و سب ہوں۔ بات صرف اتنی ہے جس کا اظہار ہم کر چکے کہ کمپوزنگ کی غلطی سے ”انہی“ کی جگہ ”خفی“ آ گیا ہے۔ اصل مسودہ دیکھا جاسکتا ہے وہاں ”انہی“ ہے۔ یعنی نہایت چھپی زندگی سے ظاہری حیات کی طرف آنا۔ اور یہ بات ہم نے حضرت ملا علی قاریؒ کے اس قول کی روشنی میں کہی کہ انسان ازلی تو نہیں مگر ابدی ضرور ہے۔ پیدائش سے قبل یہ کچھ بھی نہ تھا مگر جب پیدا ہو جائے تو پھر یہ مرتا نہیں ہے بلکہ ایک سے دوسرے عالم میں منتقل ہوتا ہے۔ انسان دنیا کے اعتبار سے مرتا ہے۔ برزخ کے اعتبار سے زندہ ہوتا ہے۔ اس حد تک زندگی ہوتی ہے کہ قبر میں عذاب و ثواب کو محسوس کر سکے۔

مگر صاحب مکائد نے ہم پر محرف قرآن اور کفر کے فتوے دینے شروع کر دیئے اور کفر کے فتوؤں کا سبق انہیں گجرات سے ملا ہے۔ یہ تو اہل علم جانتے ہیں کہ مسئلہ تکفیر تہلیدی نہیں ہوتا، تحقیقی ہوتا ہے۔ اور اس جماعت جہلاء کے بانی جملہ اکابرین اہل سنت کو ”ابو جہل کا خاندان“ کہا کرتے تھے تو تلہ گنگ کے اس بہروپے ور کر سے خیر کی کیا توقع ہے؟

فاعتبر یا اولی الابصار۔

مؤلف الفتح المسبین نے اپنے مجموعہ مکائد کے ص ۱۷۰ سے ص ۱۸۰ تک اہل سنت والجماعت علماء دیوبند کی مسلکی دستاویز المہند علی المہند کے خلاف زہراً گلا ہے۔ وہی پرانے گھسے پٹے اعتراضات اور جاہلانہ اشکالات جن کا ہم بارہا تفصیلی جواب دے چکے ہیں۔ اور اب پھر یہاں اس پر بحث کرنا خالی از مقصد سمجھتے ہیں۔ جو پروگرام صاحب مکائد کا ہے وہ ہمارا نہیں ہے یعنی بے ٹکی ابحاث سے کتابوں کا پیٹ بھرنا۔ قاضی شمس الدین صاحب کی

المسالك العلماء سے جو بحث صاحب مکائد نے چرائی ہے اس کا جواب بھی ہم اور ہمارے اکابر دے چکے ہیں۔ المہند پر اعتراضات مما تیوں کے وہی پے چبائے لقمے ہیں۔ مثلاً اس میں حیات دنیوی کہا گیا ہے اور برزخی سے انکار کیا گیا ہے نیز آپ حیات بطور ثبوت پیش کی گئی ہے جبکہ آپ حیات کے مصنف مولانا محمد قاسم نانوتویؒ وفات کے قابل نہیں ہیں (العیاذ باللہ) اس کا جواب تفصیل ہم نے لطمۃ الحق میں دیا ہے کہ حیات دنیوی سے مراد فقط یہ ہے کہ آپ کے دنیاوی جسم اطہر کے ساتھ روح مبارکہ کا تعلق ہے اور اسی تعلق کی بناء پر آپ ﷺ روضے پر پڑھا جانے والا صلوة و سلام سماعت فرماتے ہیں۔ اور حضرت نانوتویؒ پر ان گلابی نام نہاد دیوبندیوں کا الزام بھی سراسر دھوکہ بازی اور نفیض پر مبنی ہے۔ کیونکہ مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کا کیفیت وفات میں تفرّد ہے نفس موت میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ ان جہلاء نے حضرتؒ کی کتب اور آپ کی عبارت کو سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کی۔ اسی طرح صاحب مکائد نے حدیث ”مَنْ صَلَّی عَلَیَّ عِنْدَ قَبْرِی“ پر بھی قلم کونا جائز کر دیا ہے۔ ہم نے تعویذ المسلمین میں اس پر مفصل بحث کر کے صحیح ثابت کیا ہے۔ مولانا حسین علی واں پھر ویؒ اور مولانا نصیر الدین غور غشتویؒ کے حوالہ جات بھی اس ضمن میں پیش کئے۔ حتیٰ کہ مولانا غلام اللہ خان صاحب نے بھی حضورؐ کی ایک تقریر میں یہ حدیث پڑھی اور اس پر تقریر کی۔ علاوہ ازیں متقدمین و متاخرین علماء کرام کے حوالہ جات سے اپنے دعوے کو مضبوط کیا۔ مگر صاحب مکائد ان سب حقائق سے منہ چھپا گئے اور مولانا غلام اللہ خان صاحب کا حوالہ جو ہم نے مولانا عبدالمعبود صاحب کی مرتب کردہ ”سوانح شیخ القرآن“ سے پیش کیا ہے۔ اس کو پڑھ کر تو صاحب مکائد گویا لباس مجازی سے نکل کر ”لباس فطری“ میں آ گئے۔ چنانچہ لکھتے ہیں ”شیخ القرآن کا عقیدہ مولوی عبدالمعبود مستور الحال سے پوچھنے کی کیا ضرورت ہے“ (ص ۱۸۲)..... مولانا عبدالمعبود صاحب نے چونکہ سوانح مرتب کرتے

ہوئے دیانت و خدا خونی کا مظاہرہ کیا ہے اور اصل حقائق عوام کے سامنے پیش کرے یہ چنانچہ وہ مستور الحال ٹھہرے اور صاحب مکائد جن کے مجموعہ مکائد کے ایک ایک جملے سے مسی کے تیل کی بدبو آتی ہے۔ البتہ ایسا حال طاری ہے کہ سو فیصد دھوکہ اور فراڈ کر کے بھی ان کی شان و ولایت و صداقت میں فرق نہیں آتا۔

صاحب مکائد کی ”زعفرانی تحاریر“ سے آنے والی نسلوں میں بھاٹڈ اور میراٹھ تو استفادہ کر سکیں گے، اہل علم اور سلیم الفطرت قطعاً نہیں۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

صاحب مکائد نے حضرت مولانا قاضی زاہد الحسنیؒ کی رحمت کائنات سے ایک واقعہ پر المسکک المنصور میں شدید بدتمیزی سے تبصرہ کیا تھا۔ ہم نے اس کا جواب تعویذ المسلمین میں دے دیا۔ لیکن ان دوستوں کو تب تک چین نہیں ملتا جب تک اپنے اکابر پر ”آوازِ سگان“ کا شوق پورا نہیں کر لیتے۔ چنانچہ صاحب مکائد نے لکھا ہے ”صاحب شرور کے ایک بزرگ نے یہاں تک لکھ مارا کہ غالیوں کا ایک مردہ کفن چور کے پیچھے بھاگتا ہوا گھر میں جا گھسا۔ اور سال کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس کو ایک بیٹا بھی دیا (ص ۷۳) اور پھر بریکٹ میں راقم الحروف پر یوں بھڑاس نکالی ہے ”(عادات و خصائل سے معلوم ہوتا ہے کہ شاید صاحب شرور کا تعلق اسی کی نسل سے ہے۔ اس لئے اب تک بیچارے اپنے باپ کی پہچان میں تردد میں ہے، جیسا کہ اس کتاب کے انتساب سے ظاہر ہے)“

الجواب:

راقم الحروف نے اپنی کتاب ”تعویذ المسلمین“ کا انتساب چونکہ اپنی والدہ ماجدہ کے نام کیا تھا۔ صاحب مکائد اسی پر یز ہرا گل رہے ہیں۔ جہاں تک راقم کے متعلق انہوں نے لب کشائی کی ہے اس کا جواب میرے پاس فقط اتنا ہے ”جواب جاہلاں باشد خاموشی“

باقی نا، ان مؤلف کا قاضی صاحب کو طعنہ دینا کہ انہوں نے یہ واقعہ ”لکھ مارا“ ہے (یہ

”لکھ مارا“ بھی مماتی اردو ادب کا شاہکار ہے) انتہائی کذب پر مبنی ہے کیونکہ انہوں نے یہ واقعہ علامہ ابن جوزیؒ کی کتاب ”المختصر“ سے لیا ہے جیسا کہ تعویذ المسلمین میں اس کی وضاحت ہو چکی ہے۔ نیز کتابوں میں کئی ایک واقعات ایسے ملتے ہیں کہ کسی آدمی پر سکتے طاری ہوا اور اس کو مردہ سمجھ کر دفن کر دیا گیا بعد ازاں ہوش میں آ جانے پر اس کو قبر سے نکالا گیا۔ ممکن ہے یہ واقعہ اسی نوعیت کا ہو۔ کیونکہ اس قسم کے واقعات ملتے ہیں۔ مثلاً صاحب فوائد القواد نے لکھا ہے ”ایک مرتبہ ناصر الدین ہستیؒ بیمار ہوئے اور اس بیماری میں آپ کو مرض سکتہ ہو گیا، اعزاء اقرباء نے آپ کو مردہ تصور کر کے دفن کر دیا۔ رات کے وقت آپ کو ہوش آیا، خود کو مدفون دیکھا، سخت متحیر ہوئے، اس حیرت و پریشانی و اضطراب میں آپ کو یاد آیا کہ جو شخص حالت پریشانی میں چالیس مرتبہ سورہ یسین پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے اضطراب کو رفع کرتا ہے اور تنگی فراخی سے بدل جاتی ہے۔ چنانچہ آپ نے سورہ یسین پڑھنی شروع کی۔ ابھی انتالیس مرتبہ پڑھ چکے تھے کہ ایک کفن چور نے کفن چرانے کی نیت سے آپ کی قبر کھودی، امام نے اپنی فراست سے معلوم کیا کہ یہ کفن چور ہے۔ چالیسویں مرتبہ آپ نے بہت دھیمی آواز سے پڑھنا شروع کیا کہ دوسرا شخص نہ سن سکے ادھر آپ نے چالیسویں مرتبہ پورا کیا ادھر کفن چور بھی اپنا کام پورا کر چکا تھا۔ آپ اٹھ کر قبر سے باہر آئے کفن چور اس قدر ڈرا کہ اس کا دل پھٹ گیا اور چل بسا۔ امام ناصر الدینؒ کو خیال ہوا کہ اگر میں فوراً شہر چلا جاؤں تو لوگوں کو سخت پریشانی و حیرت و ہیبت ہوگی۔ پس آپ رات کو ہی شہر میں گئے اور ہر محلہ کے دروازے کے آگے پکارتے تھے کہ میں ناصر الدین ہستی ہوں۔ تم لوگوں نے مجھے سکتہ کی حالت میں دیکھ کر غلطی سے مردہ تصور کیا اور دفن کر دیا۔ میں زندہ ہوں، اس واقعہ کے بعد امام ناصر الدینؒ نے قرآن کریم کی تفسیر لکھی۔

(بحوالہ ”کتابوں کی درسگاہوں میں“ ص ۱۶۴)

اسی کتاب "کتابوں کی درسگاہوں میں" اسی طرح کا ایک اور واقعہ بھی درج ہے۔ نیز شیعہ مذہب کے ایک مشہور عالم ابوعلی فضل بن حسن طبرسی کے متعلق بھی مشہور ہے کہ وہ سکتے کے مرض میں دفن کئے گئے بعد ازاں باہر نکالے گئے اور انہوں نے "مجمع البیان لعلوم القرآن" کے نام سے تفسیر بھی لکھی۔ بہر حال ایسے واقعات کا عقائد سے تعلق نہیں ہوتا بلکہ جب اس عنوان پر کلام ہوتا ہے تو ذوقی طور پر ان واقعات کو علماء کتابوں میں لاتے ہیں۔ اور صاحب مکائد جیسے اجہل و اشرار الناس مذاق اڑا کر اپنا منہ کالا کرتے ہیں۔

صاحب مکائد نے اپنی کتاب کے آخر میں وہی غیر متعلقہ آیات پھر پیش کی ہیں جن کا جواب ہم نے تعویذ المسلمین کی آخری بحث میں دیا ہے۔ اور مسئلہ سماع کی بحث میں مسئلہ استمداد لے آئے۔ جن کا نہ ان کے دعوے سے کوئی تعلق ہے اور نہ ہمارے عقیدہ حیات انبیاء علیہم السلام سے۔

صاحب مکائد سے ایک سوال:

مسئلہ سماع کی بحث میں تفسیر جواہر القرآن میں زبردست تضاد پایا جاتا ہے۔ ذرا اپنے بڑوں کی منت سماجت کر کے اس کی وضاحت کریں۔ جواہر القرآن جلد اول ص ۱۹ میں ہے کہ "سماع موقی ضعیف حدیثوں سے ثابت ہے" جبکہ سورہ الروم ص ۹۰۲ میں ہے کہ "قائلین سماع بھی صحیح حدیثوں سے استدلال کرتے ہیں"۔

توہین علماء کا الزام:

ہم نے تعویذ المسلمین میں لکھا ہے کہ سماع موقی کے انکار میں مماتی برادری جتنی آیات قرآنی کا سہارا لیتی ہے وہ سب کی سب آیات غیر متعلقہ ہیں۔ (ابتداء ہم اس پر بحث کر آئے ہیں اور سیدہ عائشہؓ کے مسلک پر بھی خامہ فرسائی کی گئی ہے) صاحب الفتح المسلمین نے ہمیں توہین علماء کا مرتکب قرار دیا ہے۔ ہمیں اس پر صفائی دینے کی کوئی ضرورت نہیں

جاننے والے بخوبی جانتے ہیں کہ اہل حق کی توہین کون کر رہا ہے اور ان کے سلبِ عقیدہ دفاع کس کے مقدر میں ہے؟ باقی یقین جانئے ہم ایک بار پھر پورے چیلنج سے دعویٰ کرتے ہیں کہ جناب من آپ کی پیش کردہ آیات کا آپ کے نام نہاد اور اختراعی عقیدے کے ساتھ کوئی جوڑ نہیں ہے۔ علامہ عبدالحی لکھنویؒ کا قول گذشتہ صفحات میں گذر چکا اور دیگر مفسرین کے حوالہ جات بھی۔ لیجئے سنن نسائی پر علامہ سندھیؒ کا حاشیہ پڑھ لیجئے۔ آپ علامہ سیوطیؒ کا ایک قول ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں ”والمراد انک لاتجعلہم منتفعین بما یسمعون منک کالموتی والحديث لا یخالفہ ولا یثبت الانتفاع للمیت وبالحملۃ فالحدیث صحیح وقد جاء بطریق فتخطتہ غیر متحجۃ واللہ تعالیٰ اعلم“ (حاشیہ امام سندھی علی نسائی جلد اول ص ۲۹۳ سطر نمبر ۱۹)

ترجمہ: اور آیت کفار کے متعلق ہے اور مراد اس سے یہ ہے کہ اے نبی ﷺ آپ ان کفار کو اپنی باتوں سے منتفع نہیں بنا سکتے مردوں کی طرح اور حدیث قرآن مجید کے خلاف نہیں ہے۔ کیونکہ مردے کے لئے نفع ثابت نہیں ہے۔ خلاصہ کلام حدیث (ابن عمرؓ) صحیح ہے اور دیگر اصحاب سے بھی مروی ہے پس سیدہ عائشہؓ کا ابن عمرؓ کو خطا کا ٹھہرانا مناسب نہیں۔

مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحبؒ کا رجوع:

صاحب مکائد کہتے ہیں کہ مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحبؒ نے لکھا ہے کہ ”حنفیہ سماع موتی کا انکار کرتے ہیں اور حضرت عائشہؓ کا یہی مذہب ہے“ اچھا۔ لیکن صاحب مکائد کو علم ہونا چاہیے کہ یہ مفتی صاحبؒ کی علمی لغزش تھی انہیں ایمان (یعنی قسمیں) کے مسئلے پر غلط فہمی ہوئی ہے کہ مردے نہیں سنتے۔ چونکہ قسموں کا مدار عرف پر ہے۔ نیز مفتی صاحبؒ کے ان الفاظ سے اُن کا رجوع ثابت ہوتا ہے ”اور یہ اختلاف صحابہؓ کے زمانے سے ہے۔ بہت سے آئمہ سماع موتی کے قائل ہیں اور حنفیہ کی کتب میں بعض مسائل ایسے

مذکور ہیں جن سے عدم سماع معلوم ہوتا ہے مگر امام صاحبؒ سے کوئی تصریح اس بارہ میں نقل نہیں کرتے۔“ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند جلد پنجم ص ۴۶۱)

صاحب مکائد نے اپنے مجموعہ مکائد مسمی بہ الفتح المسبین کا خاتمہ حضرت علامہ مولانا محمد اسماعیل محمدی مدظلہم کے خلاف زہرا گلنے پر کیا ہے۔ علامہ محمدی صاحب چونکہ اس وقت دور حاضر کے معتزلہ کے سینوں پر مونگ ڈل رہے ہیں۔ کامیاب مناظروں اور علمی تقریروں سے ان کی نیندیں حرام ہو گئیں ہیں اور آپ نے ”تعویذ المسبین عن شرور المفسدین“ پر جو مقدمہ لکھا ہے وہ انہیں بالکل ہضم نہیں ہو سکا اور یوں ذاتیات پر کیچڑا چھال کر یہ اپنے سینے کا بال نکال رہے ہیں۔ معتزلیہ جو گھنیا زبان ہمارے خلاف استعمال کرتے ہیں۔ اس کا جواب دینے کے لئے نہ ہمارے پاس وقت ہے اور نہ ہمیں زیب دیتا ہے۔ ہاں خالص علمی و تحقیقی انداز میں کوئی اپنا نقطہ نظر پیش کرتا ہے تو ہم بھی پیش کرنے کا حق رکھتے ہیں۔ ہم نے الفتح المسبین میں موجود جو باتیں قابل جواب تھیں ان کا جواب دے دیا ہے اور دیگر مغالطات و بکواسات کی طرف بالکل توجہ نہیں کی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صراط مستقیم پر گامزن رکھے اور عصر حاضر کے تمام فتنوں سے ہماری حفاظت فرمائے آمین بجاہ النبی الکریم ﷺ۔

فاکپائے الل سنت

محمد عبد الجبار سلفی

خطیب جامع مسجد ختم نبوت کماؤک

ملتان روڈ لاہور۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سچی بات سے ہوگا حاصل کیا؟
حق کے آگے فروغ باطل کیا؟

مکرمین حیات النبی ﷺ کے رسالے ”مکر حق“ کا منسل، مدلل اور مسکت جواب

مستطاب

لطمة الحق

﴿یعنی حق و صداقت کا طمانچہ﴾

رسالہ ہذا میں مماتی فرقہ کے دجل و تلخیصات اور کذب و خرافات سے نقاب اٹھا
دیا گیا ہے۔ انشاء اللہ اس ٹولے سے اس کا جواب ناممکن ہوگا۔

از قلم حقیقت رقم

محمد عبد الجبار سلفی حنفی

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدَانَا لِاَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ . وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی
 سَيِّدِ الرُّسُلِ وَخَاتَمِ الْاَنْبِیَاءِ . وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاهِرِیْنَ
 خُصْرًا عَلٰی سَيِّدِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ الْمُهَدِّیِّیْنَ . اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ
 الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ . قُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ،
 اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا . صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِیْمُ .

اس حقیقت کو ہر انسان بخوبی سمجھتا ہے کہ یہ دنیا فانی ہے یہاں کسی چیز کو ثبات نہیں
 ہے۔ ہر ذی روح نے اس جہان کے بعد اگلے جہان میں منتقل ہونا ہے۔ کائنات میں افضل
 ترین اور اکمل ترین ذات جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات بابرکات ہے۔ اللہ تعالیٰ خالق
 کائنات ہیں تو مصطفیٰ کریم ﷺ مقصود کائنات ہیں۔ اللہ ”رب العالمین“ ہیں تو یہ ”رحمۃ
 اللعالمین“ ہیں۔ آپ ﷺ جیسی پاکیزہ ہستی نہ آپ ﷺ سے پہلے دنیا میں آئی اور نہ آپ کے
 بعد قیامت تک کوئی آئے گی۔ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر“ آنجناب ﷺ کی سیرت
 بھی اعلیٰ ہے اور صورت بھی اعلیٰ۔ آپ ﷺ کی ذات، صفات، ازواج مطہرات، بنات، اور
 جماعت سب اعلیٰ و ارفع ہیں۔ سیدنا امام زین العابدینؑ نے کیا خوب فرمایا۔

مَنْ وَجَّهَهُ شَمْسُ الضُّحٰی ، مَنْ خَذَهُ بَذْرُ الدُّجٰی

مَنْ ذَاتَهُ نُوْرُ الْهُدٰی ، مَنْ كَفَّهْ بِحَوْرِ الْهَمَمِ

جن کا چہرہ مبارک سورج کی طرح چمکتا ہے، جن کا رخسار چاند کی طرح چمکتا ہے، جن کی
 ذات نور ہدایت ہے، جن کی ہتھیلی ہمتوں کا دریا ہے۔

مگر ہم دیکھتے ہیں کہ اتنی عظمت و رفعت والی ذات بھی تریسٹھ برس گزارنے کے
 بعد ”اَللّٰهُمَّ الرَّفِیْقَ الْاَعْلٰی“ کہتے ہوئے اس فانی دنیا کو چھوڑ گئی۔ دنیا کا کوئی انسان کسی

بھی مذہب سے متعلق ہو وہ موت کا انکار نہیں کر سکتا۔ ہاں البتہ اسلام میں موت کا وہ قتی نہیں جو دیگر مذاہب میں ہے۔ دین اسلام میں موت فنائن محض کا نام نہیں، دار دنیا سے دار آخرت کی طرف منتقل ہونے کا نام ہے۔ یعنی آسان الفاظ میں موت ایک ایسا ذریعہ ہے جس سے انسان عالم دنیا سے عالم برزخ کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ برزخ کہتے ہیں پردے کو۔ اس پردے کے پیچھے کیا ہے؟ یہاں دنیا میں بیٹھ کر ہم وہاں کا نظارہ نہیں کر سکتے۔ بس جتنا لسان نبوت سے ہمیں پتہ چلا اسی کو آنکھیں بند کر کے قبول کرنا اور پھر اس عالم دنیا میں رہ کر اس عالم برزخ کے لئے زاویہ تیار کرنا ارباب علم و دانش کا شیوہ ہے۔ اور یہی حکم خداوندی ہے اور منشاء نبوت بھی۔ قانون قدرت ہے کہ جو پیدا ہو گا وہ مرے گا بھی۔ یعنی دنیا میں انسان کا آنا اس کے جانے کی تمہید ہے اور کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ کے الفاظ اس حقیقت سے پردہ اٹھا رہے ہیں کہ یہ دنیا والی موت حیات ابدی کے نقطہ آغاز کا کام سرانجام دیتی ہے کیونکہ ذائقہ کسی بھی چیز کا عارضی ہوتا ہے۔ مرنے کے بعد ارواح کے مقامات دو ہیں۔ ۱: علیین ۲: بحین۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے اِنْ كُتِبَ الْفُجَّارُ لِيُنْفِيْ سَجِيْنٍ۔ بے شک اعمال نامہ گناہ گاروں کا بحین میں ہے اور فرمایا اِنْ كُتِبَ الْاَبْرَارُ لِيُنْفِيْ عِلِّيْنٍ۔ بے شک اعمال نامہ نیکوں کا علیین میں ہے۔ روایات احادیث میں ہے کہ کفار و فجار کی ارواح کا مستقر بحین ہے اور مومنین و متقین کی ارواح کا مستقر علیین ہے۔

مسئلہ سماع موتی:

یہ مسئلہ کہ مرنے کے بعد میت پر عذاب و ثواب مرتب ہوتا ہے۔ اہل سنت والجماعت میں متفق علیہ ہے۔ قبروں میں پڑے ہوئے سنتے ہیں یا نہیں سنتے؟ اس مسئلہ میں امت کے اندر اختلاف ہے اور یہ اختلاف صحابہ کرامؓ کے دور سے چلا آرہا ہے۔ یہ علمی و تحقیقی مسئلہ علمائے کرام تک تو ضرور رہے کہ علمی بحث سے علم کی مزید راہیں کھلتی ہیں۔ مگر

ایسے مسائل میں عوام کا الانعام کو الجھانے سے راستے مسدود ہوتے ہیں۔ عوام الناس فریقین کے دلائل سنتے ہیں محدود علم اور محدود عقل و خرد کی وجہ سے یہ بحث علمی دھارے سے نکل کر تشمت و افتراق کا روپ دھار لیتی ہے۔ بات تکفیر و تفسیق پر پہنچ جاتی ہے۔ عوام باہم دست و گریبان ہو جاتے ہیں۔ نتیجتاً آواز بلند ہوتی ہے کہ علماء لوگوں کو آپس میں لڑاتے ہیں، یہ تنگ ظرف ہیں اور فرقہ واریت کو ہوا دے رہے ہیں۔ چنانچہ آہستہ آہستہ لوگ اہل علم سے بدظن ہو جاتے ہیں۔ اور انبیاء کرام کے ورناء سے ہی جب دنیا کٹ جائے تو ان کا جوشر ہوگا، یا ہو رہا ہے وہ سب پر ظاہر ہے۔

مسئلہ حیات انبیاء علیہم السلام:

تمام انبیاء و مرسلین صلوات اللہ علیہم اجمعین اور خصوصاً سرکارِ دو عالم، فخرِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعد از وفات اپنی اپنی قبروں میں وہ کیفیت نہیں ہوتی جو عام انسانوں کی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں شہداء کو زندہ کہا ہے۔ تو انبیاء کا رتبہ جو یقیناً شہداء سے اعلیٰ ہے وہ بدرجہ اولیٰ زندہ ہوں گے، حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانویؒ فرماتے ہیں ”ایک شخص نے حیات نبوی ﷺ میں مجھ سے گفتگو کی میں نے کہا جو لوگ مقتول فی سبیل اللہ ہیں ان کے حق میں ارشاد ہے ”بَلْ اَحْیَاۗءُ عِنْدَ رَبِّہُمْ“ اور جو مقتول فی سبیل اللہ سے بڑھ کر مقتول فی اللہ ہیں وہ کیونکر زندہ نہ ہوں گے۔ اور اسی نکتہ پر مدار مسئلہ کا نہیں۔ اس میں حدیث صریح موجود ہے۔ اور یہ (نکتہ) تائید کے درجے میں ہے۔ ﴿مقالات حکمت ص ۶۰﴾

انکارِ حیات کا فتنہ:

بدقسمتی سے پاکستان اور ہندوستان فتنوں کی آماجگاہ ثابت ہوئے ہیں۔ نت نئے

فتنوں سے پالا پڑ رہا ہے۔ پاکستان بننے کے بعد جن فتنوں نے سر اٹھایا ہے ان میں یہ منکرین حیات النبی ﷺ کا فتنہ ہے۔ اور سب سے بڑھ کر پریشان کن بات یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے آپکو دیوبندی کہتے ہیں۔ دیوبندیت کوئی مذاق نہیں، ایک نظریے کا نام ہے دیوبندیت کوئی نیا مسلک یا مذہب نہیں بلکہ متقدمین اہل سنت کی تحقیق پر کاربند رہنے کا نام دیوبندیت ہے۔ فقہاء احناف پر اعتماد کر کے اعتدال کیساتھ شاہراہ دین پر گامزن رہنے کا نام دیوبندیت ہے۔ یہ کوئی اچھوت نگری نہیں کہ جس کا جی چاہے منہ اٹھا کر دیوبندی بن جائے اور پھر اس کے سہارے لوگوں کے ایمان پر غارت گری کرے۔ مسلک دیوبند کو سمجھنے کے لئے حکیم الامت حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کی زندگی کی آخری تصنیف ”علماء دیوبند کا مسلکی مزاج“ کا مطالعہ ہر مسلمان کے لئے خصوصاً اس مسلک سے وابستہ حضرات کے لئے نہایت ضروری ہے۔ قیام پاکستان کے گیارہ سال بعد گجرات سے سید عنایت اللہ شاہ بخاری تحقیق کی منڈی میں نئی جنس لے کر آئے کہ حضور ﷺ کو قبر اطہر میں حیات حاصل نہیں۔ اور یہ کہ آپ ﷺ روئے پر پڑھا جانے والا صلوة و سلام ساعت نہیں فرماتے۔ مولانا قلام اللہ خان صاحبؒ اور مولانا قاضی نور محمد صاحب وغیرہ نے تو ۱۹۶۲ء میں رجوع کر لیا تھا۔ اور یہ بزرگ واپس دیوبندیت کے صاف شفاف چشمے سے آکر آبِ علم پینے لگے۔ مگر سید صاحب اور ان کے دیگر حواریوں نے تو وہ اودھم مچایا کہ الامان والحفیظ۔ ان حضرات نے ذرا نہ سوچا کہ ہم اجماع امت سے ٹکر لے کر مسلک حق دیوبند کو منقسم کر رہے ہیں۔ اکابر علماء دہائیاں دیتے رہے۔ اجلاس بلا کر سمجھاتے رہے مگر ان بزرگوں کے جذبہٴ اخلاص کو ان کی علمی کمزوری سمجھ لیا گیا۔ آخر اہل حق میدان میں اترے۔ اور انہوں نے متفقہ اعلان فرمایا کہ مماتی ٹولے کا مسلک دیوبند کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ تقریر اور تحریر اس مسئلے کو کھولا گیا۔ اور اس سلسلہ میں علماء دیوبند نے جو تحقیقات کے دریا

یہائے۔ اللہ جانتا ہے کہ ہر مسلک کے منصف اہل علم عیش و عشرت کراٹھے۔ اس سلسلہ میں :-
کتب منظر عام پر آئیں ان کی ایک جھلک ملاحظہ ہو۔

- ۱: رحمت کائنات از مولانا قاضی زاہد الحسنی صاحب ۲: مقام حیات از علامہ ذوالنور خالد محمود صاحب ۳: تسکین الصدور از علامہ محمد سرفراز خان صاحب صفدر ۴: حیات الاموات از علامہ سید نور الحسن شاہ بخاری ۵: القول الحق از مولانا محمد عبداللہ بہلوی ۶: دعوت الانصاف فی حیات جامع الاوصاف از مولانا عبدالعزیز شجاعبادی ۷: الحیات بعد الوفات از مولانا نور محمد تونسوی صاحب ۸: حیات انبیاء کرام از مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی ۹: حیات النبی از مولانا عاشق الہی بلند شہری ۱۰: حیات النبی ﷺ مذاہب اربعہ اہل سنت والجماعت کی نظر میں از مولانا اللہ یار خان صاحب ۱۱: حیات برزخیہ از مولانا اللہ یار خان صاحب ۱۲: تسکین الاقواء از مولانا محمد علی صاحب ۱۳: علماء دیوبند کا عقیدہ حیات النبی ﷺ از مولانا عبدالحق خان بشیر ۱۴: نور الصدور از حکیم محمود احمد ظفر ۱۵: اور ان سب سے پہلے یعنی مہماتی فتنے کے ظہور سے قبل حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی نے آپ حیات اور حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوری نے رسالہ ”دفع العجاج“ تحریر فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہم اپنے اکابر کی ان تحقیقات کی روشنی میں مسئلہ ہذا کو مختصر رسائل کی شکل میں وقتاً فوقتاً شائع کرتے رہتے ہیں۔ ادارہ مظہر التحقیق نے مختصر عرصہ میں جن رسائل کے ذریعے مسلک حق سے عوام کو آگاہ اور مہماتیت سے خبردار کیا وہ مندرجہ ذیل ہیں۔ ۱: مناظرہ حیات النبی ﷺ۔ ڈیڑھ سو صفحات پر مشتمل یہ کتاب تین بار چھپ چکی ہے۔ ۲: القول المعتبر فی حیات خیر البشر ﷺ۔ ۳: سیف سراجیہ بر فتنہ مہماتیت۔ ۴: آئینہ دکھایا تو برامان گئے۔ ۵: سب سے پہلا انکشاف۔ ۶: سلفی کون؟۔ ۷: جعلی دیوبندیوں کی اصلی کہانی۔ ۸: یزیدی فتنہ۔ ۹: فکری یکجہتی۔ ۱۰: درو مندانہ اہل۔ یہ وہ رسائل ہیں جو مسئلہ حیات النبی ﷺ اور رد مہماتیت

کے سلسلہ میں ہیں ان کے علاوہ ردّ شیعیت پر بھی کافی رسائل چھپ کر عوامی ہاتھوں میں جا چکے ہیں۔

سبب تالیف رسالہ ہذا:

تحریر کے علاوہ تقریر کی صورت میں بھی علماء کرام نے اس مسئلہ کو خوب اجاگر کیا۔ حضرت اقدس مولانا قاضی مظہر حسینؒ، مولانا حق نواز صاحب شہیدؒ، مولانا ضیاء الرحمن فاروقی شہیدؒ، مولانا محمد ضیاء القاسمیؒ، مولانا محمد سلیمان طارقؒ اور دیگر خطباء عظام نے اس سٹیج پر خوب وکالت کی۔ مگر تحریر و تقریر کے ساتھ ساتھ جس عظیم شخصیت نے مناظرہ و مباحثہ میں ممانیت کا ناطقہ بند کیا وہ رئیس المناظرین حضرت مولانا محمد امین صندراو کاڑویؒ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو جنت کا باغیچہ بنائے۔ ان کی روح کو جنت الفردوس میں اپنی نعماد افرہ سے بہرہ یاب فرمائے اور پسماندگان کو حوادثِ دہر سے محفوظ و مصون رکھے۔ آمین بجاہ النبی الکریم ﷺ۔ مولانا اوکاڑویؒ نے اپنے بعد شاگردوں کی ایک جماعت چھوڑی ہے جو بحمد اللہ آپ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے قتنوں کے خلاف ہر محاذ پر سرگرم نظر آتے ہیں۔ ان میں ایک جانا پہچانا نام حضرت مولانا محمد اسماعیل محمدی صاحب کا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دولتِ علم، قوتِ حافظہ، اور عوام کے ذہن میں دلائل کے ساتھ مسئلے کو اتارنے کا خاص سلیقہ عطا فرمایا ہے۔ بے مثال مناظر اور باعمل عالم دین ہیں، اس وقت موجود تمام اکابر علماء کے منظور نظر ہیں۔ انتہائی سنجیدہ، ذہین، فطین، متین اور دفاع مسلک کے لئے ہر وقت چوکس نظر آتے ہیں۔ غیر مقلدین اور ممانیت کو ناکوں چنے چبوانے کی خصوصی مہارت رکھتے ہیں۔ مولانا موصوف نے اس موضوع پر بمقام کوٹ بلال گوجرانوالہ نہایت پُر مغز تقریر کی تھی۔ بعد میں احباب نے اس تقریر کو آواز حق کے نام سے کتابی شکل دیدی، جس نے منکرین حیات النبی ﷺ کی نیندیں حرام کر دیں۔ چنانچہ جمعیت اشاعت التوحید والسنة تلمہ گنگ کی

رف سے اس کا جواب ”کلمہ حق“ کے نام سے شائع ہوا۔ وہی پرانی باتیں، اور رہار کے چبائے ہوئے لقمے ہیں۔ ادھر ادھر کی لائینی باتوں سے رسالے کا پیٹ بھر دیا گیا ہے۔ راکھ کے اوپر چاندی کے ورق لگا دینے سے وقتی طور پر دھوکہ تو ہو سکتا ہے مگر حقیقت زیادہ دیر چھپ نہیں سکتی۔ مؤلف کلمہ حق نے بھی دکانِ باطلہ پر ”کلمہ حق“ کا بورڈ نصب کر کے دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے۔ مجبوراً ہمیں بھی حق کا طمانچہ رسید کرنا پڑا۔ رسالہ اگرچہ قابل نہیں ہے کہ ہم دیگر ضروری مشاغل چھوڑ کر اس کا جواب لکھنے بیٹھ جاتے۔ مگر بعض باتیں چونکہ عام قاری کی گمراہی کا باعث بن سکتی تھیں اس لئے جوابی رسالہ ”لطمۃ الحق“ کے نام سے پیش کیا جا رہا ہے۔ عقل ٹھکانے نہ آئی تو پھر ”سیفِ حق“ کا وار کرنے سے بھی گریز نہیں کریں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ کیونکہ حق و صداقت کے آگے باطل زیادہ دیر نہیں ٹھہر سکتا۔ ہم اوجھے، جھکنڈوں سے نہ گھبرائیں گے اور نہ میدانِ تحقیق سے بھاگیں گے۔

شاء اللہ۔ بقول شاعر۔

کیا بندہ فضلِ خدا کر لو گے ؟

مسدودِ کرم کا راستہ کر لو گے ؟

ہے سر پر مرے ہاتھ میرے مالک کا

دیکھوں تو ذرا تم میرا کیا کر لو گے ؟

خاکپائے اکابرینِ اہل سنت دیوبند

محمد عبدالجبار سلفی حنفی

ظہیب جامع سہ ماہی نبوت، کھارک، ملتان، روزہ لاہور۔

نوٹ: سب سے پہلے آوازِ حق کی عبارت اور مؤلف کلمہ حق کا تبصرہ دیا جائیگا۔ بعد ازاں
الجواب سے ہمارا تبصرہ شروع ہوگا۔ مؤلف۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مؤلف کلمہ حق کی سب سے پہلی جہالت:

مؤلف کلمہ حق نے اپنے رسالہ میں حضرت مولانا محمدی صاحب مدظلہ کو ”آواز حق“ رسالے کا مصنف بنا کر پیش کیا ہے۔ مثلاً لکھتے ہیں ”مولوی صاحب نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے“ نیز ”آواز حق از مولانا اسماعیل محمدی (کلمہ حق ص ۳۹) حالانکہ آواز حق میں دی جانے والی تقریر مولانا محمدی صاحب مدظلہ کی ہے۔ مرتب قاری اللہ دست عثمانی ہیں۔ نہ تو مولانا موصوف نے اپنی تقریر کو کتابی شکل دی ہے اور نہ رسالے کا نام تجویز کیا ہے۔ جو لوگ مصنف، مؤلف اور مرتب میں فرق تک نہیں جانتے اب خیر سے وہ بھی کتابیں لکھنے بیٹھ گئے ہیں۔

خدا کی شان تو دیکھو کہ کلچر ہی سنجی
حضور بلبل بستان کرے ہے لوانجی

ہماری قسمت میں یہ دن بھی دیکھنے لکھے تھے کہ ایسے ”محقق“ جابر سلطان کے سامنے کلمہ حق کہنے کی بجائے اہل علم اور حق گو علماء کو حقانیت کا سبق پڑھائیں گے۔ رسالہ کلمہ حق پر تقریر لکھنے والے اشاعت التوحید والسنہ کے ناظم اعلیٰ حضرت مولانا ضیاء اللہ شاہ بخاری صاحب ہیں۔ خانہ سادات کے یہ چشم و چراغ لکھتے ہیں ”کلمہ حق کا مطالعہ نصیب ہوا، چیدہ چیدہ مقامات کا نظارہ یہ بتاتا ہے کہ مولانا ضیاء الرحمن صاحب نے خوب محنت سے مواد اکٹھا کیا ہے۔ علماء اسلام کے حوالہ جات، اکابر کو معصوم کی حد تک سمجھنے والوں کے لئے تسلی کا سامان بننے چاہیے (کلمہ حق ص ۲) ماشاء اللہ“ ایں خانہ ہمہ آفتاب است“ کم از کم شاہ جی علی مؤلف کلمہ حق کو مصنف اور مرتب کا فرق سمجھا دیتے۔ شاہ صاحب آپ کسی بلند و بالا بلڈنگ کی چھت پر کھڑے ہو کر شہر کا نظارہ نہیں کر رہے تھے بلکہ ایک کتاب پر مہر تصدیق ثبت

کر رہے تھے۔ اور اس میدان میں محض نظارہ نہیں ”دقیق نظارے“ کی ضرورت ہوتی ہے۔
مگر آہ!

ڈھونڈنے والا ستاروں کی گذرگا ہوں کا
اپنے افکار کی دنیا میں سفر کرتا سکا
نبیز آپ نے ایک اور پتے کی بات بتادی کہ دورِ خلفاء راشدینؓ سے لے کر ۱۹۵۸ء تک کے
تمام اکابر غیر معصوم ہیں۔ اور معصومیت کی حد ”گجرات“ سے شروع ہوتی ہے۔ کیونکہ مؤلف
کلمہ حق نے جو عقائد لکھے ہیں وہ ۱۹۵۸ء کے بعد کے ہیں اور ان پر ”میڈانِ گجرات“ لکھا
کھائی دے رہا ہے۔

تقریظ کسے کہتے ہیں؟

تحقیق و تدقیق کی دنیا میں جب کسی موضوع پر قلم اٹھایا جاتا ہے تو صاحبِ کتاب
اپنے خیال میں اپنے سے بڑے اہل علم کی خدمت میں اپنی تالیف پیش کرتا ہے تاکہ وہ
محققانہ اور دیانتدارانہ نظرِ عمیق ڈال کر ترمیم و اصلاح کا حق رکھتے ہوئے تصدیق کرے اور
کچھ تائیدی و تعریفی جملے تحریر کرے۔ لہذا تقریظ نگار کیلئے ضروری ہوتا ہے کہ وہ صرف دور
بہیضہ کر ”نظارا“ ہی نہ کرے بلکہ ذمہ داری سمجھتے ہوئے مندرجات کو اچھی طرح پڑھے۔ تقریظ
لکھنے کے بعد اسکی صحت و سقم اور قوت و ضعف کی ذمہ داری مصنف و مؤلف پر کم اور تقریظ
نگار پر زیادہ ہوتی ہے۔ کتاب کلمہ حق (جس کا ایک ایک لفظ تحریف، بغض و عناد اور خیرہ چشتی
کا شاخسانہ ہے) جب سید ضیاء اللہ شاہ صاحب بخاری کی خدمت میں پیش ہوتی ہے تو وہ
اس کو ”سامانِ تسلی“ قرار دیتے ہیں۔ پھر جواباً مؤلف کلمہ حق بھی تقریظ نگار کو ”رہبرِ شریعت“
اور ”پیرِ طریقت“ کے خوشامدانہ اور ”دلبرانہ“ الفاظ سے نوازتے ہیں۔ گویا۔

تو من شدم من تو شدی، من تن شدم تو جان شدی

تا کس نہ گوید بعد ازیں، من دیگرم تو دیگری

یا پھر ”من ترا ملا بگویم تو مرا حاجی بگو“۔

حقیقت یہ ہے کہ جب کسی انسان کے قلب و نظر پر ضد اور عناد کی دبیز اور سیاہ پٹیاں چڑھ جائیں تو وہ متلاشی حق ہونے کی بجائے حواس باختہ ہو جاتا ہے اور وہی تباہی بکنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ جب انسان تعصب پر اتر آئے تو پھر دماغ کام کرنا چھوڑ دیتا ہے۔ مؤلف کلمہ حق کی طرح سرگودہا کے مولوی عطاء اللہ بند یا لوی بھی ”مریض تعصب“ ہونے کی وجہ سے گل کھلاتے رہتے ہیں چنانچہ وہ اپنے ایک رسالہ میں لکھتے ہیں ”حضرت تھانویؒ اپنی مایہ ناز تصنیف اشرف الجواب جلد ۲ ص ۱۶۰ طبع دیوبند میں فرماتے ہیں“ (حیات النبیؐ ص ۱۳) اب یہ نرالی و انوکھی تحقیق اور ”شوق محقق“ کا نتیجہ ہی تو ہے کہ بند یا لوی صاحب اشرف الجواب کو حضرت تھانویؒ کی تصنیف کہہ رہے ہیں۔ حالانکہ یہ غشی علی محمد صاحبؒ ثوبہ ٹیک سنگھ والوں کی تالیف ہے۔ جنہوں نے حضرت حکیم الامتؒ کے ملفوظات کو یکجا کر کے ”اشرف الجواب“ کا نام دیا۔

مماتی علماء کو مشورہ:

لہذا راقم الحروف ان حضرات کو مخمضانہ مشورہ دے گا کہ آپ شاہراہِ علم پہ گامزن ہونے کے لئے اور مصنف و مؤلف، مقرر و مرتب میں فرق جاننے کے لئے وزیر آباد آکر مولانا محمد اسماعیل محمدی صاحب کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کریں۔ راقم سفارش کروانے کے لئے تیار ہے۔ اور تعلیمی داخلے کیساتھ ”امدادی داخلہ“ ہوگا یعنی تین وقت کا کھانا بھی ملے گا۔ انشاء اللہ۔

صلائے عام ہے، یار ان نکتہ داں کے لئے۔

دیکھیے اب ہمارے اس مشورہ کو ”مہربان“ پسند کرتے ہیں یا.....
 سرخک شوق کی موجوں سے کیوں گھبرا گئی دنیا؟
 ابھی تو میں نے اک قطرہ، سمندر سے نکالا ہے

منکرین حیات النبی ﷺ کی پیدائش:

ان مسائل میں سے جو اجتماعی تھے اور اختلافی بنادئے گئے۔ ایک مسئلہ حیات النبی ﷺ کا بھی ہے..... حیات النبی ﷺ کے منکر ۱۹۵۸ء میں پیدا ہوئے۔ جنہوں نے ۱۹۵۸ء میں انہیں اختلاف پیدا کیا۔ اور اختلاف پیدا کرنے والے گجرات سے اٹھے ہیں انہوں نے اس مسئلہ میں رخنہ اندازی کی۔ (آواز حق ص ۹-۱۰)

تبصرہ مؤلف کلمہ حق:

مولانا (محمدی) صاحب صرف حیات النبی ﷺ کے نعرہ سے عوام کو دھوکہ دیتے ہیں ورنہ مطلقاً حیات النبی ﷺ کا ہم نے کب انکار کیا ہے؟ اور نہ یہ اختلافی مسئلہ ہے۔ مولوی صاحب اور ان کے ہموا جرات کریں اور اپنا عقیدہ کھل کر بیان کریں کہ ہم حیات النبی ﷺ دنیوی کے قائل ہیں، برزخی حیات کے قائل نہیں۔ جیسا کہ تمہارا عقیدہ الہند میں لکھا ہوا ہے۔

”حیوتہ، صلی اللہ علیہ وسلم وجميع الانبياء صلوات اللہ علیہم اجمعین دنیویتہ لا برزخیہ (الہند) مولانا اسی طرح کھل کر اپنا عقیدہ بیان کریں کہ ہم برزخی حیات کے قائل نہیں ہیں۔ پھر ہم جناب سے پوچھیں کہ یہ اجماعی اور اتفاقی بات کس کی ہے؟ اور قارئین کرام بھی ان کو مجبور کریں کہ یہ اپنا عقیدہ چھپاتے کیوں ہیں؟.... مولوی صاحب کو سخت غلط فہمی ہوئی ہے جناب عالی! منکر حیات اور منقر وفات ۱۹۵۸ء میں پیدا

نہیں ہوئے بلکہ اللہ سے آج تک آرہے ہیں۔ سب سے پہلے جنہوں نے حیاتِ انکار کیا وہ اکابرین کے اکابر حضرت ابو بکر صدیقؓ ہیں، جنہوں نے آپ کی وفات کے بعد سب سے پہلی تقریر ”ممات النبی“ پر کی اور آپ کی میت ہونے کا اعلان فرمایا ”مَنْ كَانَ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا فَإِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ“ (جو شخص محمدؐ کی عبادت کرتا تھا تو تحقیق حضرت محمدؐ وفات پا چکے ہیں) اس پر تمام صحابہ کرام نے اجماع کیا، پیغمبر علیہ السلام کا جنازہ پڑھا گیا۔ آپ کو دفن کیا گیا۔ خلافت ابو بکرؓ کا اعلان ہوا۔ جبکہ آپ کی حیات میں یہ سب ناممکن تھے۔ تمام محدثین نے ”وفات النبی“ کا باب باندھا اگر آپ اپنا اجماعی مسئلہ باب حیات النبی میں دکھا سکتے ہیں تو پیش کریں ﴿کلمہ حق ص ۸۰﴾

الجواب مع البرهان بفضل اللہ المتان:

بائبل شیدا تو سنا ہنس کر

اب جگر تھام کے بیٹھ، میری باری آئی

مؤلف کلمہ حق کہتے ہیں کہ تم صرف حیات النبیؐ کے نعرے سے عوام کو دھوکہ دیتے ہو۔ اور یہ کہ مطلقاً حیات النبیؐ کا ہم نے کب انکار کیا؟ اہل سنت والجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام اور خصوصاً سید الانبیاء، فخر موجودات، منبع فیوضات، حضرت نبی اقدسؐ اپنے دنیا والے جسم کے ساتھ اپنی قبر میں زندہ ہیں۔ زندگی جسم کے اندر روح کے تعلق سے آتی ہے۔ روح اور جسم کے تعلق ہونے کی ایک صورت یہ ہے کہ روح جسم کے اندر موجود ہو اور دوسری صورت یہ ہے کہ موت کے بعد جو روح کا ٹھکانہ ہے، روح وہاں اپنے مستقر میں ہو۔ لیکن وہاں ہوتے ہوئے اس کا دنیا والے جسم کے ساتھ تعلق جڑا ہوا ہو۔ جسم سے انقطاع روح کا نام موت ہے۔ اور روح کا تعلق جسم کے ساتھ رہے تو حیات ہے۔ ہمارا عقیدہ حقہ یہ ہے کہ حضورؐ کا دنیا والا جسم اطہر روضے میں زندہ ہے۔ برخلاف اس

کے مکرین حیات النبی ﷺ کہتے ہیں کہ روضہ اطہر میں دنیا والا جسم محفوظ تو ہے مگر اس میں حیات نہیں ہے۔ روح برزخ میں ہے۔ جسم مبارک تمام کمالات سے خالی ہے۔ حالانکہ جملہ کمالات سے متصف ہونے کے لئے جسم و روح کا رشتہ ضروری ہے۔ جیسا کہ ”البصائر لمنکر التوسل باهل المقابر“ میں ہے۔ ”ان الانبياء عليهم الصلوة والسلام حيوة برزخية جسدانية . ويدل عليه قوله عليه الصلوة والسلام مررت بقبر موسى عليه الصلوة والسلام فاذا هو يصلى فى قبره . والصلوة تقتضى جسدا حيا“۔ (المہارِص ص ۱۹۵ مطبوعہ مکتبہ رحیمیہ پشاور) یعنی انبیاء علیہم السلام کی زندگی برزخی اور جسمانی ہے اور اس پر دلیل حضور ﷺ کا وہ فرمان عالی شان ہے کہ (معراج کی شب) جب میں حضرت موسیٰ کی قبر پر سے گذرا تو وہ اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے۔ اور نماز زندہ جسم کو چاہتی ہے۔ اور علامہ سندھی بھی فرماتے ہیں ”الصلوة تستدعی جسدا حيا“ (حاشیہ سنن نسائی ج ۱ ص ۱۸۵) نماز پڑھنا زندہ جسم ہی سے ہو سکتا ہے۔ مؤلف کلمہ حق اور دیگر مکرین حیات النبی ﷺ حضور علیہ السلام کی حیات برزخی کے مبہم اقرار سے دھوکہ دیتے ہیں اور جسم کے ساتھ تعلق روح کا انکار کرتے ہیں۔ جسم اطہر کے بارے میں نہایت قیمتی اور پرکشش جملے کہتے ہیں چنانچہ مولانا محمد حسین نیلوی لکھتے ہیں، انبیاء کرام علیہم السلام کو حضرت حق تعالیٰ جل جلالہ و عم نوالہ، نے ایک مخصوص اور ممتاز حیات عطا فرمائی ہے۔ جو شہداء کرام کی حیات کی طرح نہیں بلکہ ان کی حیات، شہداء کی حیات سے ممتاز اور بلند و بالا اور ارفع، انفع، اوقع، اعلیٰ، اولیٰ، اعلیٰ، اقویٰ، اقمیٰ، اصلٰی، ازکی، اسنی، اشہلیٰ، اعلیٰ، اعجل، افضل، اکمل، اودوم، اقوم، اتم، اہم، اعظم، اطیب اور اقدس ہے جو عقائد علماء دیوبند اور مسئلہ حیات الانبیاء ص ۱۲

قارئین کرام، اب آپ نیلوی صاحب کے مذکورہ بالا پرکشش جملے پڑھنے کے

بعد یہ الفاظ بھی ملاحظہ کریں ”جب صحابہ کرامؓ کا عقیدہ تھا کہ آپؐ قبر میں جا کر زندہ ہو جائیں گے تو قبر کھودنے کی تکلیف کیوں کی؟ چلو اگر دفن کر دیا تھا تو تھوڑی دیر کے بعد آنحضرت ﷺ کو نکال لیتے، لوگ آپؐ کی زیارت سے مشرف ہو کر صحابیت کا مقام حاصل کر لیتے (بحوالہ عقائد ص ۹۹) اب بتائیے کہ ان الفاظ نے گستاخی کا پہلو نہیں نکل رہا؟ ان الفاظ میں ادب، لحاظ، تمیز اور اخلاق کا کوئی پہلو ہے؟ کاش نیلوی صاحب نے سوچا ہوتا کہ وہ کس ذات پر بحث کر رہے ہیں؟ اور ساقی کوثرؒ کے متعلق ”صحابہؓ نے دفن کیوں کیا“ پھر نکال لیتے“ جیسے الفاظ ایک امتی اور وہ بھی عالم دین کو کیا زبید دیتے ہیں؟ دراصل جب انسان اپنے اسلاف کا دامن چھوڑ دیتا ہے تو پھر اس سے ادب کی نعمت چھین لی جاتی ہے۔ شاید اس لئے مولانا محمد اسماعیل محمدی صاحب نے ہماری کتاب مناظرہ حیات النبی ﷺ پر تقریظ لکھتے ہوئے کہا تھا کہ ”ہر مماتی بے ادب اور متکبر ہو گا نیز جذباتی اور کریک ہو گا“ مناظرہ حیات النبی ﷺ طبع سوم ص ۲۰

المہند کا حوالہ دینے میں مؤلف کلمہ حق کی بددیانتی:

مؤلف کلمہ حق نے المہند کی عبارت یوں دی ”حیوتہ ﷺ و بجمع الانبیاء صلوات اللہ اجمعین دنیوتہ لا برزخیہ“ (کلمہ حق ص ۷) جبکہ المہند علی المہند کی مکمل عبارت مندرجہ ذیل ہے۔

عندنا وعند مشائخنا حضرة الرسالة ﷺ حی فی قبرہ الشریف و حیوتہ ﷺ دنیوتہ من غیر تکلیف و ہی مختصہ بہ ﷺ و بجمع الانبیاء صلوات اللہ علیہم والشهداء لا برزخیہ کما ہی حاصلہ لسائر المئومنین بل لجميع الناس کما نص علیہ العلامة السیوطی فی رسالته انباء الاذکیاء بحیاة الانبیاء حیث قال قال الشیخ تقی الدین

السبکی حیوة الانبیاء والشهداء فی القبر کحیاتهم فی الدنیا و یشہدله صلوٰۃ موسیٰ علیہ السلام فی قبرہ فان الصلوٰۃ تستدعی جسدا حیا ، فثبت بهذا ان حیوۃ دنیویہ برزخیہ لکونہا فی عالم البرزخ ولشیخنا الاسلام دین محمد قاسم العلوم علی المستفیدین قدس اللہ سرہ العزیز فی ہذا المبحث رسالہ مستقلہ دقیقۃ الماخذ بادیعہ المسلك لم یرملہا قد طبعت وشاعت فی الناس واسمہا ”آب حیات“ ای ماء الحیوۃ۔

﴿ترجمہ﴾

ہمارے اور ہمارے مشائخ کے نزدیک حضرت ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور آپ کی حیات دنیا کی سی ہے۔ بلا مکلف ہونے کے اور یہ حیات آنحضرت ﷺ اور تمام انبیاء علیہم السلام اور شہداء کے ساتھ مخصوص ہے۔ یہ وہ حیات برزخی نہیں ہے جو تمام مسلمانوں بلکہ سب انسانوں کو حاصل ہے۔ چنانچہ علامہ سیوطیؒ نے اپنے رسالہ ”انبیاء الاذکیاء فی حیات الانبیاء“ میں بتقریح لکھا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ علامہ تقی الدین سبکیؒ نے فرمایا ہے کہ انبیاء و شہداء کی قبر میں حیات ایسی ہے جیسے دنیا میں تھی۔ اور موسیٰ علیہم السلام کا اپنی قبر میں نماز پڑھنا اسکی دلیل ہے۔ کیونکہ نماز زندہ جسم کو چاہتی ہے۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ حضرت ﷺ کی حیات دنیوی ہے اور اس معنی میں برزخی بھی ہے کہ عالم برزخ میں حاصل ہے اور ہمارے شیخ مولانا محمد قاسم صاحب قدس اللہ سرہ کا اس بحث میں ایک مستقل رسالہ بھی ہے۔ نہایت دقیق اور انوکھے طرز کا بے مثل، جو طبع ہو کر لوگوں میں شائع ہو چکا ہے۔ اس کا نام آب حیات ہے۔

﴿المہند علی المسند، سوال الخامس﴾

قارئین کرام اس عبارت کو بغور پڑھیں گے تو اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ مؤلف

کلمہ حق ”تجميع الانبياء“ سے پہلے اور ”لا برزخية“ کے بعد والی ساری عبارت ”کوکا کولا“ سمجھ کر غٹا غٹ پی گئے ہیں۔ یہاں ہمارے اکابرین فرما رہے ہیں کہ جو حیات برزخی تمام انسان کہ حاصل ہے وہ انبیاء علیہم السلام کو نہیں۔ یعنی ان کی حیات ان سے اعلیٰ ہے۔ اور پھر آخر میں جا کر ”لکونہا فی عالم البرزخ“ کہہ کر یہ توضیح بھی کر دی گئی ہے کہ اس سے مراد مطلق دنیاوی حیات نہیں، دنیا کی سی حیات ہے، یعنی دنیا والے جسم اطہر میں روح ہے، تشبیہ میں ہر جہت سے مشابہت ضروری نہیں ہوتی۔

حیات دنیوی سے مراد کیا ہے؟

حیات دنیوی سے مراد یہاں وہ حیات نہیں ہے جو آنحضرت ﷺ کو وفات سے پہلے عالم شہادت میں حاصل تھی۔ کیونکہ موت کے بعد عالم شہادت کی حد ختم ہے۔ اور عالم برزخ کی قیامت تک رہتی ہے۔ یار لوگوں نے خواخواہ تشقت و افتراق کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں لوگوں کو بھٹکا رکھا ہے۔ مؤلف کلمہ حق اور ان کے ٹولے کا نظریہ یہ ہے کہ صرف روح زندہ ہے۔ اور ہم اہل سنت والجماعۃ کا نظریہ یہ ہے کہ جسم کے ساتھ روح کا تعلق ہے اور اسی تعلق کی وجہ سے آپ ﷺ روضہ اطہر پر پڑھا جائے والا سلام سنتے ہیں۔ حیات فی القبر کا یہ معنی نہیں کہ معاذ اللہ آپ ﷺ پر موت کا ورود ہی نہیں ہوا۔ جیسے نیلوی صاحب نے لکھا ہے کہ پھر صحابہؓ نے قبر کیوں کھودی؟ اور مؤلف کلمہ حق نے اپنے وڈیروں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے لکھا کہ آپؐ کا جنازہ پڑھا گیا، آپؐ کو دفن کیا گیا وغیرہ حیات دنیاوی کا مطلب صرف اتنا ہے کہ دنیا والا جسم قبر میں زندہ ہے۔ اور اسی کو حیات جسمانی بھی کہا جاتا ہے۔ حیات حسی بھی کہا جاتا ہے یعنی روضہ اطہر میں قبر والا محسوس جسم زندہ ہے اور اسی کو حیات حقیقی اور برزخی کہا جاتا ہے۔ مختلف وجوہات کی بناء پر حیات قبر کے مختلف نام ہیں۔ جیسے مطلق اہل سنت حضرت مولانا منیر احمد صاحب مدظلہم فرمایا کرتے ہیں کہ ایک آدمی ماں والے تعلق کے

اعتبار سے بیٹا ہے، بیٹی والے تعلق کے اعتبار سے باپ ہے، بہن والے تعلق کے اعتبار سے بھائی ہے، بیوی والے تعلق کے اعتبار سے شوہر ہے، پوتے کے اعتبار سے دادا، نواسے کے اعتبار سے نانا وغیرہ، یہ ایک ہی شخص ہے مگر مختلف اعتبار سے نام مختلف ہیں اسی طرح حضور ﷺ کی حیات، روحانی، برزخی، حقیقی، دنیوی، حسی، مختلف ناموں سے ہو سکتی ہے مگر فی نفسہ حیات ایک ہی ہے کہ آپ ﷺ کا دنیاوی جسم قبر میں زندہ ہے۔

خطبہ صدیق اکبرؓ

مؤلف کلمہ حق اپنے بے سرو پا عقیدے پر بڑی دور کی کوڑی لائے ہیں کہتے ہیں جی حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضور علیہ السلام کی وفات کا اعلان کیا اور یہ کہ سب سے پہلے حیات کے منکر حضرت صدیق اکبرؓ ہیں۔ (لعنت اللہ علی الکلبین والجاہلین) یہ نیم رافضی کم از کم وجہ اختلاف کو تو سمجھیں۔ ارے نام نہاد محقق! کس بد بخت نے حضور ﷺ کی وفات کا انکار کیا ہے؟ جنازے اور تدفین کا انکاری کون ہے؟ اکابر میں سے کسی ایک بزرگ کا حوالہ لاؤ جو وفات، جنازہ، اور تدفین کا منکر ہو۔ اکابر تو اکابر رہے یہ راقم الحروف جو مشائخ اہل سنت کے صدقے اللہ تعالیٰ سے روٹی مانگ کر کھاتا ہے، ”جنازۃ الرسول ﷺ اور ”ساجد کرام“ کے عنوان سے مستقل رسالہ لکھ چکا ہے۔ جس کے دواؤ ایڈیشن نکل چکے ہیں۔ در یہاں بھی مماتی لوگ تحریف کر کے ”بریلی والے خان جی“ کی روح کو خوش کرتے ہیں۔ ہم پوچھتے ہیں ان دعا باز لوگوں سے کہ خطبہ صدیق مکمل پڑھتے ہوئے تمہارے پیٹ میں روڑ کیوں اٹھتا ہے؟ خطبہ صدیق اکبرؓ سے تو حیات ثابت ہوتی ہے۔ بخاری شریف کی جلد اول ص ۵۷ پر خطبہ صدیقؓ موجود ہے آنحضرت ﷺ کی رحلت ہوئی سیدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ تشریف لائے پیشانی مبارک کو بوسہ دیا اور فرمایا ”طُبْتُ حَبًا وَمَيِّتًا۔ آپ کی زندگی اور موت دونوں پاک ہیں۔ اور پھر لَا يَدْبِقُكَ اللَّهُ الْمَوْتَيْنِ أَبَدًا۔ اللہ

آپ کو دو موتیں کبھی نہیں چکھائیں گے۔ مؤلف کلمہ حق اور دیگر مکررین حیات النبی سے جب پوچھا جاتا ہے کہ پہلی موت کا ذائقہ تو آنجناب ﷺ نے چکھ لیا۔ مگر یہ دوسری موت کونسی ہے جو آپ پر نہیں آئی؟ پھر حضرت ابو بکر صدیقؓ نے ”إِنَّكَ مَيِّتٌ وَالْهَلُم مَيِّتُونَ“ اور ”وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ“ آیات پڑھیں۔ ان آیات کے اندر جو خلیفہ بلا فصل موت کا اعلان فرما رہے ہیں وہ قبر والی موت کا نہیں، عالم دنیا والی موت کا اعلان ہے۔ حضرت عمر فاروقؓ جیسے بعض جلیل القدر صحابہ جو موت کا انکار کر رہے تھے۔ آپؐ نے یہ آیات پڑھ کر بتایا کہ دنیا والی موت کا ذائقہ آپؐ چکھ چکے ہیں اور ہم بھی یہی عقیدہ رکھتے ہیں کہ دنیا والی موت آئی ہے۔ مماتی ثولہ خواخواہ ”میں نہ مانوں“ کی رٹ لگا کر وقت بھی ضائع کر رہا ہے اور ایمان بھی۔ علامہ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں کہ بعد از وفات قبر میں سوال و جواب کے لئے دوبارہ زندگی ملتی ہے۔ غیر انبیاء پر سوال و جواب کے بعد پھر موت مسلط کر دی جاتی ہے۔ روح اپنے مستقر میں چلی جاتی ہے۔ البتہ جسم کے ساتھ اتنا تعلق رہتا ہے کہ میت ثواب و عذاب کو محسوس کر سکے۔ پھر عام کے متعلق اختلاف ہے۔ (اور ہم نے اسی کتاب کے ابتدائیہ میں اشارہ کر دیا ہے) البتہ حضور ﷺ پر جب روح لوٹی تو پھر دوبارہ نہیں نکلی اور اسی بات کا اعلان سیدنا ابو بکر صدیقؓ فرما رہے ہیں۔ نبی علیہ السلام کی وفات پر بھی صحابہ کا اجماع ہے۔ اور حیات فی القبر پر بھی۔ اور الحمد للہ ہم اہل سنت والجماعت دونوں باتوں کو مانتے ہیں وفات کو بھی اور حیات ابدی کو بھی۔ باقی وہاں کی زندگی اعلیٰ و ارفع ہے۔ اس کا دنیاوی معاملات کے ساتھ تعلق نہیں ہے لہذا مؤلف کلمہ حق کا یہ کہنا کہ آپ ﷺ کے پاس فیصلے کروانے کوئی نہیں جانتا جو حیات نہ ہونے کی دلیل ہے، نری حماقت اور ہکلا پن ہے۔

دیوبندی کون ہوتا ہے؟

میں نے یہ بات کئی دفعہ کہی ہے کہ ایک شخص دیوبند میں پڑھا بھی نہ ہو۔ اور اس کے عقائد بھی دیوبند والے نہ ہو، ہم اس کو دیوبندی نہیں کہہ سکتے۔ ﴿آواز حق ص ۱۱﴾

تبصرہ مؤلف کلمہ حق:

واقعی آپ دیوبندی نہیں ہیں۔ کیونکہ مولوی صاحب نہ تو دیوبند میں پڑھے۔ نہ تمہارے عقائد اکابرین علمائے دیوبند والے ہیں۔ کیونکہ اکابرین علماء دیوبند میں سے کوئی بھی فیصلہ کروانے روئے پر نہیں جاتا۔ سب دیوبندیوں کا عقیدہ ہے کہ آپ کی زندگی صرف تریسٹھ برس تھی۔ اب موتی میں شامل ہیں۔ مولانا سرفراز خان صاحب صفدر نے اپنی مایہ ناز کتاب ”المسلک المصور ص ۳۶“ پر لکھا ہے، آنحضرت ﷺ بھی تو نص قطعی انک مَبِیَّت کی رو سے وفات پا چکے ہیں۔ اور الموتیٰ میں شامل ہیں۔ ۲: قرآن کریم، صحیح احادیث اور اجماع سے یہ بات ثابت ہے کہ آسمانوں میں فرشتے اور ارواح حضرات انبیاء کرام اور حضرت عیسیٰؑ جسدِ غضریٰ کیساتھ بلکہ دیگر تمام مومنوں کی رو میں آسمانوں پر موجود ہیں۔ ﴿احسن الکلام ص ۱۸ ج ۲﴾

الجوابُ السدیدُ بفضلِ الربِّ الحمید:

ان باتوں کا جواب ہم نے گذشتہ سطور میں دے دیا ہے۔ بحث حیات فی الزبر کی ہے جو آنحضرت ﷺ کو تریسٹھ برس کی زندگی گزارنے کے بعد موت کا ذائقہ چکھا کر پھر قبر اطہر میں نصیب ہوئی۔ ہم یہاں دنیا میں ہیں اور سرکارِ دو عالم ﷺ جنت کے اعلیٰ مقام میں رونق افروز ہیں۔ اس جہان کی کیفیت اور ہے اور وہاں کی اور۔ مؤلف کلمہ حق کے دائیں ہائیں کرانا کاتبین موجود ہیں اسی طرح ہر انسان کے ساتھ ہیں۔ تو آج تک کسی نے اپنی کم

کردہ چیز کے متعلق ان کرانا کاتین سے پوچھا ہو یا اپنا کوئی فیصلہ لے کر ان کے پاس گئے ہوں؟ نہیں یقیناً نہیں تو مہماتی فلسفے کے مطابق لازم آیا کہ کرانا کاتین کو حیات حاصل نہیں ہے۔ اور اگر کہیں گے کہ ان کی حیات کی کیفیت ہمارے عقل و خرد سے بالا ہے تو پھر ”ماہو جو ابکم فہو جو ابنا“ اور حضرت شیخ صدور مد ظلہم نے جو فرمایا کہ ”بعض قطعی“ وفات پا چکے ہیں۔ تو وفات کا انکار کس نے کیا؟

وہی رفتار بے ڈھبی جو پہلے تھی، وہ اب بھی ہے

نیز احسن الکلام کی عبارت پہ مؤلف کلمہ حق نے جو اختراعی حاشیہ چڑھایا وہ بھی ان کے عجیب باطن کا مظہر ہے۔ اس عبارت سے قطعاً یہ لازم نہیں آتا کہ حضرت شیخ صدور مد ظلہم زمینی قبروں میں ارواح کا تعلق نہیں مانتے۔ جب اس مسئلہ خاص پر بحث ہوتی ہے تب عام مومنین اور انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات فی القبر کے فرق کو بیان کیا جاتا ہے۔ احسن الکلام مسئلہ مختلف الامام پر لکھی گئی ہے اور اس کی ایک مجمل عبارت کو دیکھ کر مؤلف کلمہ حق یوں بغلیں بجانے لگے جیسے کبھی ”تسکین الصدور، سماع الموتی، المسلك المنصور اور شہاب المسین دیکھی ہی نہ ہوں۔“

ہمارا عقیدہ

ہمارا اہل سنت والجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ آقائے نامدار آمنہ کے لعل، تاجدار مدینہ جناب محمد رسول اللہ ﷺ اپنے روضہ پاک میں زندہ ہیں۔ نمازیں پڑھتے ہیں، امت کا سلام سنتے ہیں اس کا جواب دیتے ہیں۔ ﴿آواز حق ص ۱۱﴾

تبصرہ مؤلف کلمہ حق:

آپ کا عقیدہ اہل سنت والجماعت والا عقیدہ نہیں ہے آپ کے متفقہ بزرگ

نور الحسن شاہ بخاریؒ حیات الاموات ص ۱۲۱ میں لکھتے ہیں کہ
 ”آپ ﷺ کی روح پاک دوسرے انبیاء علیہم السلام کی طرح رفیع اعلیٰ اعلیٰ علین میں ہے۔
 مستقل طور پر وہیں قرار پزیر ہیں اور کسی حال میں وہاں سے جدا نہیں اور صفحہ ۱۲۲ پر لکھا ہے
 ”حیات اقدس اخروی ہے۔ دنیوی نہیں“ آگے فرماتے ہیں ”کیونکہ آپ ﷺ وفات کے
 بعد اگرچہ زندہ ہیں لیکن یہ اخروی حیات ہے۔ دنیوی حیات کے مشابہ بھی نہیں۔ جرأت
 کریں اور نکالیں ان بزرگوں کو اہل سنت والجماعت سے! یہ سارا نزلہ اشاعت التوحید پر
 کیوں گرتا ہے؟ کیا تعصب کے سوا کوئی چیز ہو سکتی ہے؟ ہم اشاعت والوں کا عقیدہ وہی ہے
 جو سید نور الحسن شاہ بخاریؒ نے تحریر فرمایا ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام وفات کے بعد حیات
 اخرویہ کیساتھ زندہ ہیں اور روح پاک اعلیٰ علین میں ہے۔ یہ حیات نہ دنیوی ہے اور نہ
 دنیوی حیات کے مشابہ ہے۔ ﴿کلمہ حق ص ۹-۱۰﴾

الجواب المستقیم بعون الرب الرحیم:

پڑا فلک کو دل جلون سے کام نہیں
 جلا کے راکھ نہ کر دوں تو داغ نام نہیں
 یقین جائے ہم یہ کہنے میں بالکل حق بجانب ہیں کہ ”بریلی والے خان جی“ کی طرح ممانی
 فتنہ بھی تحریفات، تلبیسات، اور تالیسات کا مرکب اور ملوثوبہ ہے۔ حضرت مولانا سید نور الحسن
 شاہ بخاریؒ کی کتاب ”حیات الاموات“ کی ادھوری عبارت سے مؤلف کلمہ حق نے جو اپنا
 مطلب نکالنے کی ناکام کوشش کی ہے۔ یقیناً کسی خوفِ خدا سے عاری بندے کا کام ہو سکتا
 ہے۔ اب دیکھنا ذرا ہم شاہ صاحبؒ کی مکمل عبارت ذیل میں دے رہے ہیں اور فاروقی
 جلال کے ساتھ ایسا وار کریں گے کہ انشاء اللہ زخم چاٹتے چاٹتے بقیہ زندگی گزرے گی۔

علامہ سید نور الحسن شاہ بخاریؒ اور مسئلہ حیات النبی ﷺ:

مؤلف کلمہ حق نے حضرت شاہ صاحبؒ کی عبارت میں سے قطع و برید کر کے اپنے چہرے پر جو کذب و دجل کی کالک ملی ہے اس کا فیصلہ تو انشاء اللہ روزِ محشر ہوگا۔ حضرت شاہ صاحبؒ نے اپنی کتاب ”حیات الاموات ص ۱۲۱ پر شیخ الاسلام مولانا علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کا فتح الملہم ج ۳ کے حوالے سے عقیدہ حیات النبی ﷺ تحریر کرنے کے بعد لکھا ”شیخ الاسلامؒ کا یہ ارشاد بڑا واضح و مدلل ہے۔ اور اس سے تمام شبہات کا ازالہ ہو جانا چاہیے۔ آپ کے اس محققانہ کلام سے یہ حقائق ثابت ہوتے ہیں کہ:-

۱: حضرت کی وفات شریفہ کے بعد آپ کی روح پاک دوسرے حضرات انبیاء علیہم السلام کے ساتھ رفیقِ اعلیٰ، اعلیٰ علیین میں ہے۔ اور مستقل طور پر وہاں قرار پذیر ہے۔ اور کسی حال میں بھی وہاں سے جدا نہیں ہوتی۔

۲: لیکن اس کا یہ معنی نہیں کہ قبر اقدس میں آپ کی حیات کا انکار کر دیا جائے۔ گو آپ ﷺ کی روح پاک اعلیٰ علیین میں ہے۔ لیکن اس کا تعلق قبر پاک میں موجود و جو اقدس کیساتھ ہے وہ جسمِ انور پر روشنی ڈال رہی ہے۔ جیسے سورج اپنے بلند مقام پر ہے لیکن زمین سے اس کا تعلق ہے اور اس کی تاثیر سے حیوانات و نباتات کی زندگی ہے۔

۳: جیسے زمین کے ساتھ سورج کے تعلق و تاثیر سے حیوانات و نباتات کی حیات ہے۔ بلکہ خود زمین میں حیات ہے۔ اسی طرح وجود پاک کے ساتھ روح اقدس کے تعلق و اتصال سے نبی اکرم ﷺ قبر شریف میں زندہ و حیات ہیں۔

﴿حیات الاموات خصوصاً حیات النبیؐ سید الکائنات ص ۱۲۱، ۱۲۲﴾

شاہ صاحبؒ مزید لکھتے ہیں:-

اور چونکہ حیات اسی جسم اقدس کو حاصل ہے۔ جو دنیا میں تھا اس لئے ہمارے بعض اکابر

دیوبند رحمہ اللہ اور دوسرے اکابر و مشائخ امت نے اسے بعض موقعوں پر دنیوی حیات یا دنیا کی سی حیات سے تعبیر فرمایا۔ چونکہ بعض شریفوں نے دوسرے جسم ایجاد کر کے آپ کی حیات اس ایجادی جسم کی طرف منسوب کر دی اور قبر اقدس میں جسد اطہر کی جبات مقدسہ کا انکار کر دیا۔ ہمارے اکابر کی فراست ایمانی ملاحظہ ہو کہ انہوں نے مدتوں پیشتر یہ فرما دیا کہ آپؐ کو جو حیات مقدسہ حاصل ہے وہ کسی اور ایجاد کردہ جسم کے ساتھ نہیں بلکہ اس دنیا والے جسم پاک کو حیات حاصل ہے۔ ﴿حیات الاموات ص ۱۲۵﴾

ارباب انصاف فیصلہ کریں:

مؤلف کلمہ حق کی ادھوری، تحریف شدہ عبارت اور اس مکمل عبارت کو پڑھ لینے کے بعد اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان کر فیصلہ دیں کہ اگر یہ ”کلمہ حق“ ہے تو پھر دجل و کذب، ڈھٹائی اور بے شرمی کے کیا سنگ ہوتے ہیں؟۔ مؤلف کلمہ حق نے محض شاہ صاحبؒ کی کتاب سے ”روح علیین میں ہے اور مستقل طور پر وہاں قرار پذیر ہے“ کی عبارت تو نوٹ کر دی اور آگے جہاں آپؐ نے جسم اطہر کے ساتھ روح کے تعلق کی بحث کی اس کو شیر مادر سمجھ کر ہڑپ کر گئے۔ کیا اکابر کی کتب لا وارث ہیں؟ یا ان پر تمہارے پدر کی اجارہ داری ہے کہ تم جب چاہو، جیسے چاہو اور جہاں سے چاہو تحریف کر کے من پسند مطلب نکال لو۔ اور کوئی تمہیں پوچھنے والا نہ ہو۔

مؤلف کلمہ حق کا ایک اور مجذوبانہ واویلا:

مؤلف کلمہ حق رئیس المناظرین حضرت محمدی صاحب مدظلہ کے متعلق فرماتے ہیں۔ ”مولوی صاحب کا قیاس یا عقلی ڈھکوسلا اگر قرآن و سنت کے خلاف ہو تو اس میں ہمارا کیا قصور ہے؟ مثلاً مولانا صاحب فرماتے ہیں۔ ”نیکیاں جسد عنصری کرے اور جزاء جسد

مثالی پائے قتل اور زخمی عصری جسم ہو اور جنت کی سیر شہیدوں کی ارواح سبز رنگ میں پائے اور جنت کی سیر کرے اسی طرح مشقتیں جسد عصری اٹھائے اور لذت و سرور مثالی ابدان حاصل کریں! (پھر اپنا تبصرہ یوں پیش کرتے ہیں) اگر دلائل چھوڑ کر عقلی ڈھکوسلوں سے بات منوانا ضروری سمجھتے ہیں تو ہم ان کو اور ان کے ہمنواؤں کو عقلی دلائل سے بھی سمجھا سکتے ہیں "شرابی کو پشت پر کیوں کوڑے مارے جاتے ہیں کیا پشت نے شراب پیا؟ زانی کو پشت پر کوڑے کیوں مارے جاتے ہیں کیا زنا پیٹھ نے کیا؟" ﴿کلمہ حق ص ۱۳﴾

الجواب بفضل اللہ التواب:

سبحان اللہ! کیا کلمہ سنجی ہے۔ اہل علم ذرا دیانت داری سے بتائیں کہ ایسے نکات اور نادرموتی رازی کی کبیر اور زخشری کی کشاف میں کہاں؟ ایسے "گوہر بے مثال" واقعی توحید و سنت کے "جدید اشاعتیوں" سے ہی مل سکتے ہیں۔ گویا مؤلف کے نزدیک شراب پینے والا منہ "جسد عصری" ہے اور کوڑے کھانے والی پیٹھ جسم مثالی ہے نیز بدکاری کرنیوالی شرمگاہ اگر "جسم عصری" ہے تو سزا بھگتنے والی پیٹھ جسم مثالی ہے۔ واقعی یہ تحقیق انیق لاہور کے عجائب گھر میں نہیں بلکہ مینار پاکستان پر لٹکا دینی چاہیے تاکہ بغیر ٹکٹ خلق خدا نظارہ کر کے مماتی تحقیق کو داد و تحسین دے سکے۔ مولانا ضیاء اللہ شاہ صاحب تو پہلے ہی اس نرالی تحقیق کا "نظارا" کر چکے ہیں۔ جیسا کہ ارشاد ہے "چیدہ چیدہ مقامات کا نظارہ یہ بتاتا ہے....." (کلمہ حق ص ۳) بندہ خدا میت پر جو عذاب و ثواب مرتب ہوتا ہے اس کا انکار تو اہل سنت میں سے کوئی بھی نہیں کرتا۔ خواہ روح اپنے استقرار پر ہوتے ہوئے جسم کہیں بھی منتشر ہو جائے۔ یہ احوال و کیفیات ہماری عقل سے چونکہ ماوراء ہیں اس لئے ناممکن نظر آتے ہیں مگر خالق اور مخلوق، رازق اور مردوق میں ایک فرق یہ بھی تو ہے کہ جو امر مخلوق کی نگاہ میں ناممکن ہو، وہ نگاہ خالق میں ناممکن قطعاً نہیں۔ علامہ قرطبی فرماتے ہیں۔ "وقد

اجمع اهل الكشف على ان الميت يحس بضغطة القبر ويحس باختلاف اضلاعه ولو كان في بطون السباع والطيور (تذکرہ قرطبی ص ۳۶) جملہ اہل کشف کا اس پر اتفاق ہے کہ میت قبر کی تنگی اور پسلیوں کے آر پار ہونے کو محسوس کرتی ہے اگر چہ درندوں اور پرندوں کے پیٹ میں ہو۔ شیخ الحدیث، امام اہل سنت حضرت علامہ محمد سرفراز خان صاحب صمدیہ فیوضہم فرماتے ہیں ”قبر کی تنگی اور عذاب سے وہ لوگ بھی مستثنیٰ نہیں جن کو درندے اور پرندے کھا گئے ہیں جہاں بھی ذرے ہوتے ہیں وہی جگہ ان کے حق میں قبر ہوتی ہے۔“ (تسکین الصدور ۹۲)

مولانا حسین علی واں بھرویؒ کا عقیدہ کہ ”میت پہچان لیتی ہے“:

مؤلف نے حسب عادت اپنے رسالے کے صفحہ ۱۵ سے صفحہ ۲۳ تک بیکار بھرتی کرتے ہوئے اپنے تئیں ڈنکے کی چوٹ لکھا ہے ”آواز حق کے صفحہ ۱۸، ۱۹ پر ہے۔ اسی طرح قبر میں زندہ ہوں گے جس طرح اب زندہ ہیں۔ حالانکہ قرآن مجید میں فرمان باری تعالیٰ ہے ”وَمَا يَسْتَوِي الْأَحْيَاءُ وَلَا الْأَمْوَاتُ“ ”مردے اور زندہ برابر نہیں ہیں۔“ مولانا (محمدی صاحب) نے فرمایا برابر ہیں فیصلہ کس کا سچا۔ قرآن کا یا مؤلف کا آواز حق کا؟ (کلمہ حق ص ۲۲، ۲۳)

الجواب بفضل اللہ الوہاب:

اس آیت کا سماع موتی کی بحث سے کوئی تعلق نہیں۔ حضرت مولانا حسین علی واں بھرویؒ جن پر فخر کرتے ہوئے مؤلف کلمہ حق نے لکھا ”انہوں نے شاہ ولی اللہؒ اور شاہ اسماعیل شہیدؒ کی یاد تازہ کردی (کلمہ حق ص ۳) آپؒ کی مشہور کتاب ”تحریرات حدیث“ ہے۔ اس میں ہے ”المنکر والنکیر یتایان المیت فی رسل فی ذالک المیت

الروح ثم يقعد فاذا سُئِلَ رُسِلَتْ رُوحُهُ بِلاَ الْمِ وَنُومِنَ بَانَ الْمَيِّتَ يَعْرِفُ مِنْ
 يَزُورُهُ إِذَا اتَا وَآكَدَهُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ بَعْدَ طُلُوعِ الْفَجْرِ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ “
 (تحریرات حدیث ص ۲۵۷ مطبوعہ یونین پرنٹنگ پریس ملتان، باہتمام مولوی محبوب احمد
 اویسی میمنجر) ترجمہ: منکر نکیر جب میت کے پاس آتے ہیں تو اس میت میں روح ڈال دی
 جاتی ہے۔ پھر اس کو اٹھایا جاتا ہے۔ جب اس سے سوال ہو چکتا ہے تو اس کی روح بلا تکلیف
 نکال دی جاتی ہے۔ اور ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں کہ جب میت کے پاس کوئی شخص زیارت
 کرنے کو آتا ہے تو وہ اس کو پہچان لیتی ہے۔ خصوصاً جمعہ کے دن طلوع فجر کے بعد اور طلوع
 آفتاب سے پہلے۔ مولانا محمدی صاحب پر برسنے والے مولانا حسین علیؒ کے متعلق کیا تبصرہ
 کریں گے؟ اور مؤلف کلمہ حق کو کچھ اپنی خبر بھی ہے کہ تمہارے قلم کا گھوڑا اپنے بیان کردہ
 عقیدے کو روندنا ہوا گذر جاتا ہے چنانچہ کلمہ حق کے ص ۶۳ پر لکھتے ہیں ”مطلق حیات میں
 اختلاف نہیں، ہم تو مرنے کے بعد کفار کی حیات کے بھی قائل ہیں نیز نیلوی شاہ صاحب
 لکھتے ہیں ”ہم تو کافروں کی حیات کے بھی قائل ہیں“ ﴿عقائد اہل سنت ص ۱۴۳﴾

مولانا نیلوی کا فتویٰ مولانا حسین علیؒ پر:

مؤلف ”کلمہ حق“ اب ذرا سنبھل کر بیٹھیے گا۔ بڑی پریشانی کا مرحلہ آ گیا۔
 ”تحریرات حدیث“ میں مولانا حسین علیؒ فرماتے ہیں کہ ”میت کے پاس کوئی شخص زیارت
 کرنے کو آتا ہے تو وہ اس کو پہچان لیتی ہے“ (تحریرات ص ۲۵۷) اور نیلوی صاحب اپنی
 کتاب ”شفاء الصدور“ میں رقمطراز ہیں۔

”ان مسئلة سماع الموتى واجابتهم و معرفتهم مخلوق
 للملحدين (یعنی بلاشبہ سماع موتی اور ان کے جواب دینے اور انکی معرفت کا مسئلہ ملحدین کا
 گھڑا ہوا ہے۔ نیز شفاء الصدور ص ۱۸۵ پر لکھتے ہیں۔ ”فی بیان الفرقة القائلتہ

بسماع الموتی من اهل الالحاد والابتداع“ (یعنی ملحدین اور مبتدعین قائلین سماع موتی کے بیان میں) یہ پانچویں باب کا عنوان ہے۔ مماتی دوستوں کو دعوت فکر ہے کہ آپ کے یہ حضرات جن کی محبت کا دم بھرتے ہیں ان پر الحاد کے فتوے بھی داغ دیتے ہیں۔ اگر تمہاری کھوپڑی میں عقل کی ایک رمتق بھی ہے تو جان لینا چاہیے کہ تمہارے حلق سے ”توحید و سنت“ کی آڑ میں ”زہر ہلا بل“ کی ”شوگر کوئٹڈ“ گولیاں اتاری جا رہی ہیں۔ اگر اب بھی نہ سمجھو گے تو پھر ”تمہاری داستان تک نہ ہوگی داستانوں میں“

مولانا اوکاڑوی پر تنقید:

مولانا محمد اسماعیل محمدی صاحب چونکہ استاذ المناظرین حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑویؒ کے قابل فخر شاگرد ہیں۔ حضرت اوکاڑویؒ کا نام مماتی بیچارے کیسے ہضم کر سکتے ہیں؟ مؤلف کلمہ حق لکھتے ہیں ”آپ کے استاذ کے کیا کہنے، وہ پرائمری ٹیچر تھے، باقاعدہ کسی مدرسہ سے پڑھے نہیں تھے۔ یہ پہلی شخصیت ہے جو مناظر پہلے بنے پھر بغیر درس نظامی پڑھے دورہ حدیث کی سند حاصل کی۔ (کلمہ حق صفحہ ۲۹)

الجواب الرضی بعون اللہ القوی:

مولانا اوکاڑویؒ کی وفات کے بعد آج بھی منکرین حیات آپ کا نام سنتے ہیں تو ان کے بدن پر عرشہ اور کچی طاری ہو جاتی ہے۔ مولانا اوکاڑویؒ کے علم و فضل کا انکار کر کے پرائمری ماسٹر کہہ کر ان کی اہانت کرنی والوں کو چلو میں پانی لے کے ڈوب مرنا چاہیے کہ تمہارے بڑے بڑے سوراؤں کو ”پرائمری ٹیچر“ نے لگنی کا ناچ نہایا۔ ڈیرہ غازی خان والے مناظرہ میں مماتی ٹولہ کے مولوی احمد سعید کو مناظرہ میں جس ذلت کا سامنا کرنا پڑا، وہ آج بھی سب کو یاد ہے۔ اس منکبر ٹولے کا سارا غرور اس ”مرد درویش“ نے مٹی میں ملا دیا

تھا۔ اور اب یہ تاریخی شکست کھانے کے بعد ”ذم بریدہ“ سانپ کی طرح اندر ہی اندر بچاؤ
 تاب کھا رہے ہیں۔ مؤلف کلمہ حق جو شاید خود کو ”غزالی زماں“ اور ”رازی دوراں“ سمجھتا
 ہوگا کی معلومات کے لئے عرض ہے کہ سید عنایت اللہ شاہ بخاری ساری زندگی ماسٹر کے
 سامنے آنے سے کئی کیوں کتراتے رہے؟

شاہ صاحب کی مشکل کشائی:

۱۹۸۰ء میں جب کہ گجرات کے اندر شاہ صاحب کے مریدین غیر مقلدیت
 تیزی سے قبول کر رہے تھے۔ اس وقت مشہور غیر مقلد مناظر عبدالقادر روپڑی کے ساتھ
 مناظرہ طے ہوا تھا جس میں شاہ صاحب خود صدر مناظر تھے اور قاضی عصمت اللہ صاحب
 معاون مناظر تھے۔ اس وقت سید عنایت اللہ شاہ صاحب کو اپنی ”مشکل کشائی“ کے لئے
 کوئی مناظرہ نظر آیا تو وہ مولانا اوکاڑویؒ تھے جن کو آج شاہ صاحب کے حواری طعن و تشنیع کا
 نشانہ بنا رہے ہیں۔ مولاناؒ نے عبدالقادر روپڑی کو شکست دے کر مہماتوں کی غیر مقلدیت
 کے بھوت سے جان چھڑائی تھی۔ مگر احسان فراموشی، کودن طبعی، پست ذہنیت اور گھٹیا سوچ
 کی انتہا ہے کہ آج اپنے محسن پر تنقید کے تیر بر سائے جا رہے ہیں۔ مؤلف کلمہ حق کا مولانا
 اوکاڑویؒ کے متعلق یہ کہنا کہ انہوں نے درس نظامی کی کتب نہیں پڑھی تھیں۔ نرا تعصب اور
 حماقت ہے۔ آپ نے درس نظامی کی کتب باقاعدہ پڑھی تھیں۔ اتنی بات ضرور ہے کہ آپ
 کی تعلیم مروجہ طریقہ کے مطابق نہیں ہوئی اور اس میں عیب کی کوئی بات ہے؟ آپ نے
 پورے ملک میں دیگر فتنوں کے ساتھ ساتھ جو مہماتیت کا تعاقب کیا وہ روشن کارنامے
 قیامت تک یاد رکھے جائیں گے۔ تفسیر و احادیث اور خصوصاً اسماء الرجال پر مولانا مرحوم کو
 قدرت کی جانب سے وافر حصہ ملا تھا۔ اور خدا داد ذہانت و بصیرت کے بل بوتے پر آپ نے
 مہماتیت کی دکھتی رگ کو دہایا۔ اس لئے یہ پروپیگنڈا کر کے حقیقت کے چہرے کو نہایت

چالاکی و عیاری سے مسخ کر رہے ہیں کہ مولانا کا زوئی عالم نہیں تھے۔

عالم کون ہوتا ہے؟

ارشاد باری تعالیٰ ہے ”إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ“ (اللہ تعالیٰ سے اس کے بندوں میں ڈرتے وہی ہیں جن کو سمجھ ہو۔ حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں ”لَيْسَ الْعِلْمُ بِكَثْرَةِ الْحَدِيثِ وَلَكِنَّ الْعِلْمَ عَنْ كَثْرَةِ الْخَشْيَةِ“ بہت سی احادیث یاد کر لینا یا (باتیں کر لینا) کوئی علم نہیں، علم وہ ہے جس کے ساتھ خدا کو خوف ہو۔

حضرت ربیع بن انسؓ فرماتے ہیں ”مَنْ لَمْ يَخْشَ فَلَيْسَ بِعَالِمٍ“ جو اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا وہ عالم نہیں۔ حضرت مولانا محمد شفیع صاحبؒ فرماتے ہیں ”صرف عربی زبان یا اس کے صرف نحو اور فنونِ بلاغت جاننے والوں کو قرآن کی اصطلاح میں عالم نہیں کہا جاتا، جب تک اسکو اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل نہ ہو۔ اور حضرت حکیم الامتؒ تھانویؒ کا جملہ اس ضمن میں بڑا قیمتی ہے فرمایا ”علم نام ہے ایسے جاننے کا جس جاننے کے بعد بندہ عمل کے لئے بے تاب ہو جائے۔ قیامت کی نشانی ہے کہ مؤلف کلمہ حق سفید دن میں دجل و تلحیس اور جھوٹ کے مرتکب ہو کر ثقہ عالم ٹھہرے، اور جس شخص نے ساری زندگی بے لوث دین خدا کی خدمت کی وہ ان کے ہاں ”پرائمری ماسٹر“ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے۔ یہ بدنصیب لوگ جو امام الانبیاءؑ کی ممات ثابت کرنے کے لیے ہلکان ہوتے پھر رہے ہیں سب کے سب، رہبر شریعت، پیر طریقت اور نہ جانے کیا کچھ ہیں۔

خامہ انگشت بدنداں ہے، اسے کیا لکھیے۔

درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے:

حضور ﷺ نے فرمایا ”فان صلوتکم معروضۃ علی“ تمہارا درود مجھے پہنچایا

جاتا ہے، پیش کیا جاتا ہے۔ قالوا یا رسول اللہ وکیف تعرض صلواتنا علیک وقد ارمیت ای یقولون قد بلیت "ہمارا سلام آپ ﷺ پر کس طرح پہنچے گا۔ آپ ﷺ تو قبر کے اندر پہنچ جائیں گے۔ قال علیہ الصلوۃ والسلام "ان اللہ عزوجل قد حرم علی الارض ان تأکل اجساد الانبیاء" حضور ﷺ نے فرمایا ہے شک اللہ رب العزت نے زمین پر حرام کر دیا کہ نبیوں کے جسم کو کھائے۔ یہ نبی پاک کا فرمان ہے۔

﴿آوازِ حق ص ۲۸﴾

تبصرہ مؤلف کلمہ حق:

اختلاف یہ ہے کہ اشاعتی کہتے ہیں، جب بھی آپ ﷺ پر کوئی درود شریف پڑھے تو اس کا پڑھا ہوا درود نبی پاک ﷺ پر پہنچ جاتا ہے۔ حضور کا خود سننا ثابت نہیں بلکہ پڑھنے والے کو ثواب مل جاتا ہے..... حضرت عثمان غنیؓ کو جب مشرکین مکہ نے نظر بند کر دیا اور واپس نہ آنے دیا اور انواہ پھیل گئی کہ ان کو شہید کر دیا گیا ہے تو حضور ﷺ نے اس انواہ کو سچ سمجھ کر صحابہ کرامؓ سے قصاص عثمانؓ کے لئے موت کی بیعت کی۔ حالانکہ حضرت عثمانؓ مکہ میں زندہ تھے، نمازیں پڑھتے تھے، درود شریف پڑھتے ان کا درود ضرور نبی پاک ﷺ تک پہنچتا مگر آپ ﷺ کو اس کا علم نہیں ہوتا تھا اس لئے آپ ﷺ نے ان کے لیے موت کی بیعت کی۔ ﴿کلمہ حق ص ۳۱﴾

الجواب الحکیم بفضل اللہ الکریم:

اس حدیث کو حضرت مولانا حسین علی داں پھر دوئیؒ بھی تحریرات حدیث ص ۲۱۰ پر لے کر آئے ہیں۔ مؤلف کلمہ حق نے اس حدیث کو بھی سمجھنے میں ٹھوکر کھائی ہے۔ اور یہ مسلک کہ درود آقاؐ خود سماعت فرماتے ہیں اور دور سے پہنچایا جاتا ہے۔ فقط مولانا محمدی

حب کا ہی نہیں تمام اہل سنت علماء دیوبند کا مسلک ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "ان صَلُّوْا تَكُم مَعْرُوضَةٌ عَلٰی" تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے یہ آپ کی حیاتِ طیبہ کی بات ہے۔ آپ کی زندگی میں جو سلام پیش ہوتا تھا اسکی کیفیت تو ظاہر ہے کہ قریب آکر سلام کہنے والے کا سلام آپ ﷺ خود سنتے تھے اور جو دور سے پڑھا جاتا وہ فرشتے پہنچا دیتے تھے۔ باقی اس بحث میں پڑنا کہ فرشتے درود کیسے پہنچاتے ہوں گے؟ یہ اللہ تعالیٰ جہاں میں فرشتے جانیں یا پھر حضور ﷺ کہ جن کی ذاتِ اقدس پر درود پیش ہوتا ہے۔ مفکرِ مسلمان علامہ خالد محمود صاحب لکھتے ہیں "آنحضرت ﷺ کے امتی ہر طرف ہزاروں کی تعداد میں پھیلے ہوئے ہیں اور پھر ہر ایک امتی آپ ﷺ پر سینکڑوں بار درود بھیجتا ہے۔ اور یہ سارا درود حضور علیہ السلام پر ایک ایسے لطیف پیرائے میں پیش ہوتا ہے کہ ہم اس وادی کے نا آشنا اس باب میں کچھ نہیں کہہ سکتے۔ درود و سلام آپ ﷺ پر کسی مین شکل میں پیش ہوتا تھا یا آپ ﷺ صرف اس پر اطلاع پاتے تھے۔ آپ ﷺ نے اس کی تفصیل نہیں بتائی۔ تاہم یہ صحیح ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی اس دنیاوی حیات میں اعمالِ امت کے بہت سے برزخی جلوے دیکھے ہیں۔ ﴿مقام حیات ص ۲۳۱﴾

نیز وفات کے بعد آپ ﷺ پر درود و سلام کا پیش ہونا نئے سرے سے نہیں بلکہ دنیا والی کیفیت کا تسلسل ہوگا۔ اور جب یہ بات ظاہر ہے کہ دنیا کی زندگی میں صلوٰۃ و سلام روح اور جسد دونوں پر پیش ہوتا تھا تو قبر کی زندگی میں بھی روح و جسد کے مجموعے پر پیش ہوگا۔ مؤلف کلمہ حق کا یہ کہنا ان کی بے راہروی کی دلیل ہے کہ "اشاعتی اس حدیث کے متعلق یوں کہتے ہیں" اشاعتی کس باغ کی مولیٰ ہیں؟ اگر دیوبندی کہلائے پر بضد ہو تو اپنے دعویٰ پر مسلکِ دیوبند پیش کرو۔ نابہ کرام کا یہ سوال کہ جب آپ مٹی میں مل چکے ہوں گے تو ہمارا درود کیسے پیش ہوگا؟ بارگاہ رسالت سے جواب ملا "ان اللہ حرم علی

الارض ان تاكل اجساد الانبياء“ یہ درود شریف کے جواب میں کہا تو معلوم ہوا بدن اس طرح محفوظ ہے کہ اس پر صلوٰۃ و سلام پیش ہو سکے اور یہ شعور کی علامت ہے۔ اور اگر شعور کا انکار کر دیا جائے تو حدیث کے دونوں ٹکڑوں میں ربط نہیں رہ سکتا۔

مؤلف کلمہ حق ”عرض اور علم“ میں فرق نہیں جانتے:

حدیث کے الفاظ ”صلوٰتکم معروضہ علی“ ہیں۔ یعنی آنجناب ﷺ پر درود پیش ہوتا ہے درود کا علم نہیں دیا جاتا۔ عرض اور علم میں فرق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو علم دیا تھا ”عَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا“ لیکن فرشتوں کو عرض دیا ”ثُمَّ عَوَّضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ“ آدم علیہم السلام کو علم دے کر پھر فرشتوں پر پیش کیا۔ اور جن چیزوں کا علم دیا گیا تھا جب فرشتوں سے ان کے نام پوچھے گئے تو وہ نہ بتا سکے۔ کیونکہ وہ عرض کی منزل سے گزرے تھے، علم کی منزل سے نہیں۔ یہاں سے اشارہ مل رہا ہے کہ جس پر کوئی چیز عرض کی جائے اس کے لئے ان کا علم تفصیلی لازم نہیں۔ یعنی عرض کے لئے جاننا ضروری نہیں۔ درود و سلام حضور ﷺ پر پیش ہوتا ہے (معروضہ علی) نہ کہ پوری تفصیل دی جاتی ہے کہ آپ ﷺ ایک ایک کے بارے میں جانیں کہ یہ کس کی طرف سے ہے؟ ضروری نہیں اور جو امت کے اعمال پیش ہوتے وہ اجمالی ہوتے ہیں تفصیلی نہیں۔ علامہ شبیر احمد صاحب عثمانیؒ فرماتے ہیں حدیث میں آیا ہے کہ امت کے اعمال ہر روز حضور ﷺ پر پیش کئے جاتے ہیں، آپ ﷺ اعمال خیر کو دیکھ کر خدا کا شکر ادا کرتے ہیں اور بد اعمالیوں پر مطلع ہو کر نالائقوں کے لئے استغفار کرتے ہیں۔ ﴿فَوَاند عثمانیہ ص ۳۶۶ فائدہ نمبر ۵﴾

چنانچہ عرض اور علم میں فرق جاننے کے بعد یہ بات واضح ہو جائے گی کہ مؤلف کلمہ حق کا کہنا کہ ”پھر حضرت عثمانؓ نماز میں درود پڑھتے تھے تو حضور ﷺ کو خبر کیوں نہ ہوئی کہ عثمان غنیؓ ”زندہ ہیں“ محض عقلی ڈھکوسلہ ہے۔

مؤلف کلمہ حق کا مزید دھوکہ:

عن ابی ہریرۃؓ ان رسول اللہ ﷺ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریمؐ قال ما من احد یسلم علی الا رد اللہ نے فرمایا جب بھی کوئی مجھ پر درود پڑھتا ہے، علی روحی حتی ارد علیہ السلام۔ میرے اوپر میری روح کو متوجہ کر دیا (ابوداؤد شریف ج ۱ ص ۲۷۹) جاتا ہے، پھر میں اس امتی کے سوال کا جواب دیتا ہوں۔

اس حدیث شریف پر مؤلف کلمہ حق نے مندرجہ ذیل اختراعی حاشیہ چڑھایا ہے۔

- ۱: اس میں ایک راوی یزید بن عبد اللہ قسیط ہے جو کہ ضعیف ہے
- ۲: اس نے حضرت ابو ہریرہؓ کو نہیں پایا اور ضعیف بھی ہے
- ۳: جب کوئی درود پڑھتا ہے تو روح لوٹائی جاتی ہے، سوال یہ ہے کہ اس لوٹانے سے پہلے روح کہاں ہوتی ہے؟ نیز ”رد علی روحی“ کا ترجمہ ”متوجہ“ کرنا پرلے درجے کی خیانت ہے۔ ﴿کلمہ حق ص ۳۷﴾

الجواب بفضل اللہ التواب:

اس حدیث کے راویوں میں ۱: ابو حاتم محمد بن حوف ۲: عبد الرحمن بن یزید المقرئ ۳: حیات بن شریح ۴: حمید بن زیاد ۵: یزید بن عبد اللہ بن قسیط ۶: اور صحابی رسول ﷺ حضرت ابو ہریرہؓ ہیں۔ پہلے دور راویوں کو امام نسائیؒ نے ثقہ کہا ہے (تہذیب المعجم ج ۹ ص ۳۸۴) تیسرے نمبر کے راوی کو امام یحییٰ بن معین ثقہ کہتے ہیں (یحییٰ بن معین جرح و تعدیل کے امام ہیں جن کی وفات مدینہ طیبہ میں ہوئی اور جنازہ اسی پر پائی پر اٹھایا گیا۔ اس پر حضور ﷺ کا جنازہ مبارک اٹھایا گیا تھا اور لوگ جنازے کے ساتھ چلتے

ہوئے کہہ رہے تھے ”ہذا الذّٰب عن رسول اللہ ﷺ الکذب (خطیب بغدادی ج ۴ ص ۱۸۷) یہ وہ ہستی ہیں جو آنحضرت ﷺ سے جھوٹ کو ہٹاتی اور دور کرتی ہے (اور چوتھے نمبر کے راوی یعنی حمید بن زیاد کو تو دارقطنی جیسے تشدد بزرگ نے بھی ثقہ کہا ہے ﴿تہذیب جلد ۳ ص ۳۴۲﴾

اور یزید بن عبد اللہ قسیط، (جن کو مؤلف کلمہ حق ضعیف کہہ کر جان چھڑانا چاہتے ہیں) کو امام نسائیؒ اور محمد بن معین نے ثقہ اور ”لیس بہ باس“ کہا ہے۔ (تہذیب ج ۱۱ ص ۳۴۳) ان راویوں میں کوئی ضعیف یا جھوٹا نہیں اور محدثین میں سے چوٹی کے دس محدث ان کی تصحیح کرتے ہیں جن میں سرفہرست علامہ نوویؒ (۶۷۶ھ) حافظ ابن حجر (۸۵۲ھ) علامہ سمہودیؒ (۹۱۱ھ) علامہ زرقانیؒ (۱۱۱۲ھ) اور علامہ انور شاہ کشمیریؒ (۱۳۵۳ھ) ہیں باقی یہ کہنا کہ یزید بن عبد اللہ بن قسیط نے حضرت ابو ہریرہؓ کا زمانہ نہیں پایا، صحیح نہیں جس وقت حضرت ابو ہریرہؓ (۵۸ھ) میں فوت ہوئے تو اس وقت یزید بن عبد اللہ بن قسیط ۲۶ سال کے کڑیل جوان تھے۔

”رَدُّ اللّٰہِ عَلٰی رُوْحِی“ کے متعلق مماتی پروپیگنڈا:

مؤلف کلمہ حق کہتے ہیں ”سوال یہ ہے کہ لوٹانے سے پہلے روح کہاں ہوتی ہے“ (ص ۳۷) سو اس کا جواب بھی ملاحظہ ہو۔ یہاں ”رَدُّ اللّٰہِ کا صلہ ”عَلٰی“ لایا گیا ہے۔ اگر ”فی“ لایا جاتا تو پھر معنی وہی بنتا جو مؤلف کلمہ حق لے رہے ہیں کہ پہلے روح نہیں تھی اب آگئی۔ لیکن یہاں ”عَلٰی“ پتہ دے رہا ہے کہ روح مجھ پر لوٹائی جاتی ہے۔ یا مجھ پر ڈال دی جاتی ہے یعنی روح میرے اندر تھی مگر میں متوجہ نہ تھا جب سلام پڑھنے والوں نے سلام پڑھا تو میں متوجہ ہو گیا حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ فرماتے ہیں ”رَدُّ“ کا صلہ جب فی سے آتا ہے تو معنی دخول کے ہوتے ہیں اور جب عَلٰی سے آتا ہے تو معنی

توجہ کے ہوتے ہیں اس لیے یہاں رَدُّ اللہ عَلٰی رُوحِی فرمایا گیا ہے رَدُّ اللہ فی رُوحِی نہیں فرمایا گیا تو وہ اشکال رفع ہو گیا جو آپ کو پیدا ہوا کہ جب روح لوٹائی گی تو مطلب یہ نکلا کہ روح تھی ہی نہیں اور جب وہ تھی ہی نہیں تو حیات کہاں گئی مگر جب یہ واضح ہو گیا کہ روح ضرور لوٹائی گئی مگر اندر نہیں (کہ اندر تو پہلے ہی سی موجود تھی) بلکہ اوپر۔ اور ظاہر ہے کہ اندر رہتے ہوئے اوپر لوٹانے کا مطلب توجہ کرنے کے سوا دوسرا نہیں ہوتا اس لئے حیات النبی ﷺ اپنی جگہ برقرار رہی اور رَدُّ رُوحِی بمعنی توجہ اپنی جگہ باقی رہا۔ (مکتوبات حکیم الاسلام ص ۸۱) اور مولانا محمد منظور نعمانیؒ فرماتے ہیں ”اللہ تعالیٰ کے اذن سے آپ ﷺ کی روح اس طرف سے متوجہ ہوتی ہے اور آپ ﷺ کا جواب دیتے ہیں پس اس روحانی توجہ و التفات کو رَدُّ روح سے تعبیر فرمایا گیا ﴿معارف الحدیث ج ۵ ص

۳۷۸﴾

پر لے درجے کا خائن کون؟:

حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحبؒ کے ان الفاظ ”معنی توجہ کرنے کے سوا دوسرا نہیں ہو سکتا“ اور مولانا محمد منظور نعمانیؒ کے الفاظ ”توجہ کو رَدُّ روح سے تعبیر فرمایا گیا“ کو پڑھ لینے کے بعد اب ذرا مؤلف کلمہ حق اپنے الفاظ پر غور کریں ”ترجمہ متوجہ کرنا پر لے درجے کی خیانت ہے“ (کلمہ حق ص ۳۷)

چلی تھی برچھی کسی پہ، کسی پہ آن لگی۔

گویا ان ”صاحب“ کے نزدیک نہ صرف مولانا محمدی صاحب دامت فیوضہم بلکہ اکابر علماء دیوبند بھی ”پر لے درجے کے خائن“ ہیں۔ واہ ری دیوبندیت۔

آپ ہی اپنی اداؤں پر ذرا غور کریں

ہم عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

رَدُّ الْمُخْتَارِ مِثْلُ مَسْئَلَةِ حَيَاتِ النَّبِيِّ ﷺ:

حضرت مولانا محمد اسماعیل محمدی صاحب نے اپنی تقریر میں رَدُّ الْمُخْتَارِ المعروف شامی کا حوالہ بھی دیا۔ اس پر مؤلف کلمہ حق ع ”عالم جنوں“ میں پتہ نہیں کیا کچھ کہہ دیا۔ لکھتے ہیں ”واقعی شامی فقہ حنفیہ کی معتبر کتاب ہے۔ لیکن افسوس کی بات ہے کہ یہی کتاب آپ کے مسلک کے خلاف ہے (مزید لکھتے ہیں) مولانا کو معلوم ہونا چاہیے کہ شامی میں ”يُصَلُّونَ“ کا لفظ نہیں ہے۔ صرف قبر کی زندگی کا لفظ ہے مولانا نے کمال چالاکی سے ”يُصَلُّونَ“ کا لفظ بڑھا کر امام شعرانی پر بہتان لگا دیا۔ (اور لکھتے ہیں) جس شامی کو مولانا نے خوب بڑھا چڑھا کر پیش کیا ہے، اسی نے مولانا کے عقیدے کی شام کردی ۛ کلمہ حق ص ۵۰، ۵۱ ۛ

الجواب واللہ للمعین علی الصّواب:

مؤلف کلمہ حق کا کہنا کہ ”شامی آپ کے مسلک کے خلاف ہے“ یہ کوہِ ہالیہ سے بڑا جھوٹ ہے۔ علامہ ابن عابدین شامیؒ فرماتے ہیں ”واما ما نسب الاشعري امام اهل السنة والجماعة من النكار لثبوتها بعد الموت فهو افتراء وبهتان، والمصرح به في كتبه وكتب اصحابه خلاف ما نسب اليه بعض اعدائه لان الانبياء عليهم الصلوة والسلام احياء في قبورهم وقد قام النكير على افتراء ذاك ابو القاسم القشيري (شامی جلد ۳، ص ۳۶۶، باب المغنم) ترجمہ: امام المسلمت امام ابوالحسن الاشعريؒ کی طرف منسوب کیا گیا ہے کہ وہ حضور ﷺ کے لئے وفات شریفہ کے بعد اس وصف کے ثابت ہونے کا انکار کرتے ہیں، یہ محض افتراء اور بہتان ہے۔ ان کی اور ان کے ہم مشرب احباب کی کتابوں میں اسکے خلاف تصریح موجود ہے۔ یہ ان کی دشمنوں نے ان کی طرف منسوب کیا ہے۔ تحقیق یہی ہے کہ انبیاء اپنی اپنی

قبروں میں زندہ ہیں۔ اور امام ابوالحسن الاشعری پر یہ افتراء باندھنے کی خلاف ابوالقاسم قشیریؒ نے زبردست احتجاج کیا ہے۔ اس کے علاوہ ابن عابدین شامیؒ فرماتے ہیں "ان الانبياء احياء في قبورهم كما ورد في الحديث" ﴿رسائل ابن عابدین جلد ۲ ص ۲۰۳﴾ ثانیاً۔ شامی میں "يُصَلُّونَ" کا لفظ واقعی نہیں ہے۔ مگر اس کو مولانا محمدی صاحب مدظلہ کی "چالاکي" قرار دینا کہاں کی دیانت ہے؟ یہ مرتب کتاب کا تسامح ہے۔ اور مرتب مولانا محمدی نہیں ہیں۔ مولانا موصوف کی کیسٹ سن لی جائے۔ نیز مؤلف کلمہ حق کی نادانی ملاحظہ ہو کہ کہتے ہیں "امام شعرانی پر بہتان لگا دیا۔ حالانکہ عبارت شامیؒ کی اپنی ہے۔ نہ کہ شعرانیؒ کی۔ شامی کی مندرجہ بالا عبارت سے واضح ہو رہا ہے کہ وہ حیات النبی ﷺ فی القبر کے قائل ہیں اور "رسائل ابن عابدین" کا حوالہ بھی ہم نے پیش کر دیا۔ ان حوالہ جات کو مؤلف کلمہ حق "شامی کباب" سمجھ کر ہڑپ کر گئے ہیں۔

وفاتِ نبی ﷺ اور سیدہ فاطمہ الزہراءؑ:

ممانی لٹریچر اور اہل سنت والجماعت کی کتب کا جب تقابلی مطالعہ کیا جائے تو حقیقت آشکارا ہوتی ہے کہ یہ بیچارے اندھیروں میں "ٹانک ٹوئیاں" مار رہے ہیں۔ نہ کتاب و سنت سے کوئی سہارا ان کو ملتا ہے اور نہ فقہاء احناف یا مشائخ دیوبند کا۔ اور نہ آج تک یہ خود سمجھ سکے ہیں کہ ہم اختلاف کس بات پہ کر رہے ہیں؟ کسی کتاب میں کچھ کہہ دیا اور کسی میں کچھ! علامہ خالد محمود صاحب مدظلہ نے حیات النبی ﷺ پر مفصل کتاب لکھی ہے جو ساڑھے سات سو صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کا جواب حضرت مولانا قاضی شمس الدین صاحب "آف گوجرانوالہ" نے "مسائل العلماء" کے نام سے دیا تھا جو ڈیڑھ، پونے دو سو صفحات پر مشتمل ہے۔ مسائل العلماء پر اس وقت کے علماء اور رسائل و جرائد نے جو تبصرہ

کیا تھا وہ پڑھنے کے قابل ہے طوالت کا خوف نہ ہوتا تو ہم یہاں جھلک دکھا دیتے۔
 بہر حال اہل علم جانتے ہیں کہ وہاں قاضی صاحبؒ کے قدم کہیں جم نہ سکے، اور طبیعت پر
 ناگوار نہ گذرے تو درحقیقت باطل کی نشانی ہے کہ وہ کسی ایک موقف پر نہیں ٹھہرتے۔
 آنحضرتؐ کی حیات طیبہ کے منکر جن باتوں کا سہارا لیتے ہیں ان تمام باتوں کا جواب بارہا
 علماء دے چکے ہیں اس لیے ہم نے شروع میں لکھا تھا کہ مؤلف کلمہ حق نے انہی چبائے
 لقموں سے رسالے کا پیٹ بھرا ہے۔ مؤلف کلمہ حق تحریر کرتے ہیں۔ ام المومنین حضرت
 عائشہؓ سے روایت ہے، فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت فاطمہؓ کو اس بیماری میں
 بلایا جس میں آپ ﷺ فوت ہوئے، کچھ راز کی بات کی ان سے تو حضرت فاطمہؓ رو پڑیں،
 پھر کوئی راز کی بات بتلائی تو وہ ہنس پڑیں، حضرت فاطمہؓ نے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے پہلے
 میرے ساتھ جو سرگوشی کی تو اس میں بتایا کہ میں اس بیماری کے ساتھ فوت ہو جاؤں گا، تو
 میں رو پڑی، پھر میرے ساتھ سرگوشی کی کہ میرے خاندان میں سب سے پہلے میری وفات
 کے بعد تو مجھ سے ملنے والی ہے، تو میں ہنس پڑی (صحیح البخاری باب المناقب) اب مؤلف
 ”کلمہ حق“ کا ارشاد ملاحظہ کریں۔

کیا حضور اقدس ﷺ روضہ اطہر میں بنفس نفیس زندہ ہیں تو وفات کے بعد حضرت فاطمہؓ
 الزہراءؓ کو بھی روضہ پاک میں دفن کیا گیا؟ حضرت فاطمہؓ کی قبر تو جنت البقیع میں ہے۔ تو
 صحیح بات مان لیں کہ یہ ملاقات جنت میں اللہ کے عرش کے نیچے ہوئی۔ (کلمہ حق ص ۵۷)
 اور مولوی عطاء اللہ بند یا لوی صاحب نے بھی اس واقعہ کو تحریر کرنے کے بعد لکھا ”بتائیے یہ
 ملاقات کہاں ہوئی؟ نبی اکرم ﷺ کی قبر منورہ حجرہ عائشہؓ میں ہے، اور سیدہ فاطمہؓ کی قبر
 مقدس جنت البقیع میں ہے۔ کیا ان جسموں کا اس دنیا میں ملاپ ہوا؟ ﴿حیات النبیؐ از
 مولانا عطاء اللہ بند یا لوی ص ۳﴾

الجواب بفضل اللہ التواب:

آنحضرت ﷺ اور سیدہ فاطمہ الزہراءؑ جب دونوں پر دنیا کی موت آئی ہے اور کوئی دنیا والی موت سے انکاری نہیں تو ان حضرات کا یہ واویلا کہ ”کیا ان جسموں کا اس دنیا میں ملاپ ہوا؟“ نرا احقانہ اور مجنونانہ نہیں؟ معمولی سوجھ بوجھ رکھنے والے مسلمان کیلئے یہ کوئی مشکل یا پیچیدہ بات نہیں کہ اس کا تعلق برزخ کے احوال سے ہے۔ برزخ کے احوال و کیفیات میں قیاس کی دخل اندازی اہل علم کی شان نہیں، نری گمراہی ہے۔ یہ ملاقات برزخ میں ہوئی ہے۔ اور عالم برزخ میں ارواح و اجساد کا باہمی تعلق اہل سنت کا اجماعی مسئلہ ہے۔ علامہ عبدالحق نابلسیؒ فرماتے ہیں۔

ان روحانیات الموتی متصلة باجسامهم التي في قبورهم وان
بليت اجسامهم وصارت توابا ﴿كشف النور ص ۱۲﴾
ترجمہ: مردوں کی روہیں ان کے جسموں کے ساتھ ایک تعلق رکھتی ہیں جو قبروں میں ہیں
اگرچہ ان کے اجسام بوسیدہ ہو کر مٹی ہو جائیں۔

اس اعتبار سے یہ ملاقات اگر مقام علین میں ارواح کے درمیان ہوئی ہو اور
چونکہ ارواح کا اجسام سے تعلق ہے اس تعلق کی بناء پر اجسام نے بھی ملاقات کا لطف اٹھایا ہو
تو یہ کوئی اچنبھے والی بات نہیں جو عقل میں نہ آتی ہو (بشرطیکہ عقل ہو، اکابر پر عدم اعتماد کی وجہ
سے ماؤف نہ ہوگئی ہو) اور مولانا عبدالحق خان بشیر صاحب کا مندرجہ ذیل بیان بھی حقیقت
سے تعلق رکھتا ہے کہ ”آپ کا قیاس استدلال تو قیاس مع الفارق کی حیثیت رکھتا ہے۔ جبکہ
اس واقعہ کا اجتہادی پہلو اس حقیقت کو پوری طرح آشکارا کر رہا ہے کہ بوقت فرمان پیغمبر
برحق ﷺ اور سیدہ فاطمہؑ کے درمیان ملاقات جسد مع الروح تھی اور سیدہ فاطمہؑ کو جسد مع

الروح ہی ملاقات کی بشارت دی گئی، لہذا یہ واقعہ عالم برزخ کے قوانین کے مطابق ہی ہوگی یعنی اجساد مبارکہ اپنے اپنے مقامات پر ہی موجود رہیں لیکن ارواح کی ملاقات کا لطف و سرور اجسام بھی اٹھائیں۔ ﴿علماء دیوبند کا عقیدہ حیات النبی ﷺ طبع دوم ص ۵۴﴾

”مؤلف کلمہ حق“ کا ایک اور مماثلتا نہ کرشمہ:

”مؤلف لکھتے ہیں ”آپ لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں کہ امام بیہقی ”والا ہمارا عقیدہ

ہے۔ اب سنو امام بیہقی کا عقیدہ

ان الانبياء لا يتركون في قبورهم بعد انبياء چالیس راتوں کے بعد اپنی قبروں میں اربعین لیلۃ، قد یحتمل ان یکون نہیں رہتے، بلکہ ان کو اجسام اور ارواح کے المراد بہ رفع اجسادہم مع ساتھ اٹھالیا جاتا ہے۔

ارواحہم .

مولانا ذرا سوچ کر بار بار امام بیہقی کا عقیدہ پڑھ کر متاؤ کہ تمہارا یہی عقیدہ ہے کہ چالیس راتوں کے بعد انبیاء کرام مع ارواح اپنی قبور دنیوی سے اٹھالیے جاتے ہیں۔ ﴿کلمہ حق

ص ۶۱﴾

الجواب السؤی بفضل اللہ القوی:

”مؤلف کلمہ حق“ کی مندرجہ بالا عبارت پڑھنے سے قاری یہی محسوس کرے گا کہ یہ ایک ہی عبارت ہے حالانکہ دو عبارتوں کو ابلیسی مہارت سے ایک کر دیا گیا ہے۔ بیہقی کی عبارت یوں ہے۔ ”ان الانبياء لا يتركون في قبورهم بعد اربعین لیلۃ ولكنهم يصلون بين يدي الله عز وجل حتى ينفخ في الصور“ وهذا ان صح بهذا للفظ المراد به والله اعلم لا يتركون يصلون الا هذا المقدار ثم

يكونون مصلين فيها بين يدي الله عز وجل كما روينا في الحديث الأول .
وقد يحتمل ان يكون المراد به رفع اجسادهم مع ارواحهم (حيات الانبياء
للبيهقي ص ۴)

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ”انبياء“ کو اپنی قبروں میں
چالیس راتوں کے بعد نہیں چھوڑا جاتا۔ مگر یہ کہ وہ (اس کے بعد) صور پھونکے جانے تک
اللہ عز وجل کے سامنے نماز پڑھتے رہتے ہیں۔ یہ الفاظ اگر صحیح ہیں تو اس سے مراد یہ ہے کہ
استقدر نماز پڑھ کر وہ پھر اللہ عز وجل کے سامنے نماز میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ واللہ اعلم۔
جیسا کہ ہم نے پہلی حدیث میں نقل کیا ہے۔ اس کا ایک مفہوم یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان کے
اجسام بمع ارواح اٹھ جاتے ہیں۔

اس سے یہ مراد لینا کہ امام بیہقیؒ کا اپنا عقیدہ کچھ اور ہے۔ قطعاً غلط ہے۔ ”ان
صح“ اور ”واللہ اعلم“ کے الفاظ بتا رہے ہیں کہ امام صاحبؒ خود اس روایت سے مطمئن نہیں
ہیں۔ نیز فرماتے ہیں ”انبياء علیہم السلام سب کے سب زندہ ہوتے ہیں اور جہاں اللہ
عز وجل انکو ٹھہراتے ہیں، وہیں ٹھہرتے ہیں۔ جیسا کہ ہم نے حدیث معراج وغیرہ میں بتلایا
کہ

ان النبی ﷺ رای موسیٰ قائماً یصلی فی قبرہ ثم راہ مع سائر
الانبياء علیہم السلام فی بیت المقدس ثم راہم فی السموات واللہ
تبارک وتعالیٰ فعال لما یرید . ولحیاة الانبياء بعد موتہم صلوات اللہ
علیہم شواہد الاحادیث الصحیحة ﴿ حیات الانبياء بیہقی ص ۵ ﴾
حضور ﷺ نے حضرت موسیٰ کو اپنی قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھتے دیکھا ہے۔ پھر آپ نے
ان کو بیت المقدس میں تمام انبیاء کے ہمراہ دیکھا اور اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اور

انبیاء کی حیات بعد وفات پر احادیث صحیحہ میں بکثرت دلائل موجود ہیں۔
 ”حیات الانبیاء“ رسالہ میں امام بیہقیؒ نے احادیث کو اسناد پر بحث کئے بغیر جمع فرمایا ہے۔
 نیز علامہ ابن حجر عسقلانیؒ نے لکھا ہے کہ اس میں ایک راوی محمد ثانی کمزور حافظے والا ہے۔
 حافظہ کی عبارت ملاحظہ ہو۔

ان الانبياء لا يتركون في قبورهم بعد اربعين ليلة ولكنهم يصلون بين يد
 الله حتى ينفخ في الصور، و محمد سبئي الحفظ و ذكر الغزالي ثم
 الرافعي حديثا مرفوعا ۱۱۱ فتح الباری جلد نمبر ۶ صفحہ ۲۰۳، سطر نمبر ۶ مطبوعہ قدیمی
 کتب خانہ کراچی

اس مسئلے کو چھیڑنے کی کیا ضرورت ہے؟:

آج کل کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اس مسئلے کو چھیڑنے کی کیا ضرورت ہے۔ میں ان
 سے پوچھتا ہوں کہ اس عقیدے کو چھوڑا کس محدث نے ہے۔ امام بیہقیؒ نے اپنی کتاب
 حیات الانبیاء ص ۴ میں لکھا ہے کہ امام سیوطیؒ فرماتے ہیں ”حیات النبی ﷺ فی قبرہ
 ہو و سائر الانبياء معلومة عندنا علما قطعيا لما قام عندنا من الادلة فی
 ذالک و تواترت به الاخبار الدالة علی ذالک“ حضور ﷺ کی حیات جو ہے وہ
 حیات متواتر حدیثوں سے ثابت ہے اور یاد رکھنا متواتر احادیث کا انکار کرنے کا کیا حکم
 ہے۔

تبصرہ مؤلف کلمہ حق:

ذرا غور کرنا سلطان المناظرین کی علمی و تحقیقی پوزیشن پر۔ لکھتے ہیں (حالانکہ محمدی
 صاحب مرتب نہیں مقرر ہیں، سلفی) امام بیہقیؒ نے اپنی کتاب حیات الانبیاء ص ۴ میں لکھا

ہے کہ امام سیوطی فرماتے ہیں حالانکہ امام بیہقی "نے کتاب حیات الانبیاء ۳۴۵ھ میں لکھی اور آپ کی کتاب کے تقریباً چار سو سال بعد ۹۰۰ھ میں علامہ سیوطی پیدا ہوئے اور پھر کتاب لکھی۔ امام بیہقی "نے اس کتاب کا حوالہ کیسے دیا؟ جس کا مصنف ابھی کئی صدیوں بعد پیدا ہونا تھا۔ شاباش مولانا! جب محقق آپ جیسا ہو کہ آگے کا پیچھے، پیچھے کا آگے کر دے اس کو پھر کون منوا سکتا ہے۔ ﴿کلمہ حق ص ۶۲﴾

الجواب بعون الملک الوہاب:

مؤلف "کلمہ حق" نے "آواز حق" میں جب یہ سطور پڑھیں کہ "امام بیہقی" فرماتے ہیں کہ علامہ سیوطی نے یوں فرمایا "حالانکہ امام بیہقی" کے چار سو سال بعد امام سیوطی پیدا ہوئے" بس پھر کیا تھا مؤلف یوں لگے اچھلنے جیسے "بکری کا سینا اٹھکیلیاں کرتا ہے۔ ممانی ٹولے میں دیانت یا انصاف دیکھنا "گدھے کے سر سے سینگ" تلاش کرنے کے مترادف ہے۔ اب ہم مؤلف کلمہ حق کے اس اعتراض کے پر نچے اڑائیں گے تو پتہ چلے گا کہ ان بیچاروں کی اپنی علمی و تحقیقی پوزیشن کیا ہے؟ مؤلف کلمہ حق کا یہ اعتراض بچند وجوہ مردود ہے۔

اولاً: مؤلف کے پیش نظر رسالہ "آواز حق" کا دوسرا ایڈیشن ہے۔ اور اس میں یہ کمپوزنگ کی غلطی یا مرتب (قاری اللہ رحمہ) کی بے احتیاطی ہے۔ آواز حق کا پہلا ایڈیشن بھی ہمارے سامنے ہے۔ اس کے صفحہ ۳۶ پر یہ قول امام سیوطی ہی کی طرف منسوب ہے، انداز تحریر اور انداز تقریر میں فرق ہوتا ہے جب تقریر کو صفحہ قرطاس پر منتقل کیا جاتا ہے تو تقریر کو تحریر کے قالب میں ڈھالنے کی ضرورت ہوتی ہے۔

ثانیاً: جب تقریر کے مرتب مولانا محمدی صاحب مدظلہ خود نہیں ہیں، تو مؤلف کلمہ حق کو چاہیے تھا وہ پہلے اور دوسرے ایڈیشن کا تقابل کرتے یا پھر مولانا محمدی صاحب مدظلہ کی وہ تقریر کی

کیسٹ سننے کی زحمت کرتے اور پھر کوئی رائے قائم کرتے۔ مگر یہ سب کچھ تودہ کرے جس کی نیت اغتشار اور اشتعال کی نہ ہو۔ منکرین حیات النبی ﷺ کا ٹولہ تو سرتاپا فساد، بددیانت، بدخواہ، بدنیت، کم حوصلہ، بزدل اور شرارتی ہے۔ اس لئے تو بغیر تحقیق و جستجو کے رائے قائم کر لی کہ یہ ہے مولانا کی تحقیقی و علمی پوزیشن!

تالفا: کیا مؤلف کلمہ حق نہیں جانتے کہ یہ عبارت امام سیوطیؒ کی ہے؟ جو ”انبا والاذکیاء فی حیات الانبیاء“ کے پہلے صفحے پر ہے۔ نہیں جانتے تو اب تسلی کر لیں۔ اور اگر جانتے تھے کہ مذکورہ عبارت امام بیہقیؒ کے رسالہ میں نہیں علامہ سیوطیؒ کے رسالہ میں ہے تو جان لینا چاہیے تھا کہ نوٹ ہوتے وقت یا کتابت کے وقت تسامح ہوا ہے۔ چونکہ اس عبارت کے آگے علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں ”وقد الف الامام الیہقی جزا فی حیات الانبیاء علیہم السلام فی قبورہم“ (ترجمہ) امام بیہقیؒ نے ایک جزو خاص اس بارے میں تالیف کیا ہے کہ انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں تو واضح ہو گیا کہ علامہ سیوطیؒ، امام بیہقیؒ کی تائید کر رہے ہیں، نہ کہ امام بیہقیؒ سیوطیؒ کی۔ مگر ان دوستوں کی ادائیں زالی ہیں۔ بہر حال یہ ان کی مجبوری تھی چونکہ رسالے کا پیٹ بھر کر اپنے حواریوں کو بھی تو خوش کرنا تھا۔

اور مؤلف کلمہ حق کا اپنا مبلغ علم یہ ہے کہ ”۹۰۰ھ میں علامہ سیوطیؒ پیدا ہوئے اور پھر کتاب لکھی“ (صفحہ ۶۲) ۹۱۱ھ میں تو آپؒ نے انتقال فرمایا، اور علامہ موصوفؒ سینکڑوں کتابوں کے مصنف تھے تو گویا مؤلف کلمہ حق کے ”فرمان عالیشان“ کے مطابق انہوں نے یہ سارے معرکے صرف گیارہ سال کی عمر میں جیتے۔ اسی ”محقق صاحب“ لکھ کر لے جاؤ علامہ سیوطیؒ کا سن ولادت ۸۳۹ھ ہے اور سن وفات ۹۱۱ھ ہے۔ مولانا محمدی صاحب مدظلہ کی علمی و تحقیقی پوزیشن تو خیر پہلے سے عیاں تھی۔ اور ایک دنیا ان کو آپ کے سینوں پر ”مومنگ دلتے“ دیکھ رہی ہے۔ البتہ آپ کے مبلغ علم کے ساتھ ساتھ بددیانتی

اور تعصب کا پردہ بھی چاک ہو گیا ہے۔ تحقیق و تدقیق کے جہاں میں فکر آخرت کے ساتھ نور بصیرت کا ہونا بھی ضروری ہے۔ اور محسوس ہوتا ہے کہ ان دونوں چیزوں سے مؤلف کلمہ حق تہی دامن ہیں۔

جہاں بانی سے ہے دشوار تر کار جہاں بنی

جگر خوں ہو تو چشمِ دل میں ہوتی ہے نظر پیدا

ہم کتب فقہ سے کھل کر اختلاف کرتے ہیں:

مؤلف کلمہ حق کا اعتراف!

مولانا محمد اسماعیل محمدی صاحب مدظلہ نے اپنی تقریر میں فقہ کی معروف کتاب ”نور الایضاح“ کی شرح ”مراقی الفلاح“ سے حیات النبی ﷺ کا سماع صلوٰۃ و سلام عند القبر ثابت کیا ہے تو مؤلف کلمہ حق اس پر یوں تبصرہ کرتے ہیں ”نور الایضاح فقہ کی کتاب ہے اس میں جو کچھ حیات کے بارے میں لکھا ہے، ہم اس سے کھل کر اختلاف کرتے ہیں کہ قرآن و حدیث، اجماع امت اور اکابرین علماء دیوبند میں سے کسی کا بھی یہ عقیدہ نہیں، اگر آپ کا عقیدہ نور الایضاح کی طرح ہے تو سن لیں کہ علماء دیوبند کا عقیدہ اس طرح کا نہیں۔ کیونکہ انہوں نے لکھا ہے ”انہ ﷺ حی یورق متمتع بجمیع الملاذ والعبادات غیر الہ حجب عن ابصار القاصرین“ (نور الایضاح) یعنی آپؐ زندہ ہیں، رزق دیئے جاتے ہیں، تمام لذتوں اور عبادتوں سے متمتع ہوتے ہیں“ یہ عقیدہ اکابرین میں سے کسی کا نہیں، ہم اتنا ضرور مانتے ہیں کہ آپ ﷺ اعلیٰ زندگی سے متصف ہیں، جنت کے رزق آپ ﷺ کو ملتے ہیں، اخروی زندگی سے آپ ﷺ فائدہ مند ہوتے ہیں لیکن دنیا کی تمام نعمتوں سے متمتع نہیں، نہ آپ ﷺ پر ازواج مطہرات پیش کی جاتی ہیں اور

نہ آپ ﷺ دنیا کی تمام عبادات کرتے ہیں..... یہ صرف مولانا کا عقیدہ ہے اور نورالایضاح والے کی حقیقت اللہ جانتا ہے کہ یہ کلمات انہوں نے خود لکھے یا ان کی طرف کسی نے منسوب کئے ہیں، بہر حال ہم نورالایضاح کے قطعاً مقلد نہیں کہ ان کی بات ہم پر حجت ہو اس کی شرح جو آپ نے لکھی ہے یہ قرآن و سنت، اجماع صحابہؓ، اور اکابرین علماء دیوبند خصوصاً مذہب حنفیہ کے قطعاً خلاف ہے ﴿کلمہ حق ص ۶۶﴾

الجواب الکبیر بعون اللہ الجبیر:

نورالایضاح فقہ کی مشہور کتاب ہے جو ابوالاخلاص علامہ حسن بن عمار بن علیؒ (۱۰۶۹ھ) کی تالیف ہے۔ یہ کتاب دارالعلوم سمیت ہندو پاکستان نیز عرب و عجم کے مدارس و بیہ میں شامل نصاب ہے۔ مؤلفؒ مصر کے قریب ایک قصبہ شبراہلہ کے رہنے والے تھے۔ اپنی اس کتاب کی ایک شرح آپ نے خود ”مراقی الفلاح“ کے نام سے لکھی ہے۔ اس کتاب کی جلالت قدر کے لیے اتنا جان لینا کافی ہے کہ علامہ طحطاوی جیسے جہا بندہ روزگار فضلاء نے اسکی شروح لکھیں۔ آپ اپنے وقت میں علم کے اچھلتے سمندر تھے۔ احناف کے ہاں اس کتاب کی بہت قدر و منزلت ہے۔ مگر دیوبندی اس سے اعلائیہ، کھل کر اختلاف کر رہے ہیں۔ اب مؤلفؒ ”کلمہ حق“ آہستہ آہستہ غیر مقلدیت کی شاہراہ پر آرہے ہیں۔ آگے آگے دیکھیے ہوتا ہے کیا؟ مؤلف کے بالترتیب جھوٹ ملاحظہ ہوں۔

۱: نورالایضاح والا عقیدہ اکابرین دیوبند میں سے کسی کا نہیں۔۔۔ جی ہاں اگر اکابرین دیوبند سے مراد گجرات کے سید ضیاء اللہ صاحب، سرگودھا کے عطاء اللہ صاحب اور ”لاوہ“ کے ضیاء الرحمان رحمانی (مرتب کلمہ حق) ہیں تو پھر تو واقعی ان ”شیوخ“ کا نورالایضاح والا عقیدہ نہیں ہے۔ باقی جو حقیقی اور اصلی دیوبندی ہیں ان کا عقیدہ تو الحمد للہ

فقہاء احناف والا ہی ہے۔ شیخ الادب حضرت مولانا اعجاز علی دیوبندیؒ کے نام نامی سے کون ناواقف ہے؟ ”مماتی محققین“ کے علاوہ سبھی ان کو اکابر میں شمار کرتے ہیں۔ آپؒ نے اس کتاب یعنی نور الایضاح پر عربی و فارسی دونوں زبانوں میں حاشیہ چڑھایا ہے۔ چنانچہ جس عبارت کو مؤلف کلمہ حق نے اکابرین دیوبند کے مسلک کے خلاف قرار دیا۔ یعنی ”بجميع الملاذ والعبادات غير انه حجب عن ابصار القاصرين عن شريف المقامات“ اس عبارت کے تحت شیخ الادب حضرت مولانا اعجاز علی دیوبندیؒ کا ارشاد ملاحظہ ہو۔ فرماتے ہیں۔

”قوله حجب. فمثلہ ﷺ بعد وفاته كمثل شمع في حجرة اغلق بابها فهو مستور عن من خارج الحجرة ولكن نوره كما كان بل ازيد والهدا حرم نكاح ازواجه بعده ﷺ ولم يجز احكام الميراث فيما تركه لانهما من احكام الموت“ (نور الایضاح ص ۱۸۷ حاشیہ نمبر ۶)

پس نبی اکرم ﷺ (کے محبوب ہونے) کی مثال ایسے ہی ہے جیسے شمع کو حجرے میں رکھ کر اس کے دروازے کو بند کر دیا جائے تو وہ شمع اُس شخص سے مستور ہوگئی جو حجرہ سے خارج ہو۔ لیکن اسکی روشنی ایسے ہی ہوتی ہے جیسے کہ پہلے تھی۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ بھی وجہ ہے کہ آپ کے وصال کے بعد آپ کی ازواج سے نکاح حرام ہے اور جو آپ نے ترکہ چھوڑا اس پر وراثت کے احکام جاری نہیں ہوئے۔ کیونکہ یہ دونوں موت کے احکام میں سے ہیں۔

کارمین کرام!

مؤلف کلمہ حق نے کتاب ”اموت“ بغیر ڈکار لئے ”مضم کر لیا کہ اکابر دیوبند کا عقیدہ اس کے خلاف ہے۔ مگر مؤلف کی یہ بات بھی معطلکہ خیز ہے کہ ”اللہ جانتا ہے یہ الفاظ

انہوں نے خود لکھے یا کسی نے ان کی طرف منسوب کیے؟ جن حضرات کے اندر غیر اعتمادی کا یہ عالم ہو وہ بھلا شاہراہ حق و اعتدال سے ہٹ کر ”مما تیت“ کی گہری کھائی میں نہ گریں گے تو اور کیا ہوگا؟ تمہارے علاوہ آج تک کسی اور نے بھی یہ بات کہی یا لکھی ہے، کیا اس پر کوئی حوالہ پیش کیا جاسکتا ہے؟ قطعاً نہیں۔

بس مستند ہے میرا فرمایا ہوا۔

مزید مؤلف کا یہ کہنا کلی نادانی، پرلے درجے کی جہالت، اور نچلے درجے کی حماقت ہے کہ ”دنیا کی نعمتوں سے متنع نہیں، نہ آپ پر ازواج پیش کی جاتی ہیں، اور نہ آپ دنیا کی تمام عبادات کرتے ہیں (کلمہ حق ص ۶۶)۔ دنیا کی زندگی لکجٹ ہی نہیں۔ حیات فی القبر کی بحث ہے۔ آپ ﷺ جو عبادت کرتے ہیں وہ صرف لذت کیلئے ہے۔ احکام شریعہ کے آپ مکلف نہیں ہیں۔ نیز اکابرین دیوبند میں سے یا حنفیہ میں اہل سنت میں سے کون ہے جو دنیاوی موت سے انکاری ہے؟۔ دنیاوی اعتبار سے آپ ﷺ انوارِ مبین و اعلیٰ ہیں۔ نہ ہی کوئی برزخ کے اندر ایسی زندگی کا اقراری ہے جس سے جسمانی نشوونما اور احکامات شرعیہ جیسے دنیاوی لوازمات لازم آتے ہوں۔ نہ کوئی (معاذ اللہ) ازواج مطہرات کے پیش ہونے کا قائل ہے۔ تمہارے اذعان پر خواتین ”رخا خانی“ بگوتے سوار ہو تو تمہاری قسمت!

بحث حدیث ”مَنْ صَلَّى عَلَيَّ عِنْدَ قَبْرِي“

مؤلف کلمہ حق نے اپنی تحقیق کے دریا بہاتے ہوئے مشہور حدیث ”مَنْ صَلَّى عَلَيَّ عِنْدَ قَبْرِي“ پر بھی بحث کی ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں ”صاحب السارم المسکین“ نے فرمایا جس حدیث میں بذات خود سننے کی تصریح ہے یعنی ”مَنْ صَلَّى عَلَيَّ عِنْدَ قَبْرِي“ اس کے متعلق فرماتے ہیں۔

قُلْتُ هَذَا حَدِيثٌ مَوْضُوعٌ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ (صاحب

الصارم الممنکی) یہ حدیث رسول اللہ ﷺ پہ گھڑی ہے۔

نیز لکھتے ہیں ”علامہ ابن الہادی اس روایت کو الصارم الممنکی میں (من گھڑت)

ضعیف کہہ رہے ہیں ﴿کلمہ حق ص ۶۸﴾

الجواب الصافی بعون اللہ الشافی:

کیا کہنے اس تحقیق انیق کے مؤلف کلمہ حق کو یہ علم بھی نہیں کہ من گھڑت موضوع حدیث کو کہتے ہیں نہ کہ ضعیف ہو۔ مگر یہاں نزالی ادائیں دیکھنے میں آرہی ہیں کہ صاحب الصارم الممنکی نے اس حدیث کو ضعیف کہا اور پھر بریکٹ میں من گھڑت لکھ دیا۔ ضعیف حدیث وہ ہوتی ہے جس میں کوئی راوی اختلاط، کمی حفظ یا فسق وغیرہ کے طعن سے مطعون ہو اور موضوع وہ جعلی اور بناوٹی روایت ہوتی ہے جسکو کوئی کذاب، دجال راوی خود وضع کرے اور اسکی نسبت آنجناب ﷺ کی طرف کر دے۔ موضوع حدیث کا بغیر تصریح وضع کے بیان کرنا حرام اور سنگین جرم ہے۔ اور بعض اہل علم مثلاً عبداللہ بن یوسف الجویٹی (التونی ۴۳۸ھ) موضوع روایت بیان کرنے والے کی تکفیر کرتے ہیں۔

شومئی قسمت کہ جو مہربان فرین حدیث اور سند کی ضروری و بنیادی اصطلاحات سے بھی ناواقف ہیں۔ وہ احادیث رسول ﷺ کے پرکھنے کے درپے ہیں۔ جس طرح دنیا کے لاپٹی راتوں رات ”کروڑ پتی“ بننے کے خواب دیکھتے ہیں یہ مذہبی ”مداریے“ راتوں رات ابن حجر عسقلانی، شمس الدین ذہبی اور صفی الدین خزر جی بن کر علم اسماء الرجال کے بے تاج بادشاہ بننا چاہتے ہیں۔ اور اکابرین علماء سے ہٹ کر تحقیق میں اپنا نام روشن کرنا چاہتے ہیں اور تکبر و نخوت کا یہ عالم کہ مولانا محمدی صاحب جیسی ذی علم شخصیت کی ”علمی و تحقیقی“ پوزیشن پر تبصرہ کر رہے ہیں۔ مگر ان احباب کے ایسے پروپیگنڈے سے کیا ہوگا۔

کیونکہ!

اُڑائے دھول کوئی چاند پر، کب دھول پڑتی ہے؟
کوئی کہتا رہے! ذی علم جاہل ہو نہیں سکتا۔

قارئین کرام اور مؤلف کلمہ حق متوجہ ہوں

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا ”مَنْ صَلَّى عَلَيَّ عِنْدَ قَبْرِ سَمِيعَةٍ“۔ وَمَنْ صَلَّى عَلَيَّ مِنْ بَعِيدٍ أَعْلَمْتَهُ۔ وَفِي رِوَايَةٍ مِنْ صَلَّى عَلَيَّ نَائِلًا أَبْلَغْتَهُ۔ (ترجمہ) جو میری قبر کے پاس درود پڑھے میں خود سنوں گا۔ جس نے دور سے پڑھا وہ مجھے پہنچا دیا جائے گا۔ یہ حدیث مندرجہ ذیل کتب میں موجود ہے۔

(۱): مرقات جلد ۲ صفحہ ۳۳۷، (۲) مسند امام احمد جلد ۱ ص ۴۲۱، (۳) سنن دارمی ص ۳۷۲، (۴) دارقطنی، (۵) مستدرک حاکم جلد ۲ ص ۴۲۱، (۶) البدایہ والنہایہ جلد ۱ ص ۱۵۴، (۷) الجامع الصغیر جلد ۱ ص ۹۳، (۸) مشکوٰۃ شریف ص ۸۷، طبع قدیمی کتب خانہ کراچی) اور ان کے علاوہ بھی کئی ایک کتابوں میں موجود ہے۔

جن محدثین نے اسکو صحیح کہا:

- ۱: علامہ شمس الدین ذہبیؒ نے میزان الاعتدال اور تلخیص المستدرک میں اسکو صحیح لکھا۔
- ۲: علامہ سمہودیؒ نے وقاء الوفا میں صحیح کہا۔
- ۳: علامہ عزیزیؒ نے جامع صغیر کی شرح میں اسکو صحیح لکھا۔ شرح کا نام السراج المنیر ہے (ملاحظہ ہو جلد ۱ ص ۵۱۸)۔
- ۴: علامہ بیہقیؒ نے مجمع الزوائد میں صحیح لکھا۔ ملاحظہ ہو جلد ۹ ص ۲۴۔
- ۵: صاحب الصارم المنکی ابن عبدالبہادیؒ نے بھی مختلف طرق سے اسانید صحیح کیساتھ یہ

روایت نقل کی ہے۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کیا فرماتے ہیں؟

حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں ”ہر آئینہ خدانے را فرشتگان اند سیر کنند گان در زمین می رسانند، را از امت من سلام را، واو بتواتر رسیدایں معنی (فتاویٰ عزیزی ج ۲ ص ۶۹) ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ کے فرشتے ہیں زمین میں سیر کرتے پھرتے۔ مجھے میری امت کا سلام پہنچاتے ہیں۔ اور یہ بات تواتر کے درجے میں پہنچی ہوئی ہے۔

ممانی احباب کہیں یہ نہ کہہ دیں کہ فتاویٰ عزیزی شاہ صاحبؒ نے کہیں سے سرقہ کی ہے۔ چونکہ شاہ صاحب کی مشہور زمانہ کتاب ”تحفۃ اثنا عشریہ“ کو ممانی ”چوری شدہ“ قرار دے چکے ہیں۔ راقم الحروف نے شیعہ مجتہد مولوی محمد حسین ڈھکو (سرگودھا) کی کتاب ”تجلیات صداقت“ میں پڑھا کہ شاہ عبدالعزیزؒ کی کتاب ایک کابلی عالم کی کتاب ”صوائع کابلی“ سے سرقہ شدہ ہے۔ یہ بیان تو سرگودھا کے شیعہ محقق محمد حسین ڈھکو کا ہے، ملاحظہ ہو (تجلیات صداقت ص ۳) اور سرگودھا ہی کے ممانی جماعت کے محقق ”محمد حسین نیلوی“ صاحب فرماتے ہیں ”تحفۃ اثنا عشریہ کی نسبت شاہ عبدالعزیزؒ کی طرف (غلط ہے) ترتیب تو ان کی ہے مگر اصل کتاب ایک کابلی عالم کی ہے“ (رد منکرات ص ۷۲) ﴿

ردِ نفیض پہ کام کرنے والے احباب جو ”تحفۃ اثنا عشریہ“ کی اہمیت کو سمجھتے ہیں۔

ممانی حضرات کا مذکورہ بالا بیان نوٹ کر لیں۔

قارئین کرام! اس حدیث کے راوی یہ ہیں۔

۱: ابوالشیخ اسمہانی

۲: عبدالرحمان بن احمد الاعرج

- ۳: الحافظ حسن الصباح
 ۴: سلیمان بن مہران الاعمش
 ۵: ابوصالح ذکوان
 ۶: ابو معاویہ محمد بن خازم
 ۷: عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ

ایک اعتراض اور اس کا جواب:

اس میں ایک راوی اعمش شیعہ ہے، جس کو مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر نے تسکین الصدور میں تسلیم کیا ہے ﴿کلمہ حق ۸۷﴾ بالکل غلط ہے۔ حضرت شیخ نے راویوں پر خاصی طویل بحث کر کے مسئلے کو نکھار دیا ہے اور لکھا ہے ”امام اعمش ان مذہب لیسین میں شامل ہیں جنکی مذہب لیس مطلقاً معزز نہیں ہے۔ ﴿توجیہ النظر ص ۲۷۱، بحوالہ تسکین الصدور ص ۳۳۰﴾

نیز علامہ خالد محمود صاحب مدظلہ نے بھی لکھا ہے ”سلیمان بن مہران الاعمش صحاح ستہ کے مرکزی راوی ہیں، عظیم المرتبت اور جلیل القدر محدث ہیں، ان پر شیعیت کا الزام ہے، مگر ان دنوں شیعیت رفض کے معنوں میں نہ تھی تحریف قرآن، عقیدہ امامت، اور انکار خلاف راشدہ ورفض کا مذہب ہے اثنا عشریہ کا، نہ کہ مطلق شیعوں کا ﴿مدارک الاذکیاء فی حیات الانبیاء، المعروف مقام حیات ص ۵۴۵﴾

علامہ ابن حجر عسقلانی ”فتح الباری میں فرماتے ہیں ”اخرج ابو الشیخ فی کتاب الثواب بسند جید بلفظ من صلی علی عند قبری سمعته ومن صلی لانیاً بلغته“ (ترجمہ) ابوالشیخ نے کتاب ثواب اعمال میں بڑی عمدہ سند سے یہ الفاظ روایت کیئے ہیں کہ جو میری قبر کے پاس آکر مجھ پر درود پڑھے میں خود سنتا ہوں اور دور سے

پڑھا ہوا مجھے پہنچا دیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ حافظ شمس الدین سخاویؒ نے القول البدیع ص ۱۱۶ میں، علامہ ابن حجر مکیؒ نے شرح ہمزہ میں، حافظ ابن کثیرؒ نے تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۵۱۵ میں، حضرت ملا علی قاریؒ نے اپنی کتاب مرقات ج ۲ ص ۱۰ میں، علامہ سید احمد طحطاویؒ نے طحطاوی مراقی علی الفلاح ص ۳۰۵ میں، قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتیؒ نے مظہری ج ۱۰ ص ۲۲۲ میں، محمد عبدالوہاب نجدیؒ نے اتحاف البلاء ص ۳۰۵ میں اور علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے فتح الملہم ج ۱ ص ۳۳۰ میں اس حدیث کی تائید و توثیق کی ہے۔ مکمل تفصیل مقام حیات میں ملاحظہ ہو۔

مولانا غلام اللہ خان صاحبؒ کا ارشاد:

ایک خط کا مضمون اور شیخ القرآن کا جواب ملاحظہ ہو۔
بخدمت جناب شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب مدظلہ العالی۔
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

المرام اینکه ہمارے علاقہ میں ایک عالم صاحب نے مسئلہ بیان فرمایا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی قبر اطہر پر درود و سلام پڑھنا اور یہ عقیدہ رکھنا کہ آنحضرت ﷺ خود سنتے ہیں، یا سن رہے ہیں یہ بالکل صریح شرک ہے۔ اور قرآن و حدیث میں اس کا کوئی ثبوت نہیں۔ ایسا عقیدہ رکھنے والا میرے نزدیک کافر و مشرک ہے۔ جناب والا سے تشریح طلب ہیں کہ کیا واقعی ایسا عقیدہ رکھنے والا کافر و مشرک ہے یا نہیں!

احقر عبدالقادر خاں عباسی

از احمد پور شرقیہ۔

الجواب وهو الموفق للصواب

کتب فقہ حنفی اور احادیث سے یہ ثابت ہے کہ عند القبر بذاتِ خود آنحضرتؐ درود و سلام سنتے ہیں، سلف اہل سنت والجماعت میں اس کے اندر کوئی اختلاف نہیں ہے۔ ایسے عقیدہ والے کو کافر اور مشرک کہنا بہت بڑی دلیری ہے۔ العیاذ باللہ، اللہ تعالیٰ ایسی جسارت سے ہر ایک کو محفوظ رکھے اور سلف کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

عبدالرشید مفتی دارالعلوم تعلیم القرآن راجہ بازار راولپنڈی ۲۲ صفر ۱۳۹۹ھ

الجواب صحیح لائسنسے غلام اللہ خان

جواب درست ہے۔ ناکارہ خلائق غلام ربانی۔

﴿بحوالہ دعوة الانصاف فی حیات جامع الاوصاف از مولانا عبدالعزیز

شجاعبادی﴾

اس مہماتی ٹولے کی کارستانیوں دیکھ کر بزرگ علماء کتنے پریشان اور ان سے نالاں رہے۔ صرف مولانا عبدالعزیز صاحبؒ کی ایک عبارت پڑھیے ”اس کمپنی کی جو کتاب بھی معرض وجود اور صفحہ ہستی میں آتی ہے وہ شاہ صاحب کی رہن تصدیق ہو کر ظاہر ہو رہی ہے۔ اشاعت التوحید کا کوئی دوسرا بزرگ نہیں ملے گا جسکی قلم نے امت رسول کو ذبح کرنے والوں کو یہ سہارا دیا ہو۔ سرزمین پاکستان میں دیوبندیت کی مٹی پلید کرنے کا جو منصوبہ تیار ہوا ہے اس کا خمیازہ آئندہ نسلیں بھگتیں گیں (دعوة الانصاف ص ۱۰۵)

علامہ کشمیریؒ کی عبارت سے مؤلف کلمہ حق کا دجل و فریب:

آپ یقین کیجئے کہ مہماتیوں کو دغا بازی، فریب اور تحریف میں اتنی مہارت ہے کہ شیطنیت سرپیٹ کر رہ جائے۔ مؤلف کلمہ حق نے حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ کی

عبارت سے مذموم مقصد نکالنے کی ناکام کوشش کی ہے۔ مگر ہم نے بھی اللہ کے فضل سے چور کورنگے ہاتھوں پکڑا۔ پہلے مماتی مؤلف صاحب کی تحریف و تلبیس ملاحظہ ہو لکھتے ہیں، علامہ انور شاہ کشمیری فرماتے ہیں

لیس معناه: ۱۔ یرد روحہ ای انه یحیی روح کو لوٹائے جانے کا مطلب یہ نہیں کہ فی قبرہ بل توجہ من هذا الجانب آپ ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہو جاتے ہیں۔ الی الجانب (فیض الباری جلد ۲) بلکہ آپ ﷺ کی روح کا وہاں اعلیٰ علیین سے (ص ۶۵) اس جانب متوجہ ہونا مراد ہے۔

﴿کلمہ حق ص ۶۴﴾

الجواب الریان بعون الرحمن:

قارئین کرام!

مؤلف کلمہ حق نے حسب عادت یہاں بھی عبارت مکمل نہیں دی۔ چونکہ مکمل عبارت دینے سے ان کا مقصد نہ نکل سکتا تھا۔ اصل اور پوری عبارت بمع تشریح ملاحظہ ہو۔ مولانا کشمیری حدیث ”رَدُّ اللّٰہِ عَلٰی رُوحِی“ پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

راوہ ابو داؤد فی رد روحہ حیث یسلم علیہ لیس معناء انه یرد روحہ ای انه یحیی فی قبرہ بل توجہ من ذلک الی هذا الجانب فہو حی فی کلتا الحالتین ﴿فیض الباری ج ۲ ص ۶۵﴾

﴿ترجمہ﴾ ابو داؤد کی روایت میں سلام کے وقت آپ ﷺ کی روح لوٹنے کا جو ذکر ہے اس کا یہ معنی نہیں کہ آپ ﷺ کی روح اس طرح لوٹائی جاتی ہے کہ آپ ﷺ کو اپنی قبر میں زندہ کیا جائے بلکہ اس سے مراد آپ ﷺ کو اس طرف متوجہ کرنا ہے۔ زندہ تو آپ ﷺ دونوں

حالتوں میں ہیں (یعنی درود شریف پیش ہوتے وقت بھی اور پہلے بھی) حضرت کشمیریؒ اپنے اس بیان سے واضح کرتے ہیں کہ رَدُّ اللّٰہِ عَلٰی رُوحِی سے یہ مت سمجھو کہ پہلے روح نہ تھی اب آگئی ہے۔ کیونکہ زندہ تو آپ ﷺ پہلے بھی تھے اور اب بھی۔ مگر ماتی مؤلف کلمہ حق کی چالاکی دیکھیے کہ ”حد الجانب“ سے لے کر ”حالتین“ تک کی عبارت کو ”سوڈا وائز“ کی بوجھل سمجھ کر پی گیا اور ڈکار بھی نہ لیا۔ ٹف ہے تمہاری اس روش پر۔ توحید و سنت کے نام پر تم زہر آلود، متعفن، اور کرب آلود قضا سے معاشرے کو دجل و تلہیس کی بھینٹ چڑھانا چاہتے ہو۔ تم نے یہ خوشمنافق جو اپنے ”چیچک زدہ“ چہرے پر چڑھا رکھا ہے۔ اب یہ اتر چکا ہے اور تمہاری اصلی شکل قوم کے سامنے آرہی ہے۔

منافقت کا نصاب پڑھ کر، محبتوں کی کتاب لکھنا

بہت مشکل ہے، خزاں کے ماتھے پہ داستانِ گلاب لکھنا

حضرت نانوتویؒ اور مسئلہ حیات:

مولانا قاسم نانوتویؒ وہ عظیم شخصیت ہیں جس نے دیوبند کی بنیاد رکھی۔ ان کی کتاب (اجوبہ اربعین) ص ۳۰۰ پر تحریر فرماتے ہیں کہ ”القصد حیات جسمانی انبیاء کا بعد موت بھی اقرار ضروری ہے..... حیات جسمانی کا اقرار... روحانی کا نہیں۔ تم بھی اقرار کرو گے۔ انشاء اللہ۔ جو اقرار نہیں کرے گا پھر وہ دیوبندی نہیں کہلواسکتا۔ (آواز حق ص ۷۲)

تبصرہ مؤلف کلمہ حق:

مولانا محمدی صاحب کی مذکورہ بالا جملے پر مؤلف کلمہ حق فرماتے ہیں ”مولانا صاحب سوچ لیں۔ حضرت نانوتویؒ کا عقیدہ آپ کو مہنگا پڑے گا۔ تم نے لکھا ہے جو اقرار

نہیں کرے گا پھر وہ دیوبندی نہیں کہلوا سکتا۔ اس بات پر آخر تک قائم رہنا۔ اللہ تعالیٰ تم میں اثابت پیدا فرمادے تو انشاء اللہ دودھ کا دودھ پانی کا پانی نکھر آئے اور باہم متحد ہو کر ہم اپنے اصلی مشن تو حید و سنت کی اشاعت اور شرک و بدعت کے رد کا کام کریں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور سب لوگوں کو مشرکین کا ایجنٹ بننے سے محفوظ رکھے۔ مولانا نانوتویؒ کے بعض تفردات ایسے ہیں کہ تم بھی انکو تسلیم نہیں کرو گے اور نہ باقی تمہارے ساتھ علماء اسکو تسلیم کریں گے عقائد حضرت نانوتویؒ (یہ ہیں) (۱) رسول اللہ ﷺ کی حیات دنیوی علی الاتصال برابر ستر ہے اس میں انقطاع یا تبدل و تغیر جیسے حیات دنیوی کا حیات برزخی ہو جانا واقع نہیں ہوا۔ ﴿آب حیات ص ۲۶﴾ (۲) ارواح انبیاء کرام کا اخراج نہیں ہوتا (جمال قاسمی ص ۱۵) ﴿

مولانا صاحب اور ان کے ساتھی ذرا خلوت میں تھوڑی دیر کے لیے سوچیں کیا تمہارا بھی یہی عقیدہ ہے کہ انبیاء کرام کے ابدان سے بوقت وفات روح کا اخراج نہیں ہوتا۔ اگر یہی عقیدہ ہے تو کھل کر سامنے آئیں چھپنے کی کیا ضرورت ہے۔ اگر یہ عقیدہ بانی دارالعلوم والا تمہارا نہیں تو دیوبندی کیسے۔ اشاعت التوحید والسنۃ پر تو زبان قینچی کی طرح چلتی ہے۔ ﴿کلمہ حق ص ۷۳﴾ ﴿

الجواب السدید بعون اللہ الرشید:

یہاں مؤلف کلمہ حق نے خاصی گرمی دکھائی ہے۔ اور خوب برسنے کی کوشش کی ہے۔ مگر گرجنے والا کم ہی برسا کرتا ہے۔ یہ ساری باتیں مؤلف اور ان کی جماعت کو کوئی قائمہ نہیں پہنچا سکتیں۔ اگر انسان کے اندر عقل سلیم ہو اور وہ سمجھنے کی صلاحیت کے ساتھ طلب بھی رکھتا ہو تو یہ کوئی ایسا مسئلہ نہیں ہے جو حل نہ ہو سکے۔ سو عرض ہے کہ موت کے طاری ہونے پر ایمان لازمی ہے۔ اور ماننا لازم ہے کہ موت سے روح اور جسم کا کنکشن منقطع ہو جاتا ہے۔ لیکن انقطاع کیسے ہوتا ہے؟ عام خیال تو یہی ہے کہ انقطاع تعلق روح جسم سے

نکل جانے کا نام ہے۔ مگر انبیاء علیہم السلام اور خصوصاً سید الکائنات ﷺ کی وفات کے متعلق حجت الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ ”موت کا دوسرا مفہوم لیتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں ”حیات انبیاء علیہم السلام کی ذاتی صفت ہے۔ اور اوروں کی عارضی اس لئے پیغمبروں کی حیات کا انقطاع نہیں ہوتا نہ روح نکلتی ہے۔ بلکہ سمٹ کر دل میں مرکوز ہو جاتی ہے۔ اس طرح اس کا تعلق جسم سے منقطع ہو جاتا ہے۔ اور وہ جسم میں عام دنیوی زندگی کی طرح تصرفات نہیں کرتی نہ دنیاوی امور میں مشغول اور نہ مکلف ہوتی ہے روح کے سمٹ جانے سے جسمانی حواس معطل ہو جاتے ہیں۔ یہی انبیاء علیہم السلام کی موت ہے۔“

یہاں حضرت نانوتویؒ فرماتے ہیں کہ موت کا اقرار تو ضروری ہے جیسے کہ آیات میں موت واقع ہو جانے کی خبر قبل از وقت دی گئی تھی، مگر انبیاء کی موت کا وقوع اس طرح پر ہوا کرتا ہے۔ قطب زمان حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے حضرت مرشد نانوتویؒ کی اس تحقیق کی داد دی ہے۔ اور مؤلف کلمہ حق نے جمال قاسمی ص ۱۵ کے حوالے سے جو عبارت تحریر کی اس میں سے بھی حسب عادت وہ تحریف کرنے سے باز نہیں آئے۔ مذکورہ بالا سطور پڑھنے کے بعد آپ حضرت نانوتویؒ کا یہ ارشاد پڑھیں گے تو کوئی الجھن نہیں رہے گی فرماتے ہیں ”ارواح انبیاء کا اخراج نہیں ہوتا فقط مثل نور چرخی اطراف و جوانب سے قبض کر لیتے ہیں اور سوا ان کے اوروں کی ارواح کو خارج کر دیتے ہیں (جمال قاسمی ص ۱۵) یعنی آپ اخراج روح کی بجائے جس روح کو پسند خیال کرتے ہیں۔ ایک اور مقام پر فرماتے ہیں ”با الجملہ موت انبیاء علیہم السلام اور موت غوام میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ وہاں استتار حیات زیر پردہ ہے اور یہاں انقطاع حیات بوجہ عروج موت ہے (آب حیات ص)

باریک بینی کے ساتھ آپؒ کی تحقیق انیق کو پڑھیں تو پتہ چلے گا کہ حضرتؒ معاذ اللہ وفات نبی ﷺ سے انکاری ہرگز نہیں بلکہ کیفیت موت میں وہ اپنی رائے دے رہے

ہیں۔ اور اپنی اس تحقیق کو اوروں پر ٹھونستا بھی نہیں چاہتے۔ فرماتے ہیں ”ہاں اتنا عرض کیے دیتا ہوں کہ گو عقیدہ تو یہی ہے اور میں جانتا ہوں انشاء اللہ ایسا ہی رہے گا۔ مگر اس عقیدہ کو عقائد ضروریہ میں سے نہیں سمجھتا نہ تعلیم ایسی باتوں کی کرتا ہوں نہ منکروں سے دست و گریباں ہوتا ہوں (لطائف قاسمیہ ص ۵) دیکھیے یہاں حضرتؒ فرماتے ہیں کہ میرا ذوق اور وجدان یہی ہے جو میں کہہ رہا ہوں مگر میں اس پر لوگوں کو مجبور نہیں کرتا کہ وہ بھی اخراج روح کی بجائے جس روح والی میری تحقیق کو مان لیں نہ میں کسی کو مجبور کرتا ہوں۔ آپؐ نفس موت کا قطعاً انکار نہیں فرماتے چنانچہ ایک اور مقام میں لکھتے ہیں۔ ”میں انبیاء کرام کو انہی اجسام دنیویہ کے متعلق کے اعتبار سے زندہ سمجھتا ہوں پر حسب ہدایت ”کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ“ اور ”انک میت وانہم میتون“ تمام انبیاء کی نسبت موت کا اعتقاد بھی ضروری ہے۔ اور اس ظاہری موت کی وجہ سے حضرات انبیاء کرام کا قبروں میں مستور ہو جانا بمنزلہ چلہ کشی یا پردہ نشینی یا گوشہ نشینی سمجھا جائے گا۔ لیکن انبیاء کرام کی زندگی زیر پردہ موت ظاہر بینوں کی نظر سے مستور ہے۔ (لطائف قاسمیہ ص ۵۰۴) ﴿

اب اس تصریحات کو پڑھ لینے کے بعد مماتیت کے منہ پر عبرتناک طمانچہ رسید ہوتا ہے جو کہتے ہیں کہ حضرت نانوتویؒ کا عقیدہ تھا کہ حضور ﷺ پر موت نہیں آئی۔ یہ بہتان عظیم ہے۔ آپؐ ہرگز ہرگز موت کے منکر نہ تھے حضرت گنگوہیؒ سمیت پوری جماعت دیوبند کی انکو تائید حاصل تھی۔ صرف وہ اپنی رائے میں منفرد تھے۔ یہ ان کا ایک ذوق وجدانی تھا۔ یہ نادان خواہ مخواہ اختلاف کی ظلیج وسیع سے وسیع تر کرتے چلے جا رہے ہیں۔

مورخہ ۵ اپریل ۲۰۰۶ء کو راقم الحروف نے اپنے ساتھی غلام مرتضیٰ گجر کے ساتھ شہداء مسجد (لاہور) میں عصر کی نماز ادا کی تو وہاں کے خطیب مولانا قاضی یونس انور صاحب موجود تھے۔ یہ مولانا بھی جلے بھٹے مماتی ہیں۔ اور بڑے منصوبے کے ساتھ مماتیت کے جراثیم

پھیلا رہے ہیں۔ حافظ غلام مرتضیٰ گجر نے جا کر قاضی صاحب سے اس مسئلہ کی وضاحت پوچھی تو مولانا یونس انور نے بھی خانہ خدا میں کھڑے ہو کر یہ جھوٹ داغا کہ ”مولانا نانوتویؒ تو وفات کے قائل ہی نہیں“ نیز ان دنوں لاہور کے علاقہ سعدی پارک مزنگ میں حضرت مولانا عبدالستار صاحب تونسوی تشریف لائے ہوئے تھے اور آپ نے مسئلہ حیات کو بیان کیا۔ ہمارے ساتھی نے جب قاضی یونس صاحب سے کہا کہ حضرت تونسوی اتنے بڑے عالم ہیں، انہوں نے کہا ہے کہ منکرین حیات کے پیچھے نماز نہیں ہوتی تو قاضی یونس صاحب نے جواب دیا ”تونسوی آج تک جن شیعہ راویوں کی روایتیں اسٹیج پر بیان کر کے انکی تردید انکی کتابوں سے کرتا رہا۔ انہی راویوں سے حیات النبی ﷺ والی روایات مروی ہیں۔“ قارئین کرام! گویا یہ رافضیوں کا عقیدہ ہے۔ اہل سنت کا اس کے ساتھ کوئی تعلق نہیں (لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم) یہ ان حضرات کا خالص جھوٹ ہے۔ مسئلہ حیات پر حضرت نانوتویؒ کا دماغ جہاں تک پہنچا ہے۔ ان ”کوڑھ مخزن“ احباب کی وہاں تک رسائی نہیں ہے۔ حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ فرماتے ہیں میں نے آب حیات کا چھ دفعہ مطالعہ کیا، تب کہیں جا کر سمجھ آئی ہے۔ اور حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ جیسے ”سحر ذخار“ کا جملہ مشہور ہے ”اب بھی مولانا نانوتویؒ کی تحریریں میری سمجھ میں نہیں آتیں اور زیادہ غور و خوض کی مشقت مجھ سے برداشت ہوتی نہیں۔“ اشرف السوانح جلد ۱ ص ۱۳۶، ماہنامہ الرشید کا دارالعلوم دیوبند نمبر ۳۶۳

اب ہم مؤلف کلمہ حق سے پوچھتے ہیں کہ ”ہم تو بجمہ اللہ پہلے بھی کھل کر سامنے آئے تھے۔ اب بھی میدان میں ہیں۔ فرمائیے ہماری زبانیں اشاعت التوحید پر قینچی کی طرح چلتی ہیں یا تمہاری زبانیں اکابر دیوبند پر ”سترے“ کی طرح۔ سوچ کر فیصلہ کریں (بشرطیکہ انصاف ہو)۔ اور خدا کے لئے آنکھیں کھول کر اکابر کی کتب پڑھیں، جھوٹ اور

افسانوں سے کب تک کام چلاؤ گے۔

آنکھیں اگر ہیں بند تو پھر دن بھی رات ہے

اس میں بھلا قصور کیا ہے ؟ آفتاب کا۔

اہل سنت والجماعت کا مسلمہ عقیدہ:

مظاہر حقؒ ”مشکوٰۃ شریف کی شرح ہے اور یہ علمائے دیوبند میں مولانا قطب الدین صاحبؒ نے لکھی ہے اس کے ص ۷۱ پر لکھتے ہیں ”اہل سنت والجماعت کا یہ مسلمہ عقیدہ ہے کہ آقائے نامدار فرخرد و عالم رحمۃ اللہ علیہ (فداہ ابی و امی) عالم برزخ میں زندہ ہیں۔ بلکہ کوئی شخص آپؐ کی خدمت میں سلام پیش کرتا ہے تو اس وقت آپؐ کی روح لوٹائی جاتی ہے۔ پھر آپؐ سلام کا جواب دیتے ہیں۔ ﴿آواز حق ص ۶۳﴾

تبصرہ مؤلف کلمہ حق:

مولانا کو ہم دعوت دیتے ہیں کہ آپؐ نے اہل سنت والجماعت کا مسلمہ عقیدہ جو لکھا ہے مظاہر حقؒ سے ”کہ آقائے نامدار رحمۃ اللہ علیہ عالم برزخ میں زندہ ہیں۔ اس پر ہمارا سو فیصد اتفاق ہے۔ شروع سے ہم یہی بات ثابت کر رہے ہیں اور اسی بات کا آپؐ انکار کرتے آرہے ہیں۔ آپؐ کا تو عقیدہ ہے حیوۃ دنیویۃ لا برزخیہ اب آپؐ بھی مولانا قطب الدین کا حوالہ دے کر برزخی حیات کو تسلیم کر گئے۔ اور اسی کو اہل سنت والجماعت کا مسلمہ عقیدہ لکھا ہے۔ اور اسی عقیدے پر اللہ تعالیٰ آپؐ کو ثابت قدم رکھے تو کسی قسم کا نزاع نہیں، مزید یہ کہ روح کا لوٹنا یا جانا تب ہوتا جبکہ پہلے جسد مبارک میں روح نہ ہو اگر پہلے ہی روح جسد مبارک میں موجود ہو تو لوٹائے جانے کا کیا مطلب؟ ﴿کلمہ حق ص ۸۷﴾

الجواب المشكور بعون الله الشكور:

”ڈھیٹ پن“ کی انتہاء ہوگئی۔ ہم بار بار یہ وضاحت کرتے چلے آ رہے ہیں کہ ہم حضور ﷺ کی حیات برزخی ہی مانتے ہیں، دنیاوی حیات کا مطلب ہے دنیا والے جسم میں روح ہے، جسد عصری کے ساتھ قبر اطہر میں تشریف فرما ہیں۔ المہند کی عبارت میں دونوں استعمال ہوئے ہیں جس سے شک شبہ کی گنجائش نہیں رہتی۔ ایک ہے حیات دنیویہ برزخیہ، دوسری ہے حیات دنیویہ محضیہ، جہاں نفی ہے وہ دنیاویہ محضیہ کی ہے (جہاں انسان احکام شرعیہ کا مکلف ہوتا ہے اور بدن بھی نشوونما پاتا ہے) اور جہاں اثبات ہے وہ دنیویہ برزخیہ ہے۔ کتب اہل سنت میں بڑے آسان پیرائے میں اس موضوع پر علمی ایجابات ہو چکی ہیں۔ مگر منکرین کو یہ دلائل سنانا تو جیسے ”بھینس کے آگے بین“ بجانے والی بات ہے۔ یہ بار بار وہی مرغ کی ایک ٹانگ ہانکے جا رہے ہیں۔ مظاہر حق والی عبارت پر تبصرہ کرتے ہوئے جو یہ کہا گیا کہ ”حضور اقدس ﷺ عالم برزخ میں زندہ ہیں“ اس پر ہمارا اتفاق ہے۔ یہی تو وہ تقیہ ہے جس کا سہارا لے کر تم لوگوں کو گمراہ کرتے ہو۔ آپ جسم اطہر کے ساتھ روح کا تعلق نہیں مانتے جبکہ صاحب مظاہر حق سمیت تمام اہل حق علماء و مشائخ جسم اطہر سے روح کا تعلق مان کر دنیوی برزخی حیات کے قائل ہیں۔ آپ منکر ہیں تبھی یہ سارے علماء و مفتیان تمہیں اہل سنت سے خارج قرار دے چکے ہیں، باقی حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ کا عقیدہ روز روشن کی طرح عیاں ہے۔ تم ہر ایک کو اپنے جیسا تقیہ باز سمجھتے ہو۔ یہ شیعیت پسندی تمہیں مبارک ہو۔ ایک طرف تم فقہ کی کتب سے لا تعلق کا اعلان کر کے ”غیر مقلد“ بنتے ہو۔ دوسری جانب عبارات اکابر میں تحریف کر کے ”رضا خانی“ بنتے ہو۔ اور بوقت ضرورت تقیہ کر کے ”رفض“ سے بھی پینٹگیں بڑھاتے ہو۔ ہاں ہم سارے مشرک ٹھہرے اور تم خالص توحیدی مسلمان۔ واہری تمہاری توحید! خم ٹھونک کر، آستین چڑھا کر اکابرین کے خلاف برسرِ پرکار تم

نظر آتے ہو۔ اور پھر دعویٰ کہ اصلی دیوبندی ہم ہی ہیں۔

رند کے رندر ہے، ہاتھ سے جنت نہ گئی۔

تمہاری حقیقت ہم نے اپنے رسالہ ”اصلی کہانی“ میں دکھادی ہے۔ فرصت مل جائے تو پڑھ لینا۔ انشاء اللہ طبعیت صاف ہو جائے گی۔ معارف القرآن ج ۱ ص ۳۹۷ سے یہ عبارت کیوں پی گئے ہو ”اور ان کو (یعنی شہداء کو) عام اموات کے برابر اموات کہنے کی ممانعت کی گئی، مگر احکام ظاہرہ میں وہ عام مردوں کی طرح ہیں، انکی میراث تقسیم ہوتی ہے۔ ان کی بیویاں دوسروں سے نکاح کر سکتی ہیں۔ اور یہی حیات ہے جس میں حضرات انبیاء شہداء سے بھی زیادہ امتیاز اور قوت رکھتے ہیں۔ یہاں تک کہ سلامت جسم کے علاوہ اس حیات برزخی کے کچھ آثار ظاہری احکام پر بھی پڑتے ہیں مثلاً ان کی میراث تقسیم نہیں ہوتی، ان کی ازواج دوسروں کے نکاح میں نہیں آسکتیں۔ پس حیات میں سب سے قوی تر انبیاء ہیں۔“ (معارف القرآن ج ۱ ص ۳۹۷)

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب ”روحانی نہیں، جسمانی حیات کے قائل ہیں:

مؤلف کلمہ حق مفتی صاحب کا ایک اور ارشاد بھی ملاحظہ کر لیں۔ اچھا سمجھ رہے ہیں انشاء اللہ یادگار رہے گا۔ اب دیکھیں گے کہ ”حیات برزخی کے مجمل الفاظ سے کیسے اپنا مطلب نکالتے ہو۔ سنو“ کتاب حیات انبیاء کرام مصنفہ مولانا مفتی عبدالشکور صاحب ترمذی میں ہے ”جمہور امت کا عقیدہ اس مسئلے میں یہی ہے کہ آنحضرت ﷺ اور تمام انبیاء علیہم السلام برزخ میں جسد عنصری کے ساتھ زندہ ہیں، ان کی حیات برزخی صرف روحانی ہے، بلکہ جسمانی حیات ہے۔ جو حیات دنیاوی کے بالکل مماثل ہے۔ بجز اس کے کہ وہ عام کے مکلف نہیں ہیں۔ (حیات انبیاء کرام ص ۵۹) جی اب بولو ورق کون کالے کرتا ہے؟ من مانی تحقیق اور عدم اعتماد علی الاکابر سے چونکہ تمہارے اپنے قلوب و دماغ سیاہ

ہو چکے ہیں اس لئے ہر طرف شہیں سیاہی نظر آتی ہے۔ کیونکہ! ساون کے اندھے کو ہر اہر نظر آتا ہے۔

اعرابی والا واقعہ:

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا محمد شفیع صاحبؒ نے تفسیر معارف القرآن جلد ۲ ص ۴۶۰ پر ایک واقعہ لکھا ہے کہ ”حضرت علیؓ فرماتے ہیں جب ہم رسول اللہ ﷺ کو دفن کر کے فارغ ہوئے تو اس کے تین روز بعد ایک گاؤں والا آیا اور قبر شریف کے پاس آکر گر گیا۔ اور زار و زار روتے آیت مذکورہ (اِذَا جَاؤْكَ فَاسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَاسْتَغْفِرُ لِهَمِ الرَّسُولِ) کا حوالہ دے کر عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں وعدہ فرمایا ہے کہ اگر گناہ گار رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو جائے اور رسول ﷺ اس کے لئے مغفرت کر دیں تو اس کی مغفرت ہو جائے گی۔ اس لئے میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں کہ آپ میرے لیے مغفرت کی دعا کریں۔ اس وقت جو لوگ حاضر تھے ان کا بیان ہے کہ اس کے جواب میں روضہ اقدس کے اندر سے یہ آواز آئی قَدْ غُفِرَ لَكَ مغفرت کر دی گئی۔

تبصرہ مؤلف کلمہ حق:

مؤلف کلمہ حق لکھتے ہیں ”خیال رہے کہ اعرابی کا روضہ رسول ﷺ پر آنے کا واقعہ کسی حدیث کی کتاب کا واقعہ نہیں ﴿کلمہ حق ص ۸۰۔ طر آخر﴾

الجواب الاقویٰ بفضل اللہ الاعلیٰ:

اس وقت رئیس المفسرین حضرت مولانا حسین علی واں بھرویؒ کی تحریرات حدیث ہمارے سامنے ہے۔ ملاحظہ ہو۔

روى عن عليّ از بعد دلفه ﷺ جاء اعرابي فقال يا رسول الله جنتك

لَتَسْتَغْفِرَ لِي الْيَدِیْ فَنُودِیْ مِنَ الْقَبْرِ الشَّرِیْفِ قَدْ غَمِرَ لَكَ
(ترجمہ) حضرت علیؑ سے روایت کی گئی ہے کہ آنحضرت ﷺ کے دفن کئے جانے کے بعد
ایک اعرابی آیا سو اس نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ میں آپ کے پاس آیا ہوں آپ میرے
لئے میرے رب سے مغفرت طلب فرمائیں۔ پس قبر مبارک سے آواز آئی کہ بے شک
تیری مغفرت کر دی گئی ﴿تحریر استحدیث ص ۲۵۶﴾

حضرت مولانا حسین علیؒ نے اس واقعہ کو مقام استدلال میں پیش کیا ہے اور تردید
نہیں فرمائی۔ یہ واقعہ علامہ ابن کثیرؒ نے بھی بیان کیا ہے (تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۵۲) اس
کے علاوہ امام نوویؒ نے کتاب الاذکار ص ۱۸۵، علامہ ابوالبرکات عبداللہ بن احمد النقیؒ نے
تفسیر مدارک جلد ۱ ص ۳۹۹ میں، علامہ تقی الدین سبکیؒ نے شفاء السقام ص ۳۶، شیخ عبدالحقؒ
نے جذب القلوب ص ۱۹۵ میں اور علامہ بحر العلوم عبدالعلیؒ نے رسائل الارکان ص ۲۸۰
میں نقل کیا ہے۔ اور حضرت الشیخ مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر مدظلہم نے اس پر کافی
شافی بحث کی ہے (تسکین الصدور ص ۳۶۳، ۳۶۹) اور حضرت حکیم الامت مولانا محمد
اشرف علی صاحب تھانویؒ لکھتے ہیں کہ مواہب میں بسند امام ابو منصور صباغ اور ابن التجار،
ابن عساکر اور ابن الجوزی رحمہم اللہ تعالیٰ محمد بن ہلالی سے روایت کیا ہے کہ میں قبر مبارک کی
زیارت کر کے سامنے بیٹھا تھا کہ ایک اعرابی آیا اور زیارت کر کے عرض کیا کہ یا خیر الرسل
اللہ تعالیٰ نے آپ پر ایک نازل فرمائی جس میں ارشاد فرمایا ہے (وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ
ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا
الرَّجِيمًا) اور میں آپ کے پاس اپنے گناہوں سے استغفار کرتا ہوں اور اپنے رب کے
حضور میں آپ کے وسیلہ سے شفاعت چاہتا ہوا آیا ہوں۔ پھر دو شعر پڑھے۔ اور محمد بن
حرب کی وفات ۲۲۸ھ میں ہوئی ہے غرض زمانہ خیر القرون کا تھا اور کسی سے اس وقت نکیر

منقول نہیں، پس حجت ہو گیا (نشر الطیب ص ۲۵۴)

سید سمودئی نے وفاء الوفاء میں لکھا ہے۔

والعلماء فهو امن الآيته العموم بحالتي الموت والحياة واستحبوا المنااتي
القبران يتلوها ويستغفر الله تعالى وحكايتہ الاعرابی فی ذالک نقلها
جماعته من الأئمة العتبی (وفاء الوفاء ج ۲ ص ۴۱۱)

(ترجمہ): علماء نے اس آیت کریمہ سے آپ کی زندگی اور موت دونوں حالتوں کا عموم سمجھا
ہے۔ اور انہوں نے اسکو مستحب قرار دیا ہے کہ جو شخص آپ ﷺ کی قبر مبارک پر جائے وہ اس
کو پڑھے۔ اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے۔ اور اعرابی کی حکایت اس سلسلہ میں آئمہ کرامؑ
کی ایک جماعت نے عتبیؑ سے نقل کی ہے۔

حضرت علامہ ظفر احمد عثمانی علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے۔

پس ثابت ہوا کہ اس آیت کریمہ کا حکم آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد بھی باقی ہے (اعلاء
السنن ج ۱۰ ص ۳۳۰)

اگرچہ مؤلف کلمہ حق اس واقعہ کو ”حدیث سے ثابت نہیں“ کہہ کر جان چھڑا گئے،
اس پر وہ کوئی دلیل نہ دے سکے کہ آخر حقد میں اہل سنت بشمول اکابر دیوبند اور حضرت مولانا
حسین علیؒ جو بیان کرتے چلے آئے ہیں تو کس بنیاد پر؟۔ البتہ جس بنیاد پر مماتی سہارا لیتے
ہیں وہ علامہ ابن عبدالبہادیؒ کی الصارم الممکنی ہے۔ (الصارم الممکنی کی وجہ تالیف یہ ہے کہ
سب سے پہلے حافظ ابن تیمیہؒ نے آنحضرت ﷺ کی زیارت کیلئے سفر اور توسل کا رد کیا تو ان
کی تردید میں علامہ عبدالکافی السبکیؒ نے ایک کتاب ”شفاء السقام“ تالیف کی۔ پھر الشفاء
السقام کے رد میں ابن ہادیؒ نے الصارم الممکنی لکھی پھر اس کے رد میں علامہ ابن علانؒ نے
”المبرد الممکنی“ لکھی نیز علامہ عبدالحی لکھنویؒ نے بھی الصارم الممکنی کا اپنی کتاب ”المسبکی
المشکور“ میں اس کا رد لکھا ہے۔

اس روایت کے متعلق ابن عبدالبہادیؒ نے الصارم کے ص ۲۷۶ پر جرح کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اس کی سند میں یثیم بن عدی کذاب ہے اور یہ خبر منکر اور موضوع ہے۔ مگر ان کا اس روایت کو بالکل ہی جعلی قرار دینا سمجھ میں اس لئے نہیں آتا کہ وہ خود متردد ہیں کہ آیا یثیم بن عدی راوی اس میں ہے بھی سہی یا نہیں؟ چنانچہ فرماتے ہیں

وَاطْنَهُ ابْنُ عَدَى الطَّائِي فَإِنْ يَكُنْ هُمْ فَهُوَ مَتْرُوكٌ كَذَابٌ وَالْأَفْهَى
مَجْهُولٌ ﴿الصارم السنکلی ص ۲۷۶﴾

میرا خیال ہے کہ یہ راوی یثیم بن عدی الطائی ہے پس اگر وہی ہے تو پھر وہ متروک و کذاب ہے اور اگر نہیں تو مجہول ہے۔

اس لئے حضرت الشیخ مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر مدظلہم نے ابن عبدالبہادیؒ کی اس بات کو ”ہوائی فائر“ قرار دیا ہے۔ ﴿تسکین الصدور ص ۳۶﴾ اور مزید فرماتے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ جب علامہ ابن عبدالبہادیؒ خود اس کی تعیین میں متردد ہیں تو ان کو اس کا حق کیسے اور کہاں سے حاصل ہے کہ وہ قطعیت کے ساتھ اس حدیث کو موضوع قرار دیں؟ ہاں اگر علی التعمین یہ راوی یثیم بن عدی طائی ہی ہوتا تو کتب اسماء الرجال سے جتنی جرحیں اس پر نقل کی گئی ہیں کہ وہ کذاب اور متروک ہے، وہ بجا ہیں مگر ایسا نہیں ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہی ہوگا کہ یہ روایت ضعیف ہوگی لیکن آنحضرت ﷺ کی قبر مبارک پر حاضر ہو کر شفاعت کی التجا کرنا ذمہ دار حضرات فقہاء کرام محدثین عظام اور تعامل علماء سے ثابت ہے۔ اس لئے جواز کے مسئلے کے لئے یہ روایت قابل برداشت ہوگی۔ کیونکہ محدثین کرامؒ کے ہاں یہ طے شدہ بات ہے کہ عقیدہ کے باب میں خبر واحد صحیح بھی معتبر نہیں اور حلال و حرام اور طلاق و نکاح وغیرہ کے سلسلہ میں صحیح یا حسن خبر ہی قابل احتجاج ہو سکتی ہے۔ باقی جواز اور

استحاب کے لئے ضعیف حدیث بھی قبول ہے (ص ۳۶۷)

مؤلف نے مزید تحقیق دانی کے گوہر آبدار لٹائے ہیں۔ فرماتے ہیں ”سب سے بڑے مماتی ابو بکر صدیقؓ تھے۔ جنہوں نے فرمایا ”ان محمد مات“ بے شک حضرت محمد ﷺ فوت ہو گئے۔ اور سب سے پہلے امت کا اجماع بھی ممات النبی ﷺ پر ہوا، محترم حضرت زکریاؑ نے عقائد کی کتاب نہیں لکھی، نہ مسائل کی کتاب، یہ صرف فضائل کی کتاب ہے..... اوجز المسالک میں لکھتے ہیں ”اللہ تعالیٰ نے آپ کو اختیار دیا تو آپ نے رفیق اعلیٰ

پسند فرمایا ﴿کلمہ حق ص ۸۳، ۸۵﴾

قارئین کرام!

مؤلف کا کہنا کہ ”سب سے بڑے مماتی“ حضرت ابو بکر صدیقؓ تھے۔ کتنی بڑی جسارت اور بکواس ہے۔ کیا آج مماتی ان کو کہا جاتا ہے جو حضور ﷺ کی دنیاوی وفات کے قائل، اور حیاتی وہ جو منکر ہوتے ہیں۔ لعنت اللہ علی الکذبین۔

حضور ﷺ کی وفات دنیوی کے بعد حیات قبری کے منکر کو مماتی کہا جاتا ہے۔ جو کہتا ہے روح کا جسم کے ساتھ کوئی تعلق نہیں، جسم اطہر بے حس و بے شعور ہے وہ مماتی ہوتا ہے۔ کیا حضرت ابو بکر صدیقؓ کا یہی عقیدہ تھا جسکو آج تم لئے پھر رہے ہو۔ افضل البشر بعد الانبیاء کے متعلق ایسی ہرزہ سرائی کرتے ہوئے کیا شیعوں کی حمایت حاصل کرنا چاہتے ہو؟ کہ آج جب اکابر دیوبند نے لائق کا اعلان کر دیا۔ منکر حیات کے پیچھے نماز پڑھنے کو مکروہ تحریمی قرار دے دیا۔ اور یہ بد بخت ٹولہ حسرت کے ساتھ کہتے ہوئے ”صحرا میں اے خدا کوئی دیوار بھی نہیں“ اب رافضیوں کو خوش کرنا چاہتا ہے۔ اور ان مماتیوں نے تو آج سے کئی سال پہلے خلیفہ بلا فصل سیدنا ابو بکر صدیقؓ کی شان اقدس میں گستاخی کی تھی۔ مولوی احمد سعید خان نے کہا تھا کہ اگر سامع صلوٰۃ و سلام عند القبر کے قائل ابو بکر صدیقؓ ہوں تو وہ

بھی کافر ہیں (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)

﴿حوالہ دعوت الانصاف فی حیات جامع الاوصاف ص ۲۵﴾
 افضل ترین صحابی رسول ﷺ کے متعلق تو یہ الفاظ، اور یہ خود کیا کچھ ہیں، گذشتہ
 دنوں تلہ گنگ ضلع چکوال جانا ہوا، وہاں احباب نے مولوی احمد سعید صاحب کے ایک جلسے کا
 اشتہار دکھایا۔ جس میں احمد سعید صاحب کے نام کے ساتھ مندرجہ ذیل القابات تھے۔
 ”بدر العلماء، شمس الخطباء، محدث زماں، فقیہہ دوراں، نباض سامعین، ماہر علوم آلیہ، استاذ
 کل، امام المنطق، امام الفلسفہ، قادر الکلام، صاحب اللسان شیریں، قانع البدعتہ الشیعہ،
 سبحان السرائیک، العالم الفاضل، عابد وزاہد، فقیہہ النفس، ناصر المسند النبویہ، رئیس
 الموحدین، صوفی، صافی، مفید الطالبین، غیرت توحید کا علمبردار، اعرض عن المشرکین کا عملی
 نمونہ، قاطع رسومات شرکیہ، عاشق صادق و صاحب احوال، وارث العلم شیخ القرآن، علامہ
 احمد سعید خان ملتانی خطبہ جمعۃ المبارک ارشاد فرمائیں گے۔“

﴿حوالہ اشتہار جلسہ منعقدہ ۱۱۳ اپریل ۲۰۰۶ء، تلہ گنگ﴾
 اندازہ کیجئے کہ بزم خودیہ کیا کچھ ہیں، مگر بدتمیزی و ناشائستگی کیساتھ انکی زبانیں چلتی ہیں تو
 اصحاب رسول ﷺ پر یا اکابرین امت پر۔

ناطقہ سرگرمیاں ہے، اسے کیا کہیئے؟

خامہ انگشت بدنداں ہے، اسے کیا لکھیئے؟

نیز دبی زبان سے مولانا زکریا کو اپنا ہمنوا کہنا بھی جہالت ہے۔ خطبہ صدیق اکبرؓ کے تحت
 حضرت شیخ الحدیثؒ نے جو کچھ لکھا ہے وہ تمہارے لیے موت سے کم نہیں، دل تھام کے پڑھو
 ”فانہم یموتون فی قبورہم بل ہم احیاء“ واما سائر الخلق فانہم یموتون
 فی القبور ثم یحیون یوم القیامتہ، ومذہب اہل السنۃ والجماعۃ ان فی

القبر حياة و موتاً فلا بد من فوق الموتين لكل احد غير الانبياء.

﴿الكنز التواری فی معادن لامع الدراری و صحیح البخاری جلد ۱۴ ص ۱۶۲﴾

براہین قاطعہ کے نام سے دھوکہ:

مؤلف کلہ حق نے جھوٹ و غلط بیانیوں کا جو سلسلہ وار کھیل شروع کیا وہ تمہنے میں نہیں آ رہا۔ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوریؒ کی معروف کتاب ”البراہین القاطعہ“ کے حوالے سے لکھتے ہیں ”مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ کا عقیدہ۔ نداء اور خطاب اگر فخر دو عالم ﷺ کو اس عقیدے سے کرے کہ آپ ﷺ استقلالاً بلا واسطہ سنتے ہیں تو شرک ہے خواہ بضمین صلوٰۃ و سلام ہو یا بغیر اس کے ﴿البراہین القاطعہ ص ۲۱۶﴾

الجواب وبالله التوفیق والسداد:

معاف رکھنا براہین قاطعہ کوئی تمہاری اماں جی کے جہیز میں تو آئی نہیں کہ صرف تمہارے ہی پاس ہو اور تم جیسے چاہو اول فول بک کر اپنے غلط عقیدے کی تائید میں پیش کر دو۔ اس وقت ہمارے سامنے براہین قاطعہ کا قدیمی نسخہ میرٹھ کا طبع شدہ موجود ہے۔ اس میں ایک جگہ علامہ سہارنپوریؒ لکھتے ہیں ”اس بات کو خوب یاد کر لینا ضروری ہے کہ عقیدہ سب کا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں۔ اور عالم غیب میں اور جنت میں جہاں چاہیں باذنہ تعالیٰ چلتے پھرتے ہیں۔ اور اس عالم میں بھی حکم ہو تو آسکتے ہیں اور صلوٰۃ و سلام ملائکہ پہنچاتے ہیں۔ اور اعمال امت پیش ہوتے ہیں۔ اور جس وقت حق تعالیٰ چاہیں دنیا کے احوال کشف ہو جاتے ہیں اس میں کوئی مخالف نہیں۔ مگر یہ کہ ہر جگہ محفل مولود میں اور دیگر مجالس ذکر میں ہر روز آتے ہوں یا ہر صورت و نداء اور عرض و حالات دنیا کے ہر روز معلوم ہوتے ہوں۔ بدون اعلام حق تعالیٰ کے اسکو تسلیم نہیں کرتے۔ اور یہ کہ سب اشیاء

علم حق تعالیٰ نے ان کو دیا ہے اسکو بھی قبول نہیں کرتے۔ بلکہ جس قدر علم دیا گیا ان قدر جانتے ہیں اور بس۔

﴿براہین قاطعہ علی ظلام الانوار الساطعہ ص ۱۹۹، ۲۰۰ طبع میرٹھ﴾

اور براہین کے ص ۲۱۶ کی جو عبارت مؤلف ”کلمہ حق“ نے پیش کر کے اپنے اختراعی عقیدے کو ثابت کرنا چاہا ہے۔ اسکی وضاحت بھی کر دی جاتی ہے۔ اصل میں مولوی عبدالسمیع رامپوری اعتراض کر رہے ہیں کہ ”یہ اعتراض کہ محفل مولود شریف میں اشعار مخاطب حاضر کے پڑھتے ہیں بہ نسبت سے رسول اللہ ﷺ کے حالانکہ آپ ﷺ غائب ہیں نظر سے، یہ شرع میں جائز نہیں بلکہ کفر ہے۔۔۔۔۔ پھر اقوال سے علامہ سہارنپوریؒ جواب دے رہے ہیں کہ ”چونکہ مؤلف کی عادت ہے کہ سائل کے سوال کو نا تمام سمجھ کر نقل کرتا ہے۔ لہذا اصل تقریر کرتا ہوں کہ ناظرین اسکو خیال رکھیں۔ یہ عقیدہ اتفاقی ہے کہ نداء و خطاب اگر فخر و عالم ﷺ کو اس عقیدہ سے کرے کہ آپ ﷺ بلا واسطہ استقلالاً سنتے ہیں، شرک ہے خواہ بضمن صلوٰۃ ہو خواہ بغیر اس کے کسی وجہ سے ہو۔ اور جو یہ عقیدہ نہیں بلکہ یہ عقیدہ ہے کہ جب حق تعالیٰ چاہے جس شئی کو چاہے آپ ﷺ پر منکشف کر دیوے اور ملائکہ درود و سلام پہنچاتے ہیں اور اعمال امت کے بھی پیش ہوتے ہیں۔ تو درست ہے ﴿براہین قاطعہ ص ۲۱۶ و ۲۱۷﴾

اگر مؤلف یہاں تک عبارت پیش کرتے تو کوئی ابہام نہ رہتا۔ مگر چونکہ موحدین کا یہ ”نیا ایڈیشن“ تحریف کرنے پر مجبور ہے۔ دراصل علامہ سہارنپوریؒ فرما رہے ہیں کہ آپؐ بغیر توفیق خداوندی (بلا واسطہ) نہیں سنتے یعنی حضور ﷺ مختار کل نہیں ہیں۔ برعکس اس کے رامپوری صاحب آج کے مما تیوں کی طرح بدعتی اور ہٹ دھرم تھے۔

ہاں اللہ تعالیٰ نے روضہ اطہر میں آنجناب ﷺ کو زندگی دی ہوئی ہے۔ اللہ کے حکم سے آپ

درود و سلام بھی سنتے ہیں اور امت کے پیش کردہ اعمال سے مطلع ہوتے ہیں۔ کاذبین کا ایک اور کذب دیکھ کر امید ہے ہمارے قارئین یا تو ان کی ہدایت کے لئے دعا کریں گے یا پھر ان پر ”دو حرف“ بھیجیں گے۔ ہم تو اول الذکر کی توقع رکھیں گے۔

نگاہ اپنی اپنی، پسند اپنی اپنی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قبر میں نماز پڑھنا:

مؤلف نے اپنے کتابچے میں جتنے بھی اعتراض کئے ہیں بحمد اللہ ان سب کے جوابات دیئے جا چکے ہیں۔ مگر یہ صاحبان پھر وہی ”مرغ کی ایک ٹانگ“ ہانکے جا رہے ہیں۔ مؤلف کلمہ حق نے ایک یہ اعتراض بھی کیا ہے کہ ”آنحضرت ﷺ نے (شب معراج) موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے دیکھا اور پھر موسیٰ علیہ السلام کو بیت المقدس میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا، اور پھر چھٹے آسمان پر بھی دیکھا، پھر یونس بن متی کو اونٹنی پر تلبیہ پڑھتے ہوئے دیکھا، اور باقی انبیاء علیہم السلام کو بیت المقدس میں اور آسمانوں پر دیکھا، کیا سب جگہوں پر جسمانی حیات کے ساتھ زندہ تھے؟ کیا انبیاء اپنی قبریں شق کر کے نکلے تھے۔“

﴿کلمہ حق ص ۹۴﴾

الجواب العظیم بفضل اللہ الکریم:

مؤلف کلمہ حق کہنا یہ چاہتے ہیں کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ قبر میں بھی زندہ موجود ہوں بیت المقدس میں بھی موجود ہوں، علماء اعلیٰ پر بھی تشریف فرما ہوں اور وہاں بھی ہوں، یہاں بھی ہوں۔ کیا وہ ہر جگہ موجود ہیں؟ سو عقل سلیم رکھنے والے بخوبی جانتے ہیں کہ تعارض کے لئے وحدتِ زمان شرط ہے اور وہ یہاں مفقود ہے۔ علامہ عسقلانیؒ نے لکھا ہے۔

”ووصلوٰتهم فی اوقات مختلفة وفي امان نحن مختلفة لا يردہ“

العقل وقد ثبت به النقل فدل ذلك على حياتهم ﴿فتح الباری جلد نمبر ۳ ص ۲۷۸﴾

ترجمہ: اور انبیاء کرام کا مختلف اوقات میں مختلف مقامات پر نماز پڑھنا یہ ایک ایسی حقیقت ہے کہ عقل سلیم اس سے متصادم نہیں۔ اور نقل صحیح اسے ثابت کر رہی ہے پس یہ ان کے زندہ ہونے کے لئے شہادت ہے۔

اور امام بیہقیؒ فرماتے ہیں ”فی قصة المعراج انه لقيهم في جماعة الانبياء في السموات و كلمهم و كلموه و كل ذلك صحيح لا يخالف بعضه بعضاً فقد يرى موسى عليهم السلام قائماً يصلي في قبره ثم يسر بموسى وغيره الى بيت المقدس كما أسرى بنينا ﷺ فيراهم فيها كما أخبره . وصلاتهم في أوقات بمواضع مختلفات جائز في العقل كما ورد بها خبر الصادق وفي كل ذلك دلالة على حياتهم. ﴿كتاب الانبياء للبيهقي ص ۱۳، مطبوعہ ادارہ معارف الاسلامیہ، سیالکوٹ﴾

ترجمہ: واقعہ معراج میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ انبیائے کرام کی ایک پوری جماعت کو آسمانوں میں ملے تھے۔ ان سے کلام فرمایا اور انہوں نے آپ سے باتیں کیں۔ یہ سب مضامین صحیح ہیں اور ایک دوسرے سے متعارض نہیں ہیں۔ ایک وقت ہے کہ آپ حضرت موسیٰ کو ان کی قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھتے دیکھ رہے ہیں، پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی بیت المقدس تک سفر اسراء کرایا گیا۔ جیسا کہ حضور ﷺ کو سفر اسراء پیش آیا پس آپ نے وہاں بھی حضرت موسیٰ علیہم السلام کو دیکھا، پھر سب پیغمبروں کو بھی آسمانوں تک (اپنے اپنے مقام میں) معراج کرایا جیسا کہ حضور اکرم ﷺ کو معراج ہوا۔ بس آپ نے وہاں بھی انبیاء کرام کو دیکھا۔ پس انبیاء کرام کا مختلف اوقات میں مختلف جگہوں میں نماز پڑھنا اس پر عقلاً کوئی

اعتراض نہیں ہو سکتا اور نقلاً اس پر قول صادق موجود ہے۔ یہ تمام واقعات حیات انبیاء کرام پر دلالت کرتے ہیں۔

البيان المحمود لعلامه خالد محمود:

اس اعتراض کا جو مفصل جواب حضرت علامہ خالد محمود صاحب مدظلہم نے دیا ہے مناسب ہوگا کہ ہم مختصر اِیہاں نقل کر دیں فرماتے ہیں ”بعض اوقات یہ کہہ دیا جاتا ہے کہ قبر کی حیاتِ عنصری اگر تسلیم بھی کر لی جائے تو تمام انبیاء کا اس رات بیت المقدس میں اجساد عنصریہ سے حاضر ہونا اور پھر ملاءِ اعلیٰ میں اجساد عنصریہ سے پہنچنا ہرگز قرین قیاس نہیں جواباً عرض ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اسی جسد عنصری کے ساتھ دوسرے آسمان سے بیت المقدس میں آنا قرین قیاس ہے تو پھر دوسرے انبیاء علیہم السلام کا اپنی اپنی قبور سے وہاں پہنچنا کیوں قرین قیاس نہیں؟ پھر حضرت عیسیٰ کا اسی جسد عنصری کے ساتھ ملاءِ اعلیٰ میں پہنچنا اگر محال نہیں، تو باقی انبیاء کرام کے اجساد مطہرہ کے ساتھ وہاں پہنچنے میں کون سا استعجاب ہے۔ اگر مدار عقل پر ہے تو وجہ استعجاب بتائی جائے اور اگر نقل پر ہے تو پھر اسے استعجابِ عقلی کے طور پر پیش نہ کیا جائے۔ آخر نقول تو یہاں بھی موجود ہیں۔ اگر کہا جائے کہ اس رات انبیائے کرام کا اصل اجساد عنصریہ کے ساتھ حاضر ہونا اسے لازم ہے کہ اُن کی قبریں کھلیں اور ایسا ہونا ”إِذَا الْقُبُورُ بُعِثَت“ (یعنی قیامت کو قبریں اکھاڑیں جائیں گی) اس سے پہلے ایسا کبھی وقوع میں نہیں آ سکتا! جواباً عرض ہے کہ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معراج کی رات بیت المقدس میں آنا کتاب و سنت کی ان نصوص کے کیوں خلاف نہیں، جن میں ان کا آنا قیامت میں مذکور ہے۔ اگر یہ کہو کہ کتاب و سنت میں ان کی جس آمد کی خبر دی گئی ہے وہ آمد اصلاحِ احوال اس زمین پر زندگی گزارنے کے لئے ہوگی، اور یہ آمد قطعاً اس رات واقع نہیں ہوئی، ہم کہیں گے کہ اِذَا الْقُبُورُ بُعِثَت وغیرہ آیات میں قبروں کی جس اکھاڑ کی خبر

دی گئی ہے، وہ وہ ہے جو حساب و کتاب اور حشر کے لئے ہوگی اور ظاہر ہے کہ لیلۃ المعراج میں انبیائے کرام کا اپنی اپنی قبور سے نکل کر بیت المقدس پہنچنا ان مقاصد کے لئے نہ تھا علاوہ ازیں اس کا کیا ثبوت ہے کہ اس رات وہ قبور منورہ نہیں کھلی تھیں، رات کا وقت تھا کون وہاں دیکھ رہا تھا، جو بیان کرے کہ وہ ہرگز نہ کھلی تھیں۔ نیز یہاں کوئی حصر نہیں، خوب سمجھ لیا جائے۔ اگر کہا جائے کہ انبیائے کرام اپنی اپنی قبور سے اصل اجسام غصریہ کے ساتھ تشریف لے گئے تھے تو کیا اتنا عرصہ وہ اپنی قبور سے علیحدہ رہے تھے۔ جو اباعرض ہے کہ اگر رات کے نہایت مختصر لمحوں میں آنحضرت ﷺ سدرۃ المنتہی سے ہو کر واپس آسکتے ہیں اور اس کا کسی کو پتہ نہیں چلا، بستر بھی گرم رہتا ہے۔ تو باقی انبیائے کرام کے اپنی اپنی قبور سے ایک نہایت مختصر لمحے کے لئے چلے جانے میں اور اس طرح چلے جانے میں کہ کسی کو پتہ نہ چلے اس میں کون سا استحالہ لازم آتا ہے اور کونسا شرعی اصول پامال ہوتا ہے۔ انبیاء کرام اس رات اگر اپنے اجسام غصریہ کے ساتھ حاضر تھے تو یہ ضرور نہیں کہ اس حاضری کے تحقق کے لئے جو اسباب کارفرما ہوں وہ بھی سب مادی ہوں جہات مختلفہ یہاں ناممکن نہیں، ان نفوس قدسیہ کی مذکورہ حاضری کے لئے جو اسباب عمل میں آئے وہ روحانی تھے۔ پس روحانی طریق سے قبروں کا کھلنا، اور پھر بند ہونا یہ کوئی ایسی بات نہیں جو امر محال ہو اور ایسے موقعوں پر بسا اوقات زمان و مکان کی وسعتیں لپیٹ دی جاتی ہیں اور وہاں تراجم تضاد کا دوسرہ بھی باقی نہیں رہتا۔ ہاں ہمہ اگر یہ سب انکشافات حقیقت نہ ہوں وادی ارزق، ثنیۃ ہرلسی، اور وادی عسفان کی یہ ملاقاتیں یا لیلۃ المعراج میں انبیائے کرام کا بیت المقدس میں اجتماع اور ملاء اعلیٰ کے مذاکرات، یہ سب امور ابدان مثالیہ سے متعلق ہوں اور یہ سب مشاہدات عالم مثال کے قرار دیئے جائیں، تو بھی اس سے لازم نہیں آتا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قبر شریف میں ماز پڑھنا یہ بھی ایک عالم مثال ہی کا واقعہ تھا۔ امور مذکورہ بالا کو اگر ان

تاویلات پر بھی محمول کر دیا جائے، جو ان کے تذکروں میں بطور احتمال ذکر کی گئی ہیں، تو بھی یہ مقصود کلام قطعاً متاثر نہیں ہوتا کہ انبیائے کرام کو اپنی اپنی قبور میں جو حیات حاصل ہے، وہ عنصری اور جسمانی ہے نیز یہ کہ وہ تلذذ المعروف عبادت ہیں۔ ہاں اگر کہا جائے کہ مذکورہ انکشافات میں اور معراج کی ملاقاتوں میں نہ ابدان مثالیہ تھے اور نہ اجسام عنصریہ، بلکہ ان انبیائے کرام کی ارواح قدسیہ ہی متمثل ہو رہی تھیں تو پھر یہ وہم ہو سکتا ہے کہ پھر ان کے اجسام عنصریہ قبور شریف میں زندہ نہ ہوں گے اس صورت میں ہم عرض کریں گے کہ اگر ارواح مقدسہ رفیق اعلیٰ یا خطیرہ قدسیہ کو اپنا مستقر بنا کر وہاں سے اجسام قبریہ پر اپنی تاثیر دکھا سکتی ہیں اور انہیں فائز الحیات کر سکتی ہیں کہ وہ اجسام عنصریہ بھی اپنی اپنی قبور میں زندہ ہوں تو جہاں اور ارواح متمثل بصورت جسمیہ ہو رہی ہوں وہاں سے اجسام قبریہ پر کیوں پر تو نہیں ڈال سکتیں۔ اور وہاں اتصال روح کے نتیجے میں حیات کا تحقق کیوں نہیں ہو سکتا۔ الی آخرہ۔ ﴿مَدَارُکُ الْاَذْکِیَاءِ فِی حَیَاتِ الْاَنْبِیَاءِ ص ۴۷۰ تا ۴۷۳﴾

قارئین کرام! ابن حجرؒ، امام بیہقیؒ کی تصریحات اور حضرت علامہ صاحب کی مذکورہ بالا توضیح پڑھ لینے کے بعد طالبین حق کو منزل مقصود تک جانے میں کوئی دشواری نہیں ہوگی انشاء اللہ۔ ہاں اگر آنکھوں پر تعصب کی پٹیاں اور دماغ پر نخوت کی گرد چڑھی ہوئی ہو تو پھر اس کا کوئی علاج کم از کم ہماری سمجھ میں نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی ہدایت دے۔

مؤلف کلمہ حق نے اپنے کتابچہ کے ص ۶۶ پر بھی ایک نرالی چیز پیش کی ہے کہ ”وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتَّىٰ يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ“ (اپنے رب کی عبادت کر جب تک آپ پر موت آجائے) یعنی موت سے پہلے عبادت کر سکتے ہیں، بعد میں عنصری اجسام کے ساتھ نہیں کر سکیں گے۔ ہم دنیاۓ ممانیت سے سوال کریں گے کہ اس آیت کے تحت دنیا کے کسی مفسر نے بھی یہ مسئلہ اخذ کیا ہے؟ یا تمہارا ”فرما“ دینا ہی کافی ہے۔ جس طرح ہر غیر

مقلد کی بغل میں حدیث ہوتی ہے۔ اسی طرح مہاتویں کے ہاں بھی سارے مفسر ہوتے ہیں، ان میں جو بچہ پیدا ہوتا ہے اسکی آنکھیں بعد میں کھلتی ہیں، مفسر و محقق وہ پہلے ہوتا ہے۔ ہائے رے افسوس! قرآن مجید طبع آزمائی کے لیے رہ گیا ہے۔ ان نادانوں کو سوچنا چاہیے کہ دنیا دار العمل ہے، دار العمل کے بعد وجوب عمل کا انقطاع ہے، نفس عمل کا نہیں۔ قرآن پاک میں جس عبادت کا حکم دیا گیا ہے اور جس کا انسان مکلف ہے، اسکی انتہائے مدت موت ہے، انبیاء کرام جو اس عالم میں نمازیں پڑھتے ہیں وہ وجوہاً نہیں، تلذذاً پڑھتے ہیں۔

ہم بھٹکے ہوئے دو منتوں کو مشورہ دیں گے کہ قرآن دانی کے لئے اسلاف سے رشتہ جوڑیں، علامہ ابن عبدالبہادیؒ نے لکھا ہے (اختصار کیوجہ سے عربی عبارت نہیں دی جارہی) کہ ”جائز نہیں کہ کسی آیت یا حدیث کا کوئی ایسا معنی اور تاویل کی جائے جو حضرات سلف کے زمانہ میں نہ کی گئی ہو اور نہ انہوں نے وہ تاویل سمجھی ہو اور نہ امت کے سامنے بیان کی ہو۔ کیونکہ یہ اس بات کو محضمن ہے کہ سلف اس میں حق سے جا مل رہے۔ اور اس سے بہک گئے۔ اور یہ پیچھے آنے والا معترض اسکی تہہ کو پہنچ گیا۔ اور خصوصاً جبکہ متاخر کی تاویل سلف کے خلاف اس کے برعکس ہو پھر کیونکر وہ قبول کی جاسکتی ہے؟ اور اس تاویل کا بطلان ایسا ظاہر ہے کہ اس کے رد کے لئے کسی بسط کی ضرورت نہیں رہی۔“

◀ الصارم المنکی لعلامہ ابن عبدالبہادیؒ ص ۴۷ طبع مصر

دیوبندیت کا معیار:

المہند علی المہند المل حق علماء دیوبند کی مسلکی دستاویز ہے اس کتاب میں مشائخ دیوبند کے نظریات کو اصولی شکل دے دی گئی ہے۔ جس کے مرتب حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ ہیں اور اس وقت کے تمام اکابر علماء کے اس پر دستخط موجود ہیں۔ یہ نام نہاد

دیوبندی“ اس عظیم کتاب پر بھی ہاتھ صاف کرتے رہتے ہیں۔ چونکہ المہند دیوبندیت کا معیار ہے۔ اور باطل کی نشانی ہے کہ وہ معیار کو سب سے زیادہ نشانہ بناتا ہے۔ مماتی ٹولے کے سربراہ سید عنایت اللہ شاہ بخاری صاحب نے تو خیر سے ”المہند“ اور ”آب حیات“ جوتیوں پر ڈال کر ”توحید و سنت“ کی خدمت کی تھی (تفصیل ملاحظہ ہو ہمارا رسالہ اصلی کہانی) اپنے آباء و اجداد کے نقش پا پر چلتے ہوئے مولف کلمہ حق نے جو بددیانتی کے ریکارڈ قائم کئے ہیں انکی جھلک تو آپ نے ملاحظہ کر لی۔ المہند کے متعلق لکھتے ہیں ”المہند میں لکھا ہوا عقیدہ حیات النبی ﷺ مولانا سہارنپوری نے نہیں بعد میں کسی نے داخل کر دیا ہے۔ کیوں کہ المہند علی المہند احمد رضا خان بریلوی کی کتاب حسام الحرمین کے جواب میں ۱۸ شوال ۱۳۲۵ھ میں لکھی گئی۔ احمد رضا ۱۳۳۰ھ میں مرا۔ المہند کا پہلا نسخہ سب سے پہلے ۱۳۵۲ھ میں چھپا۔ اس وقت حضرت سہارنپوریؒ کا انتقال ہو چکا تھا ۲ سال تک اس خط کو کس نے محفوظ رکھا؟ ﴿کلمہ حق ص ۱۱۵﴾

الجواب الاقوم بعون اللہ الاکرم:

۱۳۵۲ھ میں المہند کی اشاعت ہوئی اور ۱۳۳۷ھ میں علامہ سہارنپوریؒ کا انتقال ہو چکا تھا۔ پس ثابت ہو گیا کہ اس میں حیات النبی ﷺ والا مسئلہ کسی نے شامل کر دیا ہے۔ یہ ہے مماتی محقق کی تحقیق اینق! اس وقت موجود کسی دیوبندی عالم کو پتہ نہ چل سکا کہ کتاب میں نیا مسئلہ داخل کر دیا گیا ہے اس کا ردائی کا پتہ لگایا ہے تو ۱۹۵۸ء میں سید عنایت اللہ شاہ صاحب نے یا ۲۰۰۶ء میں لا وہ یا ذریہ کے ”باکمال محققین“ نے۔ غیر مقلدین کہتے ہیں ہم فقہ کو نہیں مانتے۔ کیوں؟ کہ یہ رسول اللہ ﷺ کے تشریف لے جانے کے کئی صدیوں بعد مرتب کی گئی۔ شیعہ کہتے ہیں ہم موجودہ قرآن کو نہیں مانتے کیوں کہ حضور ﷺ کی رحلت کے بعد حضرت عثمانؓ کے جمع کردہ قرآن پر ہمیں اعتماد نہیں۔ اور یہاں توحید و سنت۔

کے یہ نام لیوا کہتے ہیں چونکہ مولانا سہارنپوریؒ کی زندگی میں مستقل کتاب نہ آئی تھی لہذا یہ کسی اور کا شامل کردہ ہے۔ سوال یہ ہے کہ صرف یہ مسئلہ شامل کیا گیا یا کچھ اور بھی؟۔ ہمارے اکابرین میں سے بے شمار ایسے ہیں جن کی کتب انکی وفات کے کئی سال بعد منظر عام پر آئیں۔ گونا گوں مسائل و حالات کی وجہ سے وہ اپنی حیات میں طباعت نہ کرا سکے۔ اہل علم و دانش انصاف سے بتائیں کہ اگر مماتوں کے اس معیار کو مان لیا جائے تو کسی ذخیرہ اسلامی پر اعتماد رکھ سکتا ہے؟ اس وقت کے جید اور ذمہ دار علماء حق نے اس کتاب پر تصدیق کی مفتی ہند حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحبؒ (جن کی شاگردی پر مولانا محمد حسین نیلوی کو بڑا ناز تھا) نے المہند میں لکھا ”رأيت الاجوبه كلها فوجدتها حقة صريحة لا يحوم حول سرادقاتها شك ولا ريب . وهو معتقدى و معتقد منشأه و رحمهم الله تعالى“ (المہند علی المہند ص ۹۴) میں نے تمام جوابات خود دیکھے ہیں اور انہیں صریح پایا ہے۔ کوئی شک یا ریب اس کے گرد بھی گھوم نہیں سکتا۔ پس میرا عقیدہ ہے اور سب مشائخ بھی انہی عقائد پر تھے۔

یہ مماتوں کا بہت بڑا فریب ہے۔ آئے روز المہند علی المہند کے متعلق مختلف بولیاں بولتے رہتے ہیں۔ المہند میں حیات النبیؐ والی عبارت پر ہم گزشتہ سطور میں بحث کر آئے ہیں۔ باوجودیکہ المہند علی المہند ”خان جی بریلی والے“ کے کذب کو طشت از ہام کرنے کے لئے منظر عام پر آئی تھی۔ مگر بعض منصف مزاج بریلوی حضرات نے بھی اسکی تائید کر دی ہے۔ چنانچہ جمعیت علماء پاکستان کے مولانا عبدالستار خان نیازی نے اتحاد بین المسلمین کا جوف ۲۰۰۰ء تیار کیا تھا، اس کے نکتہ نمبر ۳ میں ہے ”علماء دیوبند مولانا محمود حسن اسیر مالک، مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوری، مولانا حافظ محمد احمد مہتمم دارالعلوم دیوبند، مولانا محمد قاسم نانوتوی، مولانا عزیز الرحمن مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند،

مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی کی مصدقہ کتاب ”المہند علی المہند“ معتمد مولانا خلیل احمد ایٹھوی، جو اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی کی تصنیفات ”حسام الحرمین“ اور ”الدولۃ المکیہ“ کے جواب میں شائع ہوئی جس میں انہوں نے اپنے عقائد و نظریات کی وضاحت کی ہے۔ ایک نہایت ہی مفید کتاب ہے اس پس منظر میں علماء دیوبند ”المہند“ میں درج شدہ فیصلوں کو اختلافی مسائل میں نافذ العمل کر لیں تو تمام متنازعہ فیہ عقائد و نظریات کا نہایت ہی معقول و مدلل جواب مل سکتا ہے۔ ﴿اتحاد بین المسلمین کا چار نکاتی فارمولہ ص ۱۰۵ تا ص ۱۰۶﴾

مزید لکھتے ہیں۔

المہند کی اشاعت کے بعد تمام غلط فہمیاں دور ہو جاتی ہیں۔ اور موافقت کی راہ کھل جاتی ہے۔ ﴿ص ۱۳۰﴾

قارئین کرام غور فرمائیں۔

جس کتاب کو بیگانے احرام کی نگاہ سے دیکھ رہے ہیں۔ یہ دیوبندی اس کے خلاف زہرا گل رہے ہیں۔ المہند کے متعلق یادہ گوئی و ڈاڑ خائی کرنے کے بعد مزید پردہ اٹھتا ہے کہ اس ٹولے کا واقعی علماء دیوبند کے پاکیزہ مسلک سے کوئی واسطہ یا تعلق نہیں ہے۔ ہم ان کو المہند کے آئینہ میں دیکھیں گے، اور اس معیار پر پرکھیں گے۔ اگر پورا نہ اترے، تو پھر نہ صرف یہ کہ لا تعلقی کا اعلان کریں گے بلکہ اس فتنے کا ڈٹ کر مقابلہ کریں گے انشاء اللہ

اٹھا کر پھینک دو باہر گلی میں

نئی تہذیب کے اٹھنے ہیں گندے

روسیدا و مناظرہ:

گجرات میں ۵ جون ۲۰۰۲ء کو ایک مناظرہ ہونا تھا۔ وہاں انہوں نے مناظرے کا چیلنج کر دیا۔ ہم نے فیصلہ کیا کہ ہم مناظرہ کرتے ہیں جس طرح کرنے کا حق ہے جس کو مناظرہ کہتے ہیں۔ انہوں نے کہا کس طرح کا..... ہم نے کہا اس مناظرے کا ثالث اور منصف دارالعلوم دیوبند سے بلائے ہیں وہ (یعنی مماتی) اس بات سے بھاگے ﴿آوازِ حق ص ۷۰﴾، تقریر مولانا محمدی صاحب ﴿

تبصرہ مؤلف کلمہ حق:

واقعی گجرات کے ضلع، قصبہ ڈنگہ میں مناظرہ ہونا تھا۔ ہمارے علماء کرام موقع پر پہنچ گئے تھے، مولانا صاحب یا تو آئے نہیں تھے یا آکر بھاگ گئے تھے۔ مناظرہ کا ثالث ہمیں منظور تھا کہ دیوبند کا شیخ الحدیث ہو..... مولانا کو پتہ تھا کہ بھارت سے مناظرے کا ثالث نہیں آ سکتا، نہ پاکستانی حکومت اجازت دے گی۔ اس لئے جان چھڑانے کا یہی اچھا بہانہ ہے، تاکہ سلطان المناظرین کا بھرم قائم رہے ﴿کلمہ حق ص ۸۹﴾

الجواب الطری بعون اللہ القوی:

مناظرہ ڈنگہ کی اصلی کہانی

شرارت سے..... عہد شکنی تک

مکرین حیات النبی ﷺ میں اگر شرم و حیاء ایک رائی کے دانہ کے برابر بھی ہوتی تو مناظرہ ڈیرہ غازی خان، اور سید عنایت اللہ شاہ صاحب کا مناظروں سے مسلسل فرار کے بعد یہ کبھی مناظرے کا نام نہ لیتے۔ مگر باطل کی عادت ہے کہ وہ شکست کے زخم چاٹنے کے

بعد بھی کہتا ہے ”میں وہ بلا ہوں کہ شیشے سے پتھر کو توڑ دوں“۔ ڈنگہ (گجرات) کے مناظرہ کی روئیداد بھی کچھ ایسی ہے۔ راقم الحروف نے اس مناظرے کی مکمل روئیداد جاننے کے لئے گجرات میں ابن امام اہل سنت جناب حضرت مولانا عبدالحق خان صاحب بشیر مدظلہ سے رابطہ کیا تو مولانا موصوف نے اس مناظرے کی مکمل روئیداد بصورت تحریر بندہ کو ارسال کی۔ قارئین کرام روئیداد پڑھیں اور پھر فیصلہ کریں کہ سفید دن میں یہ ”مداری“ کیسے کیسے کرتب دکھا کر عوام الناس کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

اس کا پس منظر یہ ہے کہ وزیر آباد کے ایک عالم دین نے ڈنگہ ضلع گجرات میں اپنی تقریر کے دوران مسئلہ حیات النبی ﷺ کو بیان کیا۔ جس پر ایک مقامی مساتی مولوی صاحب نے چیلنج بازی شروع کر دی۔ مقامی سنی دیوبندی احباب نے مناظرے کا چیلنج قبول کیا اور فریقین کے درمیان ۵ جون ۲۰۰۲ء کی تاریخ طے ہو گئی مناظرے کی شرائط یہ تھیں۔

۱: مناظرہ مخصوص جگہ پر ہوگا۔

۲: فریقین کی طرف سے پندرہ پندرہ افراد مقام مناظرہ میں آئیں گے۔

۳: مناظرہ ۵ جون ۲۰۰۲ء بروز بدھ صبح ۱۰ بجے ہوگا۔

۴: دیوبندی مناظر ثابت کرے گا کہ حدیث ”مَنْ صَلَّى عَلَيَّ عَبْدًا قَبْرِي سَمِعْتَهُ“ آئمہ اہل سنت والجماعت اور اکابرین دیوبند کے نزدیک معتبر و مستند ہے اور اسی کے مطابق عقیدہ رکھتے ہیں۔

۵: مساتی مناظر ثابت کرے گا کہ سماع النبی ﷺ کا عقیدہ قرآن مجید کی آیات حکمت، احادیث صحیحہ مشہورہ و متواترہ اور آئمہ احناف سے ثابت نہیں۔

۶: ریکارڈنگ کی اجازت ہوگی۔

ان شرائط پر فریقین کے مقامی ذمہ دار حضرات کے دستخط موجود ہیں۔ جب

تالشوں کا تعین زیر بحث آیا تو حضرات علماء دیوبند نے کہا چونکہ فریقین خود کو دیوبندی کہلاتے ہیں لہذا اس مناظرہ کا ثالث دارالعلوم دیوبند سے بلایا جائے گا۔ یا دارالعلوم دیوبند یہاں پاکستان سے کسی کو مقرر کر دے، اس کے لئے ہر قسم کے اخراجات کو برداشت کیا جائے گا۔ لیکن مماتی دوست اس پر آمادہ نہ ہوئے اور بعد تھے کہ مقامی ثالث ہونا چاہیے۔ بالآخر ۲ جون ۲۰۰۲ء کی میننگ میں طے پایا کہ مناظرہ نہیں ہوگا بلکہ فریقین اپنے اپنے دلائل لکھ کر امین الحرمین الشریعین سے رجوع کریں گے۔ وہ دلائل پڑھ کر فیصلہ کریں گے کہ ان عقائد والے افراد کے متعلق کیا حکم ہے؟۔ اس پر بھی فریقین کے دستخط موجود ہیں۔

مما تیوں کا دھوکہ:

قارئین کرام!

مذکورہ بالا تحریر قرآن مجید کو ضامن بنا کر مرتب کی گئی تھی۔ چنانچہ مسلک حق دیوبند کے ذمہ دار ساتھیوں نے اپنے مناظرین علماء کرام کو مناظرے کو منسوخی کی اطلاع دے دی۔ مگر مماتیوں کی دھوکہ دہی اور عہد شکنی دیکھیے کہ منسوخی مناظرہ کے اعلان کے بعد مورخہ ۵ جون ۲۰۰۲ء کو خالی میدان میں اپنے مناظرین لا کر بٹھا دیئے اور دور دور سے لوگوں کی بسیں بھر کر لائے۔ جبکہ معاہدہ میں طے ہوا تھا کہ اگر مناظرہ ہوگا تو جانبین سے صرف پندرہ پندرہ افراد آئیں گے۔ یہ عہد شکنی، خلاف ورزی اور دھوکہ دہی کی وہ بدترین مثال ہے جسکی نظیر نہیں ملتی۔

نوٹ! اس مناظرہ کی روئیداد چھپ چکی ہے، ملاحظہ کر لی جائے مناظرہ ڈنگہ کی اصل کہانی ناشر اہل سنت والجماعت دیوبند ڈنگہ، گجرات ﴿

”مؤلف کلمہ حق“ اور دیگر منکرین حیات ذرا اپنی ”کرتوتوں“ پر نظر کریں۔ خالی میدان دیکھ

کر ”گیدڑ بھسکیاں“ لگانے والے یہ مصنوعی ”توحیدی“ لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے لیے کتنے ”پا پڑ بلیتے“ ہیں۔

مولانا محمدی صاحب اور اہل حق کا بھرم توحید پہلے بھی قائم تھا اور آئندہ بھی رہے گا۔ انشاء اللہ۔ البتہ مہماتوں کی ”جعلی دیوبندیت“ کا بھانڈا بیچ چوراہے پھوٹ گیا ہے۔ اپنی گھر کی ”خبریں“ پورے حوصلے سے سنیے اور پھر جذباتی ہونے کی بجائے ٹھنڈے دل کے ساتھ اپنی اداؤں پر غور کیجئے۔

بڑے صبر کا یہ ہے مرحلہ، بڑے حوصلے کا مقام ہے

ترے لب پر نہ آئے اف کہیں، رہ عشق میں یہ روا نہیں

[شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر مدظلہ پر تبصرہ:]

(مولانا محمدی صاحب سے جلے میں سوال کیا گیا کہ سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری نے مولانا سرفراز خان صاحب صفدر کو چیلنج کیا تھا اور آپ مناظرے پر نہیں آئے تھے۔ (محمدی صاحب کا جواب) ہر شخص کا ایک میدان ہوتا ہے، حضرت شیخ الحدیث مناظر نہیں، حضرت شیخ ساری زندگی فرماتے رہے کہ میری کتاب (تسکین الصدور) کا جواب دو۔ لیکن آج تک کسی ماں نے ایسا بچہ جنم نہیں دیا جس نے شیخ کی کتاب کا جواب لکھا ہو (آواز حق ص ۷۱)

تبصرہ مولف کلمہ حق:

مولف کلمہ حق لکھتے ہیں۔

ماشاء اللہ آپ کو تسلیم ہے کہ مولانا سرفراز خان صاحب مناظر نہیں ہیں، اگر حضرت مناظر ہوتے تو مولانا آپ سے سلطان المناظرین کا لقب چھین جاتا۔ پیر طریقت ولی کامل

حضرت مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے مناظرے کے چیلنج کے جواب میں آپ کی جماعت میں کوئی مناظرہ پیدا ہی نہیں ہوا تھا۔ جب آپ پیدا ہوئے تو اس وقت پیر بخاریؒ اس دنیا سے کوچ کر چکے تھے یہ گربھی سمجھا دیں کہ جس جماعت میں کوئی مناظرہ ہی نہ ہو تو اس جماعت کے آپ سلطان المناظرین کیسے بن گئے۔ ﴿کلمہ حق ص ۱۱۲، ۱۱۳﴾

الجواب العظیم بعون اللہ الکریم:

مؤلف کلمہ حق اور دیگر مکررین حیات النبی ﷺ کا حضرت شیخ دامت فیوضہم کے متعلق تاثر دینا کہ آپ مناظر نہیں ہیں، اپنے آپ کو خوش فہمی میں رکھنے والی باتیں ہیں، ہر فتنے کے ساتھ آپ نے جو چو کمسی لڑائی لڑی ہے اس کی مثال جماعت دیوبند میں نہیں ملتی۔ تسکین الصدور کی اشاعت کے بعد یہ ایسے تبصرے کرنے لگ گئے ہیں وگرنہ اس سے پہلے تو حضرت شیخ مدظلہ کی دیگر کتب ”المنہاج الواضح“ اور ”تبرید النواظر“ وغیرہ بغلوں میں لے کر اہل بدعت کا مقابلہ کر کے پھولے نہیں ساتے تھے پھر جب خود یہ ”بدعت“ کی پٹری پر چڑھے۔ اور صفدری تلوار سر پر پڑی تو لگے بچکانہ باتیں کرنے۔ حضرت نے صلاحیت کے باوجود تقریری مناظرہ کی بجائے تحریری مناظرے کا میدان اختیار کیا اور تحریری مناظرہ تقریری مناظرے سے مشکل ہے۔ فرمائیے مولانا حسین علیؒ کا جو پیر مہر علی شاہ صاحبؒ کے ساتھ مناظرہ طے ہوا تھا اس کے متعلق کچھ علم ہے؟ رئیس الموحدینؒ پر کیا تبصرہ کرو گے؟ اور اس مناظرہ کے متعلق تو بعض اکابر علماء سے بڑی عجیب باتیں سنی گئی ہیں۔ رہا یہ کہنا کہ ”سید صاحب کے ساتھ مناظرہ کرنے کے لئے کوئی پیدا ہی نہیں ہوا؟ جانے دیجئے جناب! سید صاحب کے مناظروں کی داستانیں بڑی ”دکھ بھری“ ہیں۔ علاقہ جٹانوالہ (ضلع بھکر) میں تو علامہ امین صفدرؒ کے ساتھ مناظرہ کے لیے آمادہ ہی نہیں ہوئے جبکہ شاہ جی

وہاں پہنچ بھی گئے تھے۔ اور دوسرے مناظروں کی روئیداد حضرت مولانا مفتی سید عبدالشکور ترمذیؒ نے اپنی کتاب ”حیات و انبیاء کرام“ کے ابتداء میں دے دی ہے۔ باقی مولف کلمہ حق کا مولانا محمدی صاحب کو یہ کہنا کہ ”جب سید صاحب کا انتقال ہوا تو اس وقت آپ پیدا ہی نہیں ہوئے تھے۔ یہ ہمارے فہم سے بالاتر ہے۔ سید صاحب کا انتقال ۲۰ مئی ۱۹۹۹ء کو ہوا تھا۔ اور یہ کوئی ”پہلی جنگ عظیم“ کا زمانہ نہیں۔ مولانا محمدی صاحب اس وقت بھی اپنی لٹکار سے مماثیت کے دانت کھٹے کر رہے تھے۔ یہ سب مولف کلمہ حق کی طفلانہ باتیں ہیں۔

کیا تسکین الصدور کا جواب لکھا گیا؟:

مولف حضرت شیخ مدظلہم کی کتاب تسکین الصدور کے متعلق لکھتے ہیں ”شیخ التفسیر والحدیث محقق زماں حضرت مولانا سید محمد حسین شاہ صاحب نیلویؒ نے ”تسکین الصدور“ اور ”سماع موتی“ کے جواب میں ”الکتاب المصور المعروف بـ ”ندائے حق““ لکھی۔ جس کا جواب دینے کے لئے مولانا سرفراز خان نے ”المسلك المصور“ کتاب لکھی۔ جس میں بہت سارے مقامات پر تسکین الصدور کے خلاف، حضرت نیلوی کی تائید کر گئے۔ کلمہ حق

ص ۱۱۳

الجواب الکافی بعون اللہ الشافی:

”تسکین الصدور“ کا جواب لکھنے والوں نے کوشش تو بہت کی۔ مگر اہل دانش و بینش جانتے ہیں کہ انہوں نے منہ کی کھائی۔ ندائے حق کے اندر اور تو بہت کچھ ہے، مگر تسکین الصدور کا جواب نہیں۔ بالکل ایسے جیسے ”مقام حیات“ کا جواب ”مسالك العلماء“ سے دیا گیا تو خود قاضی شمس الدین صاحب کو کتاب چھپنے تک علم نہ ہو سکا کہ میں کیا لکھ رہا ہوں؟

کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی۔

اور محض اوراق سیاہ کرنے کا نام جواب نہیں ہے۔ مؤلف کلمہ حق نوٹ کر لیں کہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کی شہرہ آفاق کتاب ”تحفہ اثنا عشریہ“ کے جواب میں شیعوں نے درجن بھر کتابیں لکھی ہیں جن میں ”عبقات الانوار“ تیس جلدوں میں.... نزہۃ اثنا عشریہ ۱۲ جلدوں میں.... تشدید المطاعن ۳ جلدوں میں.... برہان السعاده ، بوارق موبقہ ، صوارم الہیات ، شوارق النصوص ، بارقہ ضغیہ اور چار جلدوں میں ”ذوالفقار حیدری“ شامل ہیں۔ تو اب کیا کہا جائے گا کہ شیعوں نے ”تحفہ کا جواب دے دیا ہے؟ باطل نے ہمیشہ لایعنی باتوں سے کتابوں کے پیٹ بھرے ہیں (بالکل ایسے جیسے رسالہ کلمہ حق ہے) قرآن مجید لاریب کتاب خداوندی ہے۔ مگر دیا نند مسرتی کی کتاب ”ستیا رتھ پرکاش“ کا ایک باب قرآن مجید پر اعتراضات و تنقیدات کے لئے وقف ہے۔ ”صحاح ستہ“ جیسے ذخیرہ احادیث کے ساتھ منکرین حدیث نے کیا حشر کیا؟ اور اصحاب رسول ﷺ پر مطاعن و مثالب کی جو انتہا کی گئی وہ کسی ذی عقل سے پوشیدہ ہے؟ اور اکابر و اسلاف پر ”طنز و مزاح“ کا فن تو مماتی بھی خوب جانتے ہیں۔ تو کیا ایسی حرکات کو خیرئہ اسلام کا جواب کہہ دیا جائے گا؟ ہرگز نہیں۔ کیونکہ۔

فانوس بن کے جس کی حفاظت ہوا کرے

وہ شمع کیا بجھے جسے روشن خدا کرے

صرف تسکین الصدور نہیں، عقیدہ حیات النبی ﷺ پر اکابر نے جتنی کتابیں لکھی ہیں ان میں موجود وزنی دلائل اور ٹھوس باتوں کا جواب قیامت تک دنیائے مماتیت نہیں دے سکتی۔ میدان آج بھی حاضر ہے۔ ”چیں بجیں“ ہونے کی بجائے طمع آزمائی کر لیجیے۔

زور بازو آزمائش کو نہ کر صیاد سے

آج تک کوئی قفس ٹوٹا نہیں فریاد سے

مسئلہ سماع موتی:

مؤلف کلمہ حق نے اپنے رسالے کا اختتام کرتے ہوئے عام موتی کی بحث بھی چھیڑی ہے اور لکھا ہے کہ ”چند حوالہ جات درج کیے جا رہے ہیں کہ مسلک احناف مسئلہ سماع موتی میں کیا ہے؟ اور جو لوگ اس کی مخالفت کرتے ہیں وہ حنفی ہو سکتے ہیں یا نہیں؟ (اس کے بعد علامہ طحطاویؒ، ابن الہمامؒ، علامہ عینیؒ، شاہ محمد اسحاق دہلویؒ، حضرت گنگوہیؒ، مفتی عزیز الرحمان دیوبندیؒ، مولانا کفایت اللہ صاحبؒ اور مولانا محمد منظور نعمانیؒ کی عبارات تحریف کر کے پیش کی ہیں اور میدان مارنے کی ناکام کوشش کی ہے۔ مسئلہ سماع موتی ہمارا موضوع بحث نہیں اصل اختلاف حیات انبیاء کرامؑ کے مسئلہ پر ہے۔ مگر چونکہ مؤلف کلمہ حق نے ”مسلمان“ اور ”حنفی“ ہونے کا معیار ہی یہی رکھا ہے کہ جو مردوں کے سماع کا قائل ہے وہ حنفی کیسے ہو سکتا ہے؟ سو مناسب معلوم ہوا کہ اس مسئلہ پر مختصر بحث کر کے مسئلے کی اصل حقیقت سے قارئین کو آگاہ کر دیا جائے۔

الجواب المستحسن بحون اللہ والسنن:

یاد رہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات و سماع میں کوئی اختلاف نہیں مگر عام مردے سنتے ہیں یا نہیں؟ اس میں امت کے اندر ابتداء ہی سے اختلاف چلا آ رہا ہے۔ عہد صحابہؓ میں بھی یہ مسئلہ مختلف فیہ رہا ہے۔ عقیقہ کائنات سیدہ اماں عائشہ صدیقہؓ نے ابتداء عام موتی کے سماع سے اختلاف کیا ہے۔ لیکن ام المومنین، صدیقہ بنت صدیقؓ کا ہم خیال کوئی اور صحابی بھی ہوا ہو۔ ہماری نگاہ سے کوئی ایسا قول نہیں گذرا۔ مولانا نور محمد تونسوی صاحب نے بھی لکھا ہے ”بندہ عاجز کے محدود مطالعہ کے مطابق کوئی صحابی رسول ﷺ سیدہ عائشہؓ کا ہم خیال نہیں ہوا۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال (الحیات بعد الوفات ص ۳۵۱)

حضرت عمرؓ، حضرت ابو طلحہؓ، ابن عمرؓ، حضرت انسؓ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ، عبیدہ بن عامرؓ اور حضرت عمرو بن عاصؓ سماع موتی کے قائل ہیں۔ اور جن صحابہؓ نے انکی روایات کو سنا اور بلا تکثیر خاموش رہے، وہ بھی اسی نظریے کے قائل ہیں۔ مولانا غلام اللہ خان صاحبؒ نے اپنی تفسیر جواہر القرآن میں بھی لکھا ہے کہ ”امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے علماء کے درمیان اس مسئلہ میں ہمیشہ دو رائیں رہیں۔ کچھ علماء کرام کی رائے یہ رہی کہ مردے سنتے ہیں جبکہ دوسرے علماء نے اپنی تحقیق کی بناء پر سماع موتی کی نفی کی ہے اور مولانا طاہر شیخ پیری بھی فرماتے ہیں ”میں سماع موتی کے قائلین کو کافر تو درکنار گمراہ بھی نہیں کہتا ہوں۔“

﴿ماہ نامہ تعلیم القرآن راولپنڈی شمارہ بابت جولائی، اگست ۱۹۸۴ء﴾

مؤلف کلمہ حق نے حضرت گنگوہیؒ کی نامکمل عبارت سے بھی اپنا مطلب تراشا ہے۔ ترمذی شریف پڑھاتے وقت حضرت گنگوہیؒ نے جو کچھ ارشاد فرمایا حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب کاندھلویؒ (والد گرامی شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ) نے اس کو کتابی شکل دے کر جمع فرمایا اور اس کا نام ”الکوکب الدری“ ہے چنانچہ حضرت گنگوہیؒ بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں ”السَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا أَهْلَ الْقُبُورِ“ اس حدیث سے ان حضرات نے استدلال کیا ہے جو سماع موتی کے قائل ہیں۔ ان میں حضرت عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ بھی ہیں۔ علاوہ ازیں ان کا استدلال اور روایات سے بھی ہے۔ جن میں سے ایک یہ ہے کہ میت کے پاس جب دو فرشتے منکر و نکیر حاضر ہوتے ہیں۔ تو اس وقت وہ قبر سے واپس آنے والوں کی جوتیوں کی کھٹکناہٹ سنتی ہے۔ اور اس کا جواب یہ ہے کہ یہ میت کے دفن ہونے کے بعد فرشتوں کے جلدی آنے سے کنایہ ہے۔ حقیقت مراد نہیں ہے۔ اور جو حضرات سماع موتی کا انکار کرتے ہیں وہ اس خطاب کے صحیح فرار دینے کے لئے یہ کہتے ہیں کہ یہ سلام فرشتوں کے

واسطہ سے میت کو پہنچتا ہے اور جو حضرات سماع موتی کا انکار کرتے ہیں ان میں حضرت عائشہؓ، حضرت ابن عباسؓ اور حضرت امام ابوحنیفہؒ ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے استدلال کرتے ہیں "إِنَّكَ لَا تَسْمَعُ الْمَوْتَى" کیونکہ جب کفار کو عدم سماع میں مردوں سے تشبیہ دی گئی ہے تو معلوم ہوا کہ مردے نہیں سنتے ورنہ یہ تشبیہ درست نہ ہوتی اور جو یہ کہا گیا ہے کہ یہ "وَمَا زَمِينَتْ وَلَكِنَّ اللَّهَ رَمَنِي" کے قبیل سے ہے تو یہ نام نہیں کیونکہ اس بناء پر بعد کا یہ ارشاد "إِنْ تَسْمِعُ إِلَّا مَنْ يُؤْمِنُ بِآيَاتِنَا" صحیح نہیں ہوتا۔ کیونکہ جس طرح اللہ تعالیٰ کی قدرت واقعہ پر پہلی جزو میں ہے اسی طرح دوسری میں بھی ہے پس کیسے صحیح ہوگا کہ ایک نوع آں حضرت ﷺ کے لئے ثابت کیا جائے اور دوسری کی نفی ہو۔ باقی سماع موتی ثابت کرنے والے جو یہ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے بدر کے کونوں پر کھڑے ہو کر مقتولین بدر کو خطاب کیا تھا۔ اور یہ صاف طور پر سماع موتی پر دال ہے تو اس کا جواب منکرین نے یہ دیا ہے کہ یہ آنحضرت ﷺ کی خصوصیات میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان مقتولوں کی روحمیں ان کے جسموں میں لوٹا دیں کہ وہ آنحضرت ﷺ کا خطاب سن لیں۔ اور یہ ان کی زجر و توبخ اور ان کے عذاب کے اضافہ کے لئے تھا اور بعض نے یہ جواب دیا کہ آپ نے ان سے اس لئے خطاب کیا تا کہ زندہ مشرکین قریش کا غصہ اس سے اور بڑھے اور آپ ﷺ نے حضرت عمرؓ سے جو یہ فرمایا کہ تم ان سے زیادہ نہیں سنتے تو اس کا معنی یہ ہے کہ تم ان سے زیادہ نہیں جانتے۔ ﴿الکوکب الدری ج ۱ ص ۳۱۹﴾

نیز حضرت گنگوہیؒ فرماتے ہیں "بندہ مختلف فیہا مسائل میں فیصلہ نہیں کرتا (فتاویٰ رشیدیہ ج ۲۳)۔ اور حضرت ملا علی قاریؒ کے متعلق "العرف الشدی ص ۳۵۳" پر ہے کہ لوگوں کی زبانوں پر جو مشہور ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مردے نہیں سنتے لیکن ملا علی قاری نے ایک رسالہ لکھا ہے اور اس میں انہوں نے ذکر کیا ہے کہ اس مشہور قول کی آئمہ

سے بالکل کوئی اصل نہیں ہے۔ ان ابا حنیفہ لاینکر سماع الاموات “ تحقیقی بات یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ ” سماع موتی کے منکر نہیں ہیں۔ مولوی محمد حسین نیلوی صاحب نے ”الشفاء الصدور“ میں جب عدم سماع موتی کا قول امام صاحب کی طرف منسوب کیا تو حضرت الشیخ صفدر دامت فیوضہم نے تفصیلی بحث کرتے ہوئے جواب دیا ”کوئی امام بھی سماع موتی کا منکر نہیں، خصوصاً حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور امت مسلمہ کی اکثریت سماع موتی کی قائل ہے“ (سماع الموتی ص ۶۷) مزید لکھتے ہیں ”حضرات احناف میں کتنے جلیل القدر بزرگ فقیہ اور علماء دیوبند میں کتنے اکابر مسئلہ سماع موتی کے بھی قائل ہیں ص ۱۷)“

مزید اختلاف:

گذشتہ سطور میں آپ نے اندازہ لگالیا ہوگا کہ عام موتی کی بحث میں اختلاف شروع سے چلا آرہا ہے۔ حضرت گنگوہیؒ نے حضرت عائشہؓ و امام ابوحنیفہؒ کو سماع موتی کا منکر کہا ہے اس سے قبل حضرت ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ عدم سماع کا قول امام صاحب کی طرف سرے سے غلط ہے۔ اور سیدہ عائشہؓ کے متعلق تو حافظ ابن حجر عسقلانیؒ پورے وثوق سے کہتے ہیں کہ انہوں نے بعد میں رجوع کر لیا تھا۔ اور اس مسئلہ میں وہ جمہور صحابہ کرامؓ کی ہمنوا ہو گئیں تھیں۔ اور رجوع کی وہ صحیح روایات بھی تائید کرتی ہیں جو حضرت ابن ابی ملیکہؒ سے مروی ہیں۔

قال توفي عبدالرحمن بن ابي بكرؓ بالحبيشي قال فحمل الى مكته فدفن فيها فلما تدمت عائشہؓ اتت قبر عبدالرحمن بن ابي بكرؓ فقالت الى قوله ثم قالت واللہ لو حضر تک ما دفنت الا حيث مت ولو شهدتک ما زرتک (ترمذی ج ۱ ص ۱۲۵ مجمع الزوائد ج ۳ ص ۶۰)

(ترجمہ) عبدالرحمن بن ابی بکرؓ مقام حبشی پر وفات پا گئے اور ان کو اٹھا کر مکہ مکرمہ لایا گیا اور وہاں ان کو دفن کیا گیا جب حضرت عائشہؓ (حج کے موقع پر آئیں) تو ابن ابی بکرؓ کی قبر پر آئیں تو (مریے کے دو شعر پڑھے) کہا بخدا اگر میں تیری وفات کے وقت حاضر ہوتی تو تو وہاں ہی دفن کیا جاتا جہاں تیری وفات ہوئی تھی۔ اور اگر میں اس وقت موجود ہوتی تو اب تیری قبر کی زیارت کے لئے نہ آتی۔

یہی روایت نقل کرتے ہوئے امام اہل سنت علامہ مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر نے فرمایا ”ظاہر بات ہے کہ اگر یہ محض تحسّر اور افسوس کے طور پر خیالی رنگ میں حضرت عبدالرحمنؓ سے خطاب ہوتا تو حضرت عائشہؓ کو ان کی قبر پر حاضر ہو کر یہ کہنے کی حاجت نہ ہوتی، وہ مدینہ طیبہ میں یا دور ہی سے ایسا کہہ دیتیں۔ یہ خطاب اُن کے رجوع کا واضح قرینہ ہے۔“ (الموتی ص ۲۹۵)

حیرت ہے کہ یہ مماتی اختلافی مسئلہ کو تو بڑھا چڑھا کر بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ اجماعی مسئلہ ہے جیسے ”مؤلف کلمہ حق“ کہتے ہیں۔ اور دیگر مماتیوں سمیت یہاں لاہور کے ایک مماتی مولوی صاحب نے لکھا ہے کہ ”احناف کے نزدیک نص قطعی کی وجہ سے سماع اموات ثابت نہیں“ (بجۃ المہجدی لایضاح الترمذی ص ۳۹۶) مگر حیات و سماع انبیاء کرام علیہم السلام کا جو اتفاقی عقیدہ ہے اس کا سرے سے انکار کرتے ہوئے اجماع امت سے ٹکر لے رہے ہیں۔ فوالسقاء

امام اعظم ابوحنیفہؒ کا عقیدہ اور ”مؤلف کلمہ حق“ کی مزید خیانتیں:

مؤلف ”کلمہ حق“ نے جھوٹ کے جو انبار لگائے ہیں، ہمیں تعجب ہوتا ہے کہ اگر یہ ”کلمہ حق“ ہے تو پھر کذب کس بلا کا نام ہے؟ لکھتے ہیں ”مولانا شاہ محمد اسحاق“ کے شاگرد خاص مولانا بشیر الدین قنوجی اپنی کتاب تفہیم المسائل ص ۷۲ میں تحریر فرماتے ہیں ”الغرائب

فی تحقیق المذاہب“ میں ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہؒ نے ایک شخص کو دیکھا جو نیک لوگوں کی قبروں پر آتا، ان کو سلام دیتا، اور ان کو خطاب کر کے کہتا۔ ہل لکم من خبر۔ کیا تمہیں کوئی خبر نہیں کہ میں کئی مہینوں سے تمہارے پاس آ رہا ہوں۔ ”ولیس سوالی منکم الا الدعا“ میرا مطالبہ تم سے صرف یہ ہے کہ تم اللہ سے میرے لیے دعا کرو۔ ”فسمع ابوحنیفہ“ امام حنیفہؒ نے اس شخص کی یہ گفتگو سن لی۔ اور فرمایا ”ہل اجابولک“ کیا قبر والوں نے تجھے کوئی جواب دیا؟ اس شخص نے کہا آج تک ان کی طرف سے کوئی جواب نہیں ملا۔ تو امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا ”سحقاً لک وتربت یداک“ دور ہو تجھ سے (رحمت الہی) تیرے ہاتھ خاک آلود ہوں۔ تو ایسے اجسام سے کیوں گفتگو کرتا ہے۔ ”لا یستطیعون جوابا ولا یملکون شیاً ولا یسمعون صوتاً“ جو تیری بات کا جواب نہیں دے سکتے۔ وہ کسی قسم کا اختیار نہیں رکھتے، اور کوئی آواز نہیں سن سکتے۔ پھر امام ابوحنیفہؒ نے بطور دلیل ”وما انت بنسمع من فی القبور“ تلاوت فرمائی۔

نوٹ! فتاویٰ غرائب وہ کتاب ہے جس کے حوالے فتاویٰ عالمگیری میں بکثرت پائے جاتے ہیں ﴿کلمہ حق ص ۱۲۷﴾

الجواب الحشیث بتوفیق اللہ اللطیف:

کرنے آئے وہ میری آشفۃ حالی کا علاج

اپنے جو بکھرے ہوئے گیسو بنا سکتے نہیں

تفہیم المسائل کے مصنف علامہ بشیر الدین قنوجیؒ غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن خاںؒ کے استاذ تھے اور شاہ محمد اسحاق دہلویؒ کے شاگرد تھے۔ مؤلف ”کلمہ حق“ نے ”الغرائب فی تحقیق المذاہب“ کا حوالہ دیا ہے پاکستان کا کوئی منکر حیات مولوی یہ بتلا سکتا ہے کہ یہ کس کی تالیف ہے؟ اس کے مصنف کا نام کیا ہے؟ کون سے زمانہ میں یہ کتاب لکھی گئی؟ مصنف

کس مسلک و مشرب سے متعلق تھے؟ اور محققین علماء و فقہاء کے نزدیک اس کی پوزیشن کیا ہے؟ انتہائی غیر معروف و متعارف اور مجہول کتاب کا حوالہ مستند احادیث اور جمہور امت کے واضح اقوال کے نزدیک کیا وقعت رکھتا ہے؟ پھر لطف کی بات یہ کہ فقہاء احناف کو مسئلہ سماع موتی کے مثبت و منفی پہلو میں اس کتاب کا حوالہ دستیاب نہیں ہوا۔ حضرت ملا علی قاریؒ نے لکھا ہے کہ مسائل کا غیر متداول اور مجہول کتب سے نقل کرنا سرے سے ناجائز ہے (موضوعات کبیر ص ۱۰۴) مولانا عبدالحی لکھنویؒ (الفتویٰ ۱۳۰۴ھ) فرماتے ہیں ”صرح فی فتح القدیر من باب القضاء انه لا یحل النقل من الكتب الغریبة (الفوائد البہیہ ص ۱۹۰) فتح القدیر کے باب القضاء میں تصریح موجود ہے کہ کتب غریبہ سے نقل کرنا حلال نہیں ہے۔

اور مولانا لکھنویؒ علامہ ابن نجیم مصریؒ کا ارشاد بھی نقل کرتے ہیں ”لا تجوز الفتویٰ من التصانیف الغیر المشہورۃ (مقدمہ عمدۃ الرعاۃ ص ۱۱) غیر مشہور تصانیف سے فتویٰ دینا جائز نہیں ہے۔

مولانا مفتی عزیز الرحمنؒ کا ارشاد

مفتی عزیز الرحمن صاحب جن کے مسئلہ سماع موتی میں مختلف فتوؤں میں سے ایک مبہم عبارت مؤلف کلمہ حق نے ص ۱۲۹ پر دی ہے وہ فرماتے ہیں ”سماع موتی میں اختلاف ہے اور یہ اختلاف صحابہؓ کے زمانہ سے ہے بہت سے آئمہ سماع موتی کے قائل ہیں اور حنفیہ کی کتب میں بعض مسائل ایسے مذکور ہیں جن سے عدم سماع معلوم ہوتا ہے مگر امام صاحبؒ سے کوئی تصریح اس بارہ میں نقل نہیں کرتے (فتاویٰ دارالعلوم ج ۵ ص ۴۶۱)

معلوم ہوا یہ فتاویٰ غرائب والا حوالہ انتہائی شاذ اور ناقابل اعتبار ہے۔ اور امام صاحبؒ کا اس حوالے سے قطعاً کوئی ثبوت نہیں ہے۔ اور مؤلف کلمہ حق کا امام صاحبؒ کی طرف بلا



تحقیق یہ منسوب کرنا "مہمائی ڈھکوسلے" سے زیادہ کوئی وقعت نہیں رکھتا۔

علامہ طحطاویؒ کا نظریہ:

سید احمد طحطاوی حنفیؒ لکھتے ہیں

واخرج ابن عبد البر في الاستذكار ابن عبد البرؒ نے اپنی کتاب الاستذکار اور
والتمهيد بسند صحيح عن ابی التمهيد میں صحیح سند کے ساتھ حضرت ابن
عباسؓ قال قال رسول ﷺ ما من عباسؓ سے روایت کی تشریح کی ہے کہ
احد یمر بقبر اخیه المؤمن کان آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ کوئی شخص بھی
یعرفه فی الدنیا فیسلم علیہ ألا عرفہ اپنے مومن بھائی کی قبر کے پاس سے، جسکو وہ
ورد علیہ السلام (طحطاویؒ دنیا میں پہچانتا تھا، نہیں گذرتا جسکو وہ سلام
کہے: وہ (قبر والا) اسکو پہچان کر اس کے
(ص ۳۲۱)

سلام کا جواب دیتا ہے۔

نوٹ! حدیث کو پوری سند کے ساتھ نقل کرنے کو اصول حدیث میں تخریج اور اخراج کہتے
ہیں اور اس سے قبل ہم حضرت مولانا حسین علی واں پھر ویؒ کا حوالہ بھی پیش کر چکے ہیں کہ
وہ بھی میت کے پہچاننے کے قائل ہیں ﴿ملاحظہ ہو تحریرات حدیث ص ۲۵۷﴾

شاہ محمد اسحاق دہلویؒ کا نظریہ:

مؤلف "کلمہ حق" شاہ صاحبؒ کا نظریہ ان الفاظ میں لکھتے ہیں "نزد اکثر حنفیہ

ماع موتی ثابت نیست" (ماتہ مسائل ص ۵۰) ﴿کلمہ حق ص ۱۲۹﴾

حالانکہ یہ ایک مفصل عبارت ہے اور اس کا پس منظر بھی کچھ اور ہے۔ ہم یہاں سب سے
پہلے حضرت شاہ صاحبؒ کا اپنا نظریہ پیش کریں گے۔ بعد ازاں مؤلف کلمہ حق کی دی ہوئی

عبارت پر تبصریہ کریں گے اور انشاء اللہ مما تیت کی ”دھجیاں بکھرنے“ کا قابل دیدہاں ہوگا۔ جھوٹ، فریب، اور ”کانٹ چھانٹ“ تو ان کی گھٹی میں پڑی ہوئی ہے۔ بایں ہمہ پکے ”توحیدی“ ہیں۔ خدا جانے ”بدعتی“ ہوتے تو کیا کیا گل کھلاتے؟ بہر حال حق و باطل کا فیصلہ ارباب انصاف خود کر لیں گے۔ شاہ صاحبؒ کا عقیدہ ملاحظہ ہو۔

سوال: سماعت موتیٰ سلام زائر سوال: کیا قبور کی زیارت کرنے والے کے سلام در شرع آمدہ یا نہ؟ (جواب) کو مردوں کے لئے سننے کا ثبوت شریعت سے سماعت موتیٰ سلام زائر رادر ثابت ہے یا نہیں؟ (جواب) مردوں کا زیارت شرع مشکوٰۃ ملا علی القاری از کرنے والے کے سلام کے سننے کا ثبوت ملا علی سیوطی نقل نمودہ ہکذا عبارتہ قاریؒ نے شرح مشکوٰۃ میں امام سیوطیؒ سے نقل کیا قال سیوطی واخرج العقيلي ہے اور سیوطیؒ کی عبارت اس طرح ہے کہ امام عن ابی ہریرۃ (ماتہ مسائل عقیلؒ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے حدیث کی تخریج کی ہے۔ (ض ۳۶)

ثابت ہوا کہ شاہ محمد اسحاقؒ بھی مردوں کے لئے سماع کے قائل ہیں اور اسی کو فی الجملہ سماع کہا جاتا ہے۔ مؤلف کلمہ حق کا شاہ صاحبؒ کو مطلقاً منکرین سماع موتیٰ میں شمار کرنا بالکل غلط ہے۔

”نزد اکثر حنفیہ سماعت موتیٰ ثابت نیست“ کی تحقیق:

اب ہم ”مؤلف کلمہ حق“ کے مذکورہ بالا قول کی طرف آتے ہیں جو انہوں نے شاہ صاحبؒ کی ”ماتہ مسائل“ سے ثابت کر کے آخری فیصلہ سنا دیا کہ ”وہ بھی سماع کے قائل نہیں“ اور احناف کی اکثریت کا بھی یہی عقیدہ ہے۔ سوائے اصل حقیقت ملاحظہ ہو۔

دکھاؤں کا تماشہ، دی اجازت گرزمانے نے

ہر ہر داغ اک زخم ہے، سرو چراغاں کا

در اصل کتب نقد اور کتب فتاویٰ میں ایک بحث ہے کہ اگر کسی آدمی نے دوسرے آدمی سے کلام نہ کرنے کی قسم اٹھالی اور دوسرا شخص فوت ہو گیا اب قسم اٹھانے والے نے اس کی قبر پر جا کر گفتگو کی تو حائث نہ ہوگا۔ اس فقہی عبارت کو حضرت شاہ صاحبؒ نے اختصار کے ساتھ یوں نقل کیا ہے۔

سوال: سماعت موتی کلام احياء سوائے سلام در شرع جائز است یا گناہ؟ کدام گناہ؟ (جواب) عادت و تکیہ سائل است در ہر جامی پُرسد جائز است یا گناہ؟ کدام گناہ؟ بنا بر تکیہ کلام خود نیز ایں جامی پُرسد کہ جائز است یا گناہ؟ والا ایں مقام پُرسیدن بایں عبارت نمی سزد زیرا کہ جو از و گناہ در افعال و اعمال میشود و ایں متعلق باخبار است کہ ایں امر ثابت است یا نہ؟ پس جواب ایں است کہ ”نزد اکثر حقیہ سماعت موتی ثابت نیست“ چنانچہ از کافی شرح وافى و فتح القدیر، حاشیہ ہدایہ صراحة و اشارۃ کہ قریب بتصریح است و از مستخلص شرح کنز و عینی شرح کنز و کفایہ شرح ہدایہ معلوم می شود چنانچہ عبارات آنہا مرقوم می شود و در دیگر کتب ہم موجود بنا بر طول عبارت ہر نقل عبارت ایں پنج کتب اکتفاء نمودہ شد ﴿ماتہ مسائل ص ۴۶﴾

سوال: سلام کے بغیر مردوں کا زندوں کے کلام کا شرعاً سننا کیسا ہے؟ جائز ہے یا گناہ؟ اور

اگر گناہ ہے تو کیسا؟ (جواب) سائل کی عادت اور نکیہ کلام یہ ہے کہ وہ ہر جگہ یہ پوچھتا ہے کہ جائز ہے یا گناہ؟ اور گناہ ہے تو کیسا؟ اپنے اسی نکیہ کلام کی وجہ سے یہاں بھی وہ پوچھتا ہے کہ جائز ہے یا گناہ؟ ورنہ اس مقام میں اس طرح پوچھنا مناسب نہیں ہے۔ کیونکہ جواز اور گناہ افعال و اعمال میں ہوتا ہے اور یہ سوال اخبار کے متعلق ہے کہ یہ معاملہ ثابت ہے یا نہ۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ احناف کی اکثریت سے سماع موتی ثابت نہیں ہے۔ چنانچہ کافی شرح وافی اور فتح القدیر حاشیہ ہدایہ میں صراحتہ اور اشارتہ جو تصریح کے قریب ہے۔ اور شرح کنز اور یعنی شرح کنز اور کفایہ شرح ہدایہ کے ملخص سے یہی معلوم ہوتا ہے چنانچہ ان کی عبارت لکھی جا رہی ہیں اور دوسری کتب میں بھی یہ موجود ہے۔ مگر طوالت کے خوف سے صرف پانچ عدد کتب کی عبارت نقل کرنے پر ہی ہم اکتفاء کرتے ہیں

شاہ صاحبؒ یہاں کہنا یہ چاہتے ہیں کہ چونکہ قسم کا مدار عرف پر ہے اور عرف عام میں لوگ ایسا سمجھتے ہیں کہ مردے نہیں سنتے۔ جیسے کوئی شخص بات پر توجہ نہ دے رہا ہو یا کوئی نصیحت اس پر اثر نہ کر رہی ہو تو کہہ دیا جاتا ہے کہ ”یہ بالکل مردہ“ ہے۔ یا جس طرح قرآن و حدیث، اقوال آئمہ اور فرامین مشائخ دیوبند اچھے بھلے، جیتے جاگتے بندے پر اثر انداز نہ ہو رہے ہوں تو اس کو ”ممتاتی“ کہہ دیا جاتا ہے۔ اور امام اہل سنت، آبروئے دیوبند، پاسبان مسلک حق حضرت الشیخ مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر مدظلہ بھی لکھتے ہیں ”یعنی ان کے سننے کو کوئی فائدہ مرتب نہیں ہوتا کیونکہ تکلفی زندگی باقی نہیں رہتی۔ اس لئے قسم اٹھانے والا باوجود کلام کرنے کے حانت نہیں ہوگا۔“ ﴿سماع الموتی ص ۳۳﴾

مولانا عبدالحی لکھنویؒ نے لکھا ہے ”لیکن عرف یہ فیصلہ کرتا ہے کہ اس عدم تکلم سے حالت حیات میں عدم تکلم مراد ہے (عمدة الرعاية ج ۲ ص ۲۵۳) اور شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ لکھتے ہیں ”فاذا حلف احدانه لا یکلم فلانا فلا يفهم من اهل العرف

الا التكلیم فی حالته الحیوة فلا یحنت بتکلیمه میتاً واللہ تعالیٰ اعلم (فتح المسلم ج ۲ ص ۴۷۹) ترجمہ: پس جب کوئی شخص قسم اٹھائے کہ میں فلاں سے کلام نہیں کروں گا۔ تو اس سے اہل عرف یہی سمجھتے ہیں کہ زندگی کی حالت میں کلام کرنا مراد ہے۔ لہذا مردہ کے ساتھ کلام کرنے کی وجہ سے وہ حانت نہ ہوگا، واللہ تعالیٰ اعلم۔ واضح ہو گیا کہ عرف عام میں گفتگو کرنے نہ کرنے کا تعلق زندوں سے ہوتا ہے۔ اور مردہ چونکہ مکلف نہیں ہوتا اور عادت اسکی آواز سنی بھی نہیں جاتی۔ اس لئے عام عادت کے لحاظ سے میت سے وہ کلام نہیں جو زندہ سے ہے۔ یہ حقیقت ہے شاہ صاحبؒ کی عبارت کی۔ جس کا معنی ”محقق“ نے ”جنگل“ بنا دیا۔ عقل سلیم رکھنے والوں کے لئے یہ توضیح کافی دانی اور صافی شافی ہے۔ اور جنہوں نے ”جھوٹ کی پیاری“ پر ”کلمہ حق“ لکھ رکھا ہو۔ ان سے کوئی کیا توقع رکھے:

بقول غالب مرحوم!

ہم کو ان سے ”وفا“ کی ہے امید جو نہیں جانتے وفا کیا ہے؟

مولانا مفتی عزیز الرحمنؒ کا نظریہ:

مفتی صاحبؒ کے متعلق ہم گذشتہ سطور میں لکھ آئے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں۔ سماع موتی میں اختلاف ہے اور یہ اختلاف دو صحابہؓ سے چلا آرہا ہے..... غرض یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے اور قول فیصل ہونا اس میں دشوار ہے۔ پس عوام کو سکوت اس میں مناسب ہے۔ جبکہ علماء کو بھی اس میں تردد ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم جلد پنجم)

مفتی صاحبؒ کی عبارت سے بھی واضح ہو گیا کہ عام موتی (نہ کہ سماع انبیاء) کے سماع میں اختلاف موجود ہے۔ اور مؤلف کلمہ حق کا ان کو اپنا ہمنوا بنانا کتنا بڑا دھوکہ

حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحبؒ کا نظریہ:

جہاں تک حیات انبیاء علیہم السلام کا تعلق ہے۔ حضرت مفتی صاحبؒ کے الہمد پر دستخط موجود ہیں۔ اور بعض مماتی یہ پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ مفتی صاحبؒ نے بغیر دیکھے دستخط کر دیئے تھے مگر اللہ تعالیٰ جب ذلیل کرنے پر آجائیں تو پھر ٹھکانہ کہاں مل سکتا ہے کیونکہ مفتی صاحبؒ کے الفاظ یہ ہیں۔ ”رأيت الاجوبته كلها فوجدتها حقة صريحة لا يحوم حول سرادقها شك ولا ريب (ترجمہ) میں نے تمام جوابات دیکھے ہیں سب کو ایسا حق صریح پایا کہ اس کے ارد گرد بھی شک یا ریب نہیں گھوم سکتا (الہمد علی المفند ص ۹۵) ”رأيت“ کا جملہ قصر مماتیت پر ایٹم بم بن کر گر رہا ہے۔ چنانچہ جب کہیں سے کوئی سہارا نہیں مل سکتا تو پھر ”تپتے صحرا“ میں کسی ”پیا سے اونٹ“ کی طرح دیوانہ وار بھاگتے ہوئے کہتے ہیں ”الہمد کونسا آسمانی صحیفہ ہے؟ (نغمہ توحید گجرات ص ۲۱، جولائی ۲۰۰۳ء) مگر یاد رہے مفتی صاحبؒ تو عام اموات کے ساتھ بھی روح کا ایسا تعلق مانتے ہیں کہ جس سے میت عذاب و راحت کو محسوس کر سکے۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

میت کو قبر میں رکھنے کے بعد اس قدر حیات اس میں ڈالی جاتی ہے کہ وہ آرام یا تکلیف کو محسوس کرے ﴿کفایت المفتی ج ۱ ص ۹۶﴾

مولانا محمد منظور نعمانیؒ، وکیل مسلک دیوبند:

مؤلف کلمہ حق کے ترکش کا آخری تیر ملاحظہ ہو

مولانا نعمانی علیہ الرحمۃ کے حوالے سے لکھتے ہیں ”حضرت امام ابو حنیفہؒ سماع اموات کے منکر ہیں۔ ہمارے اکابر علماء حضرت امام اعظمؒ اور جمہور علماء کی طرح حضرت ام المومنین کے مسلک کو رائج اور قوی سمجھتے ہیں۔ ﴿کلمہ حق ص ۱۳۰﴾

مولانا نعمانیؒ کی یہ عبارت کہاں ہے؟ کس کتاب کے کونے صفحے پر ہے؟ مؤلف کلمہ حق نے کوئی حوالہ نہیں دیا۔ شاید خواب میں کہیں سے کوئی سن لیا ہوگا اور خواب خیال کی باتوں کو سپرد قلم کر کے اپنے تئیں ”تحقق“ بن بیٹھے۔ بہر حال جہاں تک حقیقت پسندی کا تعلق ہے۔ ملاحظہ ہو۔

حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ کو مسلک دیوبند میں ایک بلند مقام حاصل ہے۔ اور آپ کوئی ایسی گمنام شخصیت نہیں ہیں کہ جن کی طرف غلط بات اناپ سناپ کر کے منسوب کر دی جائے۔ یاد رہے کہ مولانا ابتداء میں عام موتی کے سماع کے منکر تھے جیسا کہ ان کی کتاب ”ستہ ضروریہ ص ۳۶“ پر اس کا ذکر موجود ہے مگر تینتیس سال تک سماع موتی کا انکار کرنے کے بعد آپؒ نے امام العصر مولانا سید انور شاہ کشمیریؒ کی تحقیق پر بنیاد رکھ کر اس سے رجوع کر لیا تھا۔ اور آپؒ سماع موتی کے مقرر ہو گئے تھے ﴿الفرقان لکھنؤ جمادی الاول ۱۳۸۶ھ﴾ نیز سماع الموتی ص ۱۹۱ ﴿

حرف آخر:

الحمد للہ ثم الحمد للہ۔ مکرین حیات النبی ﷺ کے کتابچہ ”کلمہ حق“ کا ہم نے مفصل جواب دے دیا ہے۔ قارئین ہمارے اس جوابی رسالہ کو پڑھ کر اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ اگر اس ٹولے کو اپنے حال میں ”سرست“ چھوڑ دیا جائے تو یہ کیا کیا گل کھلائیں گے؟ ان کے ”جبرؤں“ سے گستاخی رسول ﷺ اور ”توہین اکابر“ کا تعفن اٹھ رہا ہے۔ کاش علماء کرام اس عظیم فتنے کی دیسہ کاریوں کو سمجھیں اور پھر اپنا فرض منصبی ادا کرنے کے لئے میدانِ عمل میں اتر آئیں۔ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہم نے اس گستاخ ٹولے کے چہرے سے نقاب اتار کر حق و صداقت کا ”زناٹے دار تھپڑ“ رسید کر دیا ہے۔ اور اسی پر بس نہیں۔

ان عادت الغنرب عدنالها و كانت النعل لها حاضره.

اگر پچھو دو بارہ لوٹا تو اس کے لئے ہمارا جوتا بھی حاضر ہے۔

اللہ تعالیٰ عصر حاضر کے تمام فتنوں سے امت مسلمہ کی حفاظت فرمائے آمین بجاؤ النبی الکریم ﷺ

فقط والسلام۔

غلام آستانہ مشائخ دیوبند

حافظ عبد الجبار سلفی

خطیب جامع مسجد ختم نبوت، کھاڑک

ملتان روڈ، لاہور۔ 19 جولائی 2005ء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

جو مجھ کو دیتے ہیں دھمکیاں جلانے کی مٹائیں آج خیر وہ اپنے آشیانے کی
 ملے گا آپ کی ہر بات کا جواب نہیں مگر اٹھائیے پہلے قسم نہ جانے کی

رسالہ لا جواب

سَوُّطُ الْعَذَابِ عَلَى الْعَنِيدِ الْكَذَّابِ

از قلم حقیقت رقم

حافظ محمد عبد الجبار سلفی

الحمد لله رب العالمين والعاقبة للمتقين والصلوة والسلام على سيد
الانبياء والمرسلين ، وعلى آله واصحابه الطيبين الطاهرين خصوصاً على
سيد الخلفاء الراشدين المهديين امام بعد فاعوذ بالله من الشيطان الرجيم
بسم الله الرحمن الرحيم . وللاخرة خير لك من الاولى . صدق الله
العظيم .

قارئین باتمکین کی خدمت میں عرض ہے کہ محض اللہ تعالیٰ کی توفیق کے ساتھ اس
مگناہ گار، سیاہ کار نے مسئلہ حیات النبی ﷺ پر خامہ فرسائی کی اور اکابر علماء اہل سنت دیوبند
کے مسلک و مشرب کو تحریراً تقریراً بیان کیا۔ جو کتب و رسائل بندہ نے سپرد قلم کیے ان میں
ایک رسالہ ”جعلی دیوبندیوں کی اصلی کہانی“ بھی ہے اگرچہ یہ رسالہ نہایت عجلت میں لکھا
گیا تھا مگر جہاں جہاں پہنچا علماء کرام اور طلباء عظام نے ”تحسین و آفرین“ کے ڈنکرے
برسائے۔ یہ رسالہ جہاں اپنوں کے لئے باعث تسکین ہوا وہاں ”خرمن ممانیت“ پر ”برق
سوزیاں“ بن کر گرا اور منکرین حیات النبی ﷺ میں ایک اضطراری کیفیت پیدا ہو گئی۔
ہمارے رسالے میں جو حقائق موجود ہیں ان کی تردید کوئی منکر حیات مولانا نہ کر سکے البتہ
منڈی بہاؤ الدین کے ایک ”حکیم صاحب“ کو ”جوارش جالینوس“ اور ”لعوق سپستاں“
فردخت کرنے سے کچھ فرصت ملی تو انہوں نے بارہ صفحات پر مشتمل ایک خط ”عبدالبارسلفی
حیاتی مولوی کے نام خط“ کے عنوان سے لکھا اور یوں ممانیوں کی کمر سے بوجھ اتارنے کی
نا کام کوشش کی۔ مثل مشہور ہے ”نیم حکیم خطرہ جان“ اور اگر نیم حکیم محقق بھی بن جائے تو پھر
کہا جاتا ہے ”نیم ملاں خطرہ ایمان“ یہ حکیم جی نہ صرف جان کے بلکہ ایمان دشمنی پر بھی ادھار
کھائے بیٹھے ہیں۔ ہمیں بعض دوستوں نے کہا کہ اس خط کا جواب دینے کی کوئی ضرورت
نہیں کیونکہ صاحب مکتوب کی اپنی کوئی حیثیت نہیں مگر چونکہ مسلک کا مسئلہ ہے اور موصوف

اس خط کی کاپیاں تقسیم کر رہے ہیں اس لیے ہم نے اپنی یا فریق مخالف میں سے کسی ذات کو نہیں دیکھنا مسلک کی صداقت کو بیان کرنا ہے۔ چنانچہ بعض کرم فرماؤں نے بندہ کو حکم دیا کہ اس کا جواب ضرور لکھا جائے۔ ”بسم اللہ بحرینہا و مرئہا“ کہہ کر قلم ہاتھ میں پکڑا اور ”کشتی“ تحقیق پر بیٹھ کر تعاقب شروع کر رہے ہیں۔ رہے نام اللہ کا۔ اور اپنے جوابی رسالے کا نام سوط العذاب علی العینہ الکذاب ”تجویز کر رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو حق سمجھنے کی توفیق دے اور اکابرین اہل سنت دیوبند کے ساتھ محبت و عقیدت نصیب فرماوے۔ آمین بجاہ النبی الکریم ﷺ۔

خاکپائے اکابرین اہل سنت دیوبند

حافظ محمد عبدالجبار سلفی

خطیب جامع مسجد ختم نبوت کھاڑک ملتان روڈ لاہور

۵ جولائی ۲۰۰۶ء بروز بدھ بوقت ۱۰:۳۰ شب

خط یا گالی نامہ:

حکیم مشتاق صاحب نے اپنے خط کی ابتداء تسمیہ سے نہیں کی "توحید و سنت" کے یہ جدید "اشاعتی" دل کی بھڑاس نکالنے میں اتنے بے چین ہیں کہ اللہ کے نام سے ابتداء ہی نہیں کرتے۔ حکیم صاحب نے راقم الحروف کو خوب برا بھلا کہا ہے مثلاً فریبی، جعل ساز، ضدی، متعصب (صفحہ نمبر ۱) عبدالبیار حیاتی مولوی زہر کا پیالہ پی سکتا ہے..... اگر اس میں کچھ شرم و حیا موجود ہے (صفحہ نمبر ۲) حیاتی مولوی اپنی خباثت کا اظہار کرتا ہے (صفحہ نمبر ۶) مولوی عبدالبیار کے جگر میں آگ لگی ہوئی ہے (صفحہ نمبر ۷) اگر حیاتی مولوی میں ایمانی غیرت ہے (صفحہ نمبر ۹) حیاتی مولوی اپنی مکروہ ذہنی اختراع کا اظہار مگاہے بگا ہے کرتا رہتا ہے (صفحہ نمبر ۱۱) دھوکہ باز، بے غیرت انسان (صفحہ نمبر ۱۲)

قارئین کرام! جب انسان دلائل کا جواب دینے سے عاجز آجائے تو پھر وہ یہی زبان استعمال کرتا ہے جو حکیم صاحب کر رہے ہیں۔ آخر فرعون نے بھی تو کہہ ہی دیا تھا "اِنِّیْ لَا ظَنُّکَ یَنْفَعُوْنِیْ مُسْحُوْرًا" میرے گمان کے مطابق تو اے موسیٰ تجھ پر جادو ہو گیا ہے اور مزید کہا "اِنَّ رَسُوْلَکُمُ الَّذِیْ اَرْسَلَ اِلَیْکُمْ لَمَجْنُوْنٌ" تمہارا پیغام لانے والا جو تمہاری طرف بھیجا گیا ہے ضرور یاد لاپے، ترجمہ حضرت شیخ الہند، نیز مشرکین مکہ آنحضرتؐ کو (العیاذ باللہ) دیوانہ کہتے تھے اللہ تعالیٰ نے فرمایا "فَاَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّکَ تَمْجُنُوْنٌ" تو نہیں اپنے رب کے فضل سے دیوانہ۔ تو یہ سلسلہ ابتداء سے چلا آ رہا ہے اہل باطل جب دلائل کا توڑ نہ کرنے، بیسودہ زبان پر اتر آئے۔ مد مقابل خواہ اللہ تعالیٰ کے برتر زیدہ بندے یعنی انبیاء علیہم السلام ہی کیوں نہ ہوں۔ تو پھر ماوشما کی کیا حقیقت ہے؟ لہذا ہمیں اس سے کوئی پریشانی نہیں ہے۔ آپ اپنا کام کرتے جائیں ہم اپنا!

ذکر کانٹوں کا آپ کی فطرت
ہم تو کرتے ہیں بات پھولوں کی

حکیم صاحب کا پہلا مغالطہ:

مولوی عبدالبہار سلتی صاحب نے ایک کتابچہ شائع کیا ہے۔ جس کا نام ”جعلی دیوبندیوں کی اصلی کہانی“ رکھا ہے۔ لیکن قارئین کرام کو عنقریب پتہ چل جائے گا کہ عبدالبہار حیاتی مولوی صاحب نے اس کتابچہ میں کتنے جعل و فریب اور جعل سازی سے کام لیا ہے۔ مولوی صاحب ”جعلی دیوبندیوں کی اصلی کہانی“ کے صفحہ ۲ پر لکھتے ہیں کہ اس شخص (سید عنایت اللہ شاہ بخاری) کے لیے غالباً ہدایت کے دروازے بند ہو چکے ہیں۔ حیاتی مولوی صاحب نے سید عنایت اللہ شاہ بخاری پر ہدایت کے دروازے بند ہونے کا فتویٰ شاید اس لیے صادر فرمایا کہ شاہ صاحب نے قرآن پاک کی آیات کے مقابلہ میں ”المہند علی المہند“ اور ”آب حیات“ کی عبارات کو قبول نہیں فرمایا۔ اس لیے حیاتی مولوی صاحب کو شاہ جی سے بہت تکلیف اور مروڑ ہے۔ قارئین کرام اس سے اندازہ لگائیں کہ عبدالبہار حیاتی مولوی صاحب کو قرآن پاک کی آیات سے کس قدر چڑ ہے اور اس کے مقابلے میں المہند وغیرہ کی عبارات سے کس قدر الفت اور محبت ہے۔ ﴿کتوب ص ۱﴾

جواب:

اولاً:

حکیم جی کو ہماری عبارت سمجھنے میں سخت مغالطہ ہوا ہے کیونکہ شاہ صاحب کے متعلق ہدایت کے دروازے بند ہونے والی بات راقم الحروف کی نہیں بلکہ حضرت مولانا عبدالحلیم جہلمیؒ کی ہے۔ اور اصل واقعہ جس بناء پر حضرت جہلمیؒ نے یہ بات فرمائی تھی اس

کو حکیم صاحب "خمیرہ گاؤ زبان" سمجھ کر چٹ کر گئے ہیں۔ اصل میں کشمیر کے ایک علاقہ ڈھڈیال میں حجت الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ کی کتاب آبِ حیات کو شاہ صاحب نے جوتیوں پر ڈالا تھا جس پر مولانا جہلمیؒ نے فرمایا کہ "اس شخص کے لئے غالباً ہدایت کے دروازے بند ہو چکے ہیں" بحوالہ ماہ نامہ حق چار یاڑ لاہور کا حضرت جہلمیؒ نمبر ۱۲۵ ص ۱۲۵

ثانیاً:

آپ کا یہ فرمانا کہ "شاہ صاحب نے الہند اور آبِ حیات کی عبارات کو قرآن پاک کے مقابلہ میں قبول نہیں کیا" سخت دھوکہ اور فریب ہے۔ الہند علی المسفند اکابر دیوبند کی متفقہ دستاویز ہے۔ اس کو قرآن پاک کے مخالف قرار دینا جملہ مشائخ دیوبند کو قرآن پاک کا مخالف قرار دینے کے مترادف ہے۔ (نعوذ باللہ من ذالک)

قرآن کے نام پر تم فراڈ کرتے ہو۔ آخر خارجی جو ہوئے۔ قارئین کرام خود فیصلہ کریں کہ کیا کوئی دیوبندی اپنے اکابر کو مخالف قرآن کہہ سکتا ہے؟ اور اگر کہے تو کیا وہ دیوبندی رہ سکتا ہے؟ الحمد للہ ہم اصلی دیوبندی تو اپنے بزرگوں کے نام کی مالا جیتے ہیں۔ ان کی تحقیق کو آنکھیں بند کر کے قبول کرتے ہیں۔ اور تم جعلی دیوبندی رات دن اکابر کے خلاف بدزبانی کرتے ہو۔ اگر تمہارے اندر خشاش بھر بھی ایمان اور انصاف کی رمت ہوتی یا کوئی ادنیٰ سی انسانوں والی خصلت ہوتی تو شیطان کے بہکاوے میں آکر یوں ڈاڑ خائی کبھی نہ کرتے۔ اسی دریدہ دہنی کی وجہ سے ہم نے آپ کو جعلی کہہ کر آپ کی اصلی کہانی قوم کے سامنے رکھی۔ جس پر آپ ہم سے خاصے برہم ہوئے ہیں۔ ہمیں شاہ صاحب سے کوئی تکلیف یا مروڑ نہیں ہے۔ تکلیف اور مروڑ تو تمہیں ہو رہا ہے کہ راقم الحروف نے مشائخ دیوبند کی ترجمانی کر کے مماہیت کی رکھتی رگ کو کیوں دبایا ہے؟ اور حکیم ہو کر بھی آپ کوئی

ایسی ”پھکی“ تیار نہ کر سکے جو آپ کے مرد کو رفع کر سکے۔

دوسرا مغالطہ:

حکیم صاحب لکھتے ہیں۔

المہند کے صفحہ نمبر ۱۴ پر موجود ہے ”حضور ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں یہ حیات دنیا کی سی ہے“ یعنی یہ حیات دنیاوی ہے برزخی نہیں“ اور المہند کے ص ۱۵ پر ہے ”یہ حیات برزخی ہے“ محترم جناب مولوی عبدالجبار حیاتی صاحب المہند کے ص ۱۴ اور صفحہ ۱۵ والی عبارات کو بار بار توجہ سے پڑھیں لیکن ضد اور تعصب کی عینک اتار کر اور اپنے ضمیر کو حاضر کر کے فیصلہ دیں کہ ان دونوں عبارات میں کتنا بڑا تضاد ہے اور کتنی بڑی قاحش غلطی موجود ہے۔ اسی طرح آپ حیات کے ص ۳۶ پر بانی دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ تحریر فرماتے ہیں ”انبیاء بدستور زندہ ہیں“ المہند کے ص ۱۴ والی عبارت کہ حضور ﷺ کی قبر مبارک میں دنیاوی حیات ہے برزخی نہیں ہے“ اور آپ حیات کے ص ۳۶ والی عبارت ”انبیاء بدستور زندہ ہیں“ یہ دونوں عبارتیں قرآن پاک کی آیات کے خلاف ہیں۔ اگر عبدالجبار حیاتی کے اندر کچھ انسانی غیرت موجود ہے اور قرآنی آیات کی کچھ شرم و حیا موجود ہے اور شریر النفس نہیں یعنی تاویل پس گھڑ لینے والے نہیں ہیں تو المہند کی یہ دونوں عبارتیں قرآن پاک کی آیات سے ثابت کرنی ہوں گی۔ بلفظہ ۲ مکتوب ص ۲۰

جواب:

جس طرح بھیجئے کو ایک کے دو نظر آتے ہیں اسی طرح حکیم صاحب اور باقی مہمتیوں کو المہند کی ایک عبارت سے دو مفہوم نظر آتے ہیں۔ حکیم جی آپ گیدڑ کی طرح مارا ہوا شکار کھانے کے عادی ہیں، خود شکاری نہیں ہیں۔ یعنی یہ اعتراض آپ کے بڑے

کرتے آئے ہیں اور منہ کی کھاتے آئے ہیں، ابھی حال ہی میں ہماری کتاب ”لطمت الحق“ شائع ہوئی ہے۔ اس میں ہم نے تفصیل کے ساتھ الہند کی عبادت پر بحث کر کے تمہارے اعتراض کے تار پود بکھیر دیئے ہیں امید ہے آپ نے لطمت الحق کا مطالعہ کیا ہوگا۔ سو مختصراً عرض ہے کہ حیات دنیوی سے مراد یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے دنیا والے جسم اطہر میں روح مبارک موجود ہے اور برزخ کا مطلب واضح ہے کہ آنجناب ﷺ تریسٹھ برس کی عمر گزارنے کے بعد دنیا سے تشریف لے گئے اور قبر شریف میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو حیات عطا فرمائی ہے۔ برزخ پردے کو کہتے ہیں۔ پھر برزخ کے مختلف درجات ہیں۔ الہند میں جہاں برزخی حیات کی نشی ہے اس سے مراد یہ ہے کہ جو حیات برزخی تمام انسانوں کو حاصل ہے وہ انبیاء کو حاصل نہیں کیونکہ انکی حیات ان سے ارفع ہے اور جہاں حیات برزخی کا اثبات ہے اس سے مراد یہ ہے کہ یہ مطلق دنیوی حیات نہیں جس میں جسم کی نشوونما ہوتی ہے، انسان عبادت کا مکلف ہوتا ہے۔ اور روضہ اطہر میں انبیاء علیہم السلام کا عبادت کرنا تکلیف نہیں ملتا۔

نوٹ!

اس موضوع پر ہمارا ایک رسالہ ”حیات برزخی اور مماتوں کا فریب“ کے نام سے زیر طبع ہے جو جمعیت اشاعت التوحید لاہور کے ایک رسالے کا جواب ہے اس کا مطالعہ انشاء اللہ مفید رہے گا۔

اور حضرت نانوتویؒ کی عبارت ”انبیاء علیہم السلام بدستور زندہ ہیں“ پر آپ کو کیا اعتراض ہے؟ اگر آپ کی مراد یہ ہے کہ حضرت نانوتویؒ دنیا والی حیات کا تسلسل مانتے ہیں اور موت کا (معاذ اللہ) انکار کرتے ہیں تو یہ تمہارا نہ صرف بہت بڑا جھوٹ اور جہالت ہے بلکہ ایک عالم ربانی پر الزام ہے۔ حضرت حیات فی القبر پر بحث کر رہے ہیں نیز اپنی مایہ ناز

کتاب اجوبہ اربعین میں فرماتے ہیں "القصد حیات جسمانی انبیاء علیہم السلام کا بعد موت بھی اقرار ضروری ہے (اجوبہ اربعین ص ۳۰۰) ہم نے اس عنوان پر بھی "لطمۃ الحق" میں تسلی بخش بحث کر دی ہے اور مہماتیوں کے دجل اور اسلاف دشمنی سے پردہ اٹھایا ہے۔

تیسرا مغالطہ:

مہماتی حکیم صاحب لکھتے ہیں۔ آب حیات کی عبارت قرآنی آیات کے صریح خلاف ہے تو پھر عبد الباقی مولوی صاحب زہر کا پیالہ تو پی سکتا ہے لیکن اپنے اعلان کے مطابق دونوں عبارتیں قرآنی آیات سے ثابت نہیں کر سکتا۔ (اور اس سے قبل لکھتے ہیں) بانی دارالعلوم دیوبند کی قبر پر کروڑ ہا رحمتیں ہوں ﴿مکتوب ص ۲﴾

جواب:

حکیم صاحب کی "حکمت" ملاحظہ ہو کہ حضرت نانوتویؒ کی عبارت قرآن پاک کے خلاف ہے اور پھر یہ بھی کہ "اللہ ان کی قبر پر کروڑ ہا رحمتیں کرے"۔ اسے کہتے ہیں "من حرامیٰ جحشاں ڈھیر"۔ بانی دارالعلوم دیوبند کو مخالف قرآن کہہ کر "بریلی کے خان جی" کی قبر کو ٹھنڈا کیا جا رہا ہے اور ساتھ رحمت کی دعائیں کی جا رہی ہیں تاکہ دیوبندیت سے اخراج بھی نہ ہو۔ قیامت کی نشانی ہے کہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ جو اہل علم کی آبرو ہیں، جنہوں نے قرآن پاک کی خوشبوؤں سے ایک جہان کو معطر کیا اور جن کا دارالعلوم دیوبند آج بھی امت مسلمہ کی راہنمائی کر رہا ہے وہ تو قرآن پاک سمجھ نہ سکے اور یہ بہادری مدینہ "سندی" میں بیٹھ کر "لبوب کبیر" اور "خیرہ ابریشم" بیچنے والے قرآن مقدس سے نابلدہ دین سے کورے، علم سے بہرہ، عقل و خرد سے بیگانے اور اخلاق و تمیز سے نا آشنا "قرآن دان" بن کر اسلاف کی رازھیوں پر دھول اڑانے آگئے ہیں۔ اچی منہ دھو کر آئیے!

یہ مرزائیت و رضا خانیت کے ٹاؤٹ دیوبندیت میں گھس کر مسلک حق کو بدنام کر رہے ہیں۔ حکیم جی! قرآن مجید میں شہداء کی حیات عبارت انص سے ثابت ہے اور پوری امت کے مفسرین دلائل انص سے انبیاء کی حیات ثابت کرتے ہیں۔ کیا پوری کی پوری امت گمراہ ہے اور صراط مستقیم پر تم چند "منشی بھر" سر بھرے ہو۔ ہمارے پاس آنحضرت ﷺ اور دیگر انبیاء علیہم السلام کی حیات فی القبر پر قرآن و حدیث، آثار صحابہ، اجماع امت اور اقوال سلف کا ذخیرہ ہے اور تمہارا دعویٰ ہے کہ حضور ﷺ کو قبر مبارک میں حیات حاصل نہیں تم اپنے اس دعوے پر کتاب و سنت سے کوئی دلیل تو درکنار کسی "اس بازار" کے آدمی کا قول بھی نہیں دکھا سکتے۔ تمہاری دیوبندیت کا پردہ چاک ہو چکا ہے۔ آج تک آپ نے اپنے عقیدے کو تقیہ کی چادر میں لپیٹا ہوا ہے۔ اور مرزائیوں کی طرح چور دروازہ نکال کر انتشار پھیلا رہے ہو۔ جس طرح عورت اپنے ناجائز بچے کو چھپاتی ہے، مماتی اپنا عقیدہ ایسے ہی چھپاتے ہیں۔ پھر جب تعاقب ہوتا ہے تو پھر بزرگوں کو برا بھلا کہہ کر اپنی خفت مٹاتے ہیں۔ مگر جوں جوں ان کی اسلاف دشمنی بڑھ رہی ہے، ان کی خباثتیں اتنی ہی ابھر کر منظر عام پر آرہی ہیں کیونکہ۔

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد

اندر میلش طعنہ پا کاں نہد۔

چوتھا مغالطہ:

مماتی مکتوب نگار لکھتے ہیں۔

علامہ سرفراز خان صاحب اور ان کے حواریوں کی تحقیق بانی دارالعلوم دیوبند کی

تحقیق کے مقابلہ میں خود ساختہ ہے جو ۵۸ء میں اختراع کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ حضور ﷺ پر

موت آچکی ہے لیکن قبر مبارک میں دفن ہوتے ہی پھر آپ ﷺ کو وہی دنیاوی حقیقی زندگی مل گئی ہے۔ حالانکہ قرآن و سنت اور صحابہ کرامؓ کے عمل سے قبر مبارک میں دنیاوی زندگی کا کوئی ثبوت موجود نہیں ہے البتہ موت کا ذکر ہے جس کو ہزاروں انسانوں نے دیکھا اور حضرت ابوبکر صدیقؓ نے آپ ﷺ کی موت کا اعلان کیا جس پر لاکھ سے زیادہ صحابہ کرامؓ نے تصدیق فرمائی بلفظ۔ ﴿مکتوب ص ۳﴾

جواب:

”روندی یاراں نوں لئے لئے ناں بھراواں دا“ بحث تو آپ کی میرے ساتھ ہے، اصلی کہانی ہم نے لکھی اور حضرت شیخ دامت فیضہم پر برسنے کی وجہ سوائے اس کے اور کیا ہے کہ ”تسکین الصدور“ نے آپ کا جینا حرام کیا ہوا ہے ہمارے سینوں کی تسکین ہے تمہارے لیے تو جلن ہے اور یہ جلن تمہیں چین نہیں لینے دے رہی۔ اور حضرت شیخ مدظلہم کا عقیدہ ۵۸ء کا ایجاد شدہ نہیں ہے۔ اپنی شیطنیت کا بوجھ دوسروں پر کیوں رکھتے ہو؟ ۵۸ء ممانی عقیدے کی ابتداء ہے۔ جب سید صاحب اور ان کے ”پجاریوں“ نے اجماعی عقیدے کا انکار کر کے اور ہم بچایا۔ حیات النبی ﷺ کے عقیدے میں ہمارے شیخ دامت فیضہم تمہاری طرح لاوارث اور اکیلے نہیں ہیں اللہ کے فضل سے حقد میں و متاخرین، صحابہؓ و تابعین، فقہاء و مؤرخین اور محدثین و مفسرین کا ہاتھ آپ کی پشت پر ہے۔ اور آپ نے تسکین الصدور، سماع موتی اور الشہاب السہیل لکھ کر تمہارے ”بچنے“ اور چرکے رکھ دیے ہیں نیز پندرہ سے زائد جدید علمائے حق دیوبند نے تسکین الصدور پر تقاریف لکھی ہیں۔ ان سارے حقائق سے طوطا چشتی کر کے تم فقط مولانا محمد سرفراز خان صاحب صندرد فلاح کو مجرم ٹھہرا رہے ہو۔ حیرت ہے۔ اور حکیم جی تم جو ”توحید و سنت“ کے ٹھیکیدار بنے پھرتے ہو۔ کوئی ایک کتاب پیش کرو جو تمہارے وڈیروں نے شرک و بدعت کی تردید میں لکھی ہو۔ تم

بک بک کر کے بھی فیض ہمارے ہی گھر سے حاصل کرتے ہو! جی ہاں بالکل! مسئلہ حاضر ناظر ہو تو حضرت شیخ کی کتاب "تبرید النواظر" تمہاری بغل میں ہوتی ہے۔ مسئلہ علم غیب ہو تو شیخ مدظلہ کی کتاب "از اللہ الریب" کی طرف بھاگتے ہو۔ مختار کل کی بحث ہو تو حضرت شیخ کی کتاب "دل کا سرور" اٹھا لیتے ہو۔ اور بدعات و رسومات سے بچنے کے لیے حضرت شیخ کی کتاب "راہِ سنت" کے علاوہ تمہیں کہاں پناہ مل سکتی ہے؟ اور شیعوں کا تابوت تمہارے گھر کے دروازے پر آتا ہے تو حضرت شیخ کی کتاب "ارشاد الشیعہ" کی جانب لپکتے ہو۔ اور جب خود بدعت کی بیڑی پر چڑھتے ہو اور صندوقی لکوار سر پر پڑتی ہے تو گز گز بھڑبھڑائیں نکال کر کہتے ہو "یہ ان کا اختراع ہے" گویا بیٹھا بیٹھا پپ ہپ، کڑوا کڑوا تھو تھو۔ سنو حکیم جی! اگر مولانا محمد سرفراز خان صاحب صندوق مدظلہ، کتاب و سنت کے جام نہ بانٹتے تو آج تم بھی کسی "سرکار" کے مزار پر ہنڈیا چاٹ رہے ہوتے۔ اور کسی "لاٹانی" کے دربار پر دھمال ڈال رہے ہوتے۔ حضرت شیخ کا فیضان آج بھی جاری ہے اور انشاء اللہ قیامت تک جاری رہے گا۔

خدا رکھے بہت اونچا ہے معیارِ نظر اس کا
بوقتِ فیض جس نے اپنے بیگانے نہیں دیکھے

خطبہ صدیق اکبرؓ:

ہم تقریباً اپنے تمام رسائل میں اس پر مفصل بحث کر چکے ہیں۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے دنیاوی موت کا اعلان فرمایا اور ہم دنیاوی موت کے قائل ہیں۔ اور فرمایا کہ اللہ آپ کو دو موتیں بھی نہیں چکھائیں گے۔ یعنی روضۂ اطہر میں آپ ﷺ کے بدن میں لونٹائی جانے والی روح پھر بھی نہیں نلکے گی۔ آپ ﷺ ہمیشہ ہمیشہ زندہ رہیں گے۔ آنحضرت ﷺ

کی وفات پر صحابہ کرامؓ کا اجماع ہے اور حیات فی القبر پر بھی۔ ہم صحابہ کرامؓ کے اجماعی عقیدے کو سرچشم قبول کرتے ہیں اور اس عقیدے پر فخر کرتے ہیں۔ الحمد للہ علی ذالک۔
علامہ یحییٰؒ کا ارشاد:

علامہ بدر الدین یحییٰؒ (المتوفی ۸۵۵ھ) "أَمْتَنَا الْفَتَنَيْنِ" کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

اراده بالموتین الموت فی الدنیا والموت فی القبر وهما موتان المعروفان المشهورتان فلذلك ذکرهما بالتعریف وهما موتان لكل احد غیر الانبیاء علیہم السلام فانہم لا یموتون فی قبورہم بل ہم احياء واما سائر الخلق فہم یموتون فی القبور ثم یحیون یوم القیامتہ.

﴿عمدة القاری جلد نمبر ۷ صفحہ نمبر ۶۰﴾

ترجمہ:

دو موتوں سے ایک وہ مراد ہے جو دنیا میں آتی ہے اور دوسری وہ ہے جو قبر میں آتی ہے۔ یہی دو معروف و مشہور موتیں ہیں۔ ہاں انبیاء علیہم السلام اس سے مستثنیٰ ہیں وہ اپنی قبروں میں نہیں مرتے بلکہ وہ زندہ ہی رہتے ہیں بخلاف دیگر مخلوق کے کہ (سوال و جواب کے بعد) وہ قبروں میں وفات پا جاتے ہیں اور پھر قیامت کے دن وہ زندہ ہوں گے۔

فرمائیے خطبہ محمدیؐ ہمارے حق میں ہے یا تمہارے؟ اب علامہ یحییٰ حنفیؒ پر بھی فتویٰ لگا دو۔ آخر "توحید و سنت" کی خدمت جو کرنی ہے اور وہ اسی صورت میں ہے کہ اپنے اسلاف پر طنز کرو۔ خواہ اسفا۔

پانچواں مغالطہ:

حکیم صاحب لکھتے ہیں۔ مذکورہ کتابچہ کے صفحہ نمبر ۱۰ پر عبد الجبار حیاتی مولوی صاحب لکھتے ہیں کہ حیات النبی ﷺ کا تو شیعوں نے بھی انکار نہیں کیا، جناب محترم ہم بھی تو یہی کہتے ہیں کہ دین حق کو جتنا نقصان شیعوں نے پہنچایا ہے شاید ہی کسی نے پہنچایا ہو۔ اس مسئلہ کا موجد بھی سب سے پہلے شیعہ مذہب ہے۔ جن کی مستند کتاب اصول کافی میں ہے کہ نبی علیہ السلام اپنی قبر میں دنیاوی زندگی سے حیات ہیں نمازیں پڑھتے ہیں، زائر کو دیکھتے ہیں اور اس کی بات سنتے ہیں اور آپ ﷺ کی خدمت میں بیویاں پیش کی جاتی ہیں۔ شیعوں کی کتابوں سے یہ مسئلہ اہل سنت کی کتابوں میں آیا اور اسی طرح اس مسئلہ کو علامہ سرفراز خان صاحب نے اپنی کتابوں کی زینت بنایا۔ بلفظ۔

جواب:

مسئلہ حیات النبی ﷺ جیسے اہل سنت کے اجماعی اور بنیادی عقیدے کو شیعوں کا عقیدہ قرار دینا بہت بڑی جسارت اور ممانی ثولے کی جہالت ہے۔ اور حکیم جی کی یہ عبارت بھی ان کے مبلغ علم کا منہ چڑا رہی ہے یعنی ”اس مسئلے کا موجد سب سے پہلے شیعہ مذہب ہے“ حالانکہ ”موجد“ کہنے کے بعد ”سب سے پہلے“ کے الفاظ کی ضرورت نہیں رہتی۔ چونکہ موجد کہتے ہی اسے ہیں جو کسی کام کو ابتدا سرانجام دے۔ حکیم صاحب نوٹ کر لیجیے ہمارے ساتھ ٹانگ اڑانے کا آپ کو اچھا خاصا فائدہ ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

ہم نے اپنے کتابچہ میں یہ لکھا تھا کہ شیعہ مذہب جس کا باوا آدم ہی نرالا ہے حیات النبی ﷺ کا انکار تو انہوں نے بھی نہیں کیا۔ باقی اصول کافی ج ۱ ص ۳۵۶ والی روایت میں جو ردضہ اطہر میں ازواج پیش ہونے والی بات ہے یہ اہل سنت کا مذہب نہیں شیعی

مغلطات ہیں (اگرچہ شیعہ علماء بھی اس روایت کو سندی طور پر صحیح تسلیم نہیں کرتے ملاحظہ ہو حاشیہ اصول کافی اور الشانی ج ۳ ص ۲۸) دوسری بات یہ ہے کہ جن مسائل میں شیعہ و سنی متفق ہیں کیا انکو یہ کہہ کر ترک کر دیا جائے گا کہ یہ ”شیعوں کا مذہب ہے“ شیعہ اللہ تعالیٰ کو مانتے ہیں لہذا جمعیت اشاعت التوحید والے اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی کا انکار کر دیں اور پھر موحدین کے خلاف مضامین لکھیں کہ توحید والا عقیدہ شیعہ کتب سے اہل سنت کی کتابوں میں آیا اور شیعہ حضور ﷺ کو بھی مانتے ہیں لہذا رسالت کا بھی انکار کر دو اور آج ہی سے اعلان کر دو کہ ہماری جماعت کا نام ”اشاعت التوحید والسنۃ“ کی بجائے ”اشاعتہ القبلیس والفقنہ“ ہے۔ آپ کو شرم آنی چاہیے کہ یہ ایسا اتفاقی و اجماعی عقیدہ ہے کہ شیعہ شرابہریہ بھی انکار نہیں کرتے اور ہم نے ”اصلی کہانی“ میں ایک شیعہ رائٹر شاہد زحیم فاطمی کا مندرجہ ذیل حوالہ بھی دیا تھا کہ ”سید عنایت اللہ شاہ بخاری کو جو توحید کا ہیضہ ہوا تو اس نے حیات النبی ﷺ کے مسلمہ عقیدے کا انکار کیا“ (پردہ الحجاب جلد نمبر ۲ صفحہ نمبر ۳۶)

نکل جاتی ہے سچی بات جس کے منہ سے مستی میں

فقیہ مصلحت میں سے وہ رند بادۂ خوار اچھا

چھٹا مغالطہ:

حکیم صاحب لکھتے ہیں ”آج کل عبدالبہار حیاتی مولوی صاحب کے نزدیک المہند معیار حق ہے کبھی زمانہ تھا اس وقت ان کے نزدیک صحابہ کرامؓ اور قرآن و سنت معیار حق ہوا کرتے تھے چونکہ صحابہ کرامؓ اور قرآن و سنت سے تو حیاتی مولوی مایوس ہو چکے ہیں جس کی وجہ سے اب ان کا معیار المہند پرانک چکا ہے۔“

تمہاری قسمت میں ہدایت ہوگی تو زہے نصیب! ورنہ ناک کے ساتھ لکیریں کھینچ کر کہو گے کہ ہمارا مسلک دیوبند کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔

ساتواں مغالطہ:

ہم نے اپنے رسالے اصلی کہانی میں مماتی ٹولے کے ایک رہنما عطاء اللہ بندیا لوی کے والد جناب مولانا محمد امیر صاحب کے ایک مکتوب کا ذکر کیا تھا جس میں انہوں نے بریلوی پیر کو ”بگڑی بنانے والا“ کہا تھا۔ حکیم صاحب ہماری اس معنی پر حقیقت بات کا جواب تو کہیں سے نہ لاسکے البتہ یوں تبصرہ پیش کرتے ہیں ”در اصل مولوی صاحب کے اندر جس پوشیدہ بیماری کی وجہ سے آگ لگی ہوئی ہے اس کا وہ برملا اظہار نہیں کر پا رہے۔ وہ یہ ہے کہ علامہ سرفراز خان صاحب نے جو عقیدہ ”سفارش در سفارش کرانے کا“ ان کو تحریر کر کے دیا ہے یعنی سب سے پہلے زائرِ روضۂ انور پر کھڑا ہو کر حضرت عمرؓ سے سفارش کی درخواست کرے پھر حضرت ابوبکرؓ سے کرے پھر حضور ﷺ کی بارگاہ میں سفارش کی درخواست کرے اور حضور ﷺ اللہ کی بارگاہ میں سفارش کریں اس مذکورہ سفارش در سفارش کرانے کے عقیدے پر نیلوی صاحب نے گرفت کرتے ہوئے چیخ دیا ہے کہ واہ رے ”دیوبندیت جدیدہ ترسیم شدہ“ یہ ہے وہ پوشیدہ بیماری کی آگ جس کا جواب بنانے کے لیے وہ بے تاب ہیں جو آگ عبدالبہار حیاتی مولوی صاحب کے جگر میں لگی ہوئی ہے۔ جس کو مولانا عطاء اللہ بندیا لوی صاحب کے والد محترم کا سفارشی خط بھی ٹھنڈا نہ کر سکا۔ سوائے ذلت و رسوائی میں اضافہ کرنے کے ہلقلہ۔

جواب:

ہماری بات کا جواب تو پھر نہیں دیا! ادھر ادھر کی ہانک کر حکیم صاحب اپنے دل کو

مطلبن کرنا چاہتے ہیں اور مماتی نوے میں اپنے نمبر بتانا چاہتے ہیں کہ دیکھو میں نے "اصلی کہانی" کا جواب دے دیا ہے۔ ہم نے دعویٰ کیا ہے کہ مولوی بندیا لوی صاحب کے والد صاحب نے ایک بدعتی پیر کو "بگڑی بنانے والا" کہہ کر "جدید موحدین" میں اپنا نام روشن کیا ہے۔ حکیم صاحب سے اس کا جواب تو بن نہ پڑا۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ ان کے "دعویٰ توحید" کی "دال میں کچھ کالا کالا" ہے

یہ اڑی اڑی سی رنگت، یہ کھلے کھلے سے گیسو

تیری صبح بتا رہی ہے، تیری رات کا فسانہ

اور ایک ہی جست لگا کر حضرت شیخ تک جا پہنچے کہ آپ سفارش و سفارش کا عقیدہ رکھتے ہیں یعنی ہماری حضرت شیخین کے آگے اور انکی حضور ﷺ کے آگے۔ حکیم صاحب ذرا جواب پڑھے اور سر میں "خاک ڈال کر" داویلا کیجئے کہ ہماری دعا بازی کے تار پود نکھر گئے ہیں۔ دراصل حضرت شیخ مدظلہم نے اپنی کتاب لا جواب "رسالہ سدید و ہر از فوائد مفیدہ، افاضہ مفیدہ مجلہ ایتھہ مستحکم" "سماع الموقی" اور "تسکین الصدور" میں لکھا ہے کہ جب زائر آنحضرت ﷺ پر صلوٰۃ و سلام عرض کرنے اور طلب دعا کی التجا سے فارغ ہو جائے تو پھر حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ سے سلام عرض کرے اور یوں کہے کہ آپ میرے لیے آنحضرت ﷺ سے میری مغفرت کی دعا کی سفارش کریں۔ اس عبارت پر حکیم جی اور ان سے قبل ان کے وڈیرے لب کشائی کرتے آئے ہیں۔ مگر منہ کی کھاتے آئے ہیں۔ کیونکہ حضرت شیخ دامت برکاتہم نے اس پر امام ابن الہمامؒ، حضرت ملا علی قاریؒ، علامہ بحر العلومؒ، علامہ رحمت اللہ السندیؒ، علامہ شریعتیؒ اور حضرت مولانا گنگوہیؒ وغیرہ احناف نقباء و علماء کرام کے حوالہ جات پیش کئے۔ مگر مہمتیوں کو تو صرف حضرت شیخ مدظلہم کے نام نامی اسم گرامی اے "جلن" ہے۔ اور آج تک کوئی ایسا "شریت بزدلی" تیار نہیں ہوا جو اس جلن کو

ختم کر سکے۔ حکیم صاحب کا تیار کردہ "بزدوری" بھی دو نمبر نکلا۔

بہر حال مشہور خفی عالم حضرت علامہ حسن بن عمار بن علی شریطائیؒ اس کے متعلق کیا فرماتے ہیں ملاحظہ ہو۔ آپؒ حضرت شیخینؒ کی قبور کے پاس حاضری دینے کا مستحب طریقہ بتلاتے ہوئے انتہائی محبت و عقیدت کے مہول برساتے ہوئے والہانہ انداز میں فرماتے ہیں۔

جَنَّا كَمَا نَتَوَسَّلُ بِكَمَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ يَشْفَعُ لَنَا وَيَسْتَلِ اللَّهُ رَبَّنَا أَنْ
يَتَقَبَّلَ مِنَّا وَيُخَوِّنَا عَلَى مَلَكِهِ وَيَمِيتَنَا عَلَيْهَا وَيُحْشِرَنَا فِي زَمَرَةٍ ثُمَّ
يَدْعُو لِنَفْسِهِ وَلِوَالِدَيْهِ الْخ.

﴿نور الایضاح ص ۱۹۳﴾

ترجمہ:

ہم تم دونوں کے پاس آئے ہیں۔ تمہیں وسیلہ کے طور پر آنجناب ﷺ کے رو برو پیش کرتے ہیں۔ تاکہ آپ ہماری شفاعت کریں اور ہمارے پروردگار سے التجا کریں کہ وہ ہماری کوشش کو قبول فرمائے اور ہمیں آپ کی ملت پر زندہ رکھے اور اسی پر وقات دے اور آپ کے گروہ میں ہمارا حشر کرے۔

حکیم صاحب ذرا جرأت کریں اور بتائیں کہ یہ بات صرف حضرت شیخ مدظلہم کہہ رہے ہیں یا آپ سے پہلے علماء احناف کہتے چلے آ رہے ہیں۔ دلائل کی دنیا میں اتر کر بات کرنا معنی رکھتا ہے۔ ایک شیخ الحدیث جس نے ساری زندگی توحید و سنت کی خدمت کی، فتنوں کا مردانہ وار مقابلہ کیا، اپنے بیگانے جس کے علم و فضل اور زہد و تقویٰ کے معترف ہیں۔ جن کے شاگرد آج دنیا میں پھیل کر دین حق کی خدمت میں مصروف ہیں، عرب و عجم کے علماء و فضلاء کو جس کی تحقیق پر اعتماد ہے جس مرد قلندر نے اکابرین دیوبند کے مسلک و مشرب کے چہار دانگ عالم ڈکے بجا دیئے جس نے بدعات کے ایوانوں میں ہلچل مچادی،

جس عالم ربانی نے رسومات کے اندھیروں میں سنتوں کے دیپ جلائے، جس کی ایک جھلک دیکھنے کے لیے کئی ”شب بیدار“ اور ”زندہ دار“ بے قرار رہے تاب رہتے ہیں۔ جس کا نام سن کر بڑے بڑے ”جبال علم“ آنکھیں جھکا دیں۔ جس کے علم کے سمندر کی موجوں سے بڑے بڑے فتنوں کے ”طرم خان“ ٹکرا کر پاش پاش ہو گئے۔ ایسے عالم حق کو مہماتی انبیوں سے طعن و تشنیع کا نشانہ بنانا وہ بے غیرتی اور اوچھا پن ہے جس پر جتنا افسوس کیا جائے کم ہے۔

آٹھواں مغالطہ:

حکیم صاحب رقمطراز ہیں۔ عبدالبجاری حیات مولوی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ ”پوری امت میں مشرق سے مغرب تک اور شمال سے جنوب تک سید عنایت اللہ شاہ بخاری پہلے شخص ہیں جنہوں نے عند القبر صلوٰۃ و سلام سننے کا انکار کیا ہے“ حضرت علامہ سید عنایت اللہ شاہ بخاری نے عند القبر سلام کا انکار کر کے عین قرآن و سنت اور صحابہ کرامؓ کے مشن کی خدمت کی ہے۔ ورنہ علامہ سرفراز خان صاحب اور ان کے حواریوں نے تو ”قوم“ کو مشرک بنانے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔

جواب:

سبحان اللہ! ”چوری الناسینہ زوری“ یا ”الناچور کو تو ال کو ڈانٹے“ پوری امت مسلمہ کے اجماعی عقیدے سے ٹکرا کر سید صاحب قرآن و سنت کے خادم رہے اور ہم اکابرین اہلسنت کے پاکیزہ مسلک کا دفاع کرنے والے ”مشرک“ ٹھہرے۔ تمہاری لغت میں مشرک وہ نہیں جو اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات میں کسی کو شریک ٹھہرائے بلکہ وہ مشرک ہے جو مہماتی کذابوں کو چھٹی کا دودھ یاد دلانے۔ تمہارے دڑیروں نے بدعتی کو ”بگڑی بنانے

والا تسلیم کیا ہے۔ تمہارے مقررین حضرات صحابہ کرامؓ کی گستاخی کرتے رہے۔ اولیاء اللہ پر طعن کرتے رہے۔ اور سارے مماتی حضور ﷺ کی شان میں گستاخی کرتے ہیں۔ ہاں ہمہ سارے بچے تو حیدی اور صحابہؓ کے مشن کے وارث ہیں۔

علامہ سرفراز خان صاحب کو چیلنج:

حکیم صاحب کافی ”اوٹ پٹانگ“ کہتے ہوئے رقمطراز ہیں ”اللہ کے پیارے کلام قرآن پاک میں ہے ”نہ اہل قبور کسی چیز کا اختیار رکھتے ہیں اور نہ زائر کا کلام سنتے ہیں اور دوسری آیت کریمہ میں (اہل قبور) مردہ ہیں (اب بھی) زندہ نہیں ہیں“ اس میں دنیاوی حیات فی القبر کی نفی ہے“ اب بھی اگر عبدالبہار حیاتی مولوی صاحب ضد پر اڑے رہیں اور قرآن و سنت کے حکم کو ماننے سے مسلسل انکار کرتے رہیں تو پھر پوری دنیا کے حیاتی مولوی اور علامہ سرفراز خان صاحب کو چیلنج ہے کہ اہل سنت و الجماعت کے کسی عالم دین محدث اور مفسر قرآن سے حوالہ پیش کریں جس نے اپنی تفسیر میں یہ لکھا ہو ”کہ مذکورہ دونوں آیات کریمہ کے حکم سے انبیاء علیہم السلام اور حضور ﷺ مستثنیٰ ہیں اور حضور ﷺ پر مذکورہ دونوں آیات کریمہ کا حکم لاگو اور نافذ نہیں ہو سکتا۔ دنیا میں ہے کوئی حیاتی مولوی یا بریلوی مولوی اس چیلنج کو قبول کرنے والا۔ اگر عبدالبہار حیاتی مولوی میں ایمانی غیرت ہے اور اسے اپنے آپ پر اصلی دیوبندی ہونے کا زعم اور دعویٰ ہے تو پھر سلف صالحین میں سے کسی ایک عالم دین اور مفسر قرآن کا حوالہ اور ثبوت پیش کر کے فی حوالہ ایک ہزار روپیہ نقد حاصل کریں۔ لیکن عبدالبہار حیاتی مولوی صاحب یہ کام اتنا آسان نہیں ہوگا جتنا ایک موحد انسان کو بدعتی بنا کر اور ان کے پیچھے نماز پڑھنے کو مکروہ تحریمی کے فتوے چھپوا کر شائع کر دینا آسان ہے۔

جواب:

داد کیا خوب ہے! ساری زندگی ”مجنون“ اور ”پھکی“ بیچنے والے اب علماء حق کو چیلنج دے رہے ہیں کہ آؤ قرآن ہم سے سیکھو۔ پنجابی مثل مشہور ہے ”ذات دی کوڑھ کر لی، شہتر اس نو چھے“ بندہ کم از کم اپنی اوقات ہی دیکھ لیتا ہے۔ ”گجرات، سرگودھا اور لاہور کے اشاعتی محققین کے گھٹنوں میں پانی تو رہا نہیں“ اب یہ ڈاکٹر، ڈرائیور اور جہاں مطلق ہمارے اکھڑ کا مقابلہ کر کے اپنے بڑوں کی قبروں سے بوجھ ہلکا کرنا چاہتے ہیں۔ کیا پدی؟ کیا پدی کا شور ہے؟ حکیم صاحب نے اپنے دعوے میں ایک آیت تحریر کی ”إِنْ تَذَعُوهُمْ لَا يَسْمَعُوا دُعَاءَكُمْ وَلَوْ سَمِعُوا مَا اسْتَجَابُوا لَكُمْ“۔ حالانکہ اس آیت میں مشرکین سے کہا جا رہا ہے کہ یہ بت، صورتیاں یا فرشتے جن کو تم خدا سمجھ کر پرستش کر رہے ہو اگر ان کو مصیبت کے وقت پکارو گے تو یہ اولاً تمہاری بات سن ہی نہ سکیں گے کیونکہ بتوں میں سننے کی استطاعت نہیں، رہ گئے فرشتے اور انبیاء تو فرشتے نہ ہر جگہ حاضر ناظر ہیں اور نہ ہر ایک کی باتوں کو سماعت کرتے ہیں۔ اور انبیاء کو اذن باری تعالیٰ کے بغیر سفارش کی اجازت ہی نہیں۔ اس آیت کے تحت مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب فرماتے ہیں ”اس آیت سے نہ اس کا (یعنی سماع موتی کا) اثبات ہوتا ہے اور نہ نفی۔ اس بحث کے دلائل دوسرے ہیں۔“ (معارف القرآن جلد نمبر ۷ صفحہ نمبر ۳۲۹)

اس آیت کا سماع موتی سے دور کا بھی کوئی تعلق نہیں ہے۔ ملاحظہ ہو۔

التفسیر حقانی:

اگر تم ان کو پکارو بھی تو تمہارا پکارنا نہیں سنتے اس لیے کہ وہ کھجرات بے حس و

حرکت ہیں (جلد نمبر ۶ صفحہ نمبر ۱۲۸)

۲: موضح القرآن:

بُت مراد ہیں۔

۳: تفسیر بے نظیر:

کفار انبیاء اور ملائکہ کو غائبانہ پکارتے ہیں۔ ﴿صفحہ ۲۸﴾

۴: مواہب الرحمن:

کیونکہ جن صورت کو بناتے ہیں وہ تم سے زیادہ عاجز ہیں کیونکہ تم میں اللہ تعالیٰ نے روح رکھی ہے اور ان میں کچھ بھی نہیں۔

۵: جواہر القرآن:

غائبانہ پکار مراد ہے ﴿جلد نمبر ۳ صفحہ نمبر ۹۷۲﴾

۶: بلغۃ الحیران:

غائبانہ پکار مراد ہے ﴿صفحہ ۵۱۵﴾

۷: جمل علی الجلائین:

بانہ جماد لیس من شانہ اسماع ﴿صفحہ ۲۹۰، جلد ۲﴾

۸: تفسیر ابن کثیر:

ای من الاصنام ﴿جلد ۳، صفحہ ۵۵۱﴾

۹: روح المعانی:

بُت یا عیسیٰ علیہم السلام اور فرشتے پکارنے والے سے دور ہیں۔ ﴿جلد ۲۲،

صفحہ ۱۸۲﴾

۱۰: فتح القدر للشوکانی:

جمادات ہیں۔ ﴿جلد ۴، صفحہ ۳۳۳﴾

۱۱: تفسیر خازن:

ان تدعوهم الاصلنام ﴿جلد ۴، صفحہ ۳۰۰﴾

حکیم جی یہ نسخے وصول کریں۔ اتفاقہ ہو جائے تو خیر۔ ورنہ مطلع کرنا انشاء اللہ مزید علاج کریں گے۔

اور آپ نے جو سماع موتی پر اس آیت کا حصہ پیش کیا "وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِهِ مَا يَمْلِكُونَ مِن قِطْمِيرٍ" اس کا بھی مسئلہ ہذا کے ساتھ تعلق نہیں، یہ بھی تمہاری جہالتوں کا نمونہ ہے۔ جلالین شریف میں ہے "وہو الاصلنام" اس سے بت مراد ہیں ﴿جلالین ص ۳۶۵ قدیمی کتب خانہ کراچی﴾

جناب حکیم صاحب! آپ نے ہمیں خط لکھ کر بڑی بغلیں بجائی ہوں گی کہ میں نے ایک رسالہ "اصلی کہانی" کا جواب دے دیا ہے۔ جبکہ اصلی کہانی میں ہم نے تمہاری جعلی دیوبندیت سے پردہ اٹھاتے ہوئے جتنی باتیں درج کی تھیں ان میں سے آپ نے کسی ایک کا جواب نہیں دیا۔ اور وہی چبے چبائے لقمے پیش کر کے سستے داموں محقق بننے کی کوشش کی ہے۔ ہمارا پہلا مطالبہ تو یہ ہے کہ ہم نے جتنے رسائل تمہاری خدمت میں پیش کئے ان سب کا جواب دو۔ اور جواب بھی وہ جسے اہل انصاف جواب کہہ سکیں اپنے نامہ اعمال کی طرح محض اوراق سیاہ نہ کرو۔ دوسرا مطالبہ یہ ہے کہ "اصلی کہانی" کا حرف بحرف جواب دو۔ انشاء اللہ مماتی احباب! لے لو کہ کبھی حقائق کا سامنا نہیں کر سکیں گے۔ ہم نے اپنے رسالہ "جعلی دیوبندیوں کی اصلی کہانی" میں مندرجہ ذیل الزامات کی روشنی میں مماتیوں کو "جعلی دیوبندی

ثابت کیا ہے۔

۱: بانی فرقہ مہمات نے آپ حیات اور المہند علی المہند جوتیوں پر ڈال کر اکابر علماء

دیوبند کی توہین کی ﴿اصلی کہانی ص ۲﴾

۲: سید ضیاء اللہ شاہ بخاری نے عقیدہ حیات النبی ﷺ کو ”گندگی“ قرار دیا۔

(نحوذ باللہ) ﴿اصلی کہانی ص ۳﴾

۳: احمد سعید خان صاحب نے قائلین سماع عند القبر کو کافر کہا اور خلیفہ بلا فصل

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی شان اقدس میں گستاخی کی۔ ﴿صفحہ ۴﴾

۴: بانی فرقہ مہمات نے قائلین سماع عند القبر کو ابو جہل کا ٹیڑھا کہا (جس کی زد میں جلیل

القدر صحابہ کرامؓ سمیت پوری امت آتی ہے)

۵: سید نیلوی شاہ صاحب نے جمہور فقہاء کو ”ایرے غیرے نحو خیرے“ کہا۔

۶: مماتی ٹولے کے ایک لیڈر نے علامہ ابن کثیرؒ کو بہت بڑی گالی دی ﴿تفصیل

کے لئے ملاحظہ ہو ”اصلی کہانی ص ۷﴾

۷: سید صاحب نے اہل بدعت کے ساتھ ایک معاہدہ کیا تھا۔

۸: مماتی ٹولے کے ایک رہنما نے حضرت مولانا حسین علیؒ داں بھجروی کی توہین

کی۔ وغیرہم.....

حکیم صاحب ذرا جرأت کیجیے، بھکھو بازیوں اور غل غپاڑے سے یہ بوجھ نہیں

اترے گا۔ حقائق کی دنیا میں آئیے اور انسانیت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے عقیدے کو

کتاب و سنت، اجماع صحابہؓ، فقہاء احناف اور اکابرین علماء دیوبند سے ثابت کیجئے۔ آپ

کے دذیرے تو یہی حسرت لے کر دنیا سے چلے گئے۔ چلو تم ہی طبع آزمائی کر کے دیکھ لو۔

مماتی ترکش کا آخری تیر:

اہل باطل کی عادت ہے کہ دلائل و براہین کی تلوار جب سر پر پڑتی ہے تو وہ تاب نہ لاتے ہوئے گالیاں دینے پر اتر آتے ہیں۔ یہی حال مماتی ٹولے کا ہے، بے ایمانی، بدتمیزی، جھوٹ اور گالیاں بکنا ان کا شیوہ ہے۔ چنانچہ اسی ”جماعتی دستور“ پر عمل کرتے ہوئے حکیم صاحب اپنے مکتوب کے آخر میں ہم سے یوں مخاطب ہیں۔

”بھیڑ پانماڈا کو، دھوکا باز، بے غیرت انسان، یہودیت کا نمونہ پیش کرنے والا

وغیرہ۔

جواب:

وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا .

”جواب جا حلاں باشد خموشی“

نقطہ

خاکپائے اکابرین اہل سنت علمائے دیوبند

حافظ محمد عبد الجبار سلفی

خطیب جامع مسجد ختم نبوت نیو مدینہ کالونی

کھاڑک ملتان روڈ لاہور۔

ادارہ مظہر التحقیق کی نشریات کا مختصر خاکہ 0321-4145543

نام مصنف	نام کتاب
مولانا قاضی محمد کرم الدین دبیر	تاریخ عبرت:
مولانا قاضی محمد کرم الدین دبیر	السیف المسلول لاعداء خلفاء الرسول (غیر مجلد)
مولانا قاضی محمد کرم الدین دبیر	تاریخہ سنت رد نقص و بدعت
مولانا قاضی محمد کرم الدین دبیر	فیض ہاری رد تحزیہ داری
مولانا قاضی مظہر حسین	خارجی فقہ (2 جلدیں)
مولانا قاضی مظہر حسین	بشارات الدارین بالصبر علی شہادت احسین
مولانا قاضی مظہر حسین	علمی محاسبہ
مولانا قاضی مظہر حسین	مشاجرات صحابہ کرام و راہ اعتدال (2 جلدیں)
مولانا قاضی مظہر حسین	خلافت راشدہ و امامت
مولانا قاضی مظہر حسین	مودودی مذہب
مولانا قاضی مظہر حسین	سنی مذہب حق ہے؟
مولانا قاضی مظہر حسین	دفاع حضرت امیر معاویہ
مولانا قاضی مظہر حسین	ایک اجمالی نظر
مولانا قاضی مظہر حسین	جوابی مکتوب
مولانا قاضی مظہر حسین	ہم ماتم کیوں نہیں کرتے
مولانا قاضی مظہر حسین	کشف خارجیت (زیر طبع)
مولانا قاضی مظہر حسین	سنی موقف
حافظ عبد الجبار سلتی	احوال دبیر (جدید)
حافظ عبد الجبار سلتی	القول المعبر فی حیات خیر البشر (مجموعہ چار کتب)
حافظ عبد الجبار سلتی	نجوم ہدایت (جدید)
حافظ عبد الجبار سلتی	عبداللہ چکڑالوی اور فقہ انکار حدیث
حافظ عبد الجبار سلتی	علامہ عنایت اللہ خان اشرفی (احوال و افکار)
حافظ عبد الجبار سلتی	مولانا قاضی محمد کرم الدین دبیر کا مسلک
مولانا نور اشرف صاحب	ہدایت المرزائیہ
مولانا نور اشرف صاحب	توضیح مسئلہ تقلید
مولانا نور اشرف صاحب	میزان عدل
مولانا نور اشرف صاحب	دیوبندی بریلوی اختلاف کا جائزہ
مولانا نور اشرف صاحب	اسلامی فقہ
مولانا نور اشرف صاحب	علامہ دیوبندی پر چند اعتراضات کی حقیقت
مولانا نور اشرف صاحب	اصحاب ہند و اصحاب نار
مولانا نور اشرف صاحب	توضیح مسئلہ رفع یدین و قراۃ خلف الامام

ہماری دیگر اہم مطبوعات



ادارہ مظہر التحقیق لاہور

ملتان روڈ، لاہور۔ فون 0321-4145543